کراچی میں مدفون مشاہیر

تحریر و تحقیق:

ایم آر شاہد

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کراچی میں مدفون مشاہیر

تحریر و تحقیق

ایم آر شاہد

Marfat.com

111772

جملہ حقوق محفوظ ہیں

فروری 2012ء

نام کتاب	:	''کراچی میں مدفون مشاہیرؒ''
مصنف	:	ایم آر شاہد
قیمت	:	-/1000 روپے
باہتمام	:	علامہ عبدالستار عاصم
قانونی مشیر	:	رانا شہناز احمد خان ایڈووکیٹ
ناشر	:	قلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل 0333-4393422
ملنے کے پتہ	:	مقبول اکیڈمی، 199۔ سرکلر روڈ اردو بازار چوک، لاہور 042-37324164-7233165

Marfat.com

انتساب

وطن دوست

محترمہ **بشریٰ رحمن** صاحبہ

ہمدرد پاکستان

محترمہ **سعدیہ راشد** صاحبہ

اور

محترم **ملک مقبول احمد** صاحب

کے

نام

جن پر دھرتی ماں

ناز کرتی رہے

گی

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	تعارف	13
2	دیباچہ	15
3	باصلاحیت ادیب کا تحقیقی کام	17
4	بایوگرافیکل ڈکشنریز کا متبادل	19
5	کلمات تحسین	21
6	حرف آغاز	23
7	"(اطلاع عام)"	25
8	**بزرگان دینؒ**	
9	حضرت عبداللہ شاہ غازی	28
10	حضرت [illegible]	32
11	حضرت قلندر شہباز [illegible]	33
12	حضرت [illegible] شاہ صاحب	35
13	حضرت [illegible]	35
14	مولانا محمد شفیع اوکاڑوی	36
15	علامہ مولانا سید محمد [illegible]	38
16	حضرت سید [illegible] شاہ غازی [illegible]	39
17	شہید اللہ فریدی	40
18	مولانا شاہ احمد نورانی	41
19	والد محترم علامہ شاہ احمد نورانی	44
20	محدث اعظم خطیب سید [illegible] ندوی	45
21	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید	46
22	حضرت بابا یوسف شاہ تاجی	49
23	سید بابا [illegible] شاہ تاجی	50
24	مولانا مفتی محمد حسن	51
25	علامہ حسن ترابی شہید	53
26	علامہ عقیل ترابی	55
27	علامہ رشید ترابی	56
28	مفتی نظام الدین شامزئی	56
29	مفتی جمیل احمد	57
30	قاری عبدالحق راجپوری	58
31	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع	60
32	حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی	60
33	حضرت علامہ سید سلیمان ندوی	61
34	مولانا شبیر احمد عثمانی	61
35	مولانا سید [illegible] مودودی	62
36	سید [illegible]	63
37	مولانا محمد [illegible]	63
38	حضرت [illegible]	63
39	مولانا محمد [illegible] الخطیب	63
40	حضرت مولانا احمد [illegible]	64
41	[illegible]	64
42	حضرت [illegible]	64
43	[illegible]	65
44	حضرت [illegible]	65
45	مفتی [illegible]	65
46	حضرت [illegible]	[illegible]
47	حضرت [illegible]	66
48	حضرت [illegible]	67
49	[illegible]	67
50	حضرت [illegible]	68
51	[illegible]	69
52	حضرت [illegible]	72

Marfat.com

53	حکیم عارفی سرکار	72
54	حضرت سید واجد علی شاہ صاحبؒ	72
55	حضرت جہانگیر شاہؒ	72
56	حضرت سید جلال الدین شاہ وارثی پنجابیؒ	73
57	الحاج فقیر حیرت شاہ ولی وارثیؒ	74
58	حضرت مولانا قاضی احمد عبدالصمدؒ	74
59	حضرت صابر علی شاہؒ	74
60	حضرت خاکی شاہ بخاریؒ	75
61	حضرت حاجی حافظ قاری سید وارث علی شاہؒ	75
62	مولانا سعادت علی قادریؒ	76
63	مولانا محمد امین مرحوم	76
64	**شاعر ادیب نقاد**	
65	راغب مراد آبادی	79
66	ضیاء الحق قاسمی	80
67	پروین فنا سید	83
68	سید ضمیر حسن سبزواری	84
69	ساقی امروہی	85
70	سید اشتیاق علی	85
71	مزاحیہ شاعر ڈاکٹر شاہد الوری	85
72	عابد رائے پوری	86
73	رشیدہ آفتاب اقبال	86
74	محبوب نرالے عالم	86
75	بشیر فاروق	87
76	انور پیرزادہ	87
77	حکیم ناصر	88
78	تاجل بے وس	88
79	ڈاکٹر ریاض الاسلام	89
80	شیخ عبدالکریم صدیقی (حیرت لکھنوی)	89
81	سید ناصر جہاں	89
82	علامہ سید منیر علی جعفری	89
83	سید شوکت علی "ساقی جاوید"	90
84	ابن انشاء	90
85	رئیس امروہوی	92
86	علامہ سیماب اکبر آبادی	95
87	ابن صفی	96
88	آرزو لکھنوی	100
89	حضرت بہزاد لکھنوی نیازی	102
90	اطہر نفیس	105
91	غلام عباس	106
92	دلاور فگار	108
93	حفیظ ہوشیار پوری	110
94	اخگر مراد آبادی	110
95	مشفق خواجہ	111
96	تالیفات، مرتبات، تصانیف	111
97	ڈاکٹر ابوالخیر کشفی	113
98	محسن بھوپالی	115
99	مصطفیٰ زیدی	117
100	عبیداللہ علیم	119
101	محمد خالد اختر	121
102	خالد علیگ	123
103	جون ایلیا	124
104	تابش دہلوی	126
105	شوکت صدیقی	128
106	حمید کاشمیری	130
107	صباء اکبر آبادی	131
108	صہبا لکھنوی	132
109	ابراہیم جلیس	134
110	اُستاد قمر جلالوی	136
111	پروفیسر سید اقبال عظیم	138
112	پروفیسر کرار حسین	140
113	ابن حسن نگار	141
114	پروفیسر احمد علی	142

Marfat.com

115 ابن الحسن 144
116 رفیق چودھری 145
117 عثمان برنی 146
118 ڈاکٹر غلام مصطفٰے شاہ 147
119 اعجاز حسن صادق پوری 148
120 ڈاکٹر فہیم اعظمی 151
121 ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری 152
122 پروفیسر سید محمد سلیم 153
123 رضی اختر شوق 155
124 ممتاز حسن 156
125 حسن عابدی 157
126 آغا حسن عابدی 159
127 قمر جمیل 161
128 محمد حسن عسکری 162
129 زیب النساء حمید اللہ 163
130 ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی 164
131 شبنم رومانی 165
132 تسلیم فاضلی 166
133 خلیق ابراہیم 167
134 ممتاز راشدی 168
135 قمر شہباز 169
136 اُمید فاضلی 169
137 نیاز فتح پوری 170
138 نواب سر محمد یامین خان 170
139 جمیل احمد انصاری 171
140 سید عبدالواحد معینی 171
141 سراج الدین احمد 171
142 نثار حسین نثار لکھنوی 172
143 ڈاکٹر امیر حسین صدیقی 172
144 سید [illegible] جونپوری 172
145 پروفیسر حبیب اللہ [illegible] 173
146 سید مختار حسین آغا لکھنوی 173
147 سید محمد نظیر رشید لکھنوی 173
148 سید محمد ہادی مچھلی شہری 174
149 حضرت قیس سہارنپوری 174
150 شفیق بریلوی 175
151 ملا واحدی 175
152 محمد سرفراز احمد خان (ماہر) 175
153 شاعر ہفت زبان سید حضرت شاہ 176
154 محمد یحییٰ تنہا 176
155 حاجی سید محمد زبیر جعفری پرواز 176
156 سید ولی اشرف صبوحی 177
157 ریاض فرشوری 177
158 علامہ راغب احسن 178
159 "آدمی بے نظیر" سبط حسن 178
160 حضرت افسر امروہوی 179
161 احمد صدیقی (مجنوں گورکھپوری) 179
162 منظر عباس اعظمی 180
163 سید محسن نواب افسوس عظیم آبادی 180
164 مولوی عبدالحق (بابائے اردو) 180
165 نثار احمد نثار اکبر آبادی 181
166 شاہد احمد دہلوی 181
167 ابو مسلم صحافی 181
168 محمد حسن پاشا 182
169 امیر حسن رسوا میرٹھی 182
170 حضرت سردار علی صابری 182
171 سرور بارہ بنکوی 183
172 ماں جی (والدہ قدرت اللہ شہاب) 183
173 صفیہ بیگم 184
174 مرزا علی اظہر برلاس 184
175 [illegible] 184
176 خورشید احمد 185

Marfat.com

177 سید ہاشم رضا ہاشم (شاعر اہل بیت) 185
178 محمد معین الدین 186
179 مظفر احمد ضیا 186
180 غلام صابر نظامی 187
181 طارق عالم ابڑو 187
182 **صحافی**
183 معین صدیقی 189
184 غلام علی 189
185 مقبول جلیس 189
186 خالد چاولہ 189
187 ایم اے زبیری 190
188 اے اے رضوی 191
189 میر خلیل الرحمن 191
190 ضمیر نیازی 193
191 ایس ایچ ہاشمی 195
192 رشید عمر تھانوی 197
193 نیر علوی 198
194 احمد علی خان 199
195 اللہ بخش یوسفی 200
196 محمود احمد مدنی 201
197 قاضی سعید اکبر 203
198 فاروق نثار 203
199 جعفر نقوی 205
200 اے کے بروہی 206
201 نیاز احمد مدنی 206
202 صبیح الدین غوشی 206
203 عزیز الدین قریشی 207
204 چودھری عبدالغفور 208
205 نجیب احمد 209
206 اقبال زبیری 210
207 سید معظم علی 212
208 گل حمید بھٹی 213
209 سلطان احمد 213
210 نصر اللہ خان 215
211 حسن عابدی 216
212 راشد نیاز 217
213 خامد بھائی 217
214 حسن عسکری 218
215 عمر قریشی 219
216 محمد باقر نقوی 220
217 سید وہاب کاظمی 221
218 اے بی ایس جعفری 221
219 بدر الدین 223
220 لطیف جعفری 224
221 منظر الحسن (منظر بھائی) 224
222 کلیم عمر 225
223 نظام صدیقی 226
224 ظفر رضوی 227
225 مشتاق حسین میمن 228
226 میمن حسین 229
227 غلام علی 229
228 حسن ظہیر 230
229 علی مضمر مجددی 231
230 صفدر برلاس 231
231 سی اے رؤف 232
232 انقلاب ماتری 233
233 ایم اے شکور 234
234 مختار زمن 234
235 الطاف حسین 235
236 غلام نبی منصوری 236
237 محمد زمان خان 236
238 اسد جعفری 236

Marfat.com

239	متین احمد خان	237
240	اے اے رضوی	238
241	ابوالاخیار	238
242	سلیم شہزاد	239
243	**کارکنان تحریک پاکستان**	
244	یوسف عبداللہ ہارون	242
245	بیگم شائستہ اکرام اللہ	243
246	محمود اے ہارون	245
247	سید ہاشم رضا	247
248	اشتیاق اظہر	248
249	علامہ سید ابن حسن جارچوی	249
250	سر آغا خان	251
251	محمد علی حبیب	253
252	شیخ لیاقت حسین	255
253	پروفیسر مرغوب صدیقی	255
254	مولانا عبدالحامد بدایونی	257
255	خواجہ ناظم الدین	259
256	مولوی ریاض الدین	260
257	منظر عالم	261
258	عبدالباقی خان شیروانی	261
259	علی احمد فیض	262
260	سید علی کوثر	262
261	محمد سلیمان خان	262
262	عبدالقیوم خان	263
263	**شہداء وطن**	
264	پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید (نشان حیدر)	265
265	غازی عبدالقیوم شہید	267
266	شہدائے اسلامی جمعیت طلباء کراچی	269
267	حافظ محمد اسلم شہید	271
268	دانش غنی شہید	272
269	محمد علی شہید	272
270	ڈاکٹر شہاب احمد شہید	273
271	عامر سعید شہید	274
272	شوکت علی قریشی شہید	274
273	نذر حسین شہید	275
274	شکیل الدین شیخ شہید	276
275	عامر عباس شہید	277
276	سید سعد بن صلاح شہید	278
277	فیصل بن محمد شہید	279
278	عظمت اللہ شریف شہید	280
279	نعمان الدین صدیقی شہید	280
280	علیم الدین قریشی شہید	281
281	احسان انصاری شہید	282
282	شفقت حسین شہید	283
283	نعیم احمد خان شہید	284
284	سعد بن ضیاء شہید	285
285	نعیم انور شہید	286
286	سید محمد ناظر راشد شہید	286
287	ڈاکٹر حبیب اکرم شہید	287
288	شاہد عزیز شہید	288
289	حافظ عبدالرحمن شہید	289
290	فرحان آصف شہید	289
291	بایزید جاوید خان شہید	290
292	حافظ [illegible] زمان شہید ([illegible])	291
293	محمد [illegible] شہید ([illegible])	291
294	سید [illegible] شہید ([illegible])	292
295	[illegible] صدیقی [illegible] شہید ([illegible])	292
296	سید ثاقب احمد شہید	292
297	فلائنگ آفیسر [illegible] علی شاہ شہید	293
298	پائلٹ آفیسر [illegible] عبداللہ شہید	293
299	میجر محمد اظہر راجپوت شہید	293
300	لیفٹیننٹ کامران [illegible] شہید	294

Marfat.com

301	لیفٹیننٹ مرزا نعیم اللہ بیگ (تمغہ جرأت)	294
302	لیفٹیننٹ میاندار خان شہید	294
303	کیپٹن نادر امتیاز سہگل شہید	295
304	کیپٹن سید حسن ظہیر شہید (ستارہ جرأت)	295
305	فلائٹ لیفٹیننٹ محمد وسیم انصاری شہید	296
306	لیفٹیننٹ کمانڈر مرغوب عالم شہید	296
307	فلائٹ کیپٹن سید محمد نعیم حضرت جی شہید	296
308	گروپ کیپٹن الحاج حامد سعید خان شہید	296
309	عدنان زبیری شہید	297
310	لیفٹیننٹ رضوان مسعود شہید	297
311	زیبا نور شہید	298
312	پی آئی اے کا طیارہ کھٹمنڈو میں گر کر تباہ	299
313	یحییٰ عزیز (پاشا) شہید افغانستان	300
314	میجر ہارون رشید ڈار شہید	301
315	وائس ایڈمرل افضل الرحمان خان	301
316	وائس ایڈمرل احمد ضمیر	301
317	میجر جنرل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر محمد محسن پال	302
318	کمانڈر انچیف ایچ ایم ایس چوہدری	302
319	کمانڈر انچیف وائس ایڈمرل (ر) صدیق چوہدری	302
320	جنرل (ر) ایف ایس کے لودھی	303
321	میجر جنرل (ر) سعد طارق	303
322	**فلم ٹی وی اور ریڈیو کی دنیا**	
323	ملکہ ترنم نور جہاں	306
324	احمد رشدی	309
325	مجیب عالم	313
326	نثار بزمی	315
327	سید کمال	317
328	اظہار قاضی	319
329	نگہت سلطانہ	321
330	ملک انوکھا	323
331	جمشید انصاری	324
332	شفیع محمد شاہ	327
333	محمود علی	329
334	عشرت ہاشمی	330
335	اُستاد واحد حسین	331
336	انور سولنگی	332
337	ماروی	333
338	آفرین بیگ	334
339	نور محمد لاشاری	335
340	محمود صدیقی	336
341	لطیف کپاڈیہ	337
342	فرید نواز بلوچ	339
343	منی باجی	340
344	عرش منیر	341
345	ضیاء سرحدی	342
346	خورشید بیگم	343
347	ابراہیم راز	344
348	خالدہ ریاست	345
349	ظل سبحان	347
350	حمید وائیں	349
351	یوسف علی	350
352	اسد جعفری	350
353	اقبال قریشی	351
354	نرالا	352
355	تانی بیگم	352
356	سبحانی بایونس	353
357	انور بہزاد لکھنوی	353
358	یاسمین اسماعیل	354
359	آصف علی	356
360	شہزادی	356
361	ایس ایم یوسف	358
362	اُستاد امراؤ بندو خان	358

Marfat.com

363 سید ذوالفقار علی بخاری 359
364 نور محمد چارلی 359
365 ظفر احمد 359
366 مرزا مرتضیٰ حسین چنگیزی 359
367 مسز پرویز دستور 360
368 قدیر خان 360
369 جہاں آرا سعید 360
370 نسیم اختر 360
371 شہریار قدوس 361
372 زرینہ گل آغا 361
373 معین اختر 361
374 لیاقت سولجر 363
375 برکت اللہ 364
376 ناظم 365
377 **ماہر طب**
378 حکیم محمد سعید دہلوی "شہید پاکستان" 367
379 مقبرے کی یادگار تختی 372
380 حکیم محمد سعید شہید 372
381 ڈاکٹر عبدالحمید (ہومیو پیتھک) 372
382 ڈاکٹر میر رحمٰن علی ہاشمی 373
383 پروفیسر حکیم علی احمد عباسی 374
384 **ماہر تعلیم**
385 دینا مستری 377
386 ڈاکٹر پروفیسر احسان رشید 378
387 ترکی زبان کے ماہر ڈاکٹر صابر 379
388 صاحبزادی بیگم آمنہ مجید 380
389 شفیقہ فقری 381
390 ڈاکٹر ارشد سعید 383
391 پیر علی محمد راشدی 383
392 اختر حسین 384
393 پروفیسر مظفر عمر زبیری 384
394 پروفیسر سید حسن علی شطاری 384
395 پروفیسر علی محمد شاہین 385
396 پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد 385
397 پروفیسر خلیق الزماں 385
398 پروفیسر ڈاکٹر نسیمہ ترمذی 386
399 **ماہر قانون**
400 چیف جسٹس محمد حلیم 388
401 جسٹس صبیح الدین احمد 389
402 آفتاب اقبال 390
403 خالد اسحاق 393
404 جسٹس عبدالرحیم محمد صالح کھرل 394
405 جسٹس محمد حسین عادل کھتری 394
406 جسٹس فخر الدین شیخ 394
407 بیرسٹر عزیز اللہ شیخ 395
408 سید اظہار حیدر رضوی 395
409 **کھلاڑی**
410 یعقوب قمرانی 397
411 روشن خان 398
412 کے۔سی ابراہیم 399
413 فیروز خان 400
414 آفاق حسین 401
415 شجاع الدین 402
416 خان محمد 403
417 میجر عبدالشکور 404
418 محمود الحسن 405
419 حاجی سردار خان 405
420 زاہد شیخ 405
421 محمد مراد بلوچ 405
422 محمد علی جعفری 405
423 **خطاط مصور مجسمہ ساز**
424 اسمٰعیل گل جی 408

Marfat.com

425 صادقین	409	456 سید اکبر مسعود	442
426 احمد سعید ناگی	411	457 شاہ بانو بیگم	443
427 عزیز ولی	412	458 سکینہ خانم	443
428 اے آر ناگری	413	459 مولانا عبدالکریم پڑھیار	443
429 **اہم سیاسی اور سماجی شخصیات**		460 سید محمد قاسم رضوی	444
430 قائداعظم محمد علی جناحؒ	416	461 حاجی محمد یوسف پٹیل (ڈیسائی)	444
431 مزار قائداعظمؒ	417	462 سیٹھ احمد داؤد	444
432 مادر ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ	419	463 حاجی سلیمان داؤد	445
433 نوابزادہ لیاقت علی خان	421	464 ریاض احمد ٹاٹا	446
434 بیگم رعنا لیاقت علی خان	423	465 ناظم جیوا	446
435 سردار عبدالرب نشتر	424	466 ڈاکٹر محمد سرور	447
436 نورالامین	427	467 بیگم نجم النساء	448
437 سابق گورنر جنرل پاکستان ملک غلام محمد	430	468 بیگم گھمبر اصفہانی	449
438 چودھری محمد علی	431	469 بیگم دولت خانم	450
439 آئی۔آئی چندریگر	433	470 سسٹر بیرنس وارگس	451
440 ظہور الحسن بھوپالی	434	471 ارتضیٰ حسین	452
441 نواب صدیق علی خان	434	472 آئی اے خان	453
442 نوابزادہ صداقت علی خان	435	473 میاں اعجاز شیخ	453
443 آغا ہلالی	436	474 مسرور حسن خان	455
444 شہزادی عابدہ سلطان	437	475 عبدالستار گوہل	456
445 وقار اقبال	438	476 عبدالستار افغانی	457
446 وحیدہ روش	439	477 مشیر احمد پیش امام	457
447 اکبر جعفر بھائی	439	478 عبدالرزاق تھہیم	458
448 جمیل النساء بیگم	440	479 سید علی نقوی	459
449 مسرت حسین زبیری	440	480 بیگم محمود سلطانہ	461
450 ڈاکٹر سید محمد عبدالعزیز قریشی	440	481 سلطان خان	461
451 فردوسی بیگم	441	482 ڈاکٹر بدرالنساء بیگم قریشی	462
452 میجر جنرل محمد احمد اشرف	441	483 بشیر احمد رفیق	462
453 پرنس خورشید جاہ	441	484 عبدالمجید منہاس	463
454 غلام حسین ہدایت اللہ	442	485 بشریٰ زیدی	463
455 ڈاکٹر بابر حمید	442	486 خالدہ نسرین	463

Marfat.com

487	طارق بٹ عرف بٹ صاحب	464
488	سید ضیاء الحسن رضوی	464
489	محمد حنیف راز زیدی	465
490	کنیز بانو	465
491	بیگم تزین فریدی	465
492	بیگم نعمت حکیم محمد سعید	466
493	فتح یاب علی خان	467
494	خالد بن سعید	468
495	**قبروں کے کتبوں پر اشعار**	
496	قبرستان سخی حسن	470
497	قبرستان پاپوش نگر	484
498	قبرستان سوسائٹی (PECHS)	499
499	قبرستان کلفٹن	512
500	قبرستان یٰسین آباد	514
501	متفرق قبور	517
502	ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی	523
503	قبرستان میوہ شاہ	525
504	الوحید قبرستان	534
505	قبرستان گلشن اقبال	540
505	قبرستان جامعہ کراچی	542
507	قبرستان علی باغ	544
508	قبرستان ڈرگ کالونی	548
509	قبرستان ماڈل کالونی ملیر	551
510	فوجی قبرستان	552
511	قبرستان دارالعلوم کورنگی	554
512	اسلامیہ کالج کراچی	554
513	**عجیب اور تاریخی قبرستان**	
514	عجیب قبرستان	556
515	قبر ایک عقیدے دو.....	557
516	مگرمچھوں کا قبرستان	558
517	چوکھنڈی کا قبرستان	560
518	گورا قبرستان سے مسیحی قبرستان تک	562
519	مکلی کی وجہ تسمیہ	564
520	مکلی کی جغرافیائی حیثیت	565
521	مکلی کا شہر خموشاں	566
522	مکلی کا قبرستان	568
523	مزارات رفقاء محمد بن قاسم	570
524	پہلا میوزیم از قبرستان وادی حسین	571
525	وضاحت	572
526	**دوران طباعت ملنے والی معلومات**	
527	مقبول صابری (قوال)	574
528	پروفیسر صبا متھراوی (ادیب)	575
529	حنیف پاری (اداکار)	576
530	ڈی اے جعفری (شخصیت)	576
531	یوسف خان (صحافی)	577
532	سید شاہد ہدایت (عالم دین)	578
533	مولانا محمد حبیب اللہ (عالم دین)	579
534	مولانا محمد یوسف (عالم دین)	581
535	مولانا بدیع الزمان (عالم دین)	583
536	مفتی ولی حسن ٹونکی (عالم دین)	584
537	مولانا ادریس میرٹھی (عالم دین)	587
538	مولانا محمد صادق (عالم دین)	589
539	(کتابیات)	590
540	تصنیف ____ ایم آر شاہد	591

Marfat.com

آنے والی نسلوں کے لئے تحقیق

محترم ایم آر شاہد کا شمار وطن عزیز کے اُن محققین ادیبوں، صحافیوں، شاعروں، میں ہوتا ہے جن کا مقصد ادب، تحقیق اور تصنیف کو منظر عام پر لانا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ ایسے سکہ بند لوگ جو کسی صلہ اور تمنا کے بغیر مسلسل علمی، ادبی، تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ زندہ معاشروں کے ماتھے کا تاج ہوا کرتے ہیں۔ آنے والی نسلیں یقیناً اِن کے ادبی کام کو سلام پیش کرتی رہیں گی۔ کیونکہ زیر نظر کتاب آنے والی نسلوں کے لئے ایک تحقیق کا درجہ رکھتی ہے۔

مقصود احمد چغتائی (عالمی سیاح، صدارتی ایوارڈ یافتہ سکاؤٹ لیڈر)
0333-4254394-0321-4806800

19 نومبر 2011ء

Marfat.com

تعارف

جناب ایم آر شاہد ولد محمد دین (مرحوم) 4 ستمبر 1961ء میں ہندوستان کے صوبہ مشرقی پنجاب کی ایک آزاد ریاست مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور میں پیدا ہوئے۔ تین جماعتیں اپنے آبائی علاقہ محلہ چورماراں کے مسلم پرائمری سکول سنامی گیٹ سے پڑھیں۔ ستمبر 1969ء میں بھارت کو خیر باد کہہ کر اپنی والدہ محترمہ کے ہمراہ پاکستان چلے آئے۔ یہاں مزنگ لاہور میں سکونت اختیار کی اور ایم سی پرائمری سکول وارث روڈ لاہور میں تیسری جماعت میں داخلہ لیا اور 1973ء میں پرائمری پاس کی۔ اب اس سکول کی جگہ بلند و بالا عمارت کی صورت میں گورنمنٹ میاں نواز شریف گرلز کالج واقع ہے۔ میٹرک کا امتحان 1978ء میں گورنمنٹ مزنگ ہائی سکول سے پاس کیا۔

27 اپریل 1981ء میں محکمہ پولیس میں ملازمت اختیار کر لی۔ ادبی سرگرمیوں کا آغاز اس سے قبل شروع کر چکے تھے۔ پھر ملازمت کے ساتھ ساتھ اپنے علمی، ادبی ذوق کی تسکین کے لئے ادبی حلقوں سے منسلک رہے۔ اردو اور پنجابی میں مختلف قومی اخبارات و ادبی جرائد میں افسانے، نظمیں، غزلیں، کہانیاں، مضامین، فیچر، انٹرویوز اور دیگر تحریریں شائع کروانے کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ 2011ء میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل ہوئی اور اسی سال حکومت پاکستان نے ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں تمغہ امتیاز کا اعلان کیا ہے۔ جو 23 مارچ 2012ء کو ملے گا۔ ستمبر 2003ء میں ان کی پہلی تحقیقی کتاب ''لاہور میں مدفون مشاہیر'' جو لاہور سے ایک

Marfat.com

سو پانچ قبرستانوں کی تحقیق پر مبنی ہے شائع ہوئی، دوسری کتاب جولائی 2004ء میں ''شہرخموشاں کے مکیں'' جو اسلام آباد، راولپنڈی (ڈویژن) میں زمین کی آغوش میں سوئی نامور ہستیوں کی تحقیق پر مشتمل ہے۔ تیسری کتاب فروری 2006ء میں ''شہیدان وطن'' کے نام سے آئی اس میں شہدائے وطن کے حالات زندگی شامل ہیں۔ چوتھی کتاب ''شہدائے پنجاب پولیس'' ہے۔ مرکز علم وفن کے چیئرمین ہونے کے علاوہ ملک کی بہت سی دیگر ادبی وعلمی تنظیموں کے رکن اور عہدیدار ہیں۔ اب ان کی انسان دوست نظریں پورے پاکستان کی سرزمین میں آسودہ خاک خوبصورت ہستیوں سے متعلق تحقیق پر جمی ہوئی ہیں۔

علامہ عبدالستار عاصم
0333/323-4393422
19 نومبر 2011ء

Marfat.com

دیباچہ

مختلف علوم وفنون کی معروف شخصیات کی زندگی کے ماہ وسال کے بارے میں معلومات کی فراہمی ادب اور تاریخ کا اہم موضوع رہا ہے۔فلاں شخص کہاں پیدا ہوا،اس کی تاریخ پیدائش کیا تھی،اس کا خاندانی یا پرانا نام کیا تھا،وہ کس نام سے معروف ہوا،اس نے کہاں انتقال کیا،کہاں مدفون ہوا،اور اس نے کون کون سی علمی وادبی یا فنی خدمات سرانجام دیں؟ اس قسم کی معلومات یوں تو سوانح عمریوں، تذکروں، خودنوشتوں اور معاصر تاریخوں میں مل جاتی ہیں لیکن ان کے حصول کے لئے ہزاروں صفحات کی چھان بین اور ورق گردانی اپنی جگہ ایک مسئلہ ہے جو وقت طلب بھی ہے اور وقت طلب بھی۔اس مشکل کے حل کے لئے قدیم زمانے سے علم الرجال چلا آرہا ہے اور اردو زبان میں اس کا مترادف وفیات کا موضوع ہے جو قارئین، مؤرخین، محققین، تذکرہ نویسوں اور سوانح نگاروں کی اس مشکل کو آسان کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ہمارے بعض اکابرین نے بھی اس ضمن میں کچھ کام کیا ہے تاہم موجودہ دور میں کئی ایک ادیبوں اور قلم کاروں نے اس سلسلے میں تحقیق وتلاش کر کے کتابیں تالیف کی ہیں۔اگرچہ بھارت میں بھی اس موضوع پر بعض کتابیں شائع ہوئی ہیں مگر پاکستان میں اس پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ یوں تو متعدد اہل قلم نے اس شعبے میں کام کیا ہے لیکن جو لوگ پیش پیش نظر آتے ہیں ان میں پروفیسر محمد اسلم، ڈاکٹر منیر احمد سلیچ، سید قاسم محمود، عقیل عباس جعفری، احمد حسین صدیقی

Marfat.com

اور ایم آر شاہد شامل ہیں۔ ان میں ایم آر شاہد کو اس لحاظ سے خصوصیت حاصل ہے کہ انہوں نے اس موضوع کو مستقل طور پر اپنا لیا ہے اور مسلسل اس بارے میں تحقیق و تلاش میں مصروف ہیں۔ ان کی پانچ کتابیں چھپ چکی ہیں اور مزید ترتیب و تشکیل اور طباعت کے مراحل میں ہیں۔ ان کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ جو سنین و سال اور تاریخ و مقام تحریر کرتے ہیں اس کی پہلے پوری پوری تصدیق کر لیتے ہیں۔ تقابلی مطالعے کے ساتھ ساتھ زبانی، تحریری اور عینی شواہد سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ ایم آر شاہد نے موضوع کو مزید معلوماتی اور مفید بنانے کے لئے شخصیات کے مختصر حالات بھی تحریر کر دیے ہیں جس سے ان کی کتاب کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

شفیع عقیل

27 اپریل 2011ء

کراچی

Marfat.com

باصلاحیت ادیب کا تحقیقی کام

ایم آر شاہد صاحب کی معرکتہ الآراء تصنیف ''کراچی میں مدفون مشاہیر'' ایک ایسی دستاویز ہے جسے پہلے نہ کسی نے سوچا اور نہ ہاتھ لگایا۔ اس میں تحقیق کا جتنا کام اس باصلاحیت ادیب نے سرانجام دیا ہے وہ دوسرا کوئی مر کے بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مجھے اس کتاب میں جتنی شناسا ناشناسہ صورتیں نظر آتی ہیں ان میں سے اکثر کے ساتھ میں نے زندگی کا طویل سفر طے کیا ہے وہ ابھی میرے ذہن سے دھندلائے بھی نہیں تھے کہ اس نادر روزگار کتاب نے زندہ کر دیئے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن سے کراچی چمکتا اور دمکتا تھا اور یہ خاک نشین اس شہر کو شہر بنانے میں ہمیشہ کوشاں رہے، آج وہ شہر خموشاں میں آرام پذیر ہیں ان کی محنتوں جرأتوں کو تاریخ بھلا نہیں سکتی۔

ایک ایک قبر کا سراغ لگانا، تلاش کرنا اور اس کے مکینوں کا مختصر خاکہ ہر قبر کے ساتھ پیوستہ نظر آتا ہے، ان کے عزیز و اقارب کو ڈھونڈنا، ان سے بھاری معلومات اکٹھی کرنا، ظاہر ہے آسان کام نہیں تھا، اس کے لئے جس جانثاری، لگن اور محنت کی ضرورت تھی وہ عام انسان کے بس کی بات نہ تھی، وہ قبریں جو کتبوں سے محروم ہیں ان کی نشاندہی جان جوکھوں کا کام تھا۔

کراچی بھی لاہور کی طرح چونکہ ایک تاریخی شہر ہے اس کے بزرگوں، اسلامی معماروں، ادیبوں، شاعروں، مصوروں، فنکاروں، موسیقاروں کے حوالے سے

Marfat.com

دوسرے کئی شہروں پر سبقت رکھتا ہے۔

میں کتاب کے مطالعہ کے بعد حیران ہوتا ہوں کہ یہ سب کچھ ایک اکیلے شخص نے کس محبت کے ساتھ ترتیب دیا ہوگا۔ ہمارے اکثر زندہ ان مردوں سے اس طرح بے خبر ہیں کہ جیسے یہاں آرام کرنے والے زندوں سے بے خبر ہیں اس کے مطالعہ سے انسان کو سوچنے پر مجبور ہونا چاہیے کہ یہ زندگی جس میں ہم ہمہ وقت پاگلوں کی طرح بھاگ رہے ہیں۔ اس انجام کا تصور ہمارے قریب بھی پھٹکنے نہیں پاتا، اور ایسا لگتا ہے جیسے سب کچھ اسی طرح رہے گا اور ایسے ہی چلتا رہے گا۔ لیکن موت اچانک سامنے آ کھڑی ہوگی اور اس کا بے رحم ہاتھ چشم زدن میں ہمیں موت کی نیند سلا دے گا۔ مجھے تو موت اتنی قریب نظر آئی ہے کہ اس سے لاکھ آنکھیں چرائیں وہ کہیں نہ کہیں ہمیں کھڑی گھور رہی ہے۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود اس کتاب میں بہت سے ادیبوں، شاعروں اور مصوروں کے نام رہ گئے ہیں۔ آئندہ ایڈیشن میں اُمید ہے کہ یہ کوتاہی دور کردی جائے گی۔ مناسب ہوتا اسے مختلف عنوانات کے تحت درج کر دیا جاتا جو حروف تہجی کے تحت شامل کر لئے جاتے اس سے تلاش کرنے میں فالتو ورق گردانی سے نجات مل جاتی ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ اس مفید کام کا سلسلہ دوسرے شہروں تک دراز ضرور ہوگا جو مصنف کی راہ میں آنکھیں بچھائے ہونگے۔

کمال احمد رضوی (کراچی)

۱۹ ستمبر ۲۰۱۰ء

Marfat.com

بایوگرافیکل ڈکشنریز کا متبادل

ہمارے یہاں اردو ادب میں سب سے زیادہ جس چیز کی کھٹکتی ہے وہ سوانحی لغت ہے۔ اگر آپ سیاست، مذہب، ادب یا فنون لطیفہ سے متعلق کسی جدید یا قدیم شخصیت کے بارے میں کچھ جاننا چاہیں تو کوئی کتاب رہنمائی نہیں کرتی۔ جب کہ دنیا کے تمام مہذب ملکوں میں نیشنل بایوگرافیکل ڈکشنریز تیار کی جاتی ہیں اور مناسب وقفوں سے ان میں اضافے ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہاں اس طرف توجہ نہیں دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کسی فرد کے ضروری کوائف جاننا چاہیں تو اس کے لئے آپ کو بے شمار ماخذ کی ورق گردانی کرنی ہوگی اس کے باوجود یقینی نہیں ہے کہ مطلوبہ معلومات دستیاب ہو جائیں۔ اسی طرح مرحوم شعراء، ادیب، مصنفین، نثر نگار یا فنون لطیفہ سے متعلق کسی شخصیت کے بارے میں معلوم کرنا چاہیں کہ اس کا کب انتقال ہوا اور کہاں تدفین ہوئی تو ہمیں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بعض افراد اپنے مشاغل حیات یا وسیلہ روزگار کے اعتبار سے اگرچہ ایسی مصروفیات میں زندگی بسر کرتے ہیں جن کا بظاہر علم و ادب یا ثقافتی تحقیقی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور ان سے توقع نہیں کی جاتی کہ وہ کوئی غیر معمولی علمی و ادبی کارنامہ انجام دے کر ہمیں حیرت زدہ کر دیں گے اور دنیائے فکر و فن میں خود کو امر بنا دیں گے لیکن کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بعض افراد خلاف توقع اپنے کمالات فن کا مظاہرہ کر کے ہمیں ششدر و متحیر کر دیتے ہیں۔ اسی قبیل کی ایک شخصیت جناب [illegible] کی ہے

Marfat.com

جنہوں نے ''لاہور میں مدفون مشاہیر''، ''شہرِ خموشاں کے مکیں'' اور ''شہیدانِ وطن''، ''شہدائے پنجاب پولیس'' پانچ کتابیں لکھ کر تحقیقی کام کرنے والوں کے لئے بڑی آسانی پیدا کر دی ہے۔ اگر ہمیں لاہور کے کسی شاعر' ادیب یا دانشور کی تاریخ وفات' تاریخ پیدائش معلوم کرنا ہو اور یہ بھی معلوم کرنا ہو کہ اس کی تدفین کہاں ہوئی تو اس سلسلے میں شاہد صاحب کی یہ چاروں جلدیں بڑی حد تک رہنمائی کر دیتی ہیں۔

شاہد صاحب سے میری ملاقات غالباً ۲۰۰۳ء میں لاہور میں ہوئی تھی۔ وہ میری درخواست پر مجھے احمد ندیم قاسمی مرحوم سے ملانے ان کے دفتر بھی لے گئے تھے۔ پیشے کے لحاظ سے شاہد صاحب کا تعلق محکمہ پولیس سے ہے اور لاہور میں اپنی پوری ذمہ داریوں کے ساتھ خدمات انجام دے رہے ہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ محکمہ کی جان لیوا ذمہ داریوں کے باوجود بھی وہ علمی و ادبی کاموں میں کچھ نہ کچھ لکھتے پڑھتے رہتے ہیں ورنہ تو دفتری کاموں کے بعد آدمی میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ وہ کوئی دوسرا علمی و ادبی کام کر سکے۔ یہ بڑے وصف کی بات ہے کہ ملازمت کے ساتھ ساتھ انہیں ادبی شخصیتوں کی صحبت میں بیٹھ کر سیکھنے سکھانے اور لکھنے لکھانے کا بھی شوق ہے جو عموماً محکمہ پولیس سے تعلق رکھنے والوں میں بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔

اب شاہد صاحب نے کراچی میں مدفون مشاہیر پر کام کیا ہے۔ اللہ پاک انہیں اس کام میں بھی کامیاب کرے۔ میں ان کی چاروں کتابوں پر انہیں دلی مبارک باد دیتا ہوں۔

احمد حسین صدیقی (کراچی)

۱۵/اکتوبر ۲۰۱۰ء

Marfat.com

کلماتِ تحسین

جناب ایم آر شاہد معروف ادیب ہیں اور پنجابی اور اُردو دونوں زبانوں میں لکھتے ہیں۔ اخبارات کے علاوہ کئی کتابیں بھی تالیف کر چکے ہیں۔ ان کتابوں میں ان کی اہم تر کتاب ''لاہور میں مدفون مشاہیر'' ہے۔ ایسی کتابوں کی تالیف صرف ذہنی ریاض کا نتیجہ نہیں ہوتی، بلکہ ان کے مواد کے لئے گلی گلی نہیں تو قبرستان قبرستان ضرور پھرنا پڑتا ہے شاہد صاحب نے یہ کتاب کم و بیش ایک دہائی کی مشقت اور تلاش و جستجو کے بعد لکھی ہے۔ آزادی کے بعد لاہور کی آبادی بھی بے تحاشہ بڑھی اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ لاہور میں قبرستانوں کی تعداد کوئی ایک سو پانچ بتائی گئی ہے۔ اب یہ شاہد صاحب کی محنت، لگن اور ہمت تھی کہ وہ ان قبرستانوں میں پیدل پھرتے اور مشاہیر کو ڈھونڈتے رہے اور اپنی اس تگ و دو کو کامیابی تک پہنچایا۔ جس کے نتیجے میں یہ قابل قدر کتاب ہمیں حاصل ہوئی۔ اس میں مختلف میدانوں کی ایسی شخصیات کا تذکرہ ہے، جنہوں نے اپنی زندگی میں علم و فن کے مختلف شعبوں میں دائمی افادیت و اہمیت کے کام کیے ہیں، جن سے ہم مدت تک استفادہ کرتے رہیں گے۔ ان شخصیات کے حالات کے لئے بھی مؤلف کو کتابوں کے مطالعے کے علاوہ مرحومین کے اعزاء و احباب سے بھی معلومات حاصل کرنا پڑیں۔

ایم۔ آر شاہد صاحب کی اس تحقیقی کاوش کی مقبولیت نے ان میں اپنی اس خدمت کا دائرہ وسیع کرنے کا عزم پیدا کیا۔ اب وہ کراچی کے قبرستان میں مدفون ایسی

Marfat.com

ہی قابل قدر اور تاریخ ساز شخصیات کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمیں ایک اور مفید اور اچھی کتاب ملے گی اور اس کے مطالعے سے ہم کہہ سکیں گے کہ

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے

سعدیہ راشد

صدر: ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کراچی

111772 111773

Marfat.com

حرف آغاز

زندگی کیسی بے رحم ہے کہ ہم اپنی جان سے پیارے، عزیز ترین لوگوں کو زیر زمین دبا کر بھی زندہ رہ لیتے ہیں، ماں، باپ، اولاد، بہن بھائی، شریک حیات کو سفید کفن میں لپیٹ کر سپرد خاک کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے قبرستان سے لوٹتے ہوئے کتنا حوصلہ، ضبط کرنا پڑتا ہے۔ اپنی زندگی میں عزیز ترین ہستیوں کو خود سے ہمیشہ کیلئے دور کرتے ہوئے برداشت کے کتنے کڑے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے کہ کسی طرح بچھڑے ہوؤں کو دوبارہ اپنے ساتھ لے آئیں مگر

تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے

کئی مشہور شخصیات کی ابدی آرام گاہوں پر جائیں تو انکشاف ہو

زندگی میں مداحوں کے حلقے میں گھرے رہتے تھے اور پذیرائی کے عروج پر تھے، مرنے کے بعد تنہائی اور ویرانی کے عالم میں خاک نشین ہیں بے رنگ و روغن کوئی چھوٹی حالت میں ان کی بے جان قبریں شہرت و دولت اور عزت کی بے ثباتی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان ہستیوں کو اپنے سینے میں پناہ دینے والی قبروں کی اپنی کہانیاں ہیں۔ ان کی کہانیاں خاموشی سنتی ہے۔ ویرانی جھیلتی ہے اور عالم غیب سے صدا بلند ہوتی ہے اے انسان تو قبر کے انجام سے بے خبر رہا ہے

خبر نہیں کہ میری موت کب ہوئی لیکن

سنا تو میں نے بھی جب فوت ہو گیا ہوں میں ([illegible])

ملک کے دوسرے قبرستانوں کی طرح کراچی کے بیشتر قبرستانوں کی حالت

Marfat.com

بھی یہی ہے کہ کچھ قبریں ایسی بھی نظر آتی ہیں جن کے مکینوں کو ان کے لواحقین مٹی کی چادر پہنا کر بھول جاتے ہیں ایسی قبروں پر موسم کے اثرات واضح نظر آتے ہیں اور ان میں سے کئی بارش کے باعث زمین میں دھنس جاتی ہیں ان پر جنگلی جھاڑیاں، گھاس پھوس اور دوسری جڑی بوٹیاں اپنا بسیرا کر لیتی ہیں ان پر کوئی کتبہ ہوتا ہے نہ سایہ پیڑ نہ چار دیواری، ایسی قبریں اپنوں پر نوحہ کرتی نظر آتی ہیں، مگر ان کی فریاد سننے والا کوئی نہیں سوائے خاموشی کے۔

قبرستانوں کی سیاحت کے دوران گورستان سخی حسن سے تسلیم فاضلی کی آواز سنائی دیتی ہے۔

کیسے مرا وہ کیوں مرا، ہے سب کو جستجو
یہ بھی تو کوئی پوچھے کہ وہ کس طرح جیا

شہر کے قبرستانوں میں بھی لوگوں نے اپنے اپنے خاندان کے لئے زمینیں خرید رکھی ہیں۔ سٹی گورنمنٹ کی جانب سے اس سلسلے میں 17 فروری 2004ء کو منظور کیے جانے والے قواعد و ضوابط سرکاری گزٹ میں شائع نہ ہونے کے باعث ابتک نافذ نہیں ہو سکے۔ جس کی وجہ سے اس وقت قبرستانوں سے متعلق کوئی قانون نہیں ہے۔ کراچی میں اس وقت کل 161 چھوٹے بڑے قبرستان، مرگھٹ، کرسچن قبرستان، سرکاری قبرستان موجود ہیں۔ جن میں سٹی گورنمنٹ کے زیر کنٹرول 61 مسلم اور 7 غیر مسلم ہیں۔ باقی مختلف انجمنوں اور اداروں کے تحت ہیں، شہر میں گورکنوں کی کل تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ سٹی گورنمنٹ کے ماتحت قبرستانوں کا انتظام زیادہ تر یونین کونسلوں کے پاس ہے۔ سخی حسن قبرستان کے مین گیٹ پر بائیں جانب ایک لوہے کا بورڈ آویزاں ہے اس پر لکھا ہے۔

Marfat.com

''(اطلاع عام)''

''نارتھ ناظم آباد ٹاؤن میں واقع قبرستانوں میں بالغوں کے لئے 5000 روپے اور بچوں کی قبر کے لئے 500 روپے ادا کئے جاتے ہیں۔ آفس فون 6902741 بحکم ناظم یوسی 8 شادمان نارتھ ناظم آباد ٹاؤن (سید محمود مرتضیٰ رضوی)۔''

اس قبرستان میں بقول ایک گورکن کے دوسو ملازم کام کرتے ہیں۔ یہ قبرستان 1970ء میں قائم ہوا۔ اس قبرستان کے مین گیٹ پر صرف ایک پھول بیچنے والا ہے اور ساتھ دائیں بائیں تین دکانیں ماربل والوں کی ہیں جو پختہ قبروں کے لئے پتھر فروخت کرتے اور کتبہ سازی کرتے ہیں اس گورستان میں چند احاطوں کے علاوہ صفائی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ قبرستان میں پھیلی بے جا بڑی بڑی جھاڑیاں زائرین کے لئے تکلیف دہ ثابت ہوتی ہیں۔ بعض حضرات نے اپنے عزیزوں کی قبروں پر خوش نما پھولوں کے پودے لگائے ہوتے ہیں چونکہ پودوں کو ہر روز پانی کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے وہ پانی چھڑکنے والے سے مخصوص معاوضے پر قبر پر روزانہ پانی چھڑکنے کا معاہدہ کر لیتے ہیں۔ اس طرح پانی چھڑکنے والوں کی آمدنی میں اضافہ برقرار اور قبریں سرسبز رہتی ہیں۔ ہمیں اس موقع پر شاعر امداد آکاش کے یہ اشعار یاد آ گئے جو کراچی کے گورستانوں کے حسب حال ہیں۔

مکاں ہی نہ بنائے گئے زمیں کم تھی
شجر ہوا میں اگائے گئے زمیں کم تھی
بشر مقیم تھے قبروں میں اور نئے مردے
سمندروں میں بہائے گئے زمیں کم تھی

Marfat.com

یہ چند سطریں شکریہ کے طور پر کراچی میں بکھرے قبرستانوں کے چوکیداروں، پانی ڈالنے والوں اور قبروں کی دیکھ بھال کرنے والوں کے نام ہیں۔ جنھوں نے قبریں تلاش کرنے میں میری تھوڑی بہت مدد کی ان میں عبداللہ، مولا بخش، حاجی محمد بخش، عرفان شان، مجاہد، محمد بشیر، مرزا کامران بیگ، غلام شبیر، عبدالمومن ان کا تعلق سخی حسن قبرستان سے ہے، محمد عامر آفس سیکرٹری، بورا کارکن کا تعلق ڈیفنس قبرستان سے ہے۔

اب آخر میں مجھے شکریہ ادا کرنا ہے اپنے ان دوست احباب کا جو کسی نہ کسی لحاظ سے اس کتاب کے مسودے کی تیاری میں میرے مددگار رہے۔ ان میں محمد یٰسین بدر، محمد عامر سعید، عمران خورشید، راحیل انجم، محمد فیاض فیضی، نور محمد شاداب، محمد عمران بٹ، سلامت علی، محمد اسلم ٹھیکیدار، فیاض احمد، مشتاق احمد آزاد اور رضوان حسین، وحید احمد، علی عبدالرحیم، شہریار (شہری)، جناب علامہ عبدالستار عاصم، جمیل چوہدری شامل ہیں۔ کتاب کے پبلشر ملک مقبول احمد صاحب کا بھی تہ دل سے ممنون ہوں جنھوں نے اتنے کم وقت میں اتنی خوبصورت دیدہ زیب کتاب شائع کی۔ قارئین کے مفید مشوروں کا انتظار رہے گا۔

طالب دُعا:

ایم آر شاہد
12 پنج محل روڈ مزنگ لاہور 54000
فون:042-36311763
موبائل:0300-4302549

Marfat.com

بزرگانِ
دین

Marfat.com

حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ

حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کی ولادت 98ھ میں مدینے میں ہوئی۔ یہ پہلی صدی ہجری کا آخری دور تھا اور بنوامیہ کی حکومت کے بھی آخری دن تھے۔ ہر طرف انتشار تھا۔ آپؒ کا نام "سید عبداللہ" اور کنیت "ابومحمد" تھی۔ آپؒ سادات کرام میں سے تھے۔ آپؒ کا سلسلہ پانچویں پشت میں حضرت علیؓ سے مل جاتا ہے۔ آپؒ کے والد گرامی کا نام حضرت سید محمد نفیس ذکیہؒ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی علم حدیث میں کمال حاصل کیا۔ بنوامیہ کی حکومت کے خاتمے کے بعد جب عباسیوں نے حکومت سنبھالی تو سادات کرام پر بڑے ظلم کیے گئے۔

ان مظالم کے خلاف حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے والد نے 138ھ میں مدینے سے ایک تحریک شروع کی اور اپنے بھائی ابراہیم بن عبداللہؒ کو بصرہ روانہ کیا اس کے بعد انہوں نے عبداللہ شاہ غازیؒ کو بھی اپنے بھائی ابراہیمؒ کے پاس بصرہ بھیج دیا۔ آپؒ کچھ دن بصرہ میں رہے پھر وہاں سے تبلیغ دین کے لئے برصغیر سندھ چلے آئے۔ آپؒ کے ساتھ بیس مرید بھی تھے۔ اور بہت سے گھوڑے بھی۔ آپؒ گھوڑوں کے تاجر کی حیثیت سے سندھ میں داخل ہوئے تھے۔ سندھ کے باسیوں نے آپؒ کی بڑی تعظیم کی اور مختصر عرصے میں آپؒ نے اپنے حسن اخلاق سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ بے شمار لوگوں نے آپؒ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرلیا۔

آپؒ مسلسل بارہ سال تک سندھ میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور بے شمار ہندو سندھیوں کو آپ نے مسلمان کیا۔ آپؒ کی مقبولیت کو دیکھ کر بعض لوگ آپؒ

Marfat.com

سے حسد کرنے لگے اور گورنر سندھ عمر بن حفص کے پاس پہنچے جنہیں عباسی خلیفہ منصور نے سندھ کا گورنر مقرر کیا تھا۔ حاسدین نے گورنر سندھ سے آپؒ کی شکایت کی کہ آپؒ گھوڑوں کے تاجر ہونے کا بہانہ کر کے سندھ آئے ہیں جبکہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں ان کے والد نے سندھ میں اپنی دعوت خلافت کے لئے مقرر کیا ہے۔ جس کے لئے یہ فضا ہموار کر رہے ہیں۔

گورنر سندھ سادات کرام کا بڑا ادب کرتے تھے۔ انہیں سادات علویہ سے بڑی عقیدت تھی۔ انہوں نے حاسدین کی بات سنی ان سنی کر دی۔ بلکہ عبداللہ شاہ غازیؒ کی بیعت کر کے ان کے مرید ہو گئے اور پس پردہ آپؒ کی حمایت کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے والدؒ نے مدینے میں اور آپؒ کے چچا ابراہیمؒ نے بصرہ میں خلافت کا پرچم بلند کیا۔ دونوں سے عباسی فوج نے مقابلہ کیا۔ عبداللہ شاہ غازیؒ کے والد 15 رمضان 145 ھ میں مدینہ منورہ میں شہید کر دیئے گئے اور ان کے بھائی اور عبداللہ شاہ غازیؒ کے چچا ابراہیمؒ بصرہ میں شہید ہو گئے۔

اب خلیفہ منصور نے گورنر سندھ سے کہا کہ عبداللہ شاہ غازیؒ کو گرفتار کر کے دربار خلافت میں پیش کیا جائے۔ اس وقت تک حاسدین نے خلیفہ منصور کو بھی سب کچھ بتا دیا تھا اور گورنر سندھ کی جانبداری کی طرف بھی توجہ دلا دی تھی۔ گورنر سندھ نے خلیفہ کو بتایا کہ وہ میری حدود مملکت میں نہیں ہیں۔ اس لئے میں انہیں گرفتار نہیں کر سکتا۔ غرض گورنر سندھ بہت دنوں تک اس معاملے کو ٹالتے رہے۔ ان کی کوشش تھی کہ آپ کی گرفتاری کا خیال خلیفہ کے دل سے نکل جائے مگر حاسدین کی وجہ سے وہ کامیاب نہیں ہو سکے۔

جب حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کو یہ خبر ملی تو انہیں بہت دکھ ہوا ان کی تبلیغ دین کی

Marfat.com

تحریک رک گئی۔ گورنر سندھ نے آپؒ کو ایک ایسی ساحلی ریاست میں بھیج دیا جو اسلامی حکومت کے زیرِ نگیں تھی اور وہاں کا راجہ اہل بیت سے بہت محبت کرتا تھا۔ گورنر نے راجہ کو تلقین کی کہ عبداللہ شاہ غازیؒ کی حفاظت کا خاص خیال رکھے اور تبلیغ دین میں ان کی مدد کرے۔ راجہ نے آپؒ کی بڑی تعظیم کی اور آپؒ کی ہر طرح سے معاونت کی۔ جس کے بعد تبلیغ کا کام زور شور سے شروع ہو گیا۔ تاریخ دانوں نے لکھا ہے۔ کہ اگر آپؒ کبھی شکار کے لئے جاتے تو مریدوں کی ایک کثیر تعداد آپؒ کے ساتھ ہوتی تھی۔ جو مسلح ہوتے تھے۔ آپؒ تقریباً چار سال تک راجہ کے مہمان رہے اس دوران اسلام کی تبلیغ بھی کرتے رہے۔ آپؒ کی تبلیغی کاوشوں کی وجہ سے ریاست کے کافی لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور ایک فوج تیار ہو گئی۔ خلیفہ منصور کی پریشانی برابر بڑھتی رہی۔ وہ سندھ میں آپؒ کو عباسی حکومت کے لئے ایک بڑا خطرہ محسوس کرنے لگا۔

آخر خلیفہ منصور نے 151ھ میں گورنر عمر بن حفص کو معطل کر کے ہشام بن عمر حفص کو سندھ کا نیا گورنر مقرر کر دیا۔ پھر یہ حکم دیا گیا کہ عبداللہ شاہ غازیؒ جس جگہ بھی رہ رہے ہیں وہاں کے راجہ سے کہو کہ انہیں ہمارے حوالے کر دو۔ اگر وہ نہ مانے تو اس پر حملہ کر دو۔ مگر نئے گورنر ہشام نے بھی حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کو سابق گورنر کی طرح گرفتار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اسی دوران سندھ کے ایک علاقے میں حکومت کے خلاف بغاوت شروع ہو گئی۔ جسے ختم کرنے کے لئے گورنر ہشام نے اپنے بھائی کو بھیجا۔ وہ جب دریائے سندھ کے کنارے پہنچا تو اسے سامنے سے غبار اُڑتا ہوا نظر آیا۔ یہ عبداللہ شاہ غازیؒ تھے جو سیر و شکار کے لئے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جا رہے تھے۔ حملہ آور فوج نے ان سے لڑائی شروع کر دی۔ اس موقع پر بہت سے لوگوں نے کہا۔ یہ تو عبداللہ شاہ غازیؒ ہیں جو دریا کے کنارے سیر و شکار کے لئے آئے ہیں۔ مگر گورنر کے بھائی نے ایک نہ سنی۔

Marfat.com

کراچی میں مدفون بزرگانِ دین

Marfat.com

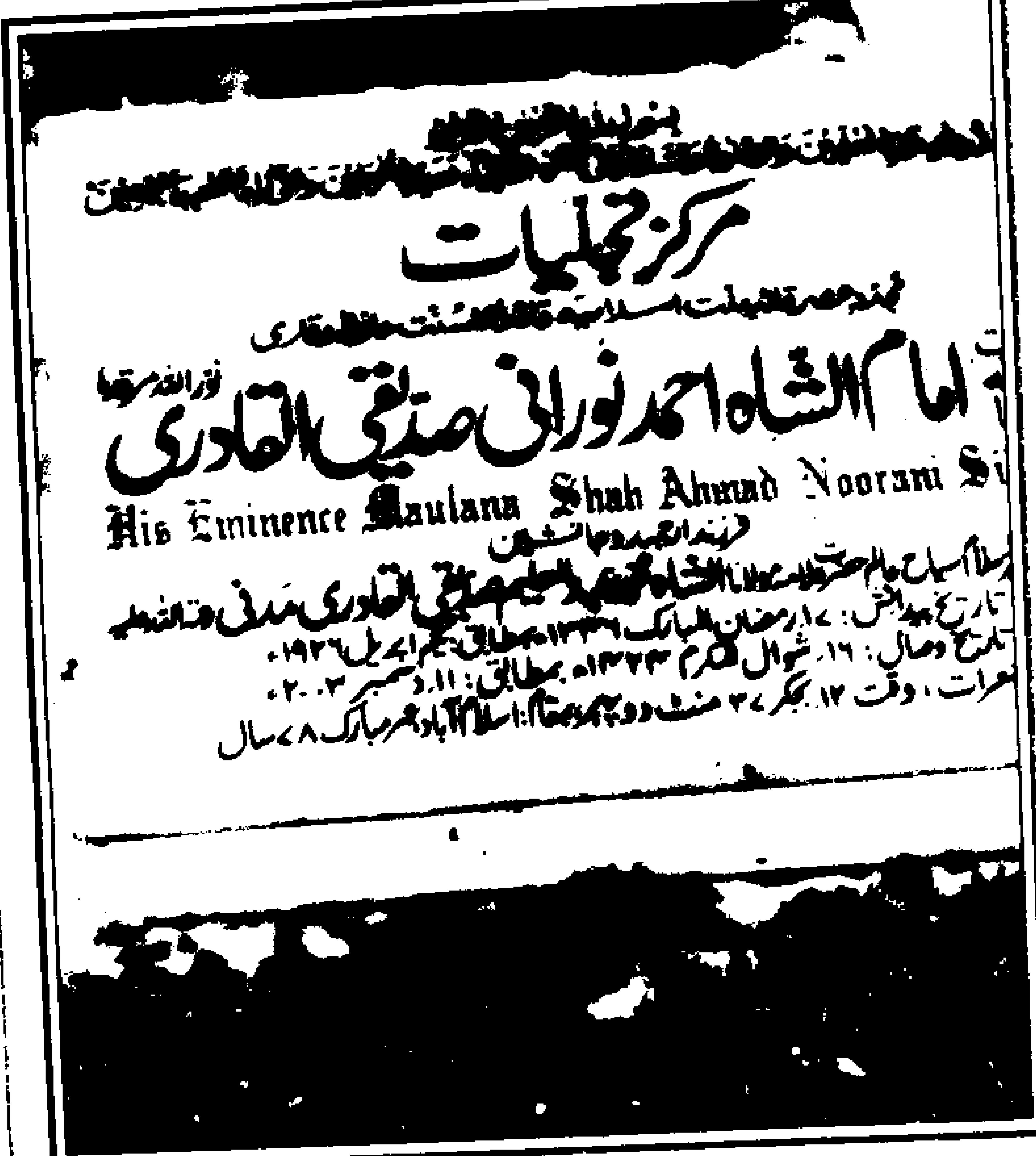
مرکز تجلیات
امام الشاہ احمد نورانی صدیقی القادری
His Eminence Maulana Shah Ahmad Noorani Si

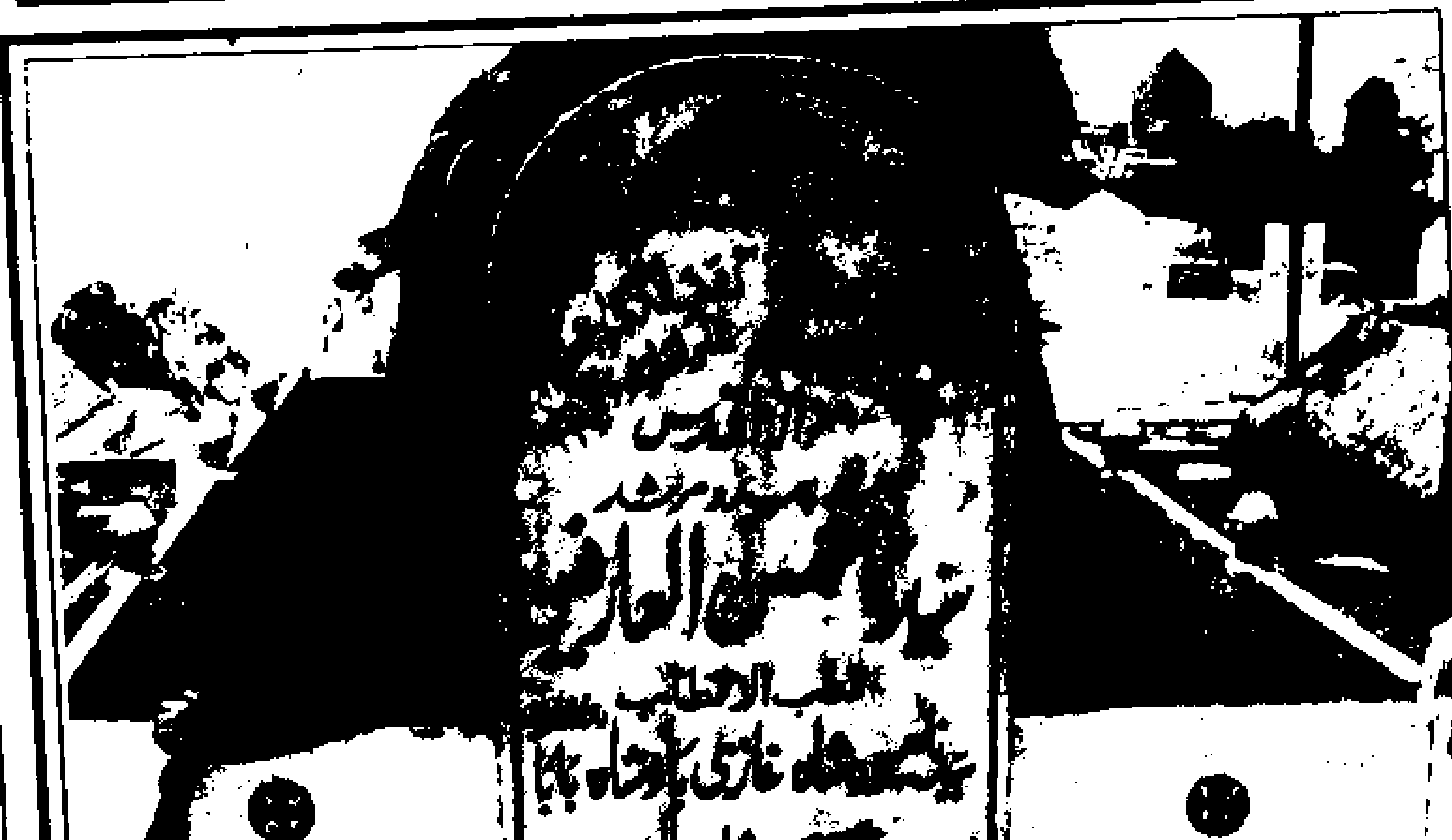

Marfat.com

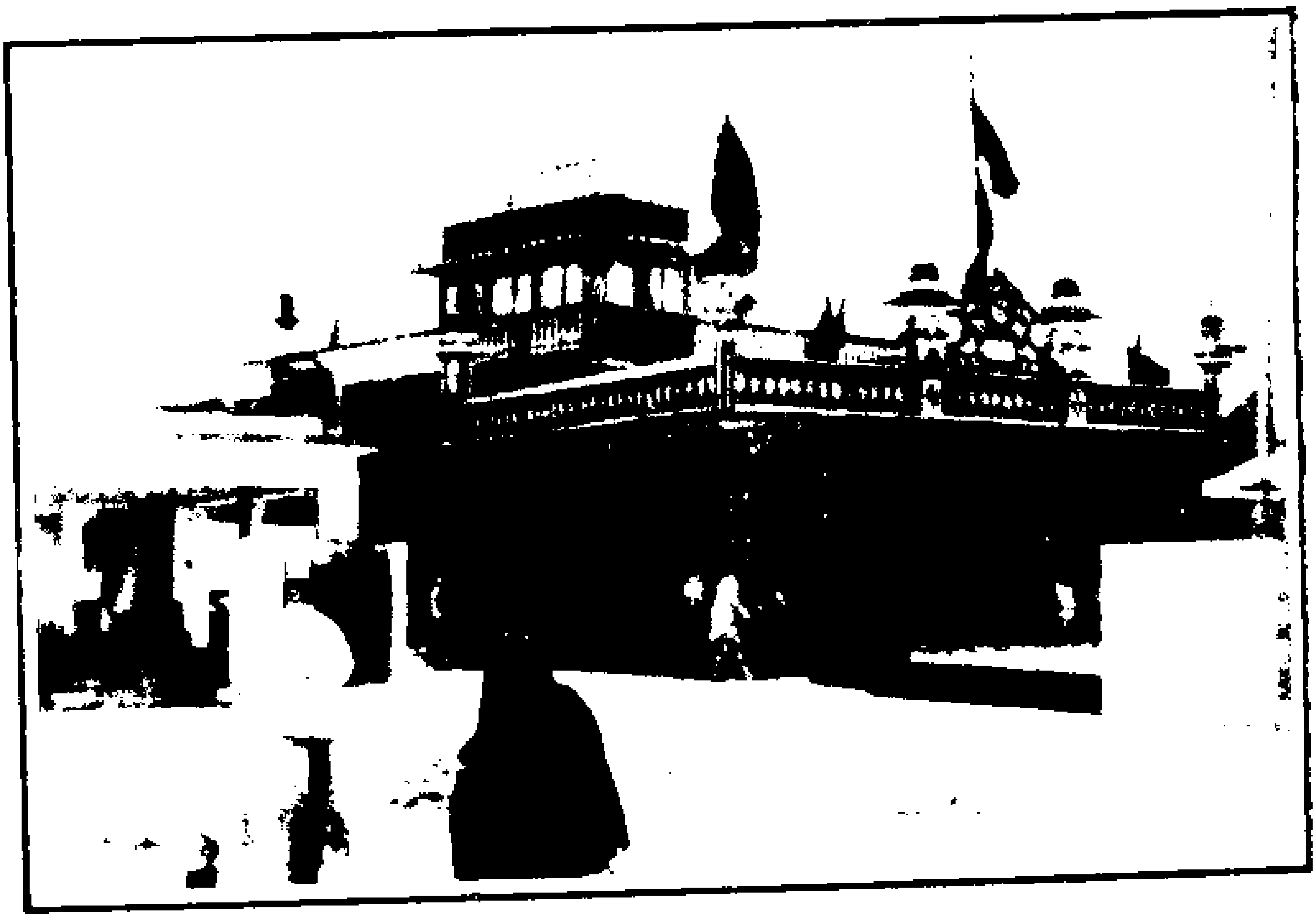

Marfat.com

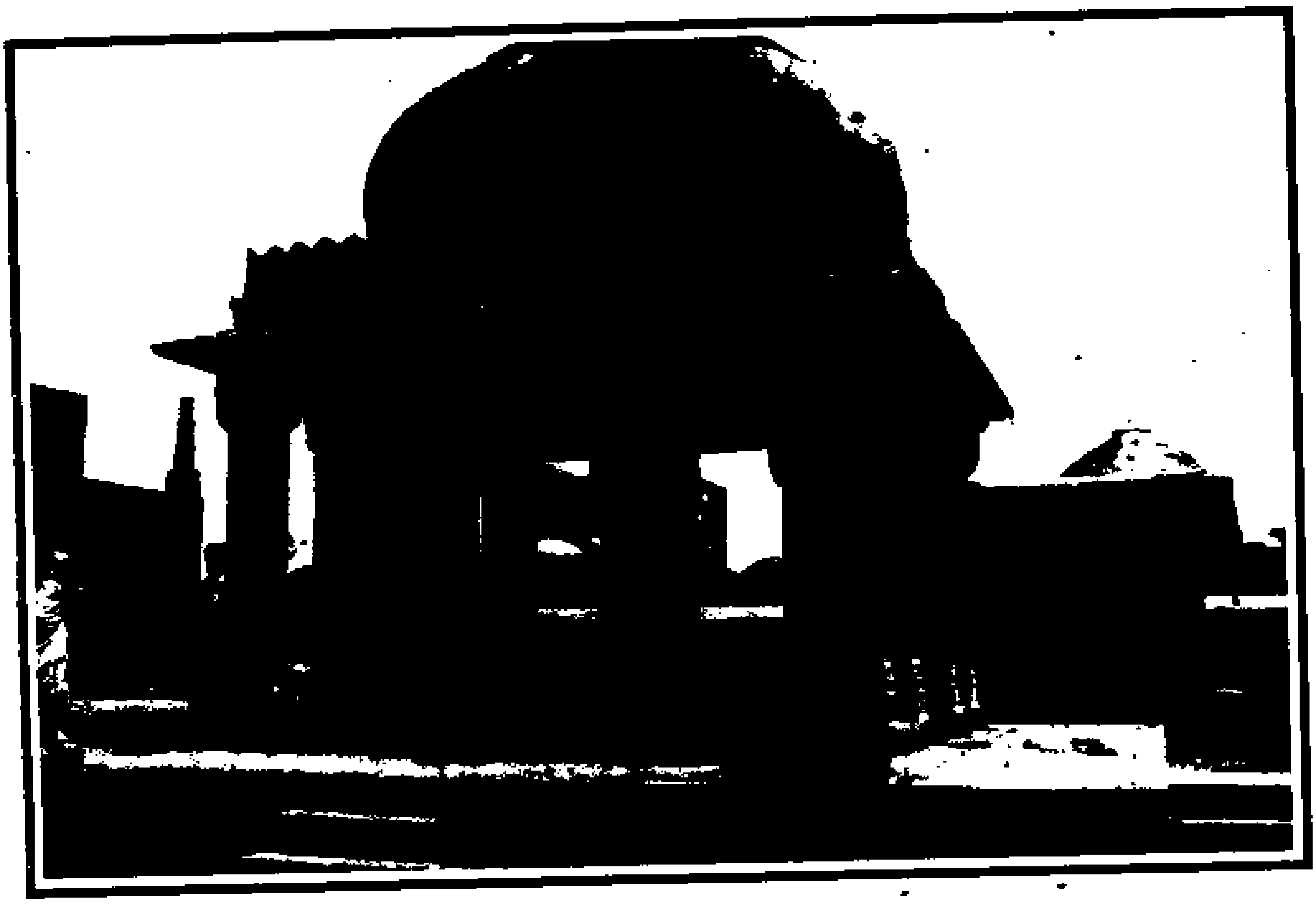

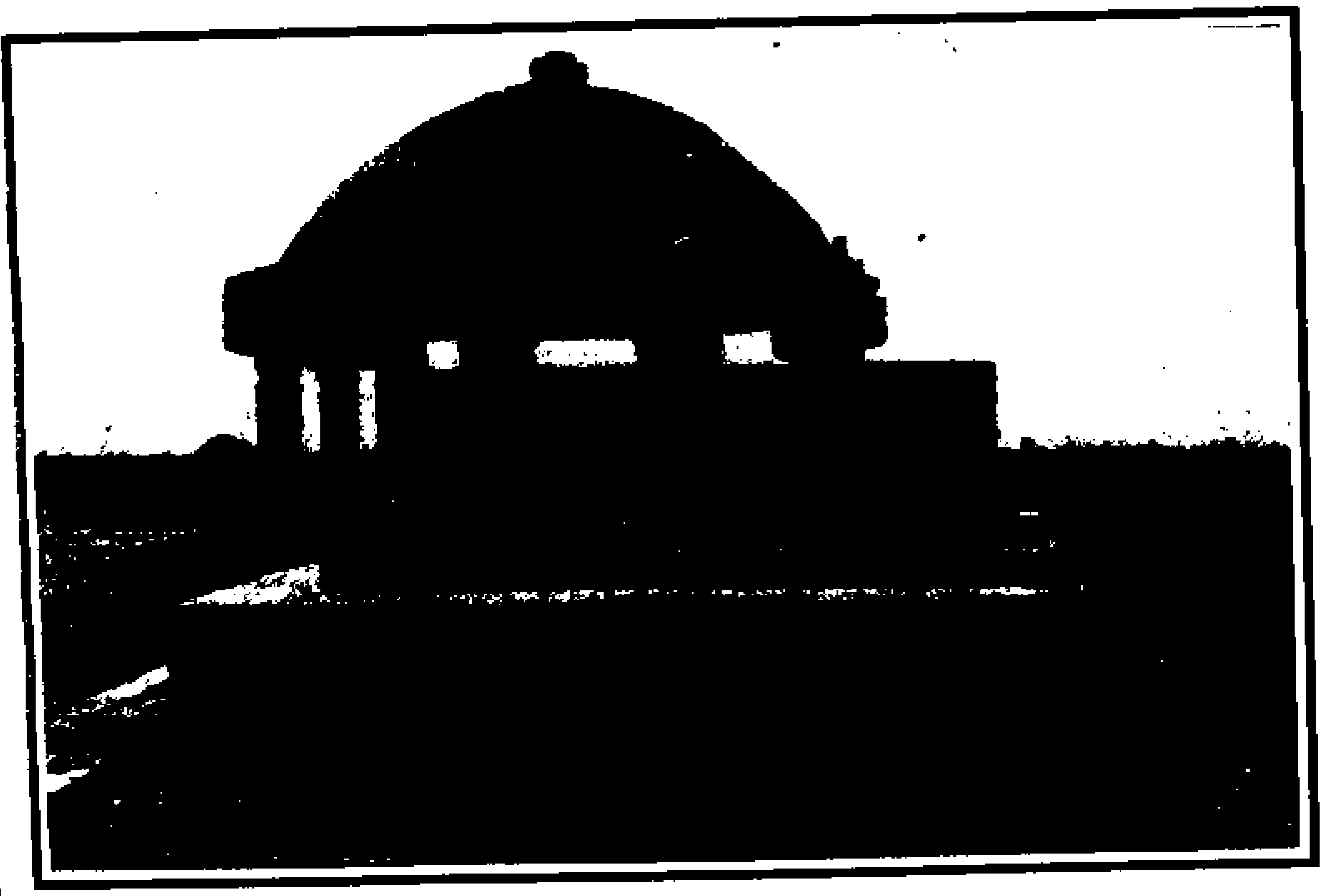

Marfat.com

حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کا نہ تو جنگ کا ارادہ تھا اور نہ وہ مسلمانوں میں خون ریزی کو پسند کرتے تھے۔ لیکن جب آپؒ پر حملہ ہوا تو مجبوراً آپؒ کو بھی مقابلہ کرنا پڑا۔ اتنے میں ایک ظالم نے عبداللہ شاہ غازیؒ کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ آپؒ زخمی ہو کر گر پڑے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ لیکن اس وقت تک میدان جنگ کا نقشہ کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ دشمن کی فوج کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ آپؒ کے مریدوں نے آپؒ کو ساحل سمندر پر واقع ایک چھوٹے سے گاؤں کی ایک پہاڑی پر سپرد خاک کر دیا۔ بعد میں آنے والے حکمرانوں نے آپؒ کا عظیم الشان مزار تعمیر کیا۔ قیام پاکستان کے بعد محکمہ اوقاف نے اس مزار کو اپنی تحویل میں لے کر ایک انتظامیہ قائم کر دی ہے۔ جو اس مزار کی نگہداشت کرتی ہے۔ ہر سال 20-21 اور 22 ذی الحج کو آپؒ کا عرس نہایت عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

عبداللہ شاہ غازیؒ کی زندہ کرامت نمکین سمندر کے عین کنارے پر میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہونا ہے۔ جب آپؒ کے ساتھیوں نے آپؒ کا مزار پہاڑی پر بنایا تو وہ یہاں سے دور نہیں جانا چاہتے تھے اور میٹھے پانی کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ میٹھا پانی نہ پا کر یہ لوگ بہت پریشان ہوئے۔ جب مریدوں کی آزمائش پوری ہوئی تو اللہ کی رحمت جوش میں آئی۔ رات کو عبداللہ شاہ غازیؒ نے اپنے ایک مرید کو بشارت دی کہ اس پہاڑی کے نیچے اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کے لئے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے۔ اس چشمے سے آج بھی زائرین اپنے آپ کو سیراب کرتے ہیں۔

☆

Marfat.com

حضرت حافظ حاجی حسن المعروف سخی سلطان منگھو پیرؒ

آپؒ کا اسم گرامی حسن اور ایک روایت کے مطابق کمال الدین ہے۔ آپؒ عربی النسل ہیں اور آپؒ کا سلسلہ نسبت امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ سے ملتا ہے۔ والد کی طرف سے حسینی اور والدہ کی طرف سے حسنی سادات ہیں۔ آپؒ تیرھویں صدی عیسوی میں حجاز مقدس سے ہندوستان تشریف لائے۔ یہ زمانہ تار تاریوں کے فتنے کا تھا۔ آپؒ بھی ان کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے اس کے بعد حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اسی دوران مدینہ منورہ میں زیارت روضہ رسول ﷺ نصیب ہوئی۔ بارگاہ رسالت ﷺ سے آپؒ کو اجودھن میں مقیم حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے ملنے کی ہدایت ہوئی۔ چنانچہ آپؒ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپؒ کے سلسلہ عبادت سے منسلک ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد خلافت سے نوازے گئے۔

آپؒ بحکم مرشد موجودہ مقام حسینی منگھو پیر تشریف لے آئے اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ یہ جگہ اس وقت غیر آباد تھی کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں ہندوؤں کا یہ متبرک مقام تھا۔ استبداد زمانہ سے یہ جگہ اکثر آباد و ویران ہوتی رہی۔ حضرت منگھو پیرؒ کی شہرت اطراف میں پھیلی تو یہ جگہ مرجع خلائق ہو گئی۔ کہا جاتا ہے کہ اسی جگہ آپؒ کے ہم عصر چند اہل اللہ یعنی حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، حضرت لعل شہباز قلندرؒ اور جلال الدین بخاریؒ تشریف لایا کرتے تھے۔ آپؒ کے مزار کے قریب تالاب میں جو مگر مچھ پائے جاتے ہیں ان کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آپ کی کرامت کے مظہر ہیں۔ ان کے سردار کا نام ''مور'' ہے۔ جب ایک مور مرتا ہے۔

Marfat.com

تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے یہ مگر مچھ ایک اجتماعی نظام سے منسلک نظر آتے ہیں۔ اسی نظم وضبط کو دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے۔ منگھو پیرؒ کا مقام اور یہاں کے مگر مچھ غیر مسلم صاحبان علم وفن کی توجہات کے بھی مراکز رہے ہیں۔ ایک ارض پیا جی کمارلس نے 1838ء میں اس جگہ کا جغرافیائی مطالعہ کیا۔ انیسویں صدی میں ہی ایک افلیوک نامی سیاح یہاں کے مگرمچھوں کی طلسماتی طرز زندگی کا ذکر سن کر یہاں خود آیا تحقیق کی اور اپنا مشاہدہ اپنی کتاب میں رقم کیا ہے۔

حضرت منگھو پیرؒ کی یہ درگاہ مقام اجابت دعا ہے۔ عقیدت مندوں اور حاجت مندوں کا یہاں تانتا بندھا رہتا ہے۔ 8 ذی الحجہ کو آپؒ کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے۔ آپؒ کے خلفاءؒ میں صرف حضرت خاکی شاہ بخاریؒ کا نام ملتا ہے۔ جو حضرت کے احاطے میں مدفون ہیں۔ حضرت صاحب درگاہ کی طرف سے زائرین کی سہولت کے لئے پچھلے چند سالوں سے یہاں کافی تعمیراتی کام ہورہے ہیں۔

سید شاہ غلام محی الدین شرفی فردوسی ۶ شوال ۱۴۳۰ھ

☆

حضرت قلندر شاہ نقشبندی مجددی

شجرہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

سید المرسلین خاتم النبیین نور پر انوار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ، سیدنا ابو بکر صدیقؓ:

Marfat.com

حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت امام قاسمؒ، حضرت امام جعفر صادقؒ، حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ، حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ جن کے بخشے ہوئے خرقہ کی برکت سے سلطان محمود غزنوی کو ہندوستان کے مندر سومنات پر تاریخی فتح حاصل ہوئی۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہٗ، حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ، حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ و دیگر مشائخ نقشبند و حضرت بابا سید و شریفؒ (سوات)، حضرت سید زمان شاہؒ، حضرت محمد عبدالحلیم شاہ جے پوریؒ سے یہ سلسلہ ایمان افروز حضرت قلندر شاہ طریق بے ریاؒ تک پہنچا۔

حضرت قلندر شاہؒ نقشبندی، مجددی

آپؒ کا شمار برصغیر کے اکابر صوفیا میں ہوتا ہے۔ آپؒ شیخ لامکاں صوفی باصفا حضرت عبدالحلیمؒ نقشبندی مجددی امروہوی جے پوری کے خلیفہ اوّل اور جانشین تھے۔ آپؒ کے مرشد کا مجموعہ کلام دیوان حلیم حکمت و معرفت اور تصوف سے آراستہ ہے۔ اس مجموعہ کلام میں مختصر سوانح حیات حضرت عبدالحلیم شاہ صاحبؒ، نیز حضرت قلندر شاہؒ اور حضرت نیک نام شاہ صاحبؒ کی سوانح بھی اختصار سے درج ہے۔ جو خانقاہ قلندریہ میں دستیاب ہے۔

حضرت قلندر شاہؒ کی ولادت باسعادت 1880ء میں ہندوستان کے صوبہ راجستھان میں ہوئی۔ جہاں آپؒ کی تربیت صوفیانہ ضلع منگرول، شوپور، اودے پور کے دشوار گزار جنگلات میں ہوئی۔ جہاں آپؒ نے مجاہدات میں طویل عرصہ گزارا۔ آپؒ کی پاکیزہ محبتوں اور تعلیمات شریعت و طریقت کے دینی شعائر سے عوام الناس فیض یاب ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے راجہ مہاراجہ آپؒ کے عقیدت مند ہو کر اپنی جبیں آپؒ کے آستانہ کرم پروری پر جھکاتے رہے۔ آپؒ ہندوستان سے 1948ء میں

Marfat.com

پاکستان تشریف لائے اور یہاں بھی مختلف شہروں میں آپؒ کا سلسلہ رشد و ہدایت جاری رہا۔

آپؒ نے متعدد دینی مدارس و مساجد تعمیر فرمانے کے علاوہ ذکر حلقہ اور مراقبہ کے روحانی مراکز قائم فرمائے۔ جہاں عوام الناس آپؒ کی روحانی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر فیض یاب ہو رہے ہیں۔ آپؒ کا وصال بروز جمعۃ المبارک 9 جمادی الاول 1389ھ بمطابق 25 جولائی 1969ء بمقام حلیم منزل شمالی ناظم آباد کراچی میں ہوا۔ آپ کا مزار مبارک قلندریہ چوک سخی حسن قبرستان کے پاس ہے۔

حضرت نیک نام شاہ صاحبؒ

حضرت قلندر شاہؒ کے جانشین تھے۔ جنہوں نے تعمیر جامع مسجد مجددیہ مزار مبارک، حجرے اور دارالعلوم کو 1970ء سے شروع کیا اور قلیل عرصے میں اپنی ذاتی کاوشوں سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ دیوان حلیم کی تیسری اشاعت بھی آپؒ نے 1970ء میں مکمل فرمائی۔ آپؒ نے خلق خدا کو اپنی روحانی تعلیمات سے جذبہ سلوک کی کیفیات سے سرفراز فرمایا۔ آپؒ کے رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی ہندوستان اور پاکستان کے مختلف شہروں میں آپؒ کے مریدین اور معتقدین کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ حضرت نیک نام شاہ صاحبؒ کا وصال 12 ذی الحجہ 1399ھ بمطابق 1979ء ہندوستان میں ہوا، مزار مبارک بیرون گھاٹ گیٹ جے پور میں ہے۔

حضرت نیک نام شاہ صاحب کے جانشین

آپؒ کے جانشین و مہتمم اعلیٰ خانقاہ قلندریہ عالی مرتبت قبلہ محمد حنیف شاہ صاحب مدظلہ العالی کے زیر سرپرستی رشد و ہدایت کا سلسلہ حسب حکم مرشد جاری ہے۔

Marfat.com

خانقاہ قلندریہ پر محافل مراقبہ ہر شب جمعرات کو ہوتی ہیں۔ اور ہر ماہ چاند کی 9 تاریخ کو قرآن خوانی ولنگر ہوتا ہے۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑویؒ

اپنے عہد کے مقبول ومعروف شعلہ نواء خطیب مولانا محمد شفیع اوکاڑویؒ زندگی بھر حب الٰہی اور عشق رسول ﷺ کے چراغ روشن کرتے رہے۔ عشق رسول ان کا شیوہ اور ذکر رسول ﷺ ان کا وظیفہ رہا۔ ہر سمت میں ان کی صدائے حق کی گونج ملتی۔ ملک ملک قریہ قریہ، گلی گلی دین مبین کا پرچم اٹھائے وہ اندھیرے دور کرتے رہے اور روشنی پھیلاتے رہے۔ وہ مسیحائے نفس تھے انہیں اہل سنت کے مجدد کا رتبہ ملا اور خطیب اعظم پاکستان کہلائے عالمی سطح پر شہرت ومقبولیت کے بام عروج پر پہنچنے والے اجالوں کے یہ نقیب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی 1929ء میں بھارتی مشرقی پنجاب کے علاقہ کھیم کرن میں پیدا ہوئے۔

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے والد گرامی حاجی شیخ کرم الٰہی مرحوم پنجاب کی شیخ تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا اوکاڑوی نے اپنے شیخ طریقت حضرت پیر میاں غلام اللہ شرقپوریؒ اور علمائے اہل سنت کے ساتھ زمانہ طالب علمی میں تحریک پاکستان میں بھر پور حصہ لیا۔

1947ء میں ہجرت کر کے اوکاڑہ آگئے۔ دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑہ کے شیخ القرآن حضرت علامہ مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑویؒ اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان کے شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید کاظمی سے علوم دینیہ حاصل کیے اور اسناد حاصل کرنے کے بعد جامع مسجد مہاجرین (منٹگمری) ساہیوال میں نماز جمعہ کی خطابت شروع کی اور برلا ہائی سکول اوکاڑہ میں دینیات کے معلم رہے۔

Marfat.com

1952ء میں تحریک ختم نبوت میں سید عالم ختمی مرتبت رسول اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کے لئے بھر پور حصہ لیا۔تحریک کے دوران 10 ماہ منٹگمری جیل میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں مولاناؒ کے دو فرزند تنویر احمد اور منیر احمد جن کی عمریں بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی انتقال کر گئے۔ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کن تھے کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے مل کر سفارش کی۔ڈپٹی کمشنر مذکور مولانا اوکاڑوی مرحوم سے دوران دورہ جیل ملے اور کہا کہ بچوں کی وفات کے بعد آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔آپ معافی نامے پر دستخط کر دیں آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا۔آپ کو آج ہی رہائی مل جائے گی۔

مولانا اوکاڑوی مرحوم نے کہا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ کو پیارے ہو گئے۔میری جان بھی اس راستے میں چلی جائے کوئی دریغ نہیں۔ میں معافی نہیں مانگوں گا۔آپ نے جیل کی تمام صعوبتیں برداشت کیں اوکاڑہ قیام کے دوران دینی و مذہبی اور ملی و سماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصہ لیتے رہے۔1955ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی منتقل ہو گئے۔

کراچی کی سب سے بڑی مرکزی میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کے خطیب و امام مقرر ہوئے اور تادم آخر دین و مسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔1965ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ نے پورے ملک میں جذبہ جہاد کے لئے ملت کی رہنمائی کی۔قومی دفاعی فنڈ میں ہزاروں روپے دیئے۔1970ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔قیام پاکستان سے تادم آخر مولانا ایک مخلص، محب وطن پاکستانی اور سچے پکے مسلمان ہونے کا بھر پور مظاہرہ کرتے رہے مولانا تحریک نظام مصطفیٰ کے قافلہ کے سالار تھے۔آپ نے 18 ہزار سے زائد اجتماعات سے سینکڑوں موضوعات پر خطاب کیا جواب

Marfat.com

تک ایک ریکارڈ ہے۔ 24 اپریل 1984ء کی صبح 55 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ آپ کی آخری آرام گاہ مسجد گلزار حبیب کے احاطے میں ہے۔آپ کے صاحبزادے مولانا کوکب شفیع اوکاڑوی آپ کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

علامہ مولانا سید محمد ریاض الدین سہروردیؒ

حضرت علامہ سید محمد ریاض الدین سہروردیؒ 1919ء میں جے پور انڈیا میں پیدا ہوئے دس سال تک اپنے ماموں محمد حنیفؒ سے ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ ان کے والد حضرت مفتی سید جلال الدین چشتی کشمیری جید عالم دین اور عظیم نعت گو شاعر تھے۔علم دین اور نعت گوئی آپؒ کو اپنے والد صاحب سے ورثے میں عطا ہوئی۔آپؒ جے پور میں قبلہ مفتی سید جلال الدین چشتی امرتسر تشریف لے گئے۔امرتسر میں جامع مسجد کرم سنگ کڑا میں مفتی صاحب درس وتدریس کے فرائض سرانجام دینے لگے۔

حضرت علامہ ریاض الدین سہروردیؒ کی عمر جب 18 سال ہوئی تو آپؒ کے والد حضرت مفتی سید جلال الدین وصال فرما گئے۔والد صاحب سے وصال کے بعد انہوں نے لاہور میں سلسلہ سہروردیہ کے بزرگ حضرت خواجہ ابوالفیض سید قلندر علی شاہ سہروردی کے دست حق پرست پر بیعت کی۔حضرت قلندر شاہ سہروردیؒ کے حکم پر حضرت علامہ سید ریاض الدین سہروردیؒ 1955ء میں کراچی تشریف لائے اور جامع بغدادی مسجد مارٹن روڈ کراچی میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔کراچی ہی میں آپؒ نے 1970ء میں مرکزی انجمن عندلیبان ریاض رسول کی بنیاد رکھی اور اپنے صاحبزادے سید فصیح الدین سہروردیؒ کے ہمراہ نعت کالج قائم کیا۔کراچی ہی میں آپؒ نے قادری اور چشتی سلسلے کا فیض مشہور بزرگ حضرت سید محمد نبی قادریؒ سے حاصل کیا۔علامہ سید ریاض الدین سہروردیؒ نے کراچی میں کل پاکستان محفل نعت کی بنیاد رکھی اور یہ محافل پاکستان کے شہر شہر،

Marfat.com

گاؤں گاؤں میں پھیل گئیں آپ کے صاحبزادے حضرت سید محمد فصیح الدین سہروردی کو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے طفیل نعت خوانی میں بہت ہی بلند مقام عطا کیا ہے۔

آپ کے بڑے صاحبزادے سید عطاء الرحمٰن سہروردیؒ 8 جنوری 2002ء کو انتقال کر گئے۔ ان کے چھوٹے صاحبزدے سید بدیع الدین سہروردیؒ کینیڈا میں کمپیوٹر انجینئر ہیں۔ علامہ ریاض الدین سہروردیؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے قاری سید اعجاز الدین سہروردی ہیں جو کہ ماشاء اللہ آپؒ کی جگہ پر جامع بغدادی مسجد مارٹن کوارٹرز کراچی میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ جبکہ دو صاحبزادیاں خواتین میں اسلامی تعلیمات کے فروغ کی جدوجہد میں مصروف عمل ہیں۔

حضرت علامہ سید ریاض الدین سہروردیؒ 21 اور 22 فروری 2001ء کو اپنے صاحبزادے سید فصیح الدین سہروردی کے ہمراہ گوجرانوالہ اور سیالکوٹ میں محافل نعت کے لئے تشریف لے گئے اور 28 فروری 2001ء بمطابق 4 ذوالحج کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ آپؒ کی نعتیہ شاعری آپؒ کے تذکرے کو زندہ رکھے گی۔

حضرت سیدنا میوہ شاہ غازی بادشاہ باباؒ

حضرت سیدنا میوہ شاہ غازی بادشاہ باباؒ کی وفات کے وقت عمر ۱۵۰ سال تھی ان کی تاریخ وصال ۱۲ ذیقعد ۱۳۸۵ھ بمطابق ۱۸۶۵ء ہے۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ ان کے کتبے پر لکھا ہے۔ مزار اقدس حضرت پیر و مرشد سیدنا شمس العارفین، قطب الاقطابؒ۔ سیدنا میوہ شاہ غازی بادشاہ باباؒ عمر 150 سال اور تاریخ وفات درج ہے۔ میوہ شاہ کراچی کا سب سے بڑا قبرستان ہے۔ جو سینکڑوں ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔ ان کی وجہ سے قبرستان کا نام میوہ شاہ قبرستان ہے۔ مزار مبارک ایک طویل اور اونچی چار

Marfat.com

دیواری کے اندر بنا ہے۔ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے۔ایک طرف رہائشی برآمدے بنے ہوئے ہیں۔اس کے مین دروازے پر نیلے رنگ کی ٹائلیں لگی ہیں۔قریب ہی کھجور کے پیڑ پھل سے لدے کھڑے ہیں۔مزار کے اردگرد احاطے بنے ہوئے ہیں۔ان میں نئے پرانے درخت کھڑے ہیں۔ یہاں بڑے خوب صورت مور بھی نظر آتے ہیں۔ مرقد حضرت سیدنا میوہ شاہ غازی بادشاہ باباؒ کے اردگران کے گدی نشینوں کے پختہ مرقد بنے ہیں۔باباجی کی تاریخ وفات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبرستان اتنا قدیم نہیں ہے ہاں رقبہ کے لحاظ سے یہ کراچی کا سب سے بڑا قبرستان ضرور ہے۔اس قبرستان میں مختلف برادریوں کے احاطے بنے ہوئے ہیں۔ کہیں بلوچوں کا احاطہ ہے تو کہیں دوسری برادریوں کے طویل احاطے موجود ہیں۔

شہید اللہ فریدیؒ

شیخ المشائخ حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ کی تاریخ وفات ۱۸۔رمضان المبارک 1395ھ ہے بمطابق 23 اگست 1978ء ان کا مزار پر انوار تخی حسن قبرستان کراچی میں علامہ محمود احمد عباسی کی قبر سے چند قدم کے فاصلے پر ایک وسیع احاطے میں ہے مشہور نو مسلم انگریز بزرگ شہید اللہ فریدی کی قبر پر کتبہ تو نہیں لگایا گیا لیکن دروازے کی پیشانی پر عبارت ضرور موجود ہے۔موصوف نے نوعمری میں اپنے بھائی لیونارڈ فاروق کے ساتھ اسلام قبول کرلیا تھا۔نواب بہاولپور محمد صادق خامس عباسی مرحوم نے انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا۔فاروق صاحب کا انتقال 1945ء میں لاہور میں ہوا اور وہ حضرت سید علی ہجویریؒ کی درگاہ کے احاطے میں مدفون ہیں۔

شہید اللہ فریدیؒ، حضرت محمد ذوق شاہؒ صاحب ''سردلبراں'' کے مدیر تھے اس

Marfat.com

بزرگ کا انتقال عین حج کے موقع پر میدان عرفات میں ہوا تھا۔ ذوق شاہ، حضرت شاہ وارث حسن کوڑہ جہاں آبادی کے مرید تھے۔ شہید اللہ فریدی نے اپنے مرشد ذوق شاہ کے ملفوظات ''تربیت العشاق'' کے عنوان سے مرتب کیے تھے۔

حضرت فریدیؒ کے مزار مبارک سے جانب مشرق ایک الگ کمرے میں ان کی اہلیہ محترمہ بیگم راشد محوخواب ابدی ہیں۔ ان کا انتقال 15۔ مارچ 1990ء کو ہوا تھا۔

مولانا شاہ احمد نورانیؒ

ممتاز عالم دین اور متحدہ مجلس عمل کے صدر مولانا شاہ احمد نورانیؒ 17 رمضان المبارک 1344ھ بمطابق یکم اپریل 1925ء کو میرٹھ میں شاہ عبدالعلیم صدیقیؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ قرآن پاک حفظ کیا اور میرٹھ سے درس نظامی کیا۔ انہوں نے گریجوایشن الہ آباد یونیورسٹی سے کی۔ مدینہ منورہ میں کچھ اساتذہ سے تجوید اور کئی دوسرے علوم سیکھے۔ مولانا کو 21 زبانوں پر عبور حاصل تھا جن میں بالخصوص عربی، انگریزی، فرانسیسی، افریقین، اُردو، پنجابی، سندھی، پشتو، بلوچی، اسرائیلی اور دیگر زبانیں شامل ہیں۔ آپؒ 1948ء میں پاکستان آئے اور آنے کے بعد 2002ء تک بچی میمن مسجد برنس روڈ کراچی کے ملحقہ فلیٹ میں کرائے پر رہائش پذیر تھے۔ مسجد کی توسیع کی وجہ سے مسجد انتظامیہ کے کہنے پر آپؒ نے 2002ء میں مکان کو خالی کر دیا اور اپنے برادر نسبتی کی طرف سے دیئے گئے مکان کلفٹن نزد دربار پیر عبداللہ شاہ غازیؒ میں منتقل ہو گئے۔

مولانا شاہ احمد نورانیؒ کا نکاح قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنیؒ کے فرزند مولانا فضل الرحمٰن مدنیؒ کی صاحبزادی سے مسجد نبوی میں ہوا۔ مولانا نورانیؒ ہر سال رمضان شریف میں نماز تراویح میں پورا قرآن پاک سناتے تھے۔ جو پارہ تراویح میں

Marfat.com

سناتے تھے وہی پارہ دوسری مسجد میں نوافل کے اندر تلاوت کرتے اور وہی پارہ تیسری مسجد میں نماز تہجد میں تلاوت کرتے تھے۔ ختم قرآن کے بعد وہ محافل شبینہ میں بھی قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔ جہانگیر پارک کراچی میں بہت بڑے شبینے میں ہمیشہ تلاوت فرماتے تھے۔ اس طرح وہ ہر سال تراویح، نوافل اور تہجد میں تین قرآن پاک ختم کر دیتے تھے۔

1970ء سے قبل آپ کا زیادہ تر وقت تبلیغ دین میں گزرا۔ اس سلسلہ میں دنیا کے تمام ممالک میں تبلیغی دوروں میں مصروف رہے جن میں سے زیادہ تر افریقہ، ملائشیا انڈونیشا، یورپ، برطانیہ اور دیگر ممالک شامل ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے قریب لوگ آپ کے دست حق پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ مشرف بہ اسلام ہونے والوں میں زیادہ تعداد قادیانیوں کی تھی۔ 1970ء سے باقاعدہ عملی سیاست میں حصہ لیا۔ اور پہلی مرتبہ قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے جبکہ 1973ء کی قومی اسمبلی کی دستور ساز کمیٹی کے رکن بھی رہے اور ذوالفقار علی بھٹو کے مقابلے میں اپوزیشن کی جانب سے وزیر اعظم کے لئے متفقہ اُمیدوار ہونے کی حیثیت سے الیکشن لڑا۔

جبکہ اس وقت پارلیمانی کمیٹی کے صدر ولی خان اور سیکرٹری علامہ شاہ احمد نورانی تھے۔ اسی دوران پاکستانی دستور میں ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کے الفاظ کا اضافہ فرمایا۔ مسلمان کی تعریف کو دستور میں شامل کرایا۔ آج تک جتنے بھی حلف نامہ وزراء اعلیٰ، وزیر اعظم اور صدور پاکستان اٹھاتے آئے ہیں۔ وہ سب علامہ شاہ احمد نورانی کا تحریر کردہ ہیں۔ 1974ء میں ختم نبوت کی تحریک اسمبلی میں پیش کی اور قادیانیوں کو کافر قرار دلوایا۔ 1975ء میں سینٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ 1977ء کے انتخابات میں بھٹو کی حکومت کی دھاندلی کے باوجود قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ 1977ء کی تحریک نظام مصطفےٰ

Marfat.com

میں بھر پور حصہ لیا۔ تحریک نظام مصطفیٰ کا نعرہ بھی انہی کا دیا ہوا ہے۔ جبکہ جمعیت علماء اسلام کا دستور بھی یہی ہے۔ 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات میں جمعیت علماء پاکستان نے الیکشن کا بائیکاٹ کیا۔ قومی اتحاد کی تمام جماعتیں ضیاء الحق کی شوریٰ یا وزارتوں میں شامل ہوگئیں۔ مگر جمعیت علماء اسلام اور تحریک استقلال نے ضیاء الحق کے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ ضیاء الحق نے جمعیت علماء اسلام کے علماء اور مشائخ کو رویت ہلال کمیٹی کی چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل کی چیئر مین شپ، مدارس اور مساجد کو زکوٰۃ اور فنڈ دے دے کر جمعیت علماء اسلام کو کمزور کرنے کی بھی پوری کوشش کی۔ 1988ء میں مولانا شاہ احمد نورانیؒ ایک لسانی جماعت کی غنڈہ گردی اور دھاندلی کی وجہ سے انتخابات میں کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے کمال استقامت، جرأت اور بہادری کے ساتھ نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لئے جدو جہد ترک نہ کی۔ بلکہ جہد مسلسل کے ساتھ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے کوشاں رہے۔ 91-1990ء میں جب امریکہ نے 28 اتحادی ممالک سمیت عراق پر غیر قانونی حملہ کیا تو مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی ہدایت پر جمعیت علماء پاکستان کے لاکھوں کارکن سڑکوں پر نکل آئے اور کھل کر عراق کی حمایت کی۔

اس موقع پر مولانا شاہ احمد نورانیؒ نے عراق جانے کے لئے رضا کاروں کو اپیل کی۔ جس پر اڑھائی تین لاکھ پاکستانیوں نے عراق جانے کے لئے اپنے نام لکھوائے۔ 11 ستمبر کے بعد رمضان شریف میں افغانستان پر امریکہ نے حملہ کیا تو دفاع افغانستان و دفاع پاکستان کونسل بنائی گئی۔ نومبر 2000ء میں شاہ احمد نورانیؒ نے صفہ اسلامک یونیورسٹی بھوئے آصل نزد کاہنہ نو لاہور کا سنگ بنیاد رکھا۔ دفاع افغانستان کونسل اور دفاع پاکستان کونسل کی بنیاد پر ہی 7 جولائی 2001ء میں اسلام آباد کے اندر قاضی حسین احمد کی رہائش گاہ پر پاکستان کی 8 بڑی دینی، سیاسی جماعتوں میں اتحاد ''متحدہ مجلس عمل'' کے نام

Marfat.com

سے تشکیل پایا۔

مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی ولولہ انگیز قیادت کے نتیجے میں ہی متحدہ مجلس عمل کی قیادت کو بے مثال کامیابی نصیب ہوئی۔ مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی خواہش تھی کہ وہ ملک میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی جدوجہد کرتے کرتے اللہ کے حضور حاضر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری فرمادی۔ وہ حکومت کے غیر آئینی اقدامات کے خلاف 18 دسمبر 2003ء کو تحریک چلانے کا اعلان کر چکے تھے۔ ڈی جی خان سے ملتان تک لانگ مارچ کا پروگرام بنالیا تھا۔ پوری دنیا میں خصوصاً یورپ اور افریقہ کے اندر مساجد، مدارس، کمیونٹی سنٹرز، نومسلموں کے لئے تربیت گاہیں اور قرآن کریم و اسلامی لٹریچر مفت تقسیم کرنے کے لئے ایک تنظیم قائم کی گئی۔ جس کا نام ورلڈ اسلامک مشن ہے۔ اس کی بنیاد 1974ء میں مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے اندر رکھی گئی۔ جس کے اندر پوری دنیا کے جید علماء نے شرکت کی تھی۔ ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام پوری دنیا میں تقریباً ایک ہزار سے زائد مساجد، مدارس، کمیونٹی سنٹر، لائبریریاں، کالج، سکول، یونیورسٹیاں کام کر رہی ہیں۔ مولانا شاہ احمد نورانیؒ آخری وقت تک ورلڈ اسلامک مشن کے چیئرمین رہے۔

مولانا شاہ احمد نورانیؒ کے دو چھوٹے بھائی اور تین بہنیں، دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ دونوں بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے مولانا شاہ احمد نورانیؒ کا انتقال 11۔ دسمبر 2003ء کو اسلام آباد میں دل کا دورہ پڑنے سے ہوا۔ ان کی تدفین ان کی والدہ محترمہ کے پہلو میں مزار حضرت عبداللہ شاہ غازی شہیدؒ کے احاطہ میں ہوئی۔ قبر پختہ اندر سے کچی ہے کتبہ نصب ہے۔

والدہ محترمہ علامہ شاہ احمد نورانیؒ

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانیؒ کی والدہ محترمہ برصغیر کی عالمی روحانی شخصیت حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مرحوم کی بیوہ

Marfat.com

زندگی کے آخری لمحہ تک تہجد گزار، عابدہ، زاہدہ اور ساجدہ خاتون تھیں انہوں نے مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی تربیت خاص مذہبی ماحول میں کی۔ مرحومہ نے ملکی سطح پر اس وقت خاص شہرت حاصل کی جب بھٹو کے دور حکومت میں مولانا گڑھی خیرو جیکب آباد کی گرم ترین جیل میں نظر بند تھے۔ مولانا کے سیل کی بجلی بند کردی گئی تھی اس وقت شاہ احمد نورانیؒ کی والدہ مرحومہ نے اپنے بیٹے مولانا شاہ احمد نورانیؒ کو تحریری پیغام بھیجا کہ اگر ان سختیوں کی وجہ سے آپؒ نے نرم دل یا معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا تو میں آپ کو اپنا دودھ معاف نہیں کروں گی بلکہ میں تمہیں حکم دیتی ہوں اگر جاں بھی جائے تو نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے قربان کردینا۔ میں نے تمہیں اس لئے پالا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں مولانا نورانیؒ کو نظام مصطفیٰ ﷺ کے لئے جدوجہد کرتے دیکھنا چاہتی ہوں اور حضور سرورکونین ﷺ اور مولانا کے والد گرامی مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی مرحوم کے سامنے سرخرو ہونا چاہتی ہوں۔ چنانچہ محترمہ مغفورہ اپنے اس قول کے مطابق دنیا سے سرخرو ہوکر 22۔ مئی 2001ء کو کراچی میں انتقال کرگئیں ان کی آخری آرام گاہ کلفٹن میں عبداللہ شاہ غازیؒ کے مزار کے احاطہ میں ہے۔

محدث امام وخطیب رشید الحسن ندویؒ

ممتاز عالم دین استاد حدیث نبویؐ اور جامع مسجد بنوری ٹاؤن کے امام وخطیب مولانا قاری رشید الحسن ندویؒ گزشتہ نصف صدی سے برصغیر میں قرآن مجید اور حدیث نبویؐ کی تعلیم وتدریس اور ترویج کے مشن میں انتھک مصروف رہے۔ ندوۃ العلماء لکھنو سے فارغ التحصیل استاد حدیث قاری رشید الحسنؒ نے برصغیر کے انتہائی محترم اور جید عالم دین حضرت مولانا منظور نعمانیؒ سے مسلم شریف اور حضرت علامہ سید ابوالحسن علی ندویؒ (علی میاں) سے بخاری شریف پڑھی اور علم حدیث نبویؐ کی تکمیل کے بعد پاکستان

Marfat.com

آ گئے۔ اور تبلیغ دین اور قرآن وحدیث نبوی کی تعلیم وتدریس کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا۔ انتہائی علیم وشفیق مگر نہایت ہی باغ و بہار شخصیت کے مالک قاری رشید الحسن ندوی اردو فارسی اور عربی پر کلی عبور رکھتے تھے۔ وہ انگریزی بھی بڑی بے تکلفی سے بولنے پر قدرت رکھتے تھے۔

وہ جہاں دینی علوم کے حصول اور فروغ کو دیگر علوم پر ترجیح دیتے اور احکام قرآنی اور احادیث نبویؐ پر کاربند رہنے کی بڑی شدت سے تلقین کرتے تھے وہاں جدید سائنسی علوم کے حصول اور عصر حاضر کی ایجادات کو تبلیغ وترویج دین کے لئے کام میں لانے کی ضرورت اور افادیت سے بھی انکار نہیں کیا۔ اس معاملے میں وہ بڑے روشن خیال اور وسیع القلب تھے۔ ناسازی طبع کے باوجود انہوں نے ہندوستان، نیپال اور بنگلہ دیش کے کئی تفصیلی تبلیغی دورے کئے۔ ان ملکوں میں تبلیغ وترویج دین کے لئے انتھک کام کیا۔ قاری رشید الحسن ندویؒ مرحوم کے چاروں صاحبزادے حافظ سید صدیقی، حسن طیب، قاری سید یوسف حسن طاہر (امام وخطیب جامع مسجد بنوری ٹاؤن) حافظ سید عتیق حسن قاسم اور حافظ سید مزمل حسن اپنے والد کے نقش قدم پر گامزن ہیں۔ معروف ادیب اور ڈرامہ نگار کیف رضوانی اور نوید رضوانی ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ندوی صاحبؒ کا انتقال 28۔ جنوری 2001ء کو کراچی میں ہوا ان کی ابدی آرام گاہ شمالی کراچی کے قبرستان میں ہے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ان علمائے حق میں سے ہیں جن کی روشن زندگی دین اسلام کی ترویج واشاعت اور مختلف اسلام دشمن فتنوں کی سرکوبی کا باعث اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے مشعل راہ ہوتی ہے۔ اور آخر کار وہ اپنے عظیم مشن کی تکمیل کی خاطر مردانہ وار جدوجہد کرتے ہوئے شہادت کا تاج پہن کر

Marfat.com

حیات جاوداں پالیتے ہیں۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے استادالحدیث عظیم محقق ومصنف بلند پایہ محدث اعلیٰ درجہ کے انشاء پرداز وادیب ہفت روزہ ''ختم نبوت'' اور ماہنامہ ''بنیات'' سمیت کئی علمی وادبی رسائل کے مدیر اور سینکڑوں دینی مدارس کے سرپرست تھے۔

محمد یوسف لدھیانوی 1932ء میں عیسیٰ پور لدھیانہ میں پیدا ہوئے آپ کے والد گاؤں کے نمبردار لیکن ولی کامل حضرت مولانا شاہ عبدالقادرؒ کے مرید ہونے کی وجہ سے دیندار اور متقی و پرہیزگار انسان تھے۔ اسی وجہ سے آپ کے والد چودھری اللہ بخش نے آپ کو حافظ قرآن اور عالم دین بنانے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے اپنی خداداد ذہانت اور شوق کی وجہ سے بچپن میں ہی قرآن مجید کی تعلیم قاری ولی محمد سے حاصل کی اور پھر دینی تعلیم کے حصول کیلئے مدرسہ جامعہ محمودیہ لدھیانہ میں آپ داخل ہو جاتے ہیں دوران تعلیم ہی قیام پاکستان کے اعلان کے بعد آپ لدھیانہ سے ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے اور ملتان کے قریب ایک گاؤں میں سکونت اختیار کی یہاں جامعہ رحمانیہ میں مولانا غلام محمد لدھیانوی سے دینی تعلیم حاصل کرنا شروع کی۔ اور پھر جامعہ قاسم العلوم فقیر والی میں ایک سال کتابیں پڑھنے کے بعد جامعہ خیر المدارس ملتان میں مزید اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے داخل ہوئے۔ جہاں حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کی خصوصی توجہ میں اور زیر شفقت تعلیم مکمل کرتے ہوئے امتیازی حیثیت کے ساتھ دورہ حدیث مکمل کر کے عالم دین کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے حکم پر آپ نے فیصل آباد ایک دینی مدرسہ میں دینی کتب پڑھانے کا آغاز کر دیا۔ اس کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں بھی دینی کتب پڑھانے کا سلسلہ

Marfat.com

جاری رکھتے ہوئے احادیث نبوی کی بڑی کتب پڑھانے میں ملک گیر شہرت حاصل کی۔ اس کے بعد وطن عزیز میں اٹھنے والے اسلام دشمن فتنوں کے خلاف آپ نے مختلف دینی رسائل میں مضامین تحریر کرنے کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ جس کی وجہ سے آپ بڑی تیزی سے علمی حلقوں میں مقبول ہوتے چلے گئے۔

تحریک ختم نبوت کے قائد اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے آپ کی صلاحیت اور طرز تحریر سے متاثر ہو کر آپ کو جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی سے شائع ہونے والے ممتاز دینی جریدے ماہنامہ ''بنیات'' کی ادارت و ذمہ داری سونپ دی اور اس کے ساتھ ہی مولانا یوسف بنوری کی خواہش پر آپ جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے مستقل طور پر کراچی میں منتقل ہو گئے۔ اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ جب حضرت مولانا محمد یوسف بنوری عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر منتخب ہوئے تو انہوں نے آپ کی علمی و قلمی صلاحیتوں اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ نشر و اشاعت کا سربراہ بنا دیا۔ اسی دوران آپ نے مختلف دینی رسائل ترتیب دیئے اور فتنہ قادیانیت کو بے نقاب کیا۔ ان رسائل میں ''قادیانیت علامہ اقبال کی نظر میں'' ''قادیانیوں کو دعوت اسلام''، ''ربوہ سے تل ابیب تک''، ''مرزا کا اقرار''، ''مراقی نبی''، ''مرزائی اور تعمیر مسجد'' شامل ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کی وفات کے بعد قطب الاقطاب حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر منتخب ہوئے۔ پھر مرکزی نائب امیر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن کی وفات کے بعد آپ کو متفقہ طور پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا نائب امیر مرکزیہ منتخب کر لیا گیا اور جام شہادت تک آپ اسی منصب پر کام کرتے رہے۔

Marfat.com

مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی عالمی دفتر ملتان کے علاوہ کراچی اور لندن کے دفاتر اور چناب نگر کی جامع مسجد و مدرسہ کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے کئی غیر ممالک کے تبلیغی دورے کئے۔ آپ کی ساری زندگی دعوت و تبلیغ تحفظ ناموس رسالت و ناموس صحابہؓ تدریس، تحریر و تصنیف اور مختلف فتنوں کے خلاف قلمی جہاد میں گزری۔ آپ کی پاکیزہ زندگی جہد مسلسل سے عبادت ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ کی بے مثال خدمات ناقابل فراموش اور تاریخ کا سنہری حصہ ہیں آخر کار اسلام دشمن قوتوں نے ایک بین الاقوامی سازش کے تحت 18 مئی 2000ء کو کراچی میں مولانا محمد یوسف لدھیانوی کو گھر سے اپنے دفتر جاتے ہوئے ڈرائیور عبدالرحمٰن سمیت فائرنگ کر کے شہید اور آپ کے بیٹے صاحبزادہ مولانا یحییٰ کو شدید زخمی کر دیا۔ مولانا محمد یوسف کی آخری آرام گاہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کے احاطہ میں ہے۔

حضرت بابا یوسف شاہ تاجیؒ

یوسف شاہ تاجیؒ سلسلہ تاجیہ کے وہ آفتاب ہیں۔ جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں دین اسلام کی شمعیں روشن کیں۔ آپ سلسلہ تاجیہ کی شناخت بن گئے۔ بابا تاج الدین کی خدمت میں جو حمد و ثناء پڑھا کرتے تھے وہ سلسلہ کا حصہ بن گئے۔ یہی شجرہ شریف ہے اسے گلدستہ پنج تن بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے وصال کے بعد بابا ذہین شاہ صاحب نے منقبت کے اضافہ سے اسے شائع کیا۔

حضرت بابا یوسف شاہ محبوب منزل اجمیر شریف میں سماع اپنے عروج پر تھا۔ بابا ذہین شاہ تاجی کے علاوہ اور بھی مشائخ کرام موجود تھے۔ بابا یوسف شاہ صاحب میر محفل تھے۔ چند اصحاب پر شدید جنونی کیفیت طاری تھی اتنے میں کسی نے آ کر آہستہ

Marfat.com

سے کہا کہ سماع بند کیجئے۔ نماز ہونے والی ہے بابا صاحب فوراً جلال میں آ گئے۔ اور فرمایا یہاں بھی نماز ہو رہی ہے"۔ حالانکہ مسجد یہاں سے دور تھی اور سماع کی وجہ سے عبادت میں خلل کا کوئی امکان نہ تھا۔

جب لوگوں کی کیفیت سنبھلی تو بابا صاحب نے اشارہ سے سماع روکنے کو کہا۔ تمام سلاسل کے شیوخ یہاں جمع ہوتے تھے۔ اور بابا جی ان کو روحانی منازل طے کراتے درگاہ علی محبوب منزل آپ کے لئے مخصوص تھی خواجہ خواجگان سے آپ کو خصوصی نسبت تھی۔ آپ کا وصال 1938ء کو ہوا۔ مزار مبارک میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔ آپ کے مزار پر ہر سال عرس مبارک بڑی عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔

سید بابا ذہین شاہ تاجیؒ

عارف وحق آگاہ مولانا محمد طاسین المعروف بہ سید بابا ذہین شاہ تاجی کی تاریخ وصال 16 شعبان المعظم 1398ھ مطابق 23 جولائی 1978ء ہے۔ کراچی کے سب سے بڑے قبرستان میوہ شاہ میں سب سے نمایاں مزار بابا ذہین شاہ تاجی کا ہے۔ ان کے مزار پر تعمیر گردہ مراکشی طرز کا مینار میلوں سے نظر آتا ہے۔ بابا صاحب بڑے اچھے شاعر تھے۔ اور کراچی کے بڑے بڑے ادیب اور ماہرین تعلیم ان سے بیعت تھے۔ انہوں نے اپنے دادا مرشد بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی سوانح حیات "تاج الاولیاء" کے عنوان سے قلم بند کی ہے۔ پاکستان میں بابا تاج الدین کے سلسلہ تصوف کو انہوں نے ہی فروغ دیا۔

بابا ذہین شاہ کے پہلو میں ان کے مرشد بابا یوسف شاہ محو خواب ابدی ہیں۔ ان کا اصل نام عبدالکریم تھا۔ ان کے مرشد بابا تاج الدین ناگپوریؒ نے انہیں کنوئیں میں بٹھا کر چلہ کروایا اور جب کنوئیں سے باہر نکالا تو ان کا نام یوسف شاہ رکھ دیا۔ ان کے سوانح حیات، بابا ذہین شاہ نے تاج الاولیاء میں قلمبند کیے ہیں۔ بابا یوسف شاہ کی قبر

Marfat.com

کے سرہانے دیوار پر ان کے بارے میں تحریر موجود ہے۔

بابا ذہین شاہ کی درگاہ کے صدر دروازے کے باہر ان کے ایک مدید محمد ضیاء الحق شاہ کی قبر ہے۔ ان کے لوح مزار پر جو اشعار کندہ ہیں وہ خود بابا صاحب کے کہے ہوئے ہیں اس لئے کتبے کی اہمیت دوبالا ہو جاتی ہے۔ حضرت سید ضیاء الحق شاہ کی تاریخ پیدائش 2 جمادی الثانی 1309ھ بمطابق 2 جنوری 1892ء ہے۔ اور تاریخ وصال 19 شوال 1388ھ بمطابق 9 جنوری 1969ء ہے۔

مولانا مفتی محمد حسن

آج جس جامعہ اشرفیہ کے روشن نام اور علمی کام کی سارے عالم میں صدائے بازگشت ہے اس کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مفتی محمد حسن کی ذات میں شریعت، طریقت، تصوف، علم وعمل، زہد وتقویٰ، صبر واستقامت، علم وبردباری سمیت دیگر خوبیوں کو جمع فرما دیا تھا۔ آپ بیک وقت ایک محدث، مفسر، فقیہ اور مصلح ومربی بھی تھے۔ جس کی وجہ سے آپ حقیقت میں جامع الکمالات شخصیت کے مالک تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن قیام پاکستان کے پرجوش حامی تھے۔ آپ کا اصلاحی تعلق برصغیر کی مشہور ومعروف علمی وروحانی شخصیت مولانا اشرف علی تھانوی کے ساتھ تھا۔ اور آپ حضرت تھانوی کے خلیفہ مجاز بھی تھے اور آپ نے حضرت تھانوی کے نام کی طرف نسبت کرتے ہوئے لاہور میں جامعہ اشرفیہ کے نام سے معروف دینی ادارہ قائم کیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے حکم پر مفتی محمد حسن نے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع اور دیگر علمائے دیو بند کے ہمراہ تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ اور کئی جگہ مسلم لیگ کے امیدواروں کی کامیابی میں بنیادی کردار ادا کیا۔ جس کے نتیجے میں پاکستان بننے کے بعد مشرقی مغربی پاکستان پر

Marfat.com

آزادی کا پرچم لہرانے کی سعادت ''بزم اشرف'' کے روشن چراغ اور دارالعلوم دیو بند کے قابل فخر سپوت حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی اور مولانا ظفر احمد عثمانی کو حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسن حسن ابدال کے قریب ایک قصبہ مل پور میں اتمام زئی قبیلہ پٹھان کے ایک دیندار گھرانہ مولانا اللہ داد کے گھر پیدا ہوئے۔ان کے والد اپنے وقت کے معروف عالم دین، محدث احمد صاحب نسبت بزرگ تھے۔حضرت مولانا مفتی محمد حسن خود اپنے والد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میرے والد رات کے آخری حصہ میں سحری کے وقت نفی واثبات کا ذکر کیا کرتے تھے۔آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے ہی علاقہ میں حاصل کی۔اور پھر مزید دینی تعلیم مولانا محمد معصوم، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا نور محمد اور مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی اور دیگر علمائے کرام سے حاصل کرنے کے بعد تزکیۂ نفس اور تربیت کے لئے حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے پاس جا پہنچے۔حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ارشاد گرامی اور ہدایت پر آپ نے مولانا کریم بخش سے تجوید اور فن قرأت کی سند حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ دارالعلوم دیو بند سے حضرت مولانا علامہ انور شاہ کاشمیری سے دورہ حدیث کی تجدید کرتے ہوئے سند فراغت حاصل کی۔جس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے آپ کو طریقت کے چاروں سلاسل میں بیعت کرلیا۔

تین سال کے عرصہ میں ہی حضرت تھانوی نے آپ کو خلعت خلافت سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ میرے قلب میں بار بار اس کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں آپ کو ''توکل علی اللہ'' بیعت وتلقین کی اجازت دوں اگر کوئی طالب حق بیعت کی درخواست کرے تو انکار نہ کریں۔حضرت مولانا مفتی محمد حسن طویل علالت کے بعد یکم جون 1961ء میں کراچی میں وفات پا گئے۔نماز جنازہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے

Marfat.com

خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی نے پڑھائی اور PECH سوسائٹی کے قبرستان کراچی میں دفن ہوئے۔اس احاطہ میں ایک قبر سابق وزیراعظم پاکستان چودھری محمد علی کی ہے۔

علامہ حسن ترابی شہید

علامہ حسن ترابی شہید 1953ء میں سکردو کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم سکردو میں ہی حاصل کی۔تحصیل علم کے لئے کراچی آئے۔یہاں سے انٹر میڈیٹ اور گریجوایشن کیا۔کراچی سے ہی ایم اے فاضل کا امتحان پاس کیا۔عملی زندگی کا آغاز شعبہ تدریس سے کیا۔کراچی کے ایک نجی حبیب پبلک سکول میں تقریباً دس سال تک علوم اسلامی کے مدرس رہے۔1975ء سے 1988ء تک محمود آباد کی مسجد میں پیش امام رہے۔یہودی طاغوتی سازشوں سے امت مسلمہ میں پھیلتے ہوئے انتشار سے افسردہ رہتے۔مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کی غرض سے سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا۔

1975ء میں تنظیم باب العلم سے وابستہ ہوئے۔تحریک فقہ جعفریہ بنی تو مفتی جعفر حسین اور عارف حسین الحسینی شہید کے شانہ بشانہ ملت کی رہنمائی کی۔کچھ عرصہ ملی یک جہتی کونسل کے سرگرم رکن رہے۔شہادت کے وقت پاکستان کی مذہبی جماعتوں کے اتحاد متحدہ مجلس عمل کے صوبہ سندھ کے صدر تھے۔

علامہ حسن ترابی شہید صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے ڈرتے اور اسی ذات پر کامل ایمان رکھتے تھے۔اپنی زندگی احکامات الٰہی اور شریعت محمدی کے مطابق گزارتے تھے۔پنج تن پاک اور شہدائے کربلا سے ان کی عقیدت قابل رشک تھی۔ظالم کے سامنے کلمہ حق بولنے سے کبھی نہ گھبرائے، حضرت امام خمینیؒ ان کی تعلیمات سے بہت متاثر تھے۔ان کی تمام عمر امت مسلمہ میں نفاق ختم کرنے اور اتحاد پیدا کرنے کی کوششوں میں

Marfat.com

گزری اشتعال انگیزی سے ہمیشہ گریز کرتے۔ اپنے خطبات و مجالس سے مسلمانوں کو اتحاد کا درس دیتے اور فرماتے کہ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے جانی و مالی دشمن ہیں۔ وہ مسلمانوں کو مذہبی، لسانی اور قومی انتشار پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑانے کی سازشیں کرتے رہتے ہیں وہ امریکہ اور اسرائیل کو مسلمانوں کا کھلا دشمن قرار دیتے۔ ان کی کوششوں سے پاکستان میں فرقہ ورانہ رواداری قائم ہوئی اور مذہبی منافرت ختم ہو رہی ہے۔ شہید ترابی اپنی اسی کامیاب جدوجہد کی وجہ سے اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کی آنکھ میں کھٹکتے تھے۔ اسلام دشمن عناصر ان کی جان کے دشمن بن گئے۔ 6 اپریل 2006ء کو ان پر ایک دہشت گرد نے قاتلانہ حملہ ہوا کیا۔ جس میں وہ زخمی تو ہوئے لیکن دہشت گردوں کی کارروائی کا مکمل شکار نہ ہوئے۔ جمعۃ المبارک 9 جولائی 2006ء کو ان پر ایک خودکش حملہ ہوا۔ جس میں وہ انتہائی شدید زخمی ہوئے اور ہسپتال پہنچ کر شہید ہوئے۔ وہ فلسطین اور لبنان پر اسرائیل کی دہشت گردی کے خلاف مجلس عمل کی ریلی میں شرکت اور خطاب کر کے اپنے گھر آئے تھے۔ کہ فقیر کے روپ میں کالا چغہ پہنے خودکش حملہ آور ان کی گاڑی سے ٹکرایا۔ جس سے ان کا کمسن بھانجا علی اور ایک شخص موقع پر شہید ہو گئے۔ شہید ترابی اپنے دو پولیس گارڈ کے ہمراہ شدید زخمی ہوئے پھر شہید ہوئے۔ خود کش حملہ آور کے جسم کے چیتھڑے اُڑ گئے۔

علامہ حسن ترابی اتحاد بین المسلمین کے علمبردار، مفکر اسلام اور جید شیعہ عالم دین تھے۔ ان کی شہادت سے اسلام دشمن عناصر یہ سوچ رہے ہوں گے کہ شاید ملک میں مذہبی منافقت اور تفرقہ بازی کو ہوا ملے گی۔ لیکن یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ ہم تمام مسلمان اپنے حقیقی دشمن اسرائیل کو پہنچان گئے ہیں۔

Marfat.com

علامہ عقیل ترابی

پاکستان کے معروف عالم دین علامہ عقیل ترابی 1934ء حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ علامہ عقیل ترابی برصغیر کے ممتاز شیعہ عالم اور شاعر علامہ رشید ترابی کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ کراچی سے انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد وہ ایران کے شہر قم چلے گئے۔ جہاں انہوں نے اس وقت کے جید علماء جن میں آیت اللہ محسن حکیم شامل تھے۔ سے رہنمائی حاصل کی۔ اپنی مذہبی تعلیم کے آخری مرحلے میں وہ عراق چلے گئے۔ جہاں ان کے اساتذہ میں آیت اللہ خمینی شامل تھے۔ ایران کے موجودہ سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای ان کے کلاس فیلو تھے۔

علامہ عقیل ترابی نے لندن سے ''مذاہب کا تقابلی جائزہ'' میں ماسٹر کیا۔ 1971ء میں آپ کراچی آئے اور مذہبی مجالس میں خطاب کرنا شروع کیا۔ ان کا سب سے اہم خطاب مجلس شام غریباں حسینیہ سجادیہ امام بارگاہ میں تھا۔ جو ریڈیو پاکستان سے نشر ہوا۔ بھٹو اور ضیاء کے دور حکومت میں وہ ایک اہم مذہبی شخصیت بن کر ابھرے، وہ کچھ سال تحریک استقلال کے صدر بھی رہے۔ مرحوم علامہ عقیل ترابی بڑے اعلیٰ پائے کے خطیب تھے۔ جنہوں نے انگلینڈ آسٹریلیا، جنوبی افریقہ، مشرقی افریقہ میں مجالس سے خطاب کیا۔ ان کے بڑے بھائی ہادی ترابی لندن جبکہ ان کی بہن بتول ترابی امریکہ میں مقیم ہیں۔

مرحوم نے اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں۔ انہوں نے کچھ عرصہ عملی سیاست میں بھی حصہ لیا۔ علامہ عقیل ترابی مرحوم نہایت خوش بیان مقرر تھے۔ وفات سے چند سال پہلے ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ کچھ ماہ سے کوما میں تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 75 سال تھی۔ ان کا انتقال 23۔

Marfat.com

اپریل 2009ء کو ہوا۔آپ کی آخری آرام گاہ وادی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔

علامہ رشید ترابی

ذاکر حسین رضوان مآب خطیب عالم اسلام حسین بن شرف حسین علامہ رشید ترابی کی تاریخ ولادت 9 جولائی 1908ء بمطابق 29 جمادی الآخرہ 1322ھ تاریخ وفات 18 دسمبر 1973ء بمطابق ذویقعد 1393ھ ہے۔ان کی آخری آرام گاہ فیڈرل بی ایریا میں ضیاء الدین روڈ پر ضیاء الدین ہسپتال کے سامنے امام بارہ حسینیہ کی حدود میں ایک شاندار مقبرے میں ہے۔

ان کے باقی عزیز واقارب ''علی باغ'' قبرستان کراچی میں مدفون ہیں لیکن انہیں یہاں جگہ ملی۔ان کے کتبے پرخوب صورت اشعار کندان ہیں۔جو نسیم امروہوی کے کہے ہوئے ہیں۔مقبرے کی دیوار پر جانب قبلہ ضیاء الحسن موسوی کی کہی ہوئی تاریخ منقوش ہے۔کچھ اشعار سید حسنؔ امام کے لکھے ہوئے ہیں۔علامہ رشید ترابی ملک کے ممتاز عالم دین تھے۔جن کی وفات سے ایک خلا پیدا ہو گیا۔جو کبھی پر نہ ہو سکے گا۔

مفتی نظام الدین شامزئی

مفتی نظام الدین شامزئی 12۔جولائی 1952ء کو سوات میں تحصیل مٹہ کے علاقے شامزئی میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مدرسہ مظہر العلوم مینگورہ میں حاصل کی۔ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات جامعہ فاروقی کراچی سے کیا۔آپ نے شیوخ بخاری کے عنوان سے تحقیقی مقالہ لکھا۔بیس برس تک جامعہ فاروقیہ میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔گزشتہ چھ سال سے جامعہ بنوری ٹاؤن میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔مفتی شامزئی مرحوم نے کئی کتب تصنیف کیں۔جن میں ظہور امام مہدی، صحیح بخاری

Marfat.com

اورترمذی کی شرح بھی شامل ہے۔مفتی شامزئی جمعیت علماء اسلام سے بھی وابستہ رہے۔ آپ جے یوآئی (ف) کی مجلس شوریٰ کے ممبر بھی رہے۔

مفتی شامزئی مرحوم نے فرقہ واریت کی ہمیشہ شدید مخالفت کی۔آپ فرقہ ورانہ فسادات سے سخت دلبرداشتہ اورامت مسلمہ کے اتحاد کے داعی تھے۔افغان جہاد میں عملی حصہ لینے کا شرف حاصل کیا۔مرحوم انتہا پسندی اور تشدد کے سخت خلاف تھے۔ 30۔مئی 2004ءکوصبح بنوری ٹاؤن کے علاقے میں نامعلوم دہشت گردوں کی فائرنگ کے نتیجے میں ممتاز عالم دین مفتی نظام الدین شامزئی شہیداوران کے صاحبزادے سمیت تین افرادزخمی ہوئے۔ملزمان واردات کے بعدفوری فرار ہوگئے۔مفتی شامزئی کی شہادت کے بعد علاقے میں کشیدگی پھیل گئی۔مختلف علاقے سیل کر دیئے گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ کراچی میں حکیم محمد سعید دہلوی شہید سے لیکراہم شخصیات ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بن رہی ہیں۔مفتی شامزئی کومولانا یوسف لدھیانوی کے پہلو میں جامعہ بنوری ٹاؤن کے احاطہ میں سپردخاک کیا گیا۔

مفتی جمیل احمد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم مفتی جمیل احمد کوکراچی اور تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا نذیر احمد تونسوی کوان کے آبائی گاؤں تونسہ میں سپرد خاک کیا گیا۔مفتی جمیل احمد کی نماز جنازہ جامعۃ العلوم اسلامی بنوری ٹاؤن میں ادا کی گئی۔ بعد میں انہیں مفتی شامزئی مرحوم کے پہلو میں سپرد خاک کردیا گیا۔نماز جنازہ کے موقع پر ضلعی انتظامیہ نے خصوصی انتظامات کرر کھے تھےلوگ مختلف علاقوں سے جوق در جوق مفتی جمیل کی نماز جنازہ میں شرکت کے لئے آتے رہےمولانا مفتی شامزئی کی قبر کے قریب مولانا محمد جمیل کی تدفین کی گئی۔ جب مولانا کی میت لائی جارہی تھی۔۔کاؤنٹس

Marfat.com

کالونی کے اندر جگہ جگہ مشتعل افراد نے ٹائر جلائے۔

مولانا مفتی جمیل احمد خان اور مجلس ختم نبوت کے کراچی کے امیر مولانا نذیر احمد تونسوی کی شہادت کے بعد کراچی میں کشیدگی رہی۔" گاڑیاں نذر آتش کر دی گئیں بعض علاقوں میں پتھراؤ بھی کیا گیا۔شہر بھر میں پولیس اور رینجرز کو ہائی الرٹ کیا گیا تھا۔جس کی وجہ سے زیادہ نقصان نہیں ہوا۔کراچی میں نامور علماء دین کو قتل کرنے کا یہ کام کب سے جاری ہے۔ اس میں بہت سے روشن دماغ چہرے ہم سے جدا ہو گئے۔قتل ہوتے جارہے ہیں۔قاتل قانون کی نظروں سے غائب ہیں۔آخر یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا۔ ہے کوئی صاحب اقتدار جو یہ بتائے......؟

قاری عبدالحق رامپوری

فن قرأت کے ماہر اور ممتاز استاد مولانا قاری عبدالحق رام پوری 1920ء میں رام پور میں پیدا ہوئے اور فن قرأت اور درس نظامی کی تکمیل مراد آباد میں کی قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے کراچی آگئے۔ 1956ء سے مولانا محمد یوسف بنوری مرحوم کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے شعبہ حفظ و تجوید کے سربراہ اور جامع مسجد الفلاح کے خطیب کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔قرآن پاک کو تجوید کے ساتھ حفظ کرانے اور پاکستان میں محسن حجازی کو مقبول بنانے میں ان کی شاندار خدمات ہیں۔

ان سے فن قرأت کی تعلیم اور قرآن پاک حفظ کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے ان کے شاگرد نہ صرف پاکستان کے ہر صوبہ میں موجود ہیں۔ بلکہ بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، سعودیہ اور دیگر عرب ممالک سمیت امریکہ، برطانیہ تک میں موجود ہیں انہوں نے تحریک ختم نبوت اور 1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی حکومت کے خلاف

Marfat.com

چلنے والی تحریک میں بڑا فعال کردار ادا کیا تھا۔ اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ان کی چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ ہے۔ ان کے صاحبزادے قاری ضیاء الحق مقامی کالج میں پروفیسر ہیں اور اپنے والد کے جانشین کے طور پر جامعہ مسجد الفلاح کے خطیب اور جامعہ الفلاح کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ کے مہتمم ہیں۔ قاری عبدالحق مرحوم کے ساتھ نماز تراویح پڑھنے کے لئے اور سلیقہ دار درس قرآن پاک سننے کے لئے لوگ کراچی اور دور دراز کے مقامات سے بڑی تعداد میں شرکت کے لئے آیا کرتے تھے۔ ان کا انتقال 5۔ اگست 2002 کو کراچی میں ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 82 سال تھی۔ ان کی آخری آرام گاہ پی ای سی ایچ۔ سوسائٹی قبرستان طارق روڈ پر ہے۔

مفتی عتیق الرحمٰن

23۔ جون 2005ء کو جامعہ بنوریہ عالیہ کے شیخ الحدیث، داعی قرآن وسنت، قائد اہلسنت مفتی عتیق الرحمٰن کو مدینہ مسجد بزنس روڈ پر درس دینے کے بعد واپس آتے ہوئے نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اس موقع پر ان کے رفیق بھائی ارشاد الحق بھی شہید ہوئے جبکہ مفتی عتیق الرحمٰن کے صاحبزادہ عماد عتیق شدید زخمی ہو گئے تھے۔ گزشتہ روز کراچی میں طوفانی بارش کے باعث بنوریہ قبرستان سائٹ میں دفن مفتی عتیق الرحمٰن کی قبر بھی متاثر ہوئی اور قبر کا 70 فیصد حصہ مکمل طور پر گر گیا۔ جس سے مفتی عتیق الرحمٰن کا جسد خاکی صاف طور پر نظر آ رہا تھا۔

جامعہ بنوریہ کے اساتذہ مولانا عبدالمجید، مولانا عزیز الرحمان، شیخ صالح، مولانا سیف اللہ ربانی اور مفتی عتیق الرحمٰن کے بڑے صاحبزادے مولانا جمال عتیق موقع پر پہنچے۔ علماء نے قبر کا جائزہ لیتے ہوئے شہید قرآن مفتی عتیق الرحمٰن شہید کی زندہ کرامت دیکھی 13 ماہ 15 دن گزارنے کے بعد مفتی عتیق الرحمٰن کا جسد خاکی بالکل صحیح

Marfat.com

سلامت، کفن اجلا اور معطر تھا۔ جبکہ پورا قبرستان ایک ایسی خوشبو سے معطر تھا ایسی مثالی خوشبو کسی نے آج تک محسوس نہیں کی ہوگی۔ گولیوں سے چھلنی جسم کے زخموں سے خون رستا دکھائی دیا۔ شہید کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر رفقاء کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع جامعہ بنوریہ عالیہ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ طلباء سینکڑوں کی تعداد میں قبرستان پہنچے جس کا سلسلہ نماز جمعہ تک جاری رہا۔ پھر جامعہ بنوریہ عالیہ کے طلباء اور اساتذہ نے قبر کی از سر نو مرمت کی۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کی ولادت ۲۱ شعبان المعظم ۱۳۱۴ھ بمطابق جنوری ۱۸۹۷ء کو ہوئی اور ان کی تاریخ وفات ۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۲ھ بمطابق ۶۔ اکتوبر ۱۹۷۶ء ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ قبرستان دارالعلوم کورنگی کراچی میں ہے۔ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی نے دارالعلوم کے نام سے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا تھا۔ ادارے کے وسیع میدان میں مسجد کے عقب میں ناریل کے درختوں کے جھنڈ ہیں چند ایک قبریں ہیں۔ جن میں نمایاں قبران کی ہے مرحوم نے دینی موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھیں لیکن ان میں سے ''معارف القرآن'' کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی

حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادی مدیر ماہنامہ برہان دہلی، پرنسپل مدارس عالیہ کلکتہ، صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ڈائریکٹر شیخ الہند اکیڈمی، دکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی ولادت آگرہ میں ۱۹۰۸ء کو ہوئی اور ان کی تاریخ وفات ۳۔ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بمطابق ۲۴ مئی ۱۹۸۵ء کراچی ہے۔ ان کا شمار اکابر دیوبند میں ہوتا

Marfat.com

ہے۔انہوں نے ماہنامہ برہان دہلی میں چھپنے والے علمی مضامین اور اداریوں کے علاوہ، صدیق اکبرؓ، عثمان ذوالنورین وحی الٰہی، غلامان اسلام، اسلام میں غلامی کی حقیقت فہم قرآن اور مسلمانوں کا عروج و زوال جیسی بلند پایہ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔انہیں وفات کے بعد دارالعلوم کورنگی میں مفتی محمد شفیع دیو بندی کے ذاتی قبرستان میں دفن کیا گیا۔ان کی قبر پر کتبہ نصب ہے۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کی ولادت ۲۳ صفر ۱۳۰۲ھ بمطابق ۲۲ نومبر ۱۸۸۴ء جبکہ ان کی تاریخ وفات ۱۴ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ بمطابق ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء ہے۔ جگر مراد آبادی روڈ پر اسلامیہ لاء کالج کے بڑے دروازے کے ساتھ ایک چار دیواری کے اندر عالم اسلام کی یہ مایہ ناز ہستی آسودہ خاک ہے کسی کو کیا علم یہاں سیرۃ النبی کے مصنف علامہ سید سلیمان ندوی ابدی نیند سو رہے ہیں۔لاکھوں لوگ ان کے قریب سے گزر جاتے ہیں۔سنا ہے کہ ان کی تدفین کے موقع پر سفیر شام نے یہ کہا تھا کہ ہم سید سلیمان ندوی کا جسد خاکی سپرد خاک نہیں کر رہے بلکہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام دفن کر رہے ہیں۔ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصف ہے جس پر فارسی کے اشعار درج ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

مفسر و محدث اعظم قدسی اساس شیخ الاسلام زاہد پاک فقیہ ملک جامع علوم مولانا شبیر احمد عثمانی تحریک آزادی کے رہنماؤں کی صف اول میں شامل تھے۔ان کی تاریخ وصال ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ بمطابق ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ء بمقام بغداد الجدید بہاولپور ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ اسلامیہ کالج کراچی جگر مراد آبادی روڈ پر واقع ہے مرقد پختہ

Marfat.com

اور سرہانے سنگ مرمر کا کتبہ لگا ہے۔ ان کے پاس ہی علامہ سید سلیمان ندوی محوخواب ابدی ہیں۔

مولانا سید آغا مہدی

لسان المطت زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی ابن آیت اللہ مولانا سید محمد تقی صاحب ان کی تاریخ ولادت ۱۹۔ شوال ۱۳۱۶ھ بمطابق ۲ مارچ ۱۸۹۹ء ہے اور تاریخ وفات ۵ ذیقعد ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۳۔ جولائی ۱۹۸۶ء ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۹۰ برس تھی۔ ان کی آخری آرام گاہ علی باغ قبرستان کراچی میں ہے۔ مرحوم نامور عالم دین اور کئی تصانیف کے مصنف تھے۔ ان کا سلسلہ نسب صرف چار واسطوں سے غفران مآب مولانا سید دیدار علی لکھنوی سے جاملتا ہے۔ مرحوم نے ۱۹۶۰ء میں بھارت سے ہجرت کی اور کراچی میں مقیم ہو گئے۔ ان کی قبر پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہوا ہے۔ مرحوم کی مشہور تصانیف ''الحجۃ البالغہ'' تفسیر سورۃ فاتحہ، ''مراۃ الانساب''، ''العلی''، تیرھویں صدی کا لکھنؤ، ''الحسن''، ''تاریخ ممتاز علماء، النبی'' شامل ہیں۔

سید ضیاء الحسن موسوی

علی باغ قبرستان کراچی میں جانب شمال مشہور عالم دین، شاعر اور تاریخ گو سید ضیاء الحسن موسوی کی ابدی آرام گاہ ہے۔ ان کا تعلق اودھ کے علاقے میں کنتور (ایک مردم خیز) قصبہ سے ہے جسے علامہ حکیم غلام حسنین کنتوری مرحوم (۱۹۱۸ھ) نے شہرت دوام بخشی ہے۔ یہ بزرگ ضیاء الحسن موسوی کے دادا تھے۔ والدہ کی طرف سے انہیں سرکار ناصر الملت کے نواسے ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انہیں شاعری میں استاد قمر جلالپوری مرحوم (۱۹۶۸ء) سے شرف تلمذ تھا۔ ضیاء الحسن موسوی ۲۲۔ اپریل ۱۹۲۲ء کو

Marfat.com

لکھنو میں پیدا ہوئے اور قیام پاکستان کے بعد کراچی چلے آئے اور محکمہ اطلاعات سے وابستہ ہو گئے۔ ان کی تصانیف میں "حیات امام زین العابدین"، "واقعات کربلا کا پس منظر" اور دیگر کتابیں شامل ہیں۔ ان کی تاریخ وفات ۱۵ اکتوبر ۱۹۷۸ء ہے

مولانا محمد متین

مولانا محمد متین خطیب، خلف الشیخ مولانا محمد متین خطیب فاضل دارالعلوم دیو بند، مفسر قرآن، تحریک پاکستان کے ممتاز عالم کی تاریخ پیدائش ۲۷ صفر ۱۳۲۶ھ بمطابق ۳۱ مارچ ۱۹۰۸ء اور ان کی تاریخ وفات چہار شنبہ ۱۵۔ ربیع الثانی ۱۴۰۲ھ بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۸۲ء ہے ان کی ابدی آرام گاہ قبرستان دارالعلوم کورنگی میں ہے۔ قبرستان میں داخل ہوں۔ تو سب سے پہلے ان کی قبر پر نظر پڑتی ہے۔ موصوف ایک زمانے میں ریڈیو پاکستان کراچی سے درس قرآن نشر کیا کرتے تھے۔

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس میرٹھی

حضرت علامہ مولانا محمد ادریس میرٹھی پسر حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب میرٹھی شیخ الحدیث جامعہ العلوم الاسلامیہ علاقہ بنوری ٹاؤن کراچی کی پیدائش ۱۹۱۱ء ہے اور تاریخ وفات ۲۴ جمادی الثانی ۱۴۰۹ھ بمطابق ۲ فروری ۱۹۸۹ء بروز جمعرات اسی قبرستان دارالعلوم کورنگی کراچی میں مولانا محمد یعقوب کے پہلو میں جانب قبلہ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھی کی آخری آرام گاہ ہے۔

مولونا محمد مبین الخطیب

الشیخ مولانا محمد مبین الخطیب عیدگاہ دیوبند دستِ راست شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب اور آزادی ہند کی تحریک ریشمی رومال کے ایک مرد مجاہد کی تاریخ وفات

Marfat.com

۲۶ محرم الحرام ۱۲۸۹ھ بمطابق ۱۴۔اپریل ۱۹۹۹ء بروز دوشنبہ ہے۔ان کی آخری آرام گاہ قبرستان دارالعلوم کورنگی کراچی میں ہے۔مرقد پر کتبہ نصب ہے۔

حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ

الحاج حضرت مولانا محمد احمد تھانوی (بانی مدرسہ اشرفیہ سکھر سندھ) عمر ۶۳ سال،ان کی تاریخ وصال ۷ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ بروز بدھ بمطابق ۲۹ دسمبر ۱۹۷۶ء ہے پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ابن انشاء کی قبر سے کوئی چالیس گام کے فاصلے پر مدرسہ اشرفیہ سکھر کے بانی،حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے معتقد اور نامور عالم دین مولانا محمد احمد تھانوی محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ان کا مزار پختہ اور چاردیواری کے اندر ہے۔

یعسوب الرحمٰن عثمانی

یعسوب الرحمٰن عثمانی عرف ملا جیون (جنت کا طوطا) جنت کے پھول کی تاریخ وفات ۱۹۔صفر ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۶۔اپریل ۱۹۷۱ء بروز جمعہ بوقت نماز عصر شام قبرستان سخی حسن کراچی بائیں جانب حافظ بشیر احمد غازی روزنامہ ''جنگ'' کراچی اور ''اخبار جہاں'' کے کالم نگار کی قبر سے جانب شمال بارہ قدموں کے فاصلے پر کراچی کے ایک زندہ دل عالم دین یعسوب الرحمٰن عثمانی ابدی نیند کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ان کے کتبے کی تحریر بڑی دلچسپ ہے۔

حضرت سید نظام الدین قادری سروریؒ

اعلیٰ حضرت سید نظام الدین قادری سروریؒ کی تاریخ وصال 6 صفر 1403ھ بمطابق 23 نومبر 1982ء ہے۔ان کا مزار مبارک سخی حسن قبرستان کراچی میں اگر جنوبی راستے سے داخل ہوں تو اس شاہراہ پر ہے جو مشرق کی جانب جاتی ہے۔بائیں

Marfat.com

ہاتھ ایک شاندار گنبد نظر آتا ہے۔اس گنبد کے نیچے سید نظام الدین قادری سروری آسودہ خاک ہیں۔لیکن قبر کے سرہانے کتبہ نہ ہے۔دروازے پر نام اور تاریخ وصال لکھی ہے۔

مولانا الحاج ظفر احمد عثمانی التھانوی

شیخ الاسلام مولانا الحاج ظفر احمد عثمانی التھانوی ابن اخت حکیم مولانا اشرف علی تھانوی کی ولادت ۱۳۔ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ اور وفات ۲۳ ذیقعد ۱۳۹۴ھ بمطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء پاپوش نگر کے قبرستان میں جنوبی راستے سے داخل ہوں تو دائیں ہاتھ پہلے ہی احاطے میں سب سے نمایاں قبر مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی کی ہے۔ان کا شمار قائداعظم کے ساتھیوں میں ہوتا ہے پاکستان کا قومی پرچم موصوف نے ہی لہرایا تھا۔ان کی تصانیف میں سے ''انوار الظفر فی آثار''،''انتخاب بخاری'' کا ترجمہ قابل ذکر ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری

پاپوش نگر قبرستان میں اسی احاطہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی کے قریب حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ایک نامور خلیفہ شاہ عبدالغنی پھول پوری محو خواب ابدی ہیں۔ان کی تاریخ وفات ۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ یوم شنبہ ۱۲۔اگست ۱۹۶۳ء موصوف اعظم گڑھ کے ایک نواحی گاؤں پرچاؤں کے رہنے والے تھے۔ان کی تصانیف میں سے معرفت الٰہیہ ،صراطِ مستقیم وغیرہ قابل ذکر ہیں مرحوم اپنے ہم عصروں میں زہد وورع کی وجہ سے ممتاز تھے۔ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔جو مدھم ہو چکا ہے۔

مفتی ظفر نعمانی

ممتاز عالم دین سابق سنیٹر رویت ہلال کمیٹی کے سابق چیئر مین اسلامی نظریاتی

Marfat.com

کونسل کے رکن معروف دینی درسگاہ دارالعلوم امجدیہ کے بانی و مہتمم علامہ مفتی محمد ظفر نعمانی 1921ء میں اعظم گڑھ میں پیدا ہوئے تقسیم ہند کے بعد 1947ء میں پاکستان آگئے اور 1957ء میں کھارادر کھانہ میں دارالعلوم امجدیہ کی بنیاد رکھی۔ دارالعلوم کی موجودہ عمارت میں 1960ء میں منتقل ہوئے مرحوم 1972ء میں جمعیت علمائے اسلام کے ٹکٹ پر سینیٹر منتخب ہوئے۔ وہ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین کے علاوہ 1985ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیتے رہے مرحوم نے دو بیٹے ریحان امجد اور ذیشان امجد کے علاوہ بیوہ اور چھ بیٹیوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 82 سال تھی۔ ان کا انتقال 16 نومبر 2003ء کو کراچی میں ہوا۔ انہیں دارالعلوم امجدیہ کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

"فیض یافتہ" حضرت بابا سید محمد قاسم علی شاہ بخاریؒ

درگاہ شریف ــــ مکلی شریف ٹھٹھہ

مجذوب الصابرین محبوب العاشقین راہنمائے طریقت آشنا حضرت بابا وقار احمد صدیقی چشتی نقشبندی، قادری معرفت مجددی عرف بھائی جانؒ کی

تاریخ وصال مورخہ ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ بروز جمعہ بمطابق ۹ مارچ ۱۹۹۰ء

ہے یہ دربار چار دیواری کے اندر ہے۔ گیٹ پر تالا لگا ہوا ہے۔ یہ مزار مبارک شاہ محمد قبرستان کراچی میں ہے۔ یہاں بیم تھور نے قبروں کے کتبوں کو برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ قریب پہاڑ ہیں۔ یہ درگاہ شریف کی قبرستان ٹھٹھہ میں ہے۔

ابوالضیاء حضرت خواجہ محمد غیاث الدین شاہ قاسم جہانگیری

یہ مزار مبارک بھی شاہ محمد قبرستان کراچی میں ہے۔ یہ ایک بڑا گنبد نما مزار

Marfat.com

ہے۔ اردگرد چار دیواری ہے۔ گنبد اور قبر سنگ مرمر سے مزین ہیں۔ ان دونوں درباروں کے ہمیں حالات زندگی موصول نہیں ہوئے آف دی ریکارڈ دربار پر لکھی یہ تحریریں شامل کررہی ہیں۔

حضرت سید عبداللہ شاہ المعروف اصحابی باباؒ

آپ کا اسم گرامی سید عبداللہ شاہ جیلانیؒ ہے اصحابی لقب ہونے کی وجہ اس وقت کے مشہور سید عبداللہ شاہ صحابیؒ سے ہیں۔ اس لقب کو جب حضرت نے اتنی شہرت اور مقبولیت عطا فرمائی کہ صحابی بابا کا لفظ سنتے ہی ذہن آپ جناب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ عشاق والہانہ وارفتگی کے باعث آپ کو غوث ثانی کہتے ہیں کیونکہ ان کی نگاہ میں حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانیؒ کے بعد اگر کوئی مرشد فیض آپ ہے تو سید بابا عبداللہ شاہ صحابیؒ ہیں۔ کیونکہ جن کے قلب پر تجلیات باری تعالیٰ کی شعاعیں پڑتی ہیں اور جن کے ذہن میں کسی وقت کے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کی محبت آپ کی چاہت اور راحت سے ملی ہو۔ وہ تو ہر حال آپ پر پروانہ وار نچھاور ہو گئے اور آپ ہی کے گیت گانے لگے۔

آپ صحیح النسب سید اور جیلانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ جناب غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے چودھویں پشت میں جا ملتے ہیں۔ اس طرح آپ حسنی اور حسینی ہیں۔ سید محمود نقشبندی جیلانیؒ کے صاحبزادہ اور سید عبدالقادر شاہ جیلانیؒ کے پوتے ہیں۔

مزار شریف

اگرچہ ملکی قبرستان میں بے شمار اولیاء اللہ کے مزارات ہیں۔ مگر [illegible]

Marfat.com

سندھ کے دوسرے حصوں سے قافلے کے قافلے اسی مزار مبارک کی زیارت کا عزم لیکر ٹھٹھہ حاضر آتے ہیں۔ اور یہ شیخ کی عظمت ہے کہ متعدد بزرگوں اور عقیدت مندوں کی قبروں کے باعث آپ کے مزار کے گرد پورا قبرستان بن گیا ہے۔ مزار کے قریب ایک مسجد ہے۔ اس پر ۱۰۹۳ھ کا کتبہ موجود ہے۔ درگاہ شریف سید عبداللہ شاہ اصحابیؒ کے لئے مشہور ہے کہ خسرو خان نے مزار شریف کی تعمیر کرائی تھی۔ مگر اس کی تحقیق کہیں نہیں ملتی۔ عرس شوال کی ۱۳۔۱۴۔۱۵ کو ہر سال منایا جاتا ہے۔

حضرت مخدوم فضیل شاہ قادری بغدادیؒ

اسم گرامی سید فضیل جیلانیؒ ہے۔ صوفیائے کرام اور مشائخ عظامؒ آپ کو بہت سے القابات سے موسوم کرتے ہیں۔ تقریباً بارھویں پشت میں حضرت محبوب سبحانی غوث الاعظم ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ سے جا ملتے ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ عرصے حضرت غوث الاعظم کے مزار اقدس کی سجادہ نشینی کے فرائض بھی آپ کے سپرد تھے۔ تاریخ آئینہ تصوف کے مطابق آپ کی ولادت ۴ صفر المظفر ۱۱۷۸ھ بمطابق ۱۷۶۴ء بروز چہار شنبہ بوقت مغرب بمقام بغداد شریف میں ہوئی۔ تعلیم و تربیت بھی بغداد شریف میں ہی حاصل کی۔ آپ جس طرح طریقت و تصوف میں اولیائے کاملین و زمرہ سالکین کے رہبر کامل تھے۔ اسی طرح علوم شریعت کے بھی جید عالم باعمل تھے۔ علوم باطنی میں آپ کے کمال کے جوہر اس وقت عیاں ہوئے جب آپ کے بھتیجے غوث آفاق شاہ کمال کیتھلی کی تربیت آپ کے سپرد کی گئی۔

حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ کو جمین سلب الاحوال کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ یعنی آپ کے قریب سے اگر کسی ولی کی پرواز ہوتی تو فوراً اس کی ولایت چھن جاتی۔ ایسے مادرزاد ولی کامل کی اس وقت تربیت کرنا جب ان کے والد ماجد کی دسترس

Marfat.com

سے مسئلہ آگے بڑھ گیا ہو اور عام لوگوں میں سے اگر ان کے سامنے کوئی جاتا تو وہ فوری جلال سے جل کر راکھ ہو جاتا۔ حضرت فضیل شاہؒ اپنی نوری توجہ سے جنگلوں و بیابانوں سے کھینچ کر لائے اور ان کی تربیت فرما کر دائرہ شریعت میں داخل کر دیا۔

سولہ سال تک مسلسل عبادت و ریاضت کے بعد ۸۸۷ھ بمطابق ۱۴۸۲ھ بروز ہفتہ بوقت عصر حضرت شاہ گدا رحمٰن ثانی قادریؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ تذکرۂ مشائخ کے مطابق آپ بغرض سیاحت و تبلیغ لاہور سے ہوتے ہوئے ہندوستان بھی تشریف لے گئے۔ اور خطہ سندھ میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ اور ٹھٹھہ کے قریب قبرستان مکلی میں سیدنا عبداللہ شاہ اصحابی کے مزار کے بڑے گیٹ کے سامنے پیر آساتؒ کے مزار سے جنوبی سمت میں چند قدم کے فاصلے پر ایک احاطہ میں آپ کی چلہ گاہ موجود ہے۔ اور مزار شریف بھی جو کہ عام زیارت گاہ ہے۔ عقیدت مند حاضر ہو کر دریائے فیض سے سیراب ہوتے ہیں۔ خصوصاً قصاب برداری آپ کی بڑی ہی عقیدت مند ہے۔ آپ کا وصال بتاریخ 30 ذیقعد 1411ھ بمطابق 14 جون 1991ء کراچی میں ہوا۔ اور مزار شریف بمقام دربار اسحاقیہ 16 سی عقب سیکٹر 6-A.1 نئی آبادی، نارتھ کراچی میں عام زیارت گاہ ہے۔ مزار شریف کے سجادہ نشین حضرت الحاج صوفی شاہ محمد علیم الدین قادری، چشتی صابری صندلی عرف چھوٹے میاں مدظلہٗ العالی ہیں۔

حاجی غلام فرید صابری

برصغیر میں قوالی یا سماع کی ابتداء خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ نے کی۔ برصغیر پاک و ہند میں جیسے جیسے سلسلہ چشتیہ کو بہت زیادہ مقبولیت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اور حضرت نظام الدین اولیاءؒ جیسے صوفیاء کرام و اکابرین نے سلسلہ چشتیہ کو فروغ دیا اور برصغیر کے مسلمانوں کی آدھی سے زیادہ تعداد سلسلہ چشتیہ سے

Marfat.com

فیضیاب ہوئی۔اس کے فروغ کے ساتھ ساتھ سماع یا قوالی کو فروغ حاصل ہوا پھر برصغیر میں بڑے بڑے نامور شعراء کے عارفانہ کلام نے قوالی کو باقاعدہ ایک صنف بنادیا۔ان میں امیر خسرو، خواجہ میر درد، امیر بھٹائی جیسے شعراء کرام شامل تھے۔دوسری طرف برصغیر میں بڑے بڑے قوال پیدا ہوئے۔

پاکستان کی قوالی کی تاریخ میں حاجی غلام فرید صابری کو جو مقام حاصل رہا وہ کسی دوسرے قوال کے حصے میں نہیں آیا۔انہوں نے نہ صرف قوالی کی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا بلکہ پاکستان اور بیرونِ ملک میں قوالی کو ایک نئی جدت اور طرز عطا کی۔دنیا کے یہ نامور قوال حاجی غلام فرید صابری پانچ اپریل 1994 کو کراچی میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے تھےان کی آخری آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان میں ہے۔غلام فرید صابری ان چندلوگوں میں سے تھے جن کی شہرت ان کی زندگیوں میں ہی بلند مقام کو چھو لیتی ہے وہ اپنی کاٹ دار اور سریلی آواز، دراز زلفوں، چمکدار آنکھوں اور قوالی کے دودان بار بار اللہ اللہ کی صداؤں کی وجہ سے جانے پہچانے جاتے تھے۔وہ جہاں بھی گئے پاکستان کا نام اُونچا کیا۔انہوں نے اپنے مخصوص انداز میں نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں منفرد مقام حاصل کیا۔غلام فرید صابری نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں چھوڑیں ہیں۔

حاجی غلام فرید کی قوالی کا دور چالیس برسوں پر محیط ہے۔جسکے دوران انہوں نے سینکڑوں قوالیاں گائیں جن میں سب سے زیادہ مشہور ''خواجہ کی دیوانی''،''سر لامکاں سے طلب ہوئی''،''یا محمد نورِ مجسم''،''بھر دو جھولی میری یا محمد ﷺ''،ان قوالیوں کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی۔اس کے علاوہ فلم ''عشقِ حبیب'' کی قوالی نے دونوں بھائیوں کو پہلی بار مقبولیت بخشی پھر فلم ''توبہ'' میں ان کی قوالی ''میری توبہ'' یارب میری توبہ

Marfat.com

مشہور ہوئی' اسکے علاوہ ''میرا کوئی نہیں ہے تیرے سوا''، ''تاجدار حرم ہو نگاہ کرم''، ''بے کسو آؤ مدینے چلیں''۔

قسمت میں میری چین سے جینا لکھ دے ڈوبے نہ کبھی میرا سفینہ لکھ دے

جنت بھی گوارا ہے مگر میرے لئے اے کاتبِ تقدیر مدینہ لکھ دے

ان کی دلی تمنا تھی کہ انہیں موت مدینہ شریف میں آئے لیکن ان کی یہ خواہش تو پوری نہ ہوئی مگر موت سے چند روز پہلے روضۂ رسول کے دیدار کو گئے عمرہ ادا کیا، وہاں سے آنے کو تیار نہ تھے لیکن مجبوراً آنا پڑا۔ یاد رہے کہ کچھ عرصہ پہلے اسلام دشمنوں نے مرحوم اور ان کے چھوٹے بھائی مقبول فرید صابری میں تلخیاں پیدا کر دی تھیں لیکن پھر دونوں کا ملاپ بھی مدینہ منورہ میں ہی ہوا انہوں نے اپنے آخری اخباری بیان میں کہا تھا کہ اب انشاء اللہ جدائی فرشتہ اجل ہی کرے گا اور ان کی یہ بات پوری ہوگئی آپ کی مشہور قوالیوں کے ریکارڈ کو اقوام متحدہ کے تعلیمی اور ثقافتی ادارے نے تیار کر لیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ قوالی کے فن نے بہت سے تاریک لوگوں کو روشنی کے جگمگاتے شہر میں لا کھڑا کیا۔ لوگوں کو ایمان دیا۔ غلام فرید صابری نے ساری عمر قوالی کے فن کی نذر کر دی جہاں ان کی شخصیت اپنا رنگ ڈھنگ لئے ہوئی تھی۔ قوالی کے دوران وہ اونچے سروں میں شعر پڑھتے اچانک یوں خاموش ہو جاتے جیسے انہیں یکدم کچھ دکھائی دے رہا ہو۔ کئی قوالوں نے ان کی نقل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

قوالی ان کا پیشہ تھا لیکن انہیں قوالی کے فن سے خصوصی عقیدت تھی کیونکہ وہ بزرگانِ دین، اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام کا بہت احترام کرتے تھے 1978ء میں ضیاء الحق نے انہیں پرائیڈ آف پرفارمنس ایوارڈ کے اعزاز سے نوازا، قوالی اور موسیقی میں حاجی غلام فرید صابری کے خاندان کی خدمات ابتداء ہی سے بہت نمایاں رہی ہیں

Marfat.com

صابر یہ سلسلہ سے وابستگی کے سبب ہی وہ صابری کہلوائے۔

حضرت میاں پیر صوفی حسن شاہؒ

وحدت الوجود المواحد حضرت میاں پیر صوفی حسن شاہ مشرقی رحمانی الہ آبادی ''تصنیف دل کا چراغ جان اولیاءؒ'' کا وصال 3 شعبان 1396ھ بمطابق 17 نومبر 1966ء بروز جمعرات بوقت صبح صادق ہوا۔آپ کا دربار مبارک سخی حسن بس سٹاپ (چورنگی) کے پاس شادی ہال کے عقب میں ہے۔ان کے مزار اور اوپر گنبد کا رنگ سبز ہے۔صحن میں ایک اور قبر ہے۔اس پر کتبہ نہ ہے۔دروازے کے اوپر لکھا ہے۔
سخی حسن دربار کراچی

حکیم عارفی سرکارؒ

خواجہ قطب حکیم عارفی سرکار روشن چراغ ابوالعلاء قادری، چشتی ابوالعلائی جہانگیری حسن عارضی صاحب کا وصال مبارک 29 جمادی الاول 1398ھ کو کراچی میں ہوا۔ان کا مزار مبارک سخی حسن کراچی بس سٹاپ (چورنگی) چوک کے عین کارنر میں ایک وسیع جگہ پر مشتمل احاطہ ہے۔جس میں ان کا مزار مبارک واقع ہے۔بائیں پہلو میں ان کے فرزند اکبر حکیم اجمل عارضی کا مرقد اقدس ہے۔اس پر کتبہ بھی نہ ہے یہ لوہے کی چادروں کی چھت پر مشتمل ہے۔ان دونوں درباروں کے نگران ڈاکٹر بختیار علی عارفی ہیں۔جو ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں۔

حضرت سید واجد علی شاہ صاحبؒ

درگاہ شریف حضرت سید واجد علی شاہ صاحب المعروف پیر صاحب مونگہ شریف الور بس سٹاپ سخی حسن (چورنگی) کراچی حضرت بہزاد لکھنوی کے مزار کے قریب

Marfat.com

ایک سفید گنبد والا بڑا خوب صورت مزار ہے۔ سرہانے کتبہ نہ ہے۔ تہ خانہ میں ان کی قبر ہے۔ اوپر اونچائی پر قبر کا تعویذ بنا ہوا ہے۔ ان کی تاریخ وصال اپریل 1974ء ہے۔ یہ مزار دلکشی اور ڈیزائن کے حساب سے دیکھنے کے قابل ہے۔

حضرت جہانگیر شاہؒ

حضرت جہانگیر شاہ نور اللہ مرقدہٗ کا سالِ وصال 1968ء ہے۔ مزار مبارک پاپوش نگر کی دیوار کے پیچھے اور عبداللہ کالج کے سامنے مین روڈ کے قریب واقع ہے۔ یہ بزرگ اپنے دور کے بڑے پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ آج بھی لوگ ان کے آستانہ سے فیوض و برکات کی جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے ہیں۔ حضرت سلطان باہوؒ نے ایسے ہی بزرگوں کے لئے کہا تھا۔

نام فقیر تہتاں دا باہو
قبر جہناں دی جیوے ہو

حضرت سید جلال الدین شاہ وارثی پنجابیؒ

حضرت سید جلال الدین شاہ وارثی پنجابی کا وصال 6 مارچ 1967ء بمطابق 25 ذیقعد 1386ھ بروز منگل رات کو ہوا۔ ان کا مزار مبارک پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔ کمرے میں دو قبریں ہیں۔ ہر سال ان کا سالانہ عرس مبارک منایا جاتا ہے۔ ان کے عقیدت مندوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان کے آستانہ سے زائرین فیوض و برکات کی جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے ہیں۔ یہ مزار مبارک ایک احاطے میں پگڈنڈی کے کنارے واقع ہے۔ ایک طرف قبرستان کی دیوار ہے۔

Marfat.com

الحاج فقیر حیرت شاہ ولی وارثیؒ

ان کی مرقد پر لکھا ہے "مرقد شرافت پناہ محبت یارگاہ الحاج فقیر حیرت شاہ ولی وارثیؒ ان کا وصال 28 جمادی الاول 1383ھ بمطابق 17 اکتوبر 1963ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کا مزار مبارک سیاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔ آستانہ وارثی پہلے چار دیواری سے محیط تھا۔ اب اس پر ایک خوب عمارت بن گئی ہے۔ ان کے قریب نامور قوال غلام فرید صابری مع خوالیہ ابدی ہیں۔ صیادے کے گدی نشین کا نام ادریس احمد صدیقی وارثی ہے۔

حضرت مولانا قاضی احمد عبدالصمدؒ

حضرت مولانا قاضی احمد عبدالصمدؒ ابن قاضی وحید الدین فاروقی قادری چشتی نظامی حضرت آیت اللہ صمد کی تاریخ وصال بمقام حیدر آباد سندھ 7 مئی 1963ء بروز پیر مدفن سیاپوش نگر قبرستان کراچی ہے۔ ان کی پیدائش حیدر آباد دکن میں ہوئی۔ ان کا مرقد اقدس پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ اور یہ نامور مزاحیہ شاعر دلاور فگار کے قریب یگانہ نذری کے کنارے واقع ہے۔

حضرت صابر علی شاہؒ

حضرت صابر علی شاہ "طالب عاشق علی کے" ان کی عمر مبارک 90 سال تھی اور تاریخ وصال 22 محرم 1380ھ بمطابق 17 جولائی 1960ء بروز اتوار یا نوا قادری سرگنہ ان کا مزار مبارک گرم چشمہ نمک گھر کے پاس کھوسیر میں واقع ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ اس علاقے میں اور بھی بزرگان دین آسودہ خاک ہیں جن میں جلیل شاہ بخاری سیلیا ستان شاہ شہادت 1334ھ اور حضرت سید شیر شاہ قادری قلندری شامل ہیں۔

Marfat.com

حضرت خاکی شاہ بخاری

حضرت خاکی شاہ بخاری خلیفہ حضرت تخی سلطان بابا لکھو پیر کا مزار بابا لکھو پیر کے مزار کے برآمدے میں ہے اور اس سے ملحقہ قبرستان میں ان کے دو خلیفہ اور آسودہ خاک ہیں جن میں خلیفہ صالح محمد ولد خلیفہ بہاؤالدین تاریخ وفات 27 ربیع الاول 1373ھ بروز جمعہ عمر 90 سال تھی۔ خلیفہ حاجی محمود ولد اللہ دتہ (منگا پیر) ان کا سالانہ عرس مبارک بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ ان کی تاریخ وصال 1374ھ ہے۔ دونوں کی قبریں پختہ اور سرہانے کتبے لگے ہیں۔

حضرت حاجی حافظ قاری سید وارث علی شاہ

حضرت الحضرات سلطان الاولیاء امام العارفین مولائی آقائی سرکار عالم پناہ حضرت حاجی حافظ قاری سید وارث علی شاہ کا مزار مبارک بمقام آستانہ وارثی بر مزار حضرت قبلہ فقیر الحاج حیرت شاہ صاحب وارثی ناظم آباد پاپوش نگر قبرستان میں ہے۔ ان کا عرس مبارک ہر سال صفر کے مہینے میں ہوتا ہے۔ عرس میں محفل سماع بھی ہوتی ہے۔ جس میں پاکستان کے نامور قوال شرکت کرتے ہیں۔ ان کے آستانے پر آج بھی عقیدت مند فیوض و برکات کی جھولیاں بھر بھر کر لے جاتے ہیں۔

باب رحمت ہے در وارث تمانے کے لئے
ہم بھی آبیٹھے ہیں قسمت آزمانے کے لئے
شان محبوبی و فیضان محبت دیکھئے
آیئے! اس عرس میں انوار حیرت دیکھئے
رواں ہے صبائے فیض و راحت برس رہی ہے خدا کی رحمت
جو عرس وارث میں آپ آئیں تو فدا آپ پر محبت

Marfat.com

عرس کی انتظامیہ میں جناب الحاج ادریس احمد صدیقی وارثی، افتخار احمد وارثی و برادران سید مقصود وارثی، ڈاکٹر رسا وارثی صاحبان شامل ہیں۔

مولانا سعادت علی قادریؒ

ممتاز عالم دین اور جماعت اہل سنت پاکستان کے رہنما مولانا سعادت علی خاں قادری کی تاریخ وفات 25 جولائی 2009ء ہے۔ وہ کراچی میں کافی عرصہ سے زیر علاج تھے اور انہوں نے درجنوں کتابیں لکھیں۔ مرحوم نے زندگی کا طویل عرصہ تبلیغ اسلام میں گزارا۔ مولانا صاحب نے 1985ء میں لیاقت آباد کراچی سے قومی اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا تھا۔ جماعت میں ان کی بے لوث خدمات قابل ذکر ہیں۔

مولانا محمد امین مرحوم

جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث مولانا محمد امین کو 16 اکتوبر 2010ء کو موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ حملہ آوران کی گاڑی کے دونوں اطراف سے حملہ آور ہوئے اور انہیں تاک کر نشانہ بنایا۔ مولانا مرحوم کو کئی روز سے دھمکیاں مل رہی تھیں۔ پولیس حکام کو مطلع کیا گیا لیکن وہ انہیں سیکورٹی فراہم کرنے میں ناکام رہی۔ مولانا محمد امین ایک ممتاز عالم دین تھے۔۔ ان کے شاگردوں کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ ان سے حدیث کی تعلیم حاصل کرنے والے ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مولانا امین پہلے عالم دین نہیں ہیں جنہیں ''ٹارگٹ کلنگ'' کا نشانہ بنایا گیا۔ اس سے پہلے بھی کراچی سے تعلق رکھنے والے متعدد ممتاز علمائے دین شہید کیے جا چکے ہیں۔ ملک کے دوسرے حصوں میں بھی کئی معروف علماء کرام کو ہلاک کیا گیا ہے لیکن افسوس کسی کے بھی حملہ آور قانون گرفت میں نہیں آئے۔ کوئی کیفر کردار کو نہیں پہنچا۔

Marfat.com

علمائے دین کے خون کی یہ لرزتی کہانی ایک ایسا سوال جس کا جواب اربابِ اختیار کے ذمہ ہے۔ مولانا محمد امین کا انتقال کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی ابدی آرام گاہ جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے احاطہ میں ہے۔

............☆............

Marfat.com

شاعر

ادیب

نقّاد

Marfat.com

راغب مرادآبادی

ملک کے معروف شاعر راغب مرادآبادی 1918ء میں دہلی میں پیدا ہوئے اور دہلی کالج سے گریجوایشن کی۔ انہوں نے کئی نعتیہ مجموعے تخلیق کیے۔ انہیں فی البدیہ شعرگوئی پر ملکہ حاصل تھا۔ مرحوم نے بہت عمدہ رباعیاں بھی لکھیں وہ علم عروض کے بھی ماہر تھے۔ ان کا شمار جوش ملیح آبادی کے قریبی اور عزیز ترین احباب میں ہوتا تھا۔ راغب مرادآبادی نے جوش پر دو کتابیں بھی لکھیں۔

انہوں نے شاعری کا فن یاس یگانہ، صافی لکھنوی اور مولانا ظفر علی خان سے حاصل کیا۔ تقسیم ہند کے بعد وہ کراچی چلے آئے۔ جہاں انہیں سابق وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان کی طرف سے بحالی کمیٹی مہاجرین کا انچارج بنایا گیا۔ مرحوم نے تقریباً چالیس کتابیں لکھیں جن میں غزلیں، نظمیں، نعت، پنجابی شاعری، قرآن اور احادیث کا ترجمہ شامل ہیں۔ وہ رباعی کے بہترین شاعر تصور کیے جاتے تھے۔ ان کی ایک کتاب ''موت'' جس میں 500 کے قریب رباعیات موت کے عنوان پر ہیں بھی شائع ہو چکی ہے۔ اسی طرح ان کی ایک کتاب ''خطوط جوش ملیح آبادی'' اور دوسری کتاب ''مقالات جوش'' ہے۔ ان کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جوش کے کتنا قریب تھے۔ ان کے ہزاروں شاگرد ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں نمایاں نام عوامی اور انقلابی شاعر حبیب جالب کا ہے۔

راغب مرادآبادی کا انتقال 93 برس کی عمر میں 19۔ جنوری 2011ء کو کراچی میں ہوا۔

Marfat.com

ضیاء الحق قاسمی

ممتاز مزاح نگار، شاعر، ادیب، کالم نویس ضیاء الحق قاسمی 3 فروری 1935ء میں مشرقی پنجاب کے شہر امرتسر میں پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ ان کے والد مولانا بہاالحق قاسمی۔ ماڈل ٹاؤن لاہور کی جامع مسجد کے خطیب تھے۔ ممتاز ادیب، شاعر اور کالم نگار عطاء الحق قاسمی کے بڑے بھائی تھے۔ انہوں نے پاکستان میں مزاح نگاری اور مزاحیہ شاعری کو فروغ دینے کے سلسلے میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اپنی وفات کے 22 سال قبل ماہنامہ ''ظرافت'' کا اجراء کیا۔ انہیں آقائے ظرافت کا خطاب دیا گیا۔

خواہش ہو اگر تیری کہ ہو کام فٹا فٹ
اے دوست مری میز پر رکھ دام فٹا فٹ

ان کی مزاحیہ شاعری پر مشتمل (۱) رگ ظرافت (۲) ضیاء پاشیاں (اخباری کالم)، (۳) چھیڑ خانیاں (مزاحیہ منظوم خاکے) (۴) گل فشانیاں (مزاحیہ شعری مجموعہ) (۵) ہرے بھرے زخم (سنجیدہ شاعری) شائع ہوئیں۔

میری بیگم ہے جیلس خواتین سے
پوچھتی ہے یہ مس فاخرہ کون ہے
آئی ڈی کارڈ میرا بنا تو کہا
اب بتاؤ مجھے نادرا کون ہے

وہ اپنے پروگراموں اور مشاعروں کی کمپیئرنگ خود کرتے تھے۔ مرحوم کی شاعری سادگی کا نمونہ ہے۔ جو شگفتگی لئے ہوئے ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا سماجی موضوع ہو جس پر انہوں نے قطعہ نہ کہا ہو۔

پانی آنے کی بات کرتے ہو

Marfat.com

دل جلانے کی بات کرتے ہو
ہم نے برسوں سے منہ نہیں دھویا
تم نہانے کی بات کرتے ہو

کہتے ہیں کہ مزاح سے تعلق رکھنے والے اندر سے بے حد دکھی ہوتے ہیں۔ ضیاء صاحب کے بھی بہت سے دکھ ہوں گے ایک دکھ تو انہوں نے اپنی یادداشتوں میں بیان کیا ہے جب ان کا پانچ سالہ بیٹا ندیم دوائی کی زیادہ مقدار کے باعث موت سے ہم کنار ہوا۔ خود انہیں کئی بیماریاں لاحق تھیں جن میں سرفہرست عارضہ قلب تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی بیماریوں کی کبھی پروانہ کی۔ ہر وقت کام میں لگے رہتے تھے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

زندگی ہے گزارنا مشکل
دم نکلتا ہے، سانس گھٹتا ہے
میں تو سگریٹ بھی اب نہیں پیتا
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے

وہ کراچی کی ایک ہنگامہ خیز شخصیت تھے۔ انہیں بزم سجانے کا ہنر آتا تھا۔ مزاح نگاروں کا ٹولہ ان کے جلو میں چلتا تھا۔ انہوں نے اپنے پروگراموں کے ذریعے نہ صرف مزاحیہ ادب کو فروغ دیا بلکہ نئے مزاح نگاروں کی بھرپور حوصلہ افزائی کی۔ انہوں نے مزاح لکھنے والوں کو اسٹیج ہی نہیں دیا بلکہ اس کی اہمیت کو بھی منوایا ہے۔ اور اپنے شاعروں کو اعزازیہ دلوانے کی منفرد اور باعزت روایت بھی قائم کی ہے۔ قاسمی صاحب بولنا جانتے تھے اور لوگوں کی دلچسپی کا بھی خیال رکھتے تھے۔

ان کی کمر کو کیا ہوا کیوں ٹیڑھے ہو گئے

Marfat.com

کیا کثرت گناہ سے رہنے لگا ہے درد
بولے گناہ اپنی تو قسمت میں ہی نہیں
اب حسرت گناہ سے رہنے لگا ہے درد

ان کی مزاحیہ شاعری کبھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔ جو کہیں قہقہے لگواتی ہے اور کہیں مسکرانے پر مجبور کرتی ہے۔ قاسمی صاحب ان کے مشاعروں کو قہقہوں اور مسکراہٹوں کی پناہ گاہ کہتے تھے۔ گزشتہ تین برسوں میں انہوں نے مزاح نگاری کے فروغ کے لئے اس قدر کام کیا کہ اسے ایک تحریک بنا دیا۔ انہوں نے مزاحیہ مشاعروں کی داغ بیل ڈالی اور اسے ایک روایت بنا دیا۔

حج ادا کرنے گیا تھا قوم کا لیڈر کوئی
سنگ باری کے لئے شیطان کی جانب گیا
ایک کنکر پھینکنے پر یہ ندا اس نے سنی
تم تو اپنے آدمی تھے، تم کو آخر کیا ہوا

ضیاء الحق قاسمی کو مزاح سے طبعی لگاؤ تھا۔ مزاحیہ شاعری ان کے جلو میں خوب پروان چڑھی۔ انہوں نے نوجوان شعراء کو بھی مزاحیہ شاعری کی طرف راغب کیا۔ ان کی انفرادیت یہ تھی کہ انہوں نے ایک مشاعرہ ہوائی جہاز میں کرایا۔ فضائی اور نثری مشاعرے کے بانی ضیاء الحق قاسمی مرحوم ہیں۔ انہوں نے ایک یادگار مشاعرہ سمندر کے کنارے کرایا۔ اس نوعیت کے مشاعروں کو شہرت ملی اور یہ مشاعرے دنیا بھر میں ہونے لگے۔ وہ کراچی میں ہر سال ادبی کانفرنس کے انعقاد کا اہتمام کرتے تھے۔ جس میں شاعری، کالم نگاری، نثر پارے، مزاح اور کارٹون کی نمائش ہوتی تھی۔

ضیاء الحق قاسمی کی اہم ادبی خدمت یہ ہے کہ جب کراچی کا شہر افسردہ اور غمزدہ

Marfat.com

تھا تو انہوں نے مزاح سے اس شہر کو رونقیں بخشیں۔ مرحوم نے منظوم خاکوں کی روش بھی ڈالی۔ وہ نوائے وقت کراچی سے بھی ایک عرصہ منسلک رہے۔ ضیاء الحق قاسمی مرحوم بے شمار اوصاف کے مالک تھے۔ ان کا انتقال 26 اکتوبر 2006ء کو ہارٹ اٹیک سے ہوا۔ مرحوم کی ابدی آرام گاہ ملیر کینٹ کراچی کے قبرستان میں ہے۔ ان کے سوگواروں میں ایک بیوہ تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں شامل ہیں۔

پروین فنا سید

معروف شاعرہ پروین فنا سید کا شمار ترقی پسند تحریک کے دور کی شاعرات میں ہوتا تھا۔ وہ بنیادی طور پر لاہور کی رہنے والی تھیں۔ ان کی شادی آرمی افسر سے ہوئی تھی۔ ملازمت کی وجہ سے وہ پہلے اسلام آباد شفٹ ہو گئیں بعد ازاں کراچی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کی شاعری کے مجموعے "حرفِ وفا" "یقین" کے علاوہ حال ہی میں آیات بھی شائع ہوئے ہیں۔ وہ ایک خوبصورت شاعرہ تھیں۔ انہوں نے اوریجنل شاعری کی اور اپنا نام پیدا کیا۔ ان کی شاعری بہت معیاری ہوتی تھی۔ ان کا یہ شعر بہت مشہور ہوا۔

بس ایک بار رخِ شمع چومنے کے لئے
فنا کی سمت چلے آرہے ہیں پروانے

غزل کے علاوہ انہوں نے خوبصورت اور معیاری نظمیں بھی کہیں۔ قومی سطح کے بہت کم مشاعرے ایسے ہوتے تھے جن میں وہ شریک نہ ہوں۔ ملک کے معروف شعراء اور اہل قلم نے انہیں اس دور کی معروف شاعرہ قرار دیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 74 برس تھی۔ وہ 5 مئی 1936ء کو لاہور میں پیدا ہوئیں۔ گورنمنٹ کالج برائے خواتین سے بی اے کیا۔ شاعری میں فیض احمد فیض سے اصلاح بھی لیتی رہیں۔ فیض احمد فیض نے ان کی شاعری کو بہت سراہا۔

Marfat.com

معروف مصور صادقین نے ان کی شاعری کے مجموعوں کے سرورق بنائے۔وہ تین دہائیاں قبل ملک اور بیرون ملک مشاعرے کی جان سمجھی جاتی تھیں۔ان کا ترنم بہت مشہور تھا۔ پاکستانی شاعرات میں انہیں خاص مقام حاصل رہا۔ وہ کلاسیکی روایات کی شاعری کی امین تھیں۔وقت نے انہیں فراموش کر دیا۔ وہ ایک عرصہ سے گوشہ نشین تھیں ان کا انتقال 27 اکتوبر 2010ء کو ہوا، مرحومہ کی ابدی آرام گاہ علی باغ شاہ خراساں قبرستان کراچی میں ہے۔

سید سفیر حسن سبزواری

مبلغ قرآن اور اسٹیٹ لائف کے سابق ایڈمن منیجر اور اسلامی جمعیت طلبہ کے سابق سیکرٹری جنرل سید سفیر حسین سبزواری کی عمر 70 برس تھی۔مرحوم نے طویل عرصہ تک کراچی اور اندرون سندھ غریب بستیوں میں ان کی حالت بہتر بنانے میں نمایاں سماجی اور تعلیمی خدمات انجام دیں۔مرحوم قرآن کریم اور سیرت طیبہ پر تقریریں مؤثر اور دل نشین انداز میں کرتے تھے۔انہیں زمانہ طالب علمی سے ہی قرآن پاک اور سیرت طیبہ سے خصوصی شغف تھا۔قرآنی علوم پر مہارت حاصل کرنے کے لئے انہوں نے باقاعدہ عربی زبان سیکھی، دوستوں اور عزیزوں کے ذریعہ بھی غریبوں اور بے سہارا لوگوں کی ضروریات زندگی پوری کرتے اور کراتے گزاری۔خصوصاً بیواؤں اور یتیم بچوں کی مدد اس طرح کرتے اور کراتے تھے کہ ان کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ان کے ذاتی کردار اور ان کے درس قرآن کی وجہ سے بہت سے غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا وہ اپنے آخری دنوں میں قرآن پاک اور تفسیر حدیث کا اردو ترجمہ سی ڈیز پر منتقل کر رہے تھے جو ان کے انتقال کی وجہ سے مکمل نہ ہو سکا۔زمانہ طالب علمی میں سیاست میں بہت سرگرم اور فعال رہے وہ 1950ء میں جمعیت سے وابستہ ہوئے اور 1958ء تک اس سے

Marfat.com

وابستہ رہے۔ان کا انتقال 28 ستمبر 2004ء کو کراچی میں دل کا دورہ پڑنے سے ہوا۔

ساقی امروہی

نثری شاعری کے خالق ساقی امروہی 12۔ دسمبر 2005ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ان کی عمر 80 سال تھی ان کی معروف کتابوں میں استاد اور ''اب شام ہوتی جارہی ہے'' شامل ہیں۔ساقی امروہی لکھتے ہیں کہ

میں اب تک دن کے ہنگاموں میں گم تھا
مگر اب شام ہوتی جا رہی ہے
اور ہر چند کوئی خواب مکمل نہیں ہوا
میں اس کے باوجود بھی پاگل نہیں ہوا

مرحوم کا اندازِ فکر اور اندازِ تحریر جداگانہ تھا۔وہ کراچی کے شاعروں میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتے تھے۔

سید اشتیاق علی

معروف مؤرخ اور متعدد کتابوں کے مصنف سید اشتیاق علی حرکت قلب بند ہو جانے سے 70 سال کی عمر میں 6 اپریل 2004ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ان کی ابدی آرام گاہ خراسان باغ کے قبرستان میں ہے۔مرحوم نے اپنے سوگواروں میں چار بیٹیاں اور تین بیٹے چھوڑے ہیں۔سید اشتیاق علی کی رہائش ناظم آباد میں تھی۔

مزاحیہ شاعر ڈاکٹر شاہد الوری

ملک کے ممتاز مزاحیہ شاعر ڈاکٹر شاہد الوری 15۔ ستمبر 2004ء کو دل کا دورہ پڑنے سے کراچی میں وفات پاگئے۔ان کی تدفین کورنگی کے قبرستان میں ہوئی۔مرحوم نے

Marfat.com

اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ تین بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔شاعری میں مزاح کا پہلوان کا اپنا ایک انوکھا انداز تھا۔ان کی شاعری نے ہر خاص و عام سے داد تحسین حاصل کی۔

عابدرائے پوری

پاکستان کے معروف ادیب تجزیہ نگار اور نعتیہ شاعری عابدرائے پوری کا انتقال 16۔اکتوبر 2004ء کو 80 سال کی عمر میں کراچی میں ہوا۔عابدرائے پوری نے اپنے دورحیات میں متعدد ادبی کتب اور نعتوں کے مجموعے قلم بند کیے۔مرحوم کراچی کے علمی ادبی حلقوں میں اپنی ایک الگ پہچان رکھتے تھے۔

رشیدہ آفتاب اقبال

مفکر پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے بڑے صاحبزادے آفتاب اقبال کی اہلیہ رشیدہ اقبال 11۔نومبر 2004ء کو 81 برس کی عمر میں کراچی میں انتقال کرگئیں وہ ایک عرصہ سے علیل تھیں مرحومہ نے تین کتابیں لکھیں۔ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی کے احاطہ چار دیواری میں ہے۔ان کے ایک پہلو میں ان کے شوہر آفتاب اقبال اور دوسرے پہلو ان کے صاحبزادے وقار اقبال محوِ خوابِ ابدی ہیں۔ تینوں قبریں پختہ ہیں مگر اندر سے کچی ہیں۔یہ قبریں قبرستان کی پچھلی دیوار نالے کے ساتھ احاطہ چاردیواری میں ہیں۔

محبوب نرالے عالم

خاندان مغلیہ کے آخری چشم و چراغ بہادر شاہ ظفر کے پڑپوتے ابن صفی کے ناولوں کے زندہ جاوید کردار، مجید لاہوری کے کالموں کے کردار پہلوان میں جوش ملیح آبادی کے مدمقابل ''عربا'' اور ''فارسا'' کے شاعر استاد محبوب نرالے عالم طویل علالت

Marfat.com

کراچی میں مدفون شاعر، ادیب، صحافی

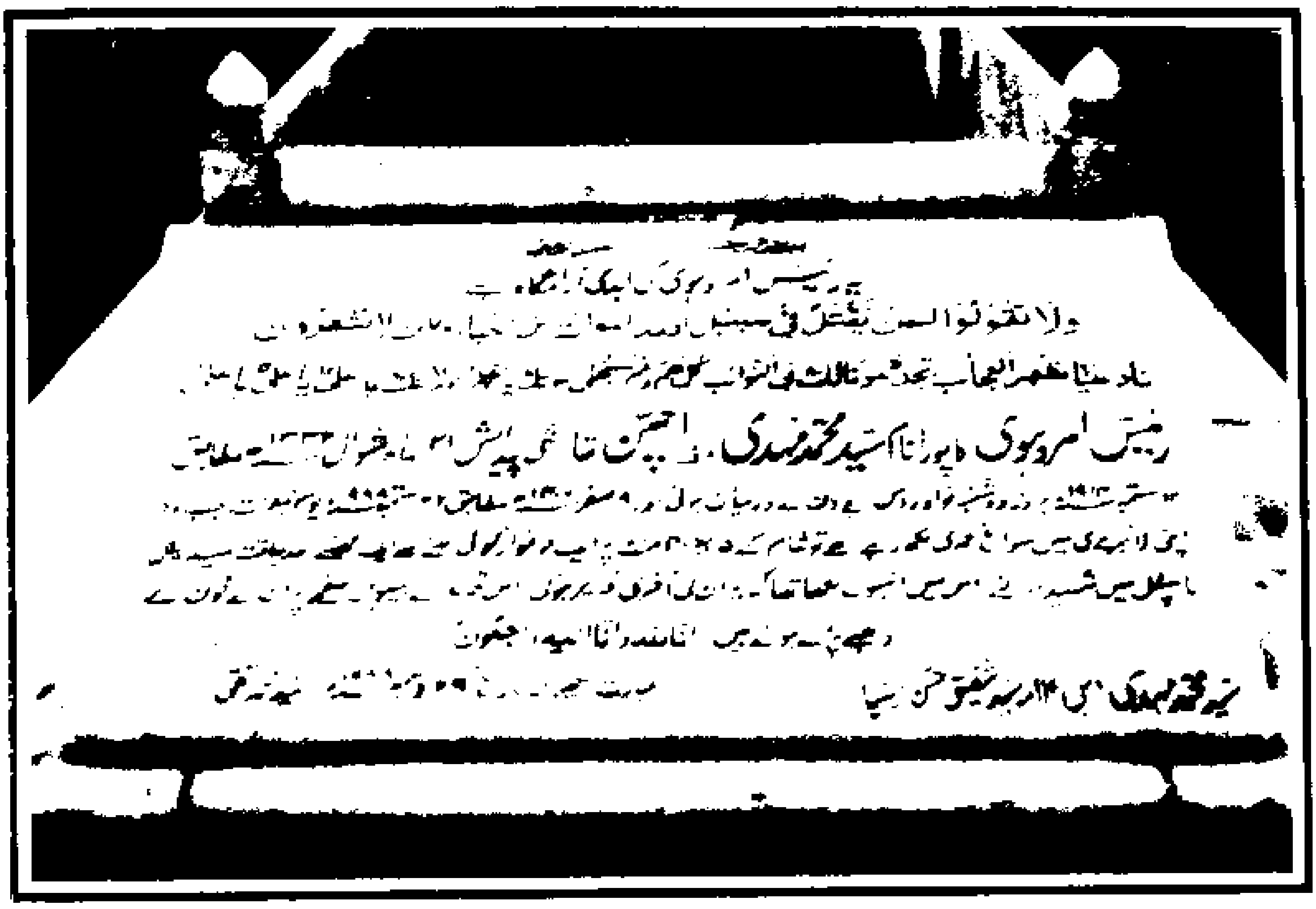

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحمتی وسعت کل شیء

اپنی قبر کا یہ کتبہ میں خود لکھوا رہا ہوں

میرا نام **محمد ارتضیٰ** تھا

لیکن لوگ مجھے **ملا واحدی** کہہ کر پکارتے تھے

تاریخ ولادت ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۰۵ھ

مطابق ۱۷ مئی ۱۸۸۸ء

تاریخ وفات ۲۲ اگست ۱۹۷۶ء

تا بقدر عمر صرف رہ پار کردہ ایم

کارے نکردہ ایم ہمیں کار کردہ ایم

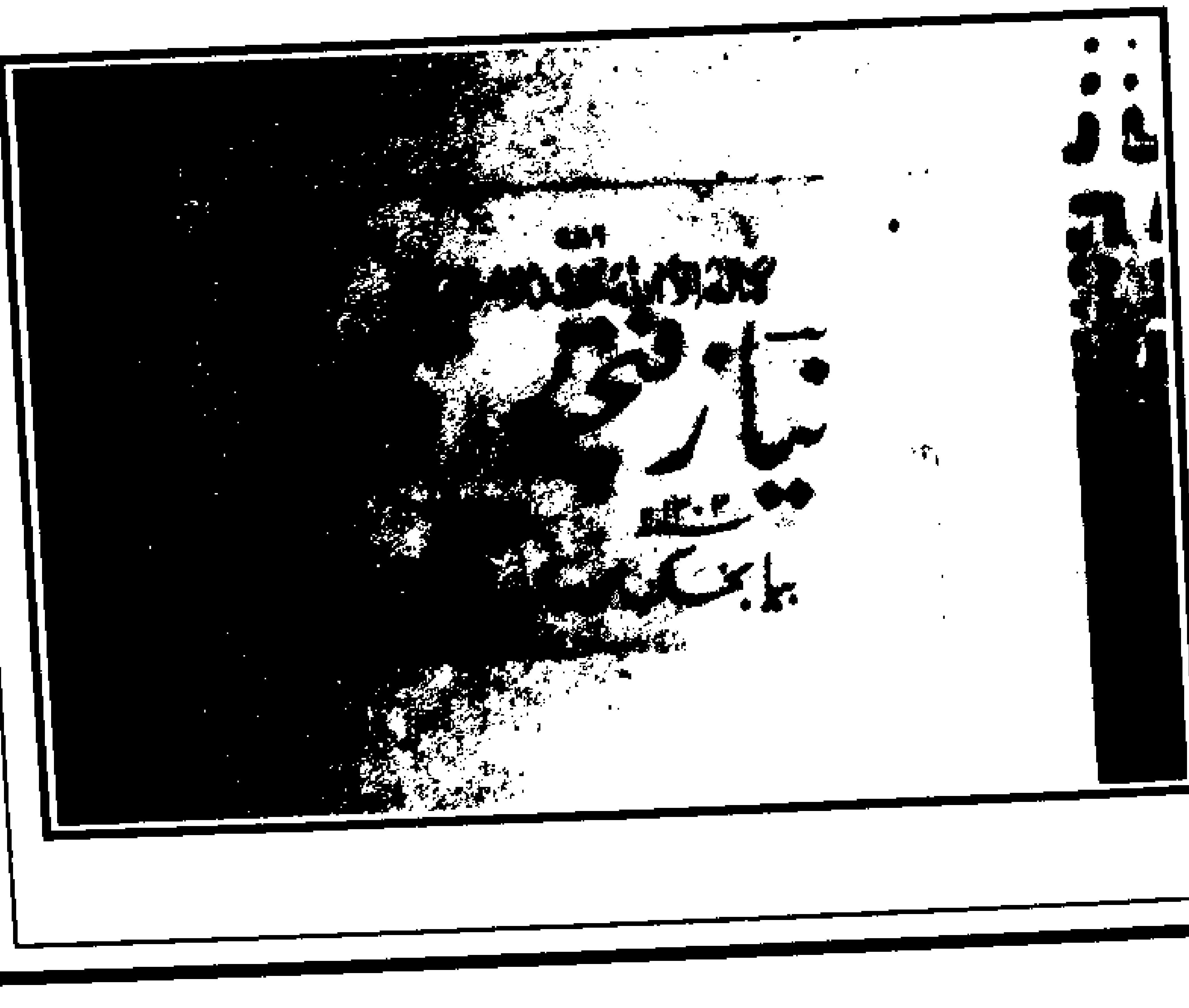

Marfat.com

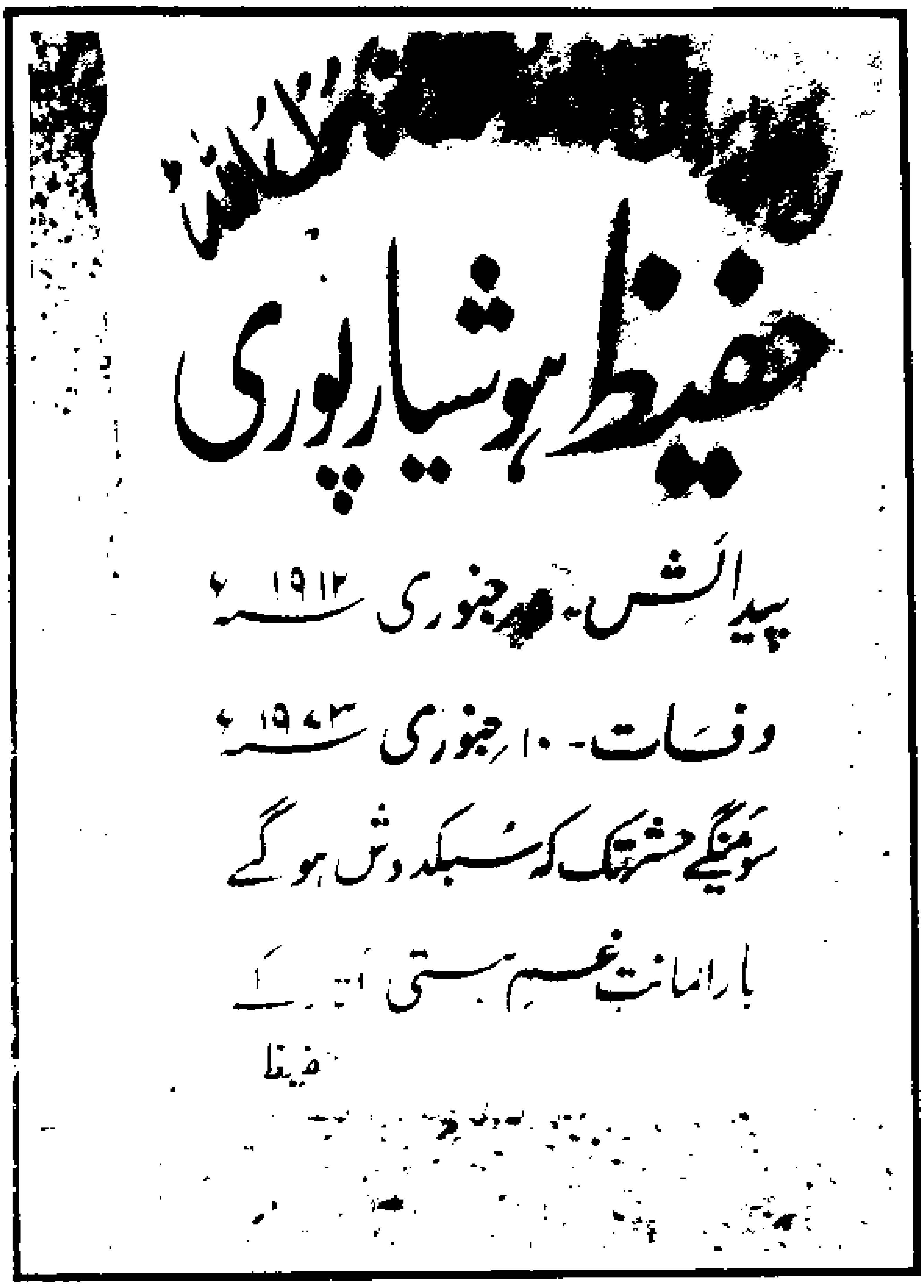
حفیظ ہوشیارپوری
پیدائش جنوری ۱۹۱۲ء
وفات ۱۰ جنوری ۱۹۷۳ء
سوئیں گے حشر تک کہ سبکدوش ہو گئے
بار امانت غم ہستی
حفیظ

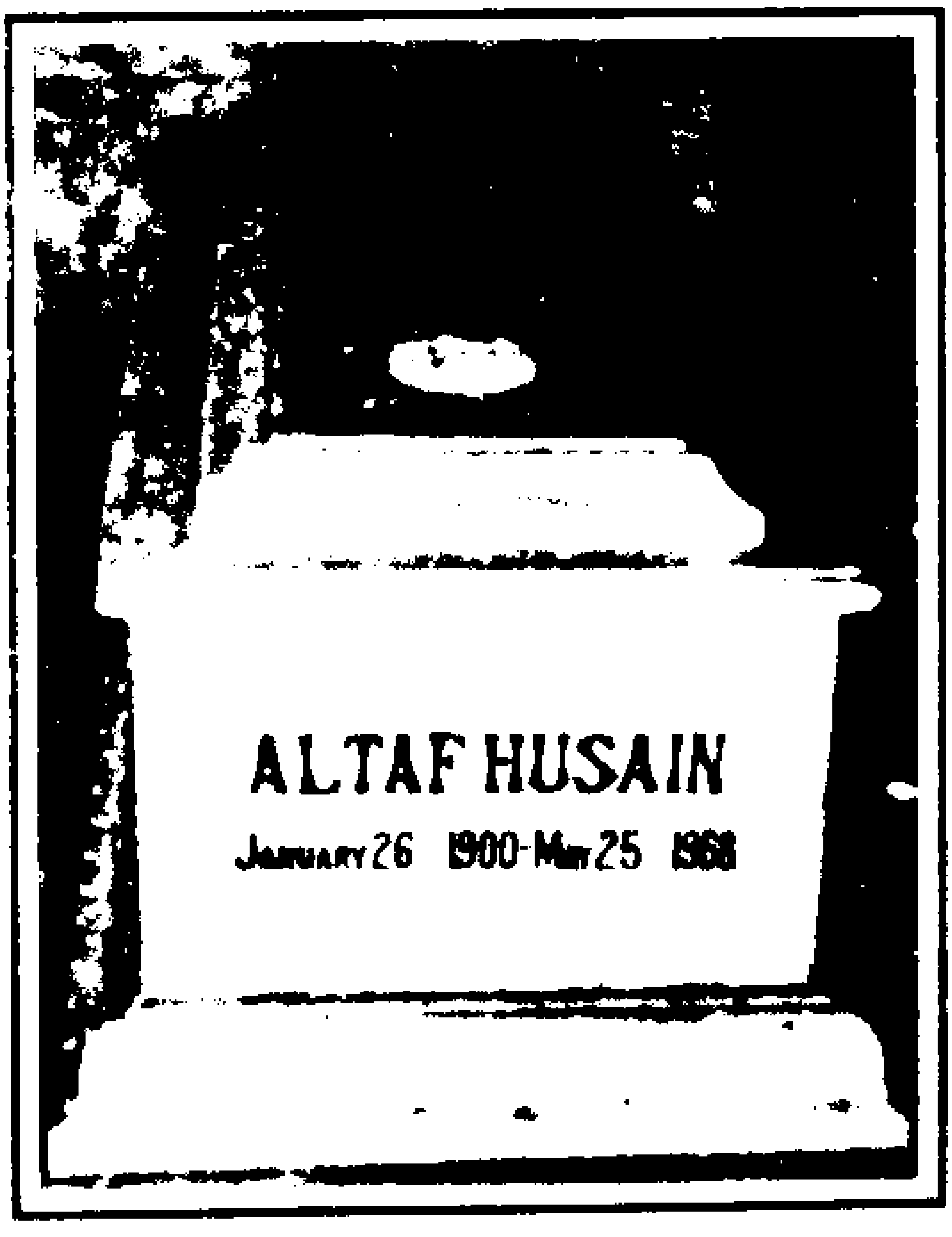
ALTAF HUSAIN
JANUARY 26 1900-MAY 25 1968

Marfat.com

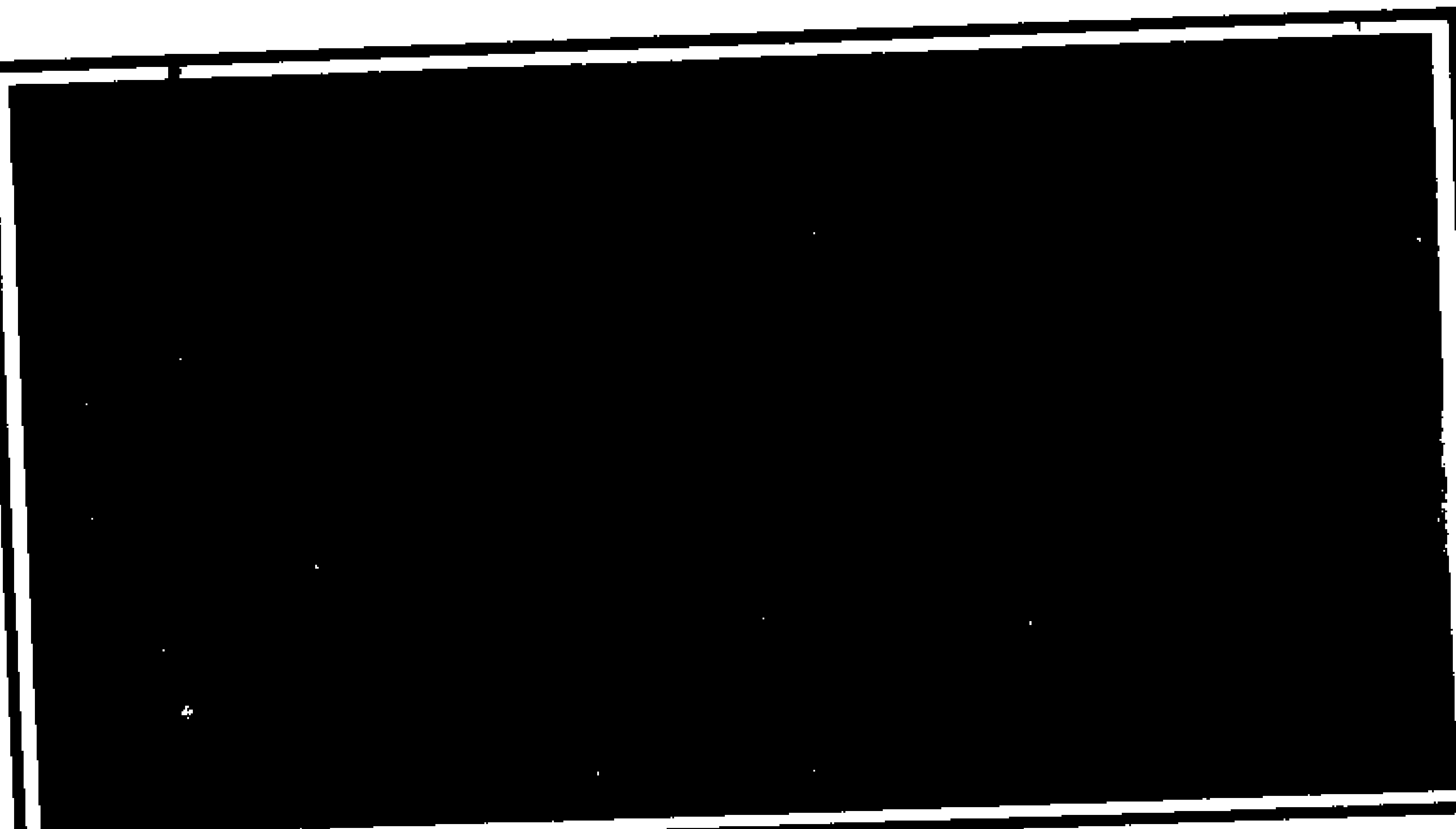

Marfat.com

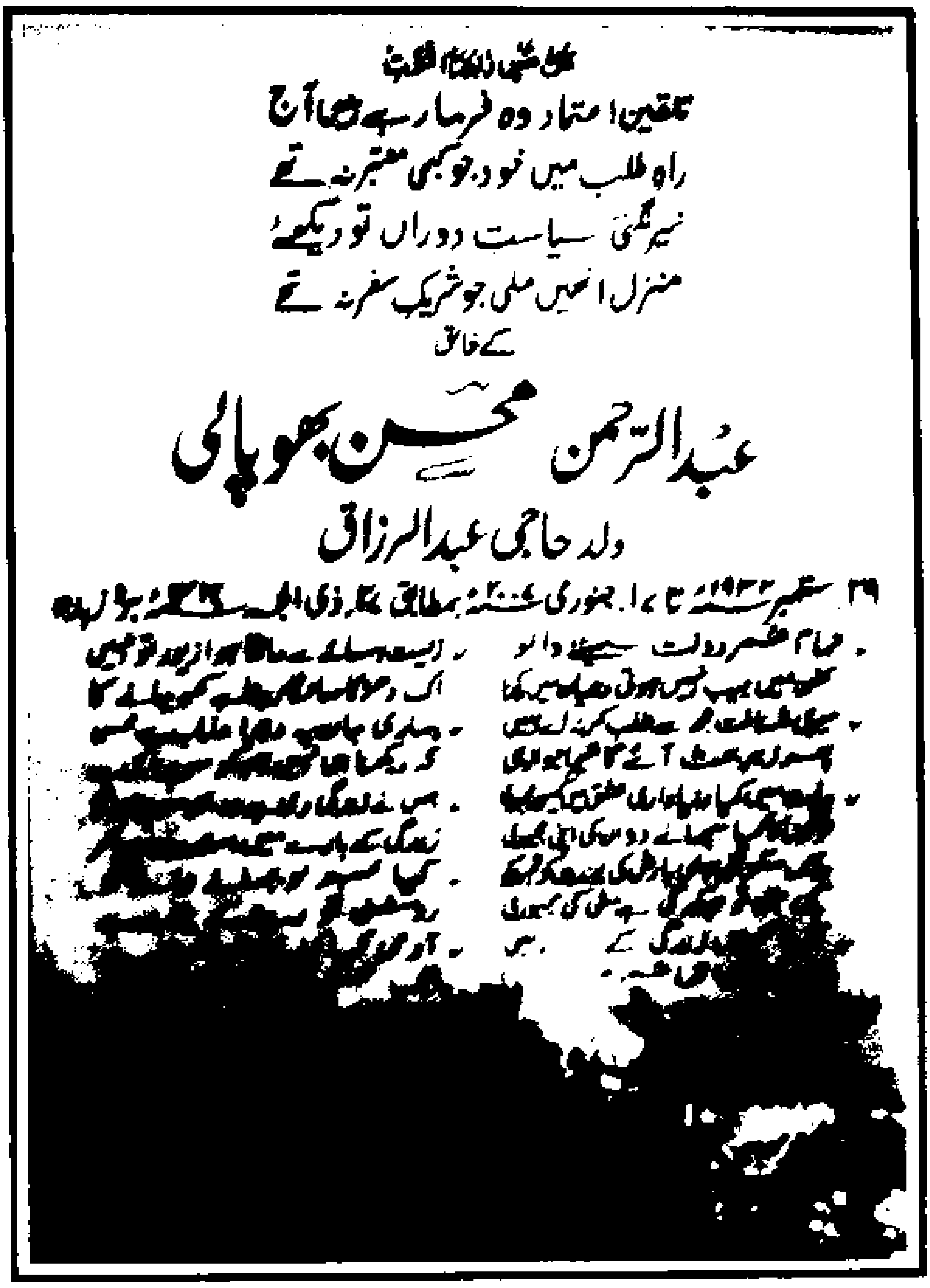
تلقین استاد وہ فرما رہے ہیں آج
راہ طلب میں خود جو کبھی معتبر نہ تھے
نیرنگیٔ سیاست دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے
کے خالق
عبدالرحمن محسن بھوپالی
ولد حاجی عبدالرزاق

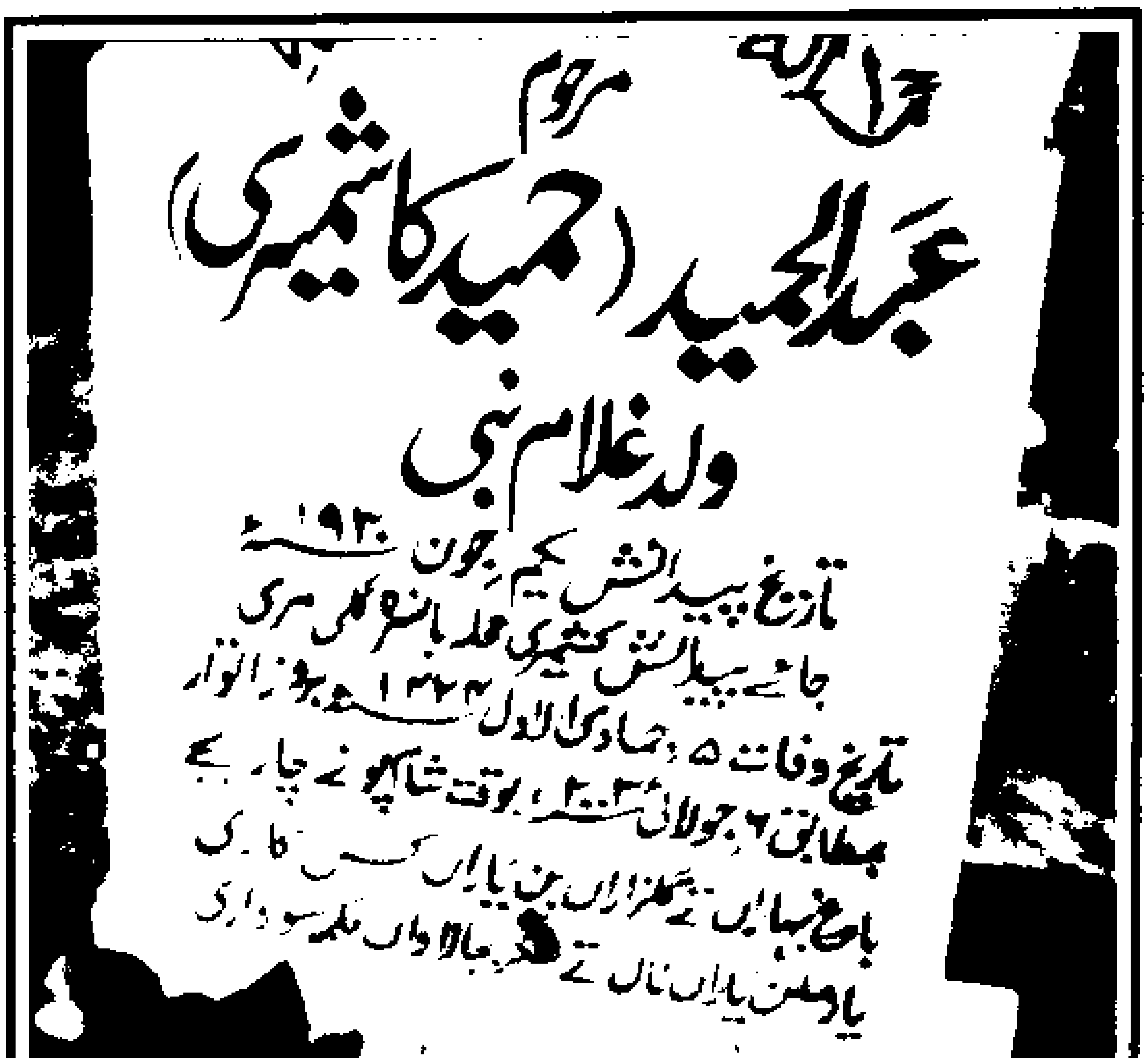
مرحوم
عبدالحمید (حمید کاشمیری)
ولد غلام نبی
تاریخ پیدائش یکم جون ۱۹۳۰ء
تاریخ وفات ۵ جمادی الاول

Marfat.com

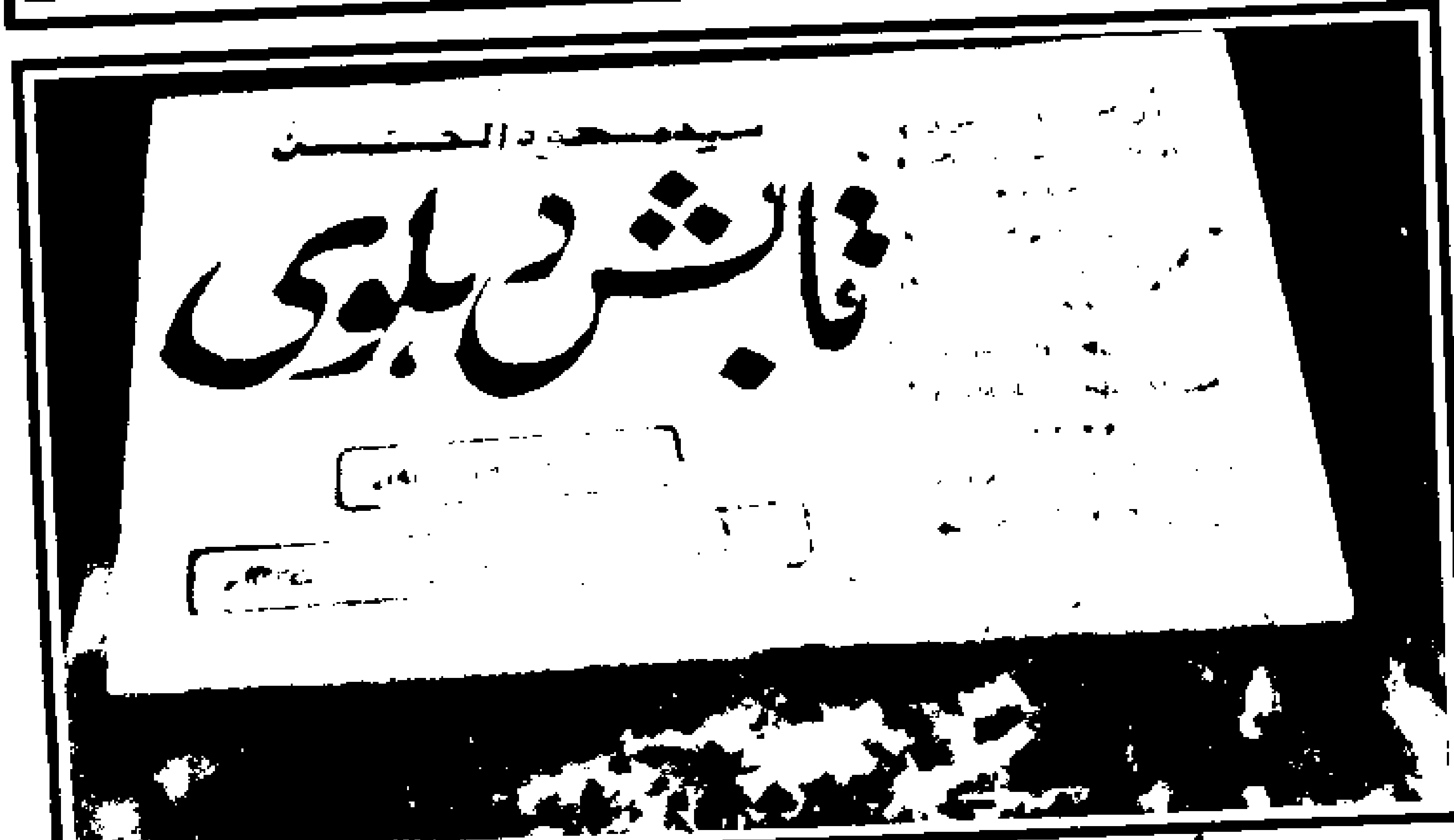

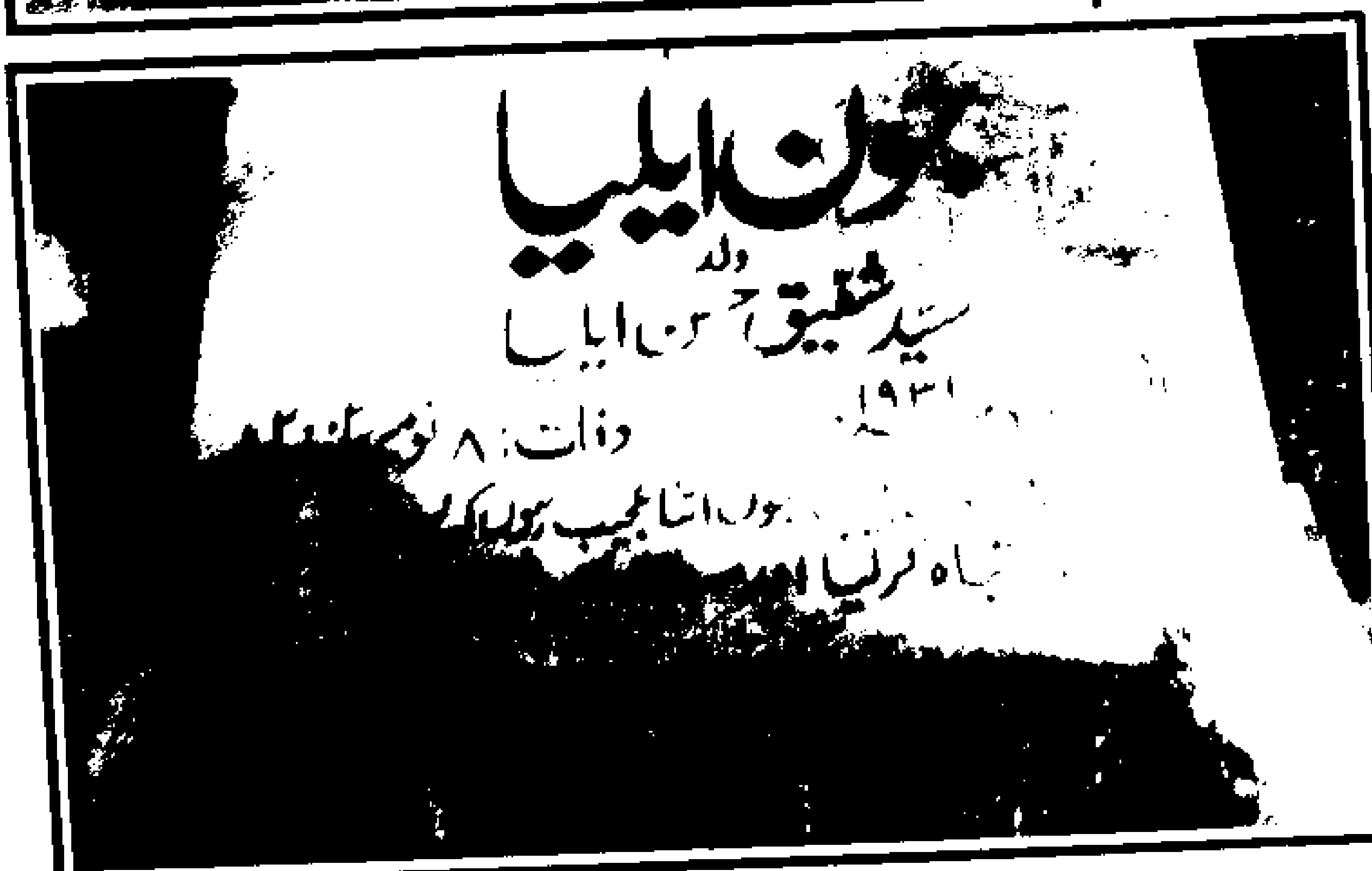

Marfat.com

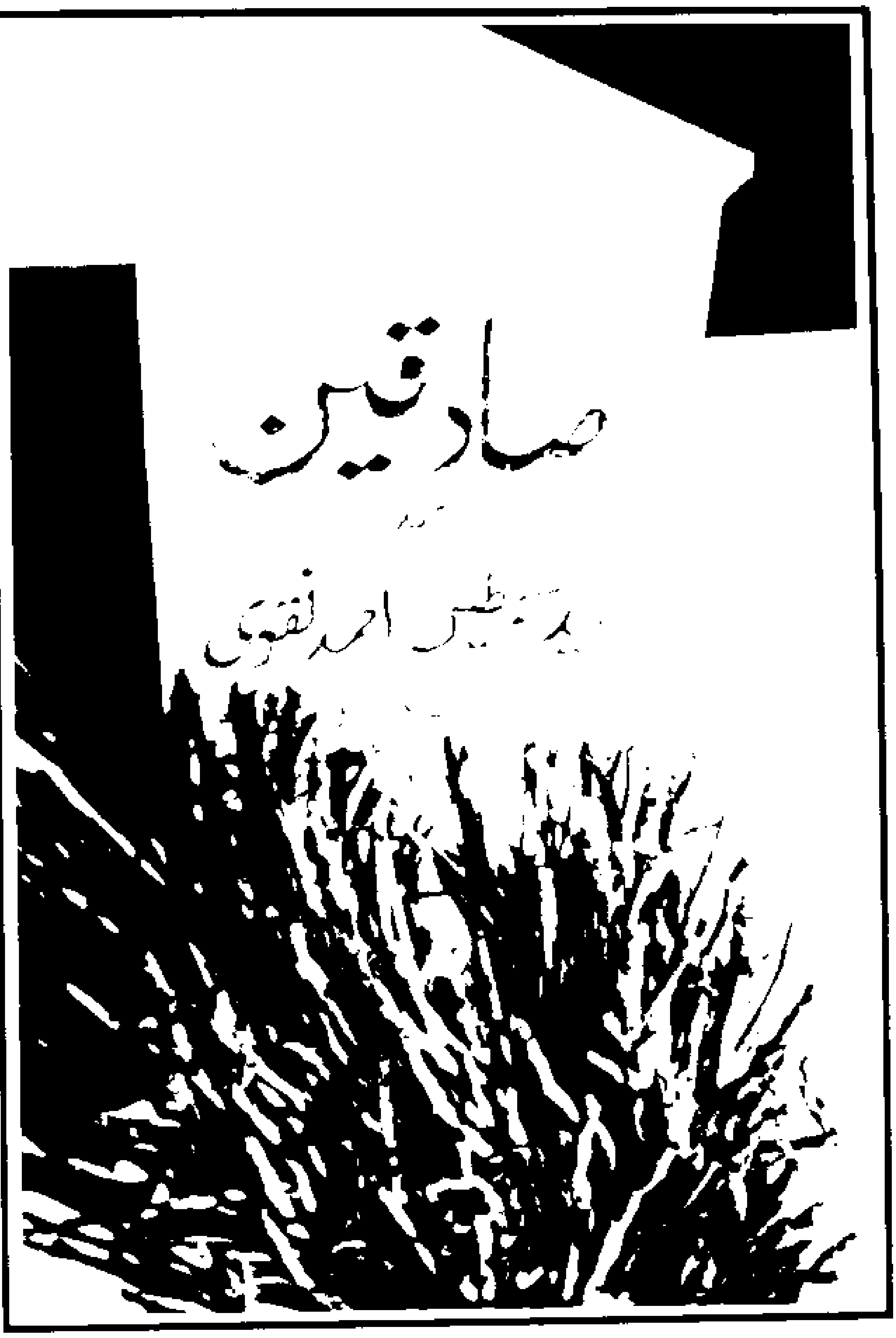

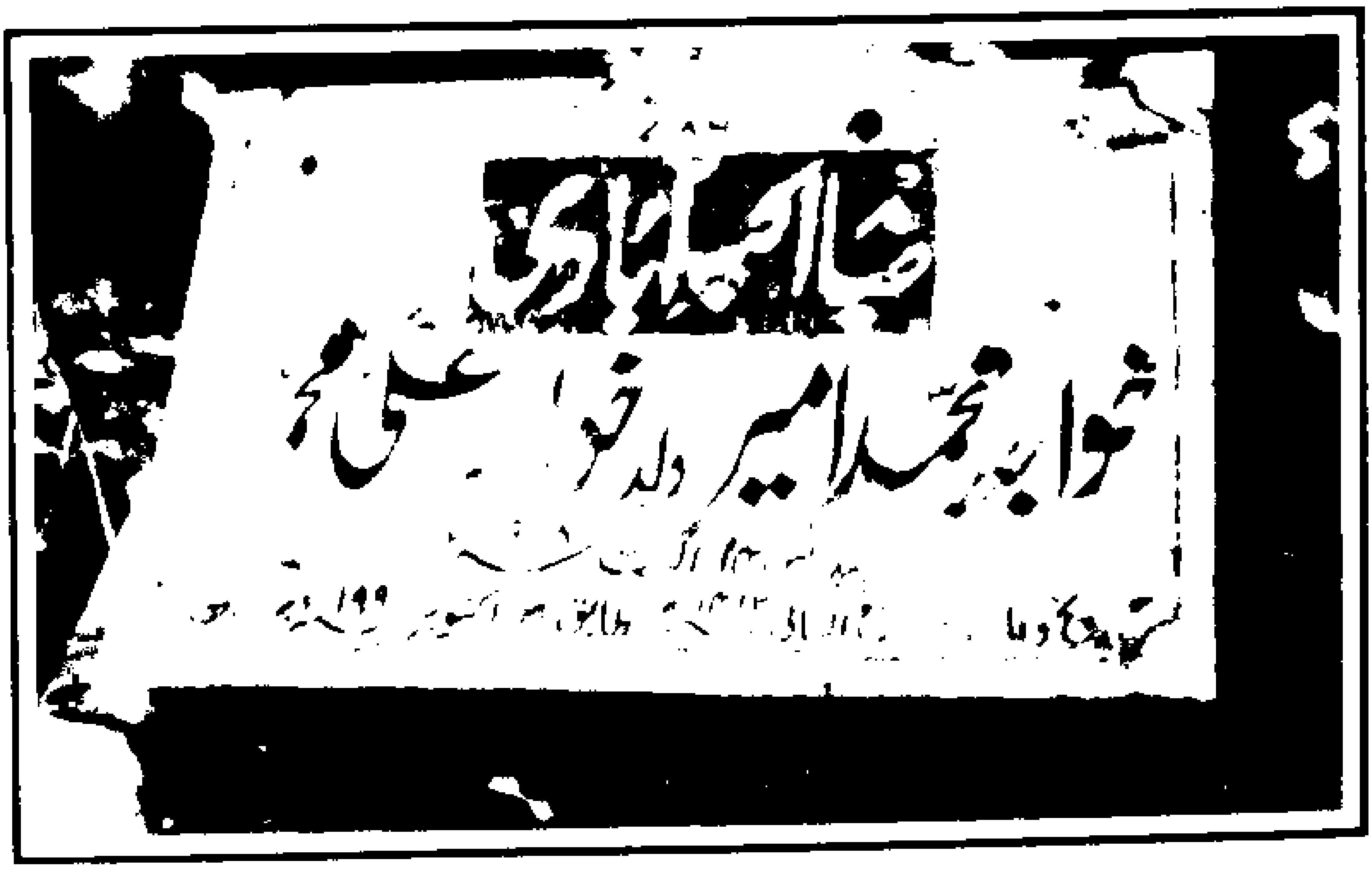

Marfat.com

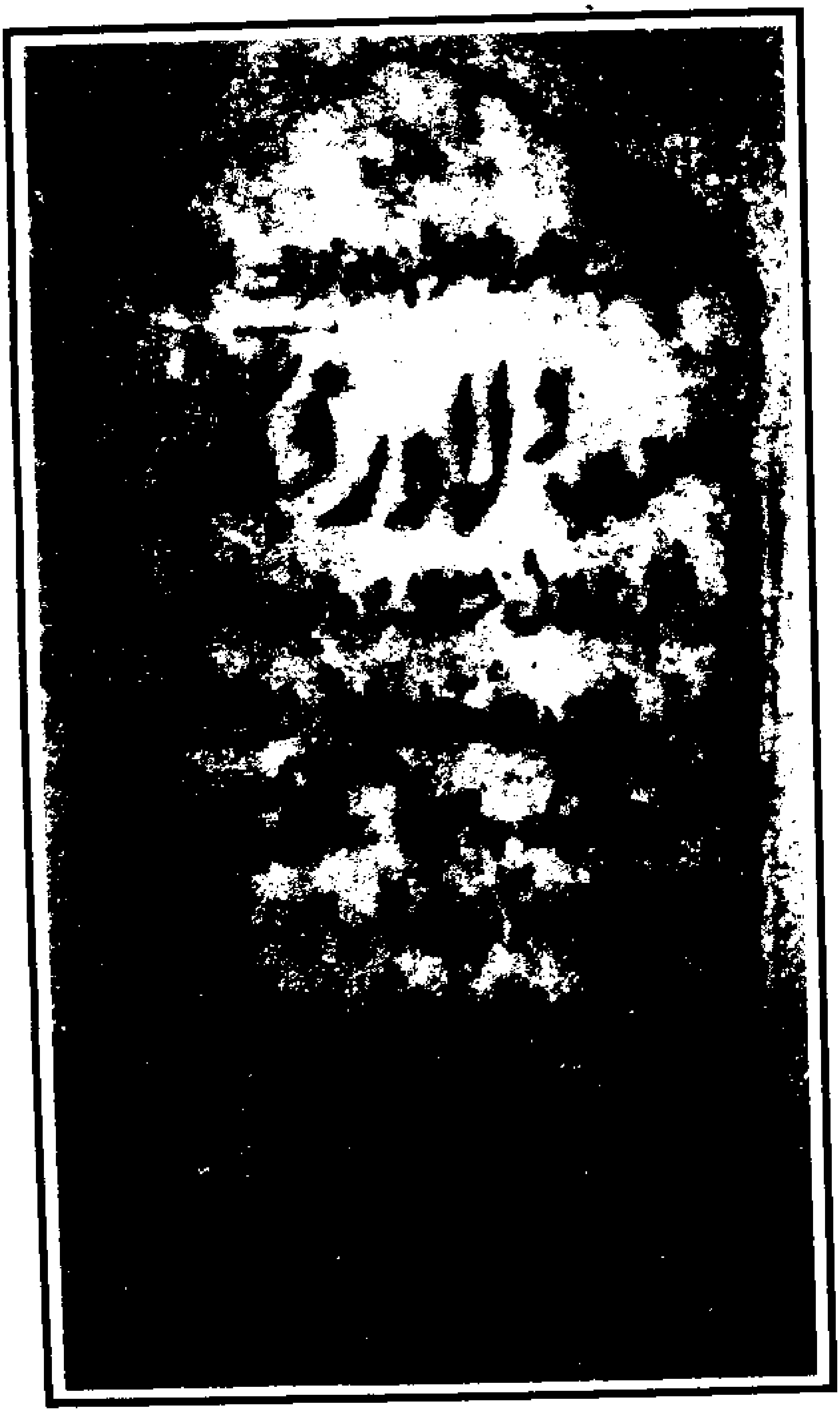

Marfat.com

کے بعد 17 جولائی 2005ء کو اورنگی ٹاؤن کراچی میں وفات پا گئے۔ ان کی ابدی آرام گاہ الفتح قبرستان کراچی میں ہے استاد محبوب عالم زندگی بھر بھارتی حکومت سے مطالبہ کرتے رہے کہ بہادر شاہ ظفر کے پڑپوتے کے طور پر۔ دہلی کا لال قلعہ اور دوسری جائیداد ان کے حوالے کی جائے۔

بشیر فاروق

ملک کے ممتاز شاعر اور تحریک پاکستان کے کارکن بشیر فاروق کی عمر 94 سال تھی۔ ان کی تاریخ وفات 19 فروری 2007ء ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ پی ای سی ایچ سوسائٹی قبرستان طارق روڈ کراچی میں ہے۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ ان کے اکلوتے بیٹے کا پہلے ہی انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے سوگواروں میں بیوہ شامل ہے۔ مرحوم بشیر فاروق روزنامہ ''نوائے وقت'' کے لئے قطعات لکھتے تھے۔ اور انہیں تحریک پاکستان میں خدمات پر گولڈ میڈل بھی مل چکا ہے۔

انور پیرزادہ

سندھ کے معروف ترقی پسند شاعر، محقق اور ادیب انور پیرزادہ نے عملی زندگی کا آغاز درس و تدریس سے کیا۔ تاہم بعد میں انہوں نے پاکستان ایئر فورس میں شمولیت اختیار کر لی۔ مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کے دوران چٹاگانگ میں تعینات تھے۔ اس پرآشوب دور کی صورتحال کے بارے میں ایک دوست کو لکھے گئے خط میں انہوں نے مشرقی پاکستان کے لوگوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر کیا۔ لیکن ان کا خط حکام کے ہاتھ لگ گیا۔ اور انہیں کورٹ مارشل کے ذریعے ائرفورس کی ملازمت سے برخاست کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ رہائی کے بعد وہ صحافت کے پیشے سے منسلک ہو گئے

Marfat.com

جیل میں انہوں نے صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام کا مطالعہ کیا۔ان کا تعلق ضلع لاڑکانہ کے دیہات سے تھا۔جو ترقی پسند سیاستدانوں اور ادیبوں کی سرگرمیوں کے حوالے سے اپنی الگ پہچان رکھتا تھا۔ان کی ترقی پسند شاعری کے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ان کی تاریخ وفات 8 جنوری 2007ء ہے۔

حکیم ناصر

مشہور و معروف غزل ''جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے'' کے خالق نامور شاعر اور نظامی دواخانہ کے سربراہ حکیم ناصر دماغ کی شریان پھٹ جانے کے باعث 28 جولائی 2007ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔مرحوم دو مجموعہ ہائے کلام کے خالق تھے ایک ''جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے'' اور دوسرا ''تم تو نہ مل سکے'' ان کی وفات سے چند ماہ پہلے منظر عام پر آیا ہے۔حکیم ناصر، حکیم نصیر الدین نظامی کے صاحبزادے ہیں مرحوم نے سوگواروں میں ایک بیوہ اور 5 بچے چھوڑے ہیں۔مرحوم راغب مراد آبادی کے شاگردوں میں سے ایک تھے جنہوں نے راغب مراد آبادی کی قربت میں کئی سال کا عرصہ گزارا۔وفات کے وقت ان کی عمر 61 برس تھی۔حکیم ناصر نے ''جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے'' سے ملک گیر شہرت حاصل کی۔

تاجل بے وس

سندھی کے ممتاز شاعر تاجل بے وس 70 سال کی عمر میں کراچی میں 13 دسمبر 2008ء کو وفات پا گئے۔ان پر فالج کا حملہ ہوا تھا۔ان کی رہائش گلستان جوہر میں تھی۔ان کی ابدی آرام گاہ تاریخی قبرستان چوکھنڈی میں ہے۔مرحوم کی علمی، ادبی خدمات قابل ذکر ہیں۔اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کی وجہ سے خوب شہرت پائی۔

Marfat.com

ڈاکٹر ریاض الاسلام

سینئر مورخ اور محقق ڈاکٹر ریاض الاسلام 14 اگست 2007ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ مرحوم نے بہت سی معرکۃ الآراء کتب لکھیں۔ ان کی ادبی خدمات قابل ذکر ہیں۔

شیخ عبدالکریم صدیقی (حیرت لکھنوی)

شیخ عبدالکریم صدیقی (حیرت لکھنوی)، ولد شیخ مصطفٰے علی صدیقی کی تاریخ پیدائش 31 جولائی 1912ء لکھنؤ (انڈیا) ہے۔ اور تاریخ وفات جمعرات 26 جنوری 1984ء 4 بجے شام کراچی ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔ یہ ایک چار دیواری میں ہے اور ساتھ ان کی بیگم محوِ خواب ابدی ہیں کتبے پر ان کے اپنے کہے ہوئے اشعار درج ہیں۔ اس وقت ہم صرف ایک شعر پیش کرتے ہیں۔

فرشتے نے آ کر پوچھا کہ کیا کیا ساتھ لائے ہو
میں کہہ دوں گا دو عالم کا اُجالا ساتھ لایا ہوں

یہ اشعار انہوں نے مدینہ منورہ میں کہے تھے۔ اور یہ ان کا آخری کلام تھا۔

سید ناصر جہاں

سید ناصر جہاں ولد سید منصف جہاں ملک کے معروف نوحہ خواں تھے۔ ان کے بیٹے کا نام اسد جہاں ہے۔ مرحوم کی تاریخ وفات 17 جمادی الاول 1411ھ بمطابق 6 دسمبر 1990ء جمعرات ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ قبرستان سخی حسن میں ایک درمیانی پگڈنڈی کے کنارے واقع ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

علامہ سید منیر علی جعفری

علامہ سید منیر علی جعفری ولد مولانا سید بصیر علی جعفری مرحوم معروف شاعر تھے۔

Marfat.com

ان کی تاریخ وفات 26 ربیع الثانی 1416ھ بمطابق 21 ستمبر 1995ء جمعرات ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ قبرستان سخی حسن میں ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

سید شوکت علی ''ساقی جاوید''

سید شوکت علی ولد سید ارشاد علی ملی نغموں کے مشہور شاعر تھے ''چاند میری زمین پھول میرا وطن'' کے تخلیق کار کی تاریخ وفات 13 شعبان 1414ھ بمطابق 26 جنوری 1994ء ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان میں ہے۔مرقد پختہ لال رنگ کے پتھر میں مزین ہے۔قبر اندر سے کچی ہے۔اس میں موسمی پھول لگتے ہیں۔قبر کے ایک جانب ملی نغمے کے بول ''چاند میری زمین، پھول میرا وطن'' درج ہیں۔

ابنِ انشاء

ابن انشاء کا اصلی نام شیر محمد تھا۔مشرقی پنجاب کے ضلع جالندھر کی تحصیل پھلور کے ایک گاؤں ''تھلہ'' میں پیدا ہوئے۔باپ کا نام منشی خاں تھا، جو کھوکھر برداری سے تعلق رکھتے تھے اور کھیتی باڑی کرتے تھے۔ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں اور نواحی قصبات کے سکولوں میں حاصل کی۔اور لدھیانہ سے میٹرک کا امتحان امتیاز کے ساتھ پاس کیا۔لیکن مالی مشکلات کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ملازمت کی ابتداء ملٹری اکاؤنٹس میں ایک معمولی اسامی سے کی۔لیکن پرائیویٹ طور پر تعلیم جاری رکھی اور 1946ء میں بی۔اے کا امتحان پاس کیا۔قیام پاکستان کے ساتھ ہی وہ ہجرت کرکے لاہور آ گئے۔اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔ بعد ازاں اپنی محنت اور کوشش سے ترقی کرتے ہوئے، پاکستان نیشنل بک سنٹر کے سربراہ اور یونیسکو کے پاکستان آفس کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔اس ادارے سے وابستگی کی وجہ سے ان کو سفر کرنے اور دنیا گھومنے کے وافر

Marfat.com

مواقع میسر آئے جس کے نتیجے میں اُردو سفر ناموں میں نئے اور شگفتہ اضافے ہوئے۔ ان کے سفر ناموں میں ''چلتے ہو تو چین کو چلیے'' اور ''ابن بطوطہ کے تعاقب میں'' نے خاصی شہرت حاصل کی۔

ابن انشا کو آغازِ عمر ہی سے شعر و شاعری سے شغف تھا۔ ان کے شعری مجموعوں میں ''چاند نگر''، اور ''دل وحشی'' شامل ہیں۔ ابن انشاء نے اپنی زندگی میں کالم نگاری بھی کی۔ سفر نامے لکھے اور تراجم بھی کیے لیکن ان کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی حس مزاح سے بھرپور شگفتہ اور رواں دواں نثر ہے۔ جس نے صحافیانہ تحریروں کو بھی بلند پایہ ادبی مرتبہ اور زندہ جاوید شان عطا کر دی ہے۔ ابن انشاء کی اہم تصانیف میں ''اردو کی آخری کتاب''، ''خمارِ گندم''، ''آوارہ کی ڈائری'' اور ''دنیا گول ہے'' شامل ہیں۔

ابنِ انشاء (شیر محمد) کے مزید تعارف کے لئے مضمون کا یہ حصہ نامور دانشور ممتاز مفتی کی تحریر سے لیا گیا ہے۔

شیر محمد 1927ء میں پھلور کے قریب ایک گاؤں تھلہ میں رنگڑ راجپوت خاندان میں پیدا ہوئے۔ باپ منشی خان ایک معمولی کسان تھا۔ تھوڑی سی زمین تھی۔ مشکل سے گزارا ہوتا تھا۔ اس دلخراش حقیقت کو بدلنے کے لئے پنجابی شعر کہنے کا شغل اپنا رکھا تھا۔ اچھے شعر کہتا تھا، یوں گزر بسر ہو رہی تھی۔ شیر محمد کو بچپن میں بکریاں چرانا پڑیں۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ آٹھویں جماعت میں ایک ہفتہ وار ادبی جریدہ شائع کرنا شروع کیا۔ یہ جریدہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہوتا۔ شیر محمد خود کاتب تھا۔ خود ہی مدیر۔ سرکولیشن تو بہت تھی لیکن تعداد اشاعت صرف ایک تھی۔ ہاتھ سے لکھا جاتا ہاتھوں ہاتھ پڑھا جاتا۔

ابن انشاء کا پہلا نام شیر محمد خان تھا۔ پھر اس کے ساتھ چودھری کا اضافہ ہو گیا۔ جب وہ جریدے کا مدیر بنا تو لازم تھا کہ اپنے نام کے ساتھ تخلص کا اضافہ کرے۔

Marfat.com

بہت سوچ بچار کے بعد اس نے اپنا نام ''چودھری شیر محمد خان مایوس صحرائی عدم آبادی'' رکھ لیا۔ دیر تک یہی نام چلتا رہا، پھر احساس ہوا کہ یہ نام بہت لمبا ہے۔ اسے بدل کر قیصر صحرائی کہلوانا شروع کر دیا جوانی میں وہ پھر سے نام سے غیر مطمئن ہو گیا۔ اب کی بار اپنے والد منشی خان کے حوالے سے ابن انشاء نام اپنا لیا۔ دسویں جماعت لدھیانہ سے جیسے تیسے پاس کی۔ لدھیانہ میں اپنے جریدے کی وجہ سے ادیبوں اور ادب پسندوں سے راہ و رسم ہو گئی۔ ساحر لدھیانوی، حمید اختر اس کے پرانے دوستوں میں سے ہیں''۔

ابن انشاء کا انتقال 11 جنوری 1978ء کو لندن میں ہوا اور وہاں کی تدفین کراچی میں پاپوش نگر قبرستان میں ہوئی مین روڈ پر ایک لنٹر والی چھت کے مرقد نیچے مرقد ہے۔ وہاں دو تین قبریں اور ہیں۔ کتبے نہیں لگائے گئے۔

رئیس امروہوی

ان کا خاندانی نام سید محمد مہدی عرف اچھن تخلص رئیس اور قلمی نام رئیس امروہوی تھا۔ 12 ستمبر 1914ء کو امروہہ ضلع مراد آباد (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ ان کے جدِ اعلیٰ کا نام سید حسین شرف الدین تھا۔ جنہیں شاہ ولایت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ شاہ ولایت صاحب جن کا مزار امروہہ میں واقع ہے۔ یہ کرامت خاصی شہرت رکھتی ہے کہ ان کے مزار کے احاطے میں پایا جانے والا زہریلا بچھو ڈنگ نہیں مارتا۔

رئیس امروہوی کے والد علامہ سید شفیق حسن خود بھی ایک مستند شاعر تھے۔ جن کا تخلص ایلیا تھا۔ رئیس امروہوی کو شعر و ادب میں جو کچھ بھی ملا وہ انہیں اپنے والد سے ورثے میں ملا۔ ان کی تعلیم و تربیت اس زمانے کے رواج کے مطابق خاندان میں ان کے دادا سید نصیر حسن صاحب کی نگرانی میں ہوئی۔ خلیفہ جعفر حسین ان کو تعلیم دیتے تھے۔ اردو، فارسی اور عربی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انگریزی انہوں نے خود سیکھی۔

Marfat.com

رئیس صاحب کی ادبی زندگی کا آغاز انتہائی نوعمری میں ہوا۔ وہ دس برس کی عمر میں شعر موزوں کرنے لگے تھے۔ 1931ء سے ان کا ابتدائی کلام روزنامہ ''اسد''، روزنامہ ''سرفراز لکھنؤ''، ہفت روزہ ''حمایت اسلام'' لاہور، رسالہ ''حیات'' امروہہ، ماہنامہ ''ادراک'' امروہہ، ہفت روزہ ''اتحاد''، ''انصاف''، ''قرطاس'' اور ''پبلک گزٹ'' وغیرہ میں شائع ہونے لگا۔ انہوں نے پہلا افسانہ ''سنگ تراش'' کے عنوان سے 1930ء میں لکھا جو ماہنامہ ''حیات'' امروہہ میں شائع ہوا۔ 1930ء سے 1939ء کے دوران انہوں نے بے شمار مضامین نظم ونثر کے لکھے جو اُس دور کے مستند، اخبارات ورسائل میں شائع ہوئے۔ 1936ء میں رئیس امروہوی نے امروہہ کے دو اخبارات قرطاس اور مخبر عالم کے ادارتی فرائض انجام دیئے اور 1939ء سے باضابطہ صحافت کو بطور پیشہ اختیار کرلیا۔

رئیس امروہوی کا کہنا ہے کہ وہ 1937ء تک کانگرس سے وابستہ رہے اور جواہر لعل نہرو کے ساتھ بہت کام کیا۔ لیکن جب انہیں اندازہ ہوا کہ کانگرس مسلمانوں کے ساتھ مخلص نہیں تو وہ 1940ء میں مسلم لیگ میں بطور رضا کار شامل ہوگئے۔ 1947ء کو آپ ہجرت کرکے پاکستان آگئے اور کراچی میں سکونت اختیار کی۔ یہاں وہ بحیثیت مدیر روزنامہ ''جنگ'' کراچی سے وابستہ رہے۔

رئیس امروہوی نے قطعہ نگاری کا آغاز 31۔ جنوری 1938ء سے روزنامہ ''جنگ'' سے کیا تھا۔ جو زندگی کی آخری سانس تک جاری رہا۔ قطعہ نگار کی حیثیت سے ان کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ انہوں نے سرمایہ ادب میں بے پناہ اضافہ کیا۔ نثر سے انہوں نے ریڈیائی ڈرامے، تاریخی اور مذہبی مضامین کے علاوہ نفسیات، مابعد النفسیات، جنسیات، توجہات، مراقبہ، جنات، عالم برزخ، حاضرات ارواح، عالم ارواح وغیرہ پر

Marfat.com

مبنی کتابیں تحریر کی ہیں۔ رئیس امروہوی کی تصانیف کی تعداد کافی ہے۔ مرحوم ایک بلند پایہ صحافی اور شاعر تھے۔ وہ پاکستان کی صحافت پر آخری سانس تک چھائے رہے۔ شاعری میں ہر صنف سخن پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ قطعہ نگاری پر جو قدرت رئیس امروہوی کو حاصل تھی وہ ان کے بعد دیکھنے میں نہیں آئی۔ 22 ستمبر 1988ء کو یہ دانشور، صحافی، نامور شاعر علم و ادب کا روشن چراغ گل ہو گیا۔ اس بے ضرر انسان دوست اور معصوم شاعر کو کسی ظالم سنگ دل نے شہید کر دیا۔ ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان مین گیٹ دائیں جانب ایک احاطہ چار دیواری میں ہے۔

(فرنٹ دیوار پر لگا یادگاری کتبہ)

ابدی آرام گاہ جہاں رئیس الشعراء حضرت رئیس امروہوی دفن ہیں۔ ملک کے ممتاز شاعر، ادیب، دانشور حضرت رئیس امروہوی جن کا اصل نام سید محمد مہدی اور عرفیت اچھن تھی کی پیدائش 21 شوال 1332ھ بمطابق 12 ستمبر 1914ء بروز دوشنبہ نو اور دس بجے کے درمیان ہوئی۔ ان کی فلاحی، سماجی، ادبی خدمات تاریخ میں یادگار رہیں گی۔ ایسے فرشتہ صفت انسان کو ایک نامعلوم قاتل نے 9 صفر 1409ء بمطابق 22 ستمبر 1988ء یوم جمعرات بوقت 5 بجکر 40 منٹ پر اس وقت گولی کا نشانہ بنایا۔ جب وہ اپنی لائبریری میں اپنی سوانح عمری لکھ رہے تھے۔ سوانح عمری میں انہوں نے لکھا تھا کہ یہ ان کی آخری تحریر ہوگی۔ اس تحریر کے بیسویں صفحے پر ان کے خون کے دھبے پڑے ہوئے ہیں۔ قاتل کی گولی کا نشانہ بننے کے ایک گھنٹہ بعد حضرت رئیس امروہوی نے لیاقت لیاقت میڈیکل ہاسپٹل سے داعی اجل کو لبیک کہا اور شہید قلم اِنَّالِلّٰہِ وَنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ۔

رئیس امروہوی میموریل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

(دیوار پر لگا یادگاری کتبہ)

Marfat.com

رئیس امروہوی میموریل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

کتبہ نصب کردہ بتاریخ 22 ستمبر 1991ء

جناب میر خلیل الرحمٰن	چیئرمین ٹرسٹی
جناب پروفیسر بزم انصاری	مینجنگ ٹرسٹی
جناب جسٹس صلاح الدین مرزا	ٹرسٹی
جناب اشفاق احمد میمن	ٹرسٹی
جناب عبدالحفیظ باحلیم	ٹرسٹی
جناب محمد محمود احمد	ٹرسٹی
جناب اختر فیروز	ٹرسٹی
جناب اقبال مہدی	ٹرسٹی
جناب ایم ایم بخش	ٹرسٹی
جناب عبدالقادر توکل	ٹرسٹی
جناب سلام دادا بھائی	ٹرسٹی
محترمہ بیگم رئیس امروہوی	ٹرسٹی
جناب عبدالنعیم	ٹرسٹی
جناب محمد یوسف القادری	ٹرسٹی
جناب سید عاطف اللہ شاہ	ٹرسٹی
جناب ایس ایچ ہاشمی	ٹرسٹی

علامہ سیماب اکبرآبادی

علامہ سیماب اکبرآبادی کی تاریخ پیدائش 1880ء اکبرآباد (آگرہ) ہے۔

Marfat.com

اوران کی تاریخ وفات 31 جنوری 1951ء کراچی 11 بجے دن ہے۔ قائداعظم کے مزار سے جانب جنوب ایک فرلانگ کے فاصلے پر جیکب لائن کوارٹرز سے قریب ایک ٹیلے پر علامہ سیماب اکبرآبادی کا مزار ہے۔ مرحوم نے قرآن کریم کا منظوم ترجمہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ ان کا شمار اُردو شاعری کے اساتذہ میں ہوتا ہے۔ علامہ کی خدمات جلیلہ کے اعتراف کے طور پر حکومت پاکستان نے آپ کو" قومی ہجرہ ایوارڈ" اور حکومت سندھ نے آپ کو پاکستان موومنٹ کے اعلیٰ اعزازات سے نوازا ہے۔

علامہ عاشق حسین سیماب اکبرآبادی کا مزار تین بار تعمیر ہوا ہے۔ پہلے ان کی سادہ سی قبر تھی۔ اور اس پر کتبہ نصب نہیں تھا۔ قریبی مکان کی عقبی دیوار پر ان کا نام اور تاریخ وفات لکھی ہوئی تھی۔ اس کے بعد ایک وسیع و عریض چبوترے پر ان کا مزار تعمیر ہوا۔ جس کے چاروں اطراف لوہے کا خوب صورت جنگلہ لگا ہوا تھا جب یہ جگہ قائداعظم اکیڈمی کی تعمیر کے لئے مختص ہوئی تو چبوترہ گرا دیا گیا۔ اور قبر رہنے دی گئی۔ کتبہ دونوں طرف لکھا ہوا ہے۔

کتبہ پر ان کی شایانِ شان خوب صورت قطعہ تحریر ہے۔

دے گیا داغِ جدائی آخر ۔۔۔ وہ معظم وہ مکرم سیماب
فخرِ علم و ادب استادِ زماں ۔۔۔ فن کے اسرار کا محرم سیماب
قادری لکھ دو یہ تاریخ وفات ۔۔۔ نہ رہا شاعر اعظم سیماب

1951ء

پروفیسر حامد حسن قادری

ابنِ صفی

ابن صفی 26 جولائی 1928ء کو الہ آباد ضلع یو پی کے چھوٹے سے شہر نارا میں

Marfat.com

پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام اسرار احمد تھا۔ نارا سے تعلق رکھنے والے معروف شاعر نوح ناروی ان کی والدہ کے رشتہ دار تھے۔ اس لئے ابن صفی کا خاندان بھی ادبی تھا۔ انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں ''طلسم ہوش ربا'' کا مطالعہ کیا اس داستان نے جہاں ان کے ذہن میں تخلیقی اور تخلیاتی عناصر کی بنیاد ڈالی۔ وہیں اس کتاب کے محاورات اور تراکیب سے بھرپور زبان نے بھی ان کے ذہن کی تشکیل میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔

اپنے گھر میں انہوں نے اردو کی دیگر کلاسیکی کتابوں کے علاوہ ادب کی دوسری صنف کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ایک دفعہ انہیں ''عذرا'' اور ''عذرا کی واپسی'' جیسی دو کتابیں مل گئیں یہ رائڈر ہیگرڈ کے ناول ''شی'' کا ترجمہ تھیں۔

ابنِ صفی نے اس کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔ اور انہیں محسوس ہوا کہ اس طرح کی چیزیں تو وہ بھی لکھ سکتے ہیں۔ اور اس کے بعد انہوں نے اسرار ناروی کے نام سے لکھنا شروع کر دیا۔ جب وہ ساتوں جماعت میں تھے تو انہوں نے ایک افسانہ ''ناکام آرزو'' کے نام سے لکھا۔ جو بمبئی کے ہفت روزہ رسالہ ''شاید'' میں شائع ہوا۔ جس کے مدیر عادل رشید تھے۔ ابن صفی نے شاعری بھی کی۔ وہ جگر مراد آبادی کے طرز کلام سے متاثر تھے۔ انہوں نے اپنا شعری مجموعہ ''بازگشت'' کے عنوان سے ترتیب دیا تھا۔ جو ان کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا۔ آگرہ یونیورسٹی سے بی اے پاس کرنے کے بعد ابن صفی ایک سکول میں استاد مقرر ہو گئے اور اپنا ذاتی ماہنامہ الہ آباد سے جاری کیا۔ اس کی اشاعت میں انہیں اپنے دوست عباس حسینی کا تعاون حاصل ہوا۔ ''نکہت'' کی شکل میں ابن صفی کو اپنی تخلیقی صلاحیتوں اور فطری حس مزاح کے اظہار کا موقع ملا۔ انہوں نے ''نکہت'' میں ڈیڑھ سو سے زائد طنزیہ مضامین لکھے۔ جن میں کچھ پیروڈیاں بھی تھیں۔ ان میں سے مضامین کا انتخاب کتابی شکل میں شائع ہوا۔ جس کا عنوان ''ڈپلومیٹ مرغا'' تھا۔ اسے

Marfat.com

پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن صفی میں طنز و مزاح کی بے پناہ صلاحیتیں تھی۔ لیکن آگے چل کر ابن صفی کو جاسوسی ناول نگار کی حیثیت سے شہرت جاوداں حاصل ہونے والی تھی۔ اس سے انہوں نے چند انگریزی جاسوسی ناولوں کا ترجمہ کرنے کے بعد خود ناول لکھنے شروع کیے اور مارچ 1952ء میں جب ابنِ صفی کا پہلا ناول ''فریدی'' اور ''حمید'' کے بنیادی کرداروں پر مشتمل ''دلیر مجرم'' کے نام سے الہ آباد سے شائع ہوا تو پھر انہوں نے کبھی پیچھے مڑکر نہیں دیکھا۔ ''فریدی اور حمید'' کے کردار پر مشتمل تقریباً 45 ناولوں کی زبردست کامیابی کے بعد 1955ء میں انہوں نے ''عمران کا اچھوتا کردار'' تخلیق کیا۔ عمران، حمید، کرنل فریدی اور قاسم جیسے کرداروں کو انہوں نے زندہ جاوید بنادیا۔

جاسوسی ناولوں کی تشکیل کا خیال ان کے ذہن میں یوں آیا کہ اس زمانے میں گھٹیا قسم کے رومانی اور جنسی ناولوں کا بازار میں سیلاب سا آگیا تھا۔ اس زمانے کی نوجوان نسل تباہ ہو رہی تھی۔ اس وقت ابن صفی نے اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے جاسوسی ناول لکھنے شروع کیے۔ تو انہوں نے مقبولیت کے سارے ریکارڈ توڑ دیئے۔ 1952ء میں ابن صفی پاکستان چلے آئے۔ یہاں انہوں نے ''عمران سیریز'' اور ''جاسوسی دنیا'' کے علاوہ ہر ماہ ایک ناول شائع کرنا شروع کردیا۔ جلد ہی وہ وقت آگیا کہ وہ اردو کے سب سے زیادہ مقبول اور سب سے زیادہ پڑھنے جانے والے ادیبوں میں شامل ہو گئے۔ لوگ ان کے ناولوں کا بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔ 1960ء میں ابن صفی شدید علیل ہوگئے اور تین برسوں تک وہ کچھ نہ لکھ سکے۔ صحت یابی کے بعد ان کا پہلا ناول ''ڈیڑھ متوالے'' شائع ہوا۔ اور اس کی اتنی زبردست پذیرائی ہوئی کہ پندرہ ہی دنوں کے بعد اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا پڑا۔

ابنِ صفی کے ناول جب ہندی میں ترجمہ ہوکر شائع ہوئے تو اس زبان میں بھی

Marfat.com

انہیں زبردست مقبولیت حاصل ہوئی پھر ان کے ناول بنگلہ، گجراتی، تامل زبان میں بھی چھپے اور اس زبان کے بھی قارئین نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اشاعتی دنیا میں شاید سرقہ کی اتنی بدترین مثال دوسری نہیں ملے گی۔ جتنی ابن صفی کے ناولوں کے سلسلے میں ملتی ہے ابن صفی کے ناولوں کی مقبولیت دیکھتے ہوئے کچھ اور اصحاب نے اس طرح کے ملتے ناموں سے ناول شائع کرنا شروع کردیے۔ کسی نے این صفی نام رکھا اور کسی نے کچھ اور ان اصحاب کے بھی سینکڑوں ناول شائع ہو گئے۔ یہاں تک کہ کانپور کے دیدہ دلیر پبلشر نے تو ابن صفی کے نام سے ہی ناول شائع کرنا شروع کردیا۔ ابن صفی لاکھ تردید کرتے رہے کہ یہ ناول ان کے لکھے ہوئے نہیں ہیں۔ لیکن کون سنتا تھا۔ ابن صفی نے اڑھائی سو سے بھی زائد جاسوسی ناول لکھے اور صرف 52 سال کی عمر میں 26 جولائی 1980 کو ان کا کراچی میں انتقال ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان میں ہے۔ ابن صفی کی شاعری بھی اہمیت کی حامل تھی۔ کیونکہ وہ شاعر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان کے پاس شاعری کے لئے وقت نہیں تھا۔ اس کے باوجود انہوں نے جو شاعری کی اس میں بہت سے اچھے اشعار ملتے ہیں۔ مثلاً ان کی یہ نعت نما نظم:

میرے آقا میں کس منہ سے در پر تیرے حاضری دوں
میرے ماتھے پہ ابتک نشانِ عبادت نہیں
ایک بھی نیک عادت نہیں
میری جھولی گناہوں سے پُر ہے
میرے ہاتھوں کی آلودگی باعث شرم و غیرت بنی

(اس کے علاوہ غزل کے کچھ اشعار)

کچھ بھی تو اپنے پاس نہیں جز متاعِ دل

Marfat.com

اب اس سے بڑھ کر اور بھی کوئی ہے امتحاں
لکھنے کو لکھ رہے ہیں غضب کی کہانیاں
لیکن نہ لکھ سکے کبھی اپنی ہی داستاں
ہم خود کو ڈھونڈتے ہوئے پہنچے کہاں کہاں
اڑتی رہ گئیں اپنے گریباں کی دھجیاں
ہم خود ہی کرتے رہے ہیں فتنوں کی پرورش
آتی نہیں ہے کوئی بلا ہم پہ ناگہاں

آرزو لکھنوی

سید انور حسین المعروف آرزو لکھنوی اردو کے ایک ممتاز غزل گو شاعر اچھے فلمی گیت نگار اور اردو زبان کی چلتی پھرتی لغت تھے۔ ندرت خیال، سلاست و روانی اور رومانی فضاؤں کا امتزاج ان کی شاعری کا کمال ہے۔

سید انور حسین 1873ء میں لکھنؤ میں میر ذاکر حسین یاس کے گھر پیدا ہوئے۔ کم سنی میں دستور کے مطابق ان کو قرآن اور فارسی پڑھنے کی طرف متوجہ کیا گیا۔ مگر ان کا دل پڑھنے میں نہیں لگتا تھا۔ ان کو بہت کم سنی سے شعر کا ذوق تھا۔ جب ان کے والد ماجد کو ان کے شوق کا علم ہوا تو اُستاد جلال لکھنوی کے پاس لے گئے اور ان کا شاگرد کر دیا۔ اس وقت آرزو کی عمر 13 سال تھی۔ آخر کار ان کے والد نے انہیں سید آقا حسن مجتہد کے حلقہ درس میں داخل کرایا۔ انہیں پتنگ اڑانے کا انتہائی شوق تھا۔ جو آخری دم تک قائم رہا۔ آہستہ آہستہ موسیقی سے لگن پیدا ہوئی اور اس فن میں بھی مہارت حاصل کی۔ وہ کم سنی ہی میں شاعری کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ کسب معاش کے لئے کلکتہ میں نیو تھیٹرز میں گیت لکھتے رہے۔ دراصل وہیں سے گیت لکھنے کی ابتداء کی تھی۔ اس کے بعد بمبئی جا کر

Marfat.com

سہراب موی کی کمپنی میں ملازمت کی۔ سال بھر کے بعد کسی دوسری کمپنی میں ملازم ہو گئے۔ ڈیڑھ سال کے بعد اس کمپنی کو بھی چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بمبئی میں قیام کر کے آزادانہ اپنا کاروبار شروع کر دیا۔ قصے لکھتے، گیت کہتے، مکالمے تیار کرتے اور جس کمپنی سے مناسب سمجھتے معاملہ کر لیتے۔ یہ زمانہ ان کی خوشحالی کا دور تھا۔

علم نجوم سے ان کو خاص شغف تھا۔ رات کو گھنٹوں گھور گھور کر انجمن کوکب کے زہرہ جبینوں کو دیکھا کرتے تھے۔ قدرت کے یہ جھلملاتے ہوئے چراغ ان کے لئے پیغام مسرت اور پیغام جدائی لاتے تھے۔ قائداعظم کا انتقال ہوا تو وہ ہندوستان میں تھے۔ انتقال سے بے حد متاثر ہوئے اور فوراً ایک شعر قائداعظم کی صفات پر لکھا جس کے آخری شعر کے دوسرے مصرعے سے قائداعظم کے انتقال کا سال بھی نکلتا ہے۔

بنا سلطنت نئی، ہو گئی قوم حکمران
اٹھ گیا کہہ کے کارکن، کام ہوگیا تمام

انہوں نے اپنی زندگی میں تقریباً 65 ہزار اشعار کہے۔ ان میں سے تقریباً 25 ہزار اشعار غزلوں کے تھے۔ یہ غزلیں سات دیوانوں میں مرتب ہوئی ہیں۔ آرزو کے کلام میں ندرت اور لطافت خیال کے ساتھ زبان کی سادگی بھی ہے۔ ان کی زندگی کی ڈرامائی کیفیت نے ان کے تغزل اور پرواز کی روح میں مہک بھر دی تھی۔ جو ہر لفظ کی کلی کھلتے ہی چٹکتی ہے اور نغمہ کے ساتھ ہوا میں ایک نقش چھوڑتی چلی جاتی ہے۔

خود سمجھ لو کہ مدعا کیا ہے
ہم ہی کہہ دیں تو پھر مزا کیا ہے
آگ دل میں لگی نہ ہو جب تک
آنکھ اشکوں سے تر نہیں ہوتی

Marfat.com

اے حمید لکھتے ہیں کہ جب وہ پہلی دفعہ ایک دوست کے ہمراہ انہیں ملنے گئے تو ان دنوں آرزو لکھنوی بمبئی میں سیراب مودی کے ہاں منروا موی ٹون میں ملازم تھے۔ فرمائش پر انہوں نے اپنی ایک غزل کے چند اشعار تحت اللفظ سنائے۔

گھر یہ تیرا سدا نہ میرا ہے
رین دو رین کا بسیرا ہے
جی کو بڑھتی ہوئی اداسی نے
کیا اکیلا سمجھ کے گھیرا ہے
آرزو بوجھ بڑھتا جائے گا
چل کھڑا ہو ابھی سویرا ہے

ان کی شاعری کے چار مجموعے، فغان آرزو، جہان آرزو، نشان آرزو، سریلی بانسری، شائع ہو چکے ہیں اوائل 1951ء میں خواجہ ناظم الدین کی دعوت پر وہ ایک مشاعرے میں شرکت کرنے پاکستان آئے تھے کہ دل کا دورہ پڑا۔ ان کا ایک شاگرد اس وقت ان کے پاس تھا ان سے کہا، میں چلا اور بس چاند میں جوت اور پھول میں باس نہ رہی۔ 16 اپریل 1951ء کو 78 سال کی عمر میں انتقال کر گئے اور کراچی میں دفن ہوئے۔

حضرت بہزاد لکھنوی نیازی

برصغیر پاک و ہند دنیا میں وہ حیرت انگیز خطہ ہے۔ جہاں علم وفن کے حوالے سے مختلف مکاتب فکر کی بے شمار صاحب کمال شخصیات پیدا ہوئیں۔ اس خطے میں پیدا ہونے والی ایک شخصیت درویش صوفی پیر طریقت عاشق رسول حضرت بہزاد لکھنوی قادری، چشتی، نظامی، نیازی کی ہے۔ ان کی ولادت 1895ء لکھنو میں ہوئی۔ ان کا

Marfat.com

سلسلہ تصوف نیازیہ حضرت محبوبِ حق حضرت شاہ محمد تقی میاں عرف عزیز میاں سرکار نظامی نیازی سے خرقۂ خلافت حاصل کیا اور خلیفہ مجاز کے منصب پر فائز ہوئے۔

1940ء سے 1949ء تک ہندوستانی فلم انڈسٹری سے وابستہ رہے اور بے شمار فلموں کے لئے لاتعداد نغمات تخلیق کیے جو عوام میں بے حد مقبول ہوئے۔ غیر فلمی شاعری میں غزل ''دیوانہ بنانا ہے تو دیوانہ بنا دے'' (بیگم اختر) اور ''اے جذبۂ دل گر میں چاہوں ہر چیز مقابل آ جائے'' (نیرہ نور) نے مقبولیت کے غیر معمولی ریکارڈ قائم کیے۔

عشق رسول ﷺ میں مسلسل غرق رہنے کے سبب عمر عزیز کا نصف سے زائد حصہ نعت گوئی کی نذر کر دیا اور یہ سلسلہ آخری دم تک جاری رہا۔ آپ کی تحریر کردہ دو نعتیں ''مدینے کو جائیں یہ جی چاہتا ہے'' اور ''ہم مدینے سے اللہ کیوں آ گئے'' پاکستان و ہندوستان میں بے حد مشہور ہوئیں۔ اور آج بھی محافل نعت و میلاد میں نعت خواں حضرات انہیں انتہائی ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔

ممتاز شاعر جون ایلیا مرحوم کی زیر ادارت نکلنے والے مقبول ماہنامے ''عالمی ڈائجسٹ'' میں سلسلہ وار فکاہیہ مضامین ''حکیم بدھن کی ہنگامہ خیزیاں'' کے نام سے تقریباً سات سال تک تحریر کیے جن کا قارئین بڑی بے چینی سے انتظار کرتے تھے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے ادبی خدمات کے صلے میں وظیفہ ملتا رہا۔ نیز حکومت کی جانب سے آپ کی زندگی ہی میں ایک ایکڑ کا پلاٹ آپ کی یادگار اور مسجد کی تعمیر کے لیے دیا گیا۔ (حضرت بہزاد لکھنوی اسی احاطے میں آرام فرما ہیں۔ ناظم آباد میں واقع ان کا مزار مبارک عقیدت مندوں کی توجہ کا مرکز ہے۔ ناظم آباد کراچی ہی میں ایک سڑک اور شہر کی بڑی سڑکوں سے ملانے والی ایک چورنگی آپ کے نام سے منسوب ہے۔

حضرت بہزاد ریڈیو پاکستان کراچی سے قومی نظریاتی رابطے پر [illegible] ت

Marfat.com

میں تلاوت کلام پاک کے بعد روزانہ تازہ نعت اپنے پرسوز لہجہ میں پیش کرتے تھے۔اور یہ سلسلہ تقریباً بارہ برس تک جاری رہا۔ان کے مجموعہ ہائے کلام غزلوں، نعتوں پر مشتمل تقریباً 58 کی تعداد میں ہیں۔حضرت بہزاد لکھنوی کی شہرت ومقبولیت کا سبب آپ کی شاعری میں جذبے کی فراوانی اور عام فہمی تھی۔ان کے گھر پر ادبی محفلیں اور مشاعرے اکثر منعقد ہوا کرتے تھے۔ان میں چوٹی کے شعراء حصہ لیتے اور داد دیتے۔قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل بمبئی میں فلمساز وہدایت کار ایس فضلی مرحوم فلم مہندی بنا رہے تھے تو اس فلم میں ایک مشاعرہ بھی فلمایا گیا تھا۔جس میں جگر مرادآبادی، جوش، بہزاد اور حفیظ جالندھری مرحوم ایسے عظیم شعراء کرام نے بانفس نفیس اپنا اپنا کلام پڑھا تھا۔جسے فضلی صاحب نے بڑی دلچسپی کے ساتھ فلم بند کیا تھا۔متحدہ ہندوستان میں فلمساز وہدایت کار اور اداکار راجکپور نے اپنی پہلی فلم ''آگ'' کے گیت لکھوائے تھے۔اس کی موسیقی موسیقار رام گنگولی نے دی تھی اس فلم کے تمام گیت کافی مقبول ہوئے تھے خاص کر مکیش کی آواز میں ان کی یہ غزل

زندہ ہوں اس طرح کہ غم زندگی نہیں
جلتا ہوا دیا ہوں مگر روشنی نہیں

بے حد مقبول ہوئی تھی بلکہ مکیش کی شہرت میں اضافہ اسی غزل سے ہوا تھا۔اس فلم میں شمشاد بیگم اور مکیش کی آواز میں کمپوز کیا ہوا یہ دوگانا بھی بہت پسند کیا گیا تھا۔
دیکھ چاند کی اوٹ سے مسافر۔

شہرہ آفاق اداکار دلیپ کمار کی فلم ''انوکھا پیار'' کے گیت بھی بہزاد لکھنوی کی نوک قلم سے لکھے گئے تھے اسی فلم میں لتا منگیشکر کی آواز میں ریکارڈ ہونے والا اپنے دور کا مقبول ترین گیت جس کے بول حسب ذیل تھے۔

Marfat.com

یاد رکھنا چاند تارو اس سہانی رات کو

اس کے علاوہ اس فلم کا ایک اور گیت

تمہاری گلی میں دل رویا بہت ہے

اپنے زمانے کے مشہور گیت تھے۔ بہزاد لکھنوی مرحوم نے اور جن فلموں میں گیت لکھے ان میں ''زمیندار''، ''گجرے'' اور ''لاڈلی'' نامی فلمیں شامل ہیں۔ ان کی شہرت کی ابتداء بیگم اختری فیض آبادی کی گائی ہوئی غزل سے ہوئی تھی۔ اس کے بول تھے ''دیوانہ بنایا ہے تو دیوانہ بنا دے''

اس غزل کے ریکارڈ اس زمانے میں اس قدر فروخت ہوئے تھے کہ پچھلے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے تھے۔ اس غزل سے اختری بائی نے بے حد شہرت پائی۔ ابتدائی زمانے میں فلموں میں کام بھی کیا ان کی سب سے مشہور فلم ہدایت کار محبوب مرحوم کی فلم ''روٹی'' تھی۔

حضرت بہزاد لکھنوی کا انتقال 1974ء میں کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن چورنگی سے متصل ہے۔

اطہر نفیس

اطہر علی خان المعروف اطہر نفیس تاریخ وفات 12۔ محرم الحرام 1400ھ بمطابق 21 نومبر 1980ء بروز جمعرات بوقت پون پانچ بجے صبح صادق۔ ان کی غزل کا ایک خوب صورت شعر جوان کے کتبے پر تحریر ہے۔ پیش ہے۔

وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا اب اس کا حال بتائیں کیا
کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا

ان کا مرقد قبرستان سخی حسن کراچی میں گیٹ سے سیدھے جائیں تو دائیں

Marfat.com

جانب عقبی دیوار کے پاس برلب پگڈنڈی ایک چھت کے نیچے ہے۔ پہلے اس پر دروزاہ نہیں تھا اب تالا لگا ہوا ہے ان کا پورا نام کنور اطہر علی خان تھا۔ اطہر نفیس کے نام سے شہرت پائی مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ موصوف 1933ء میں پیدا ہوئے۔ اور صرف 47 سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کا مجموعہ کلام ''کلام'' کے نام سے طبع ہو چکا ہے وہ اپنی وفات سے قبل دوسرا مجموعہ ''کلام'' مرتب کر رہے تھے کہ پیغام اجل آ پہنچا۔ مرحوم نے شادی نہیں کی تھی۔ شاید عشق میں ناکامی ہو گئی تھی۔ اوپر لکھا شعر ان کے عشق کی داستان بھی بیان کرتا نظر آتا ہے۔

غلام عباس

غلام عباس اُردو کے صف اوّل کے افسانہ نگار 17 نومبر 1909ء کو امرتسر (مشرقی پنجاب) بھارت میں پیدا ہوئے۔ ایف اے پنجاب یونیورسٹی لاہور 1944ء میں کیا۔ 1928ء میں لاہور سے شائع ہونے والے بچوں کے رسالے ''بچوں'' اور خواتین کے رسالے ''تہذیب نسواں'' کی ادارت کی۔ 1936ء میں آل انڈیا ریڈیو سے وابستگی کے دوران ریڈیو کے جرائد ''آواز'' اور ''سارنگ'' کی ادارتی ذمہ داریاں بھی نبھائیں۔ قیام پاکستان کے بعد 1948ء میں ریڈیو پاکستان کی ملازمت اور اس کے مجلّے ''آہنگ'' کے مدیر و رسالہ ''ہزار داستان'' کے ایڈیٹر رہے۔ 1949ء میں بی بی سی لندن سے بطور پروگرام اسسٹنٹ وابستہ رہے۔ دو شادیاں کیں۔ پہلی 1939ء میں اور دوسری 1952ء میں، پہلی بیوی کا تعلق علی گڑھ سے تھا۔ جبکہ دوسری برطانوی نژاد انگریز خاتون تھیں۔ جنہوں نے مولانا احتشام الحق تھانوی کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ مرحوم نے ریٹائر زندگی کراچی میں گزاری۔

غلام عباس کی اولین تحریر بکری (کہانی) تھی جو 1922ء میں تکمیل کو پہنچی۔ یہ

Marfat.com

اس وقت دیال سنگھ ہائی سکول لاہور کے طالب علم تھے۔ان کی مطبوعہ کتب میں افسانوں کے مجموعے ''آنندی''، ''جاڑے کی چاندنی''، ''دکن''، ''رس دھنک'' شامل ہیں۔ ان کے علاوہ جریدہ نخواں (طنزیہ) ''گوندنی والا تکیہ'' (ناول) ''الحمراء کے افسانے'' (ترجمہ) ''زندگی نقاب چہرہ'' (منتخب افسانے) ''دنیا کے شاہکار افسانے'' (ترجمہ) ''جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی'' (ترجمہ) اور بچوں کے لئے کتب ''برف کی بیٹی''، ''چاند کی بیٹی''، ''ثریا کی گڑیا''، ''چاند تارا'' (نظمیں) اور ''جادو کا لفظ'' ہیں۔ غلام عباس کو ملنے والے اعزازات

1) پنجاب ایڈوائزری جورڈ فارک پرائز برائے آنندی 1948ء

2) آدم جی ادبی انعام برائے ''جاڑے کی چاندنی'' 1960ء

3) ستارہ امتیاز (حکومت پاکستان) کا اعلیٰ ترین سول اعزاز 1967ء

4) چیکوسلواکیہ بین الاقوامی افسانوی ادب انعام برائے ''آنندی''

غلام عباس نے بچپن میں ہی اُردو کلاسیک ادب از بر کرلیا تھا۔ابتداء میں رتن ناتھ سرشار اور عبدالحلیم شرر سے متاثر تھے۔بعد میں مغربی ادب کا کثرت سے مطالعہ کیا۔ بعد کی تحریروں میں چیخوف اور موپاساں کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔غلام عباس پی تلی زبان لکھنے والے افسانہ نگار تھے۔ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ ایک لفظ لکھنے کے روادار نہیں تھے۔بہرحال غلام عباس لفظوں کے حساب کتاب اور جانچ پڑتال پر قادر تھے۔آنندی ان کے فن کا کمال تھی معمولی چیزوں غیر معمولی پن کے انکشاف اور دریافت کو غلام عباس نے اپنا فن بنایا تھا۔یہ بات یوں ہی نہیں آتی زندگی سے غیر معمولی پیار کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔اور زندگی سے پیار کرنے کے عمل میں انسانوں سے پیار کرنا بھی شامل ہے۔

Marfat.com

2 نومبر 1982ء کو 73ء برس کی عمر میں کہانی تمام ہوگئی۔ داستانیں سنانے والا خود داستان بن گیا۔ سوسائٹی قبرستان طارق روڈ پر مدفون ہیں۔

دلاور فگار

دلاور فگار کا پیدائشی نام سعید اختر اور خاندانی نام دلاور حسین حمیدی ادبی نام دلاور فگار متروکہ تخلص شباب والد شاکر حسین مرحوم دلاور فگار 8 جولائی 1929ء کو بدایوں (یوپی) انڈیا میں پیدا ہوئے۔ 1951ء میں آگرہ یونیورسٹی آگرہ سے ایم اے معاشیات کیا۔ 1953ء میں ایم اے انگلش کا امتحان پاس کیا۔ 1963ء میں آگرہ یونیورسٹی آگرہ سے ایم اے اُردو فرسٹ ڈویژن سے پاس کیا۔ بریلی اور بدایوں میں درس وتدریس کا کام کیا دلاور حسین نے شاعری کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد فگار کو بطور تخلص اپنے نام کا حصہ بنایا۔

قیام پاکستان کے بعد دلاور فگار اپنے خاندان کے ہمراہ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے جہاں انہوں نے کراچی کے ایک کالج میں اُردو کا مضمون پڑھانا شروع کر دیا۔ وہ کراچی ڈویلپمنٹ اتھارٹی (کے ڈی اے) میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر ٹاؤن پلاننگ بھی رہے۔ سرکاری ملازمت بھی انہیں نوک سناں پر کلمہ حق کہنے سے باز نہ رکھ سکی۔ ان کے دل میں جو آیا وہ لکھا اور خوب لکھا۔ عوامی مسائل کو، سیاست کے ہیر پھیر کو اور ہمارے معاشرے کے سیاہ پہلوؤں کو انہوں نے اپنے مخصوص کاٹ دار انداز میں شاعری کا موضوع بنایا۔

وہ سمجھتا تھا کہ یہ بھی اشرف المخلوق ہے
آدمی کو دیکھ کر شیطان آدھا رہ گیا

مزاح کو چاہنے والوں نے دلاور فگار مرحوم کو شہنشاہ ظرافت اور اکبر ثانی جیسے خطابات سے نوازا۔ یوں تو فگار صاحب نے 1942ء میں محض چودہ برس کی عمر میں لکھنا

Marfat.com

شروع کردیا تھا۔انہیں اپنے دور کے مشہور اساتذہ شعراء کرام مولوی جام نوائی بدایونی اور مولانا جامی بدایونی جیسی شخصیات کی محبت نصیب ہوگئی۔جنہوں نے فگار صاحب کی شخصیت سازی میں اہم کردار ادا کیا۔

حاکمِ رشوت ستاں فکرِ گرفتاری نہ کر
کر رہائی کی کوئی آسان صورت چھوٹ جا
میں بتاؤں تجھ کو تدبیر رہائی مجھ سے پوچھ
لے کے رشوت پھنس گیا ہے دے کے رشوت چھوٹ جا

دلاور فگار کی نظم ''شاعرِ اعظم'' نے انہیں مقبولیت کی انتہا تک پہنچایا۔ان کے درجن بھر شعری مجموعے منظر عام پر آئے جنہیں شائقین کی بھرپور پذیرائی ملی۔ان میں (۱)''ستم ظریفیاں'' (۲)'' شامت اعمال'' (۳) ''آداب عرض''،'' آشا دنو''، ''انگلیاں فگار اپنی''،''مطلع عرض ہے''۔''سنچری''،''خدا جھوٹ نہ بلوائے''،''چراغ خانہ داری''،''فی سبیل اللہ''،''کہا سنا معاف کرنا'' ان کے معروف مزاحیہ شعری مجموعے تھے۔اس کے علاوہ سورۃ فاتحہ کی شعری تشریح، امریکی و انگلش ادب کا ترجمہ اور دیگر اصناف میں بھی طبع آزمائی کی اور شائقین سے خوب داد پائی۔دلاور فگار مشاعروں کی جان ہوتے تھے۔

ان کے والد شاکر حسین اسلامیہ سکول بدایوں میں سکول ٹیچر تھے۔بڑے بھائی کا نام بادشاہ حسین اور چھوٹے بھائی کا نام ضمیر حسین، بہن کا نام شاکرہ خاتون تھا۔بیٹی کا نام نگار ہے دلاور فگار اپنی اکلوتی بیٹی سے بہت محبت کرتے تھے۔اور ہمیشہ اس کے لئے دُعاگو رہے۔وہ پاپوش نگر میں قیام پذیر رہے۔دلاور فگار کا انتقال 21 جنوری 1998ء میں ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ قبرستان پاپوش نگر کراچی میں ہے۔

Marfat.com

حفیظ ہوشیارپوری

ملک کے معروف شاعر حفیظ ہوشیارپوری کی تاریخ پیدائش 5 جنوری 1912ء اور تاریخ وفات 10 جنوری 1973ء ہے۔ کتبے پر ان کا اپنا شعر کندان ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ قبرستان سوسائٹی طارق روڈ کراچی میں سرور بارہ بنکوی کی قبر سے جانب شمال دس میٹر کے فاصلے پر عبدالحفیظ سلیم المعروف حفیظ ہوشیارپوری کی ابدی آرام گاہ ہے۔ ان کی نسبت ہوشیارپور کی طرف ضرور ہے۔ لیکن ان کا مولد موضع دیوان پور ضلع جھنگ ہے۔ جہاں ان کے بزرگ ہوشیارپور سے آ کر آباد ہوئے ہوں گے۔

حفیظ ہوشیارپوری نے گورنمنٹ کالج لاہور سے 1934ء میں فلسفہ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی اور 1940ء میں ریڈیو سے منسلک ہو گئے۔ انہوں نے کراچی، حیدرآباد اور لاہور کے ریڈیو اسٹیشنوں میں بحیثیت ریجنل ڈائریکٹر کام کیا۔ انہیں اردو غزل کا بزرگ شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ انہیں تاریخ گوئی کا بڑا ملکہ تھا اور انہوں نے ایک ہزار سے زائد تاریخیں کہی ہیں۔ مرحوم نے سندھی میں لکھی جانے والی کئی فارسی مثنویاں مرتب کی ہیں۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

اخگر مرادآبادی

عابد حسین مرحوم (اخگر مرادی آبادی) ولد محمد حسین کی تاریخ وفات 9 ذیقعد 1392ھ بمطابق 15 دسمبر 1972ء بروز جمعہ ہے۔ قبرستان ڈرگ کالونی میں اگر مغربی دروازے سے داخل ہوں تو پچیس میٹر کے فاصلے پر جانب جنوب مشہور شاعر عابد حسین المعروف اخگر مرادآبادی کی آخری آرام گاہ ہے۔ ان کا کلام اخبارات و جرائد میں چھپتا رہا ہے۔ لیکن کسی نے بھی ان کا کلام مرتب کرنے کی کوشش نہیں کی۔

Marfat.com

مشفق خواجہ

اُردو کے ممتاز محقق، شاعر، ادیب اور نقاد مشفق خواجہ کا اصلی نام خواجہ عبدالحی تھا۔ کالمانہ نام خامہ بگوش ہے ان کی تاریخ پیدائش 19 دسمبر 1935ء لاہور ہے (1948ء کے آخری وقت تک کراچی میں قیام رہا۔ انہوں نے بی اے (آنرز) 1957ء کراچی یونیورسٹی، ایم اے اُردو 1958ء کراچی یونیورسٹی سے کیا۔ ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں انہیں 1994ء میں پرائڈ آف پرفارمنس حکومت پاکستان نے عطا کیا۔ ان کے سابق مشاغل میں انجمن ترقی اردو پاکستان سے وابستگی (1957ء تا 1973ء) ہے مرحوم کو بابائے اردو مولوی عبدالحق کے ساتھ علمی وادبی کام کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ ان کی خدمات کی معمولی سی جھلک پیش ہے۔ (۱) مدیر سہ ماہی ''اُردو'' (۲) مدیر ماہنامہ ''قومی زبان'' (۳) مدیر ''فانوس الکتب'' (۴) نگران شعبہ تحقیق و مطبوعات۔

تالیفات، مرتبات، تصانیف

1) ''(خوش معرکہ زیبا'' تذکرہ شعراء مصنفہ سعادت خان ناصر، تصنیف 1848ء اس ضخیم تذکرے کو مفصل مقدمے کے ساتھ مرتب کیا۔ مجلس ترقی ادب لاہور نے اسے دو جلدوں میں 1970ء اور 1971 میں شائع کیا۔

(2) ''پرانے شاعر نیا کلام'' بعض ایسے شعراء پر تحقیقی کام جن پر پہلے کبھی نہیں لکھا گیا۔ حالات اور انتخاب کلام یہ کتاب قسط وار سہ ماہی ''غالب'' کراچی میں 76-1975ء میں شائع ہوئی۔

(3) ''ادبیات'' مجموعہ کلام 1978ء کراچی

Marfat.com

(4) ''اقبال'' (از احمد دین، علامہ اقبال پر لکھی گئی اُردو میں پہلی کتاب جو پہلی بار علامہ اقبال کی زندگی میں شائع ہوئی۔ مگر بوجہ جلا دی گئی۔ مفصل مقدمے، تعلیقات وحواشی کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ یہ 1979ء میں انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی سے شائع ہوئی۔

(5) ''غالب اور صغیر بگرامی'' غالب اور ان کے شاگرد صغیر کے باہمی تعلقات اور مراسلت کے بارے میں 1981ء کراچی میں شائع ہوئی۔

(6) ''تخلیقی ادب'' (ادبی کتابی سلسلہ)

ہم عصر تحقیقی ادب کے جائزوں اور منتخب تحریروں پر مشتمل یہ پانچوں جلدیں 1980ء سے 1983ء کے دوران کراچی سے شائع ہوئیں۔

(7) ''جائزہ مخطوطات اردو''

پاکستان میں موجود مخطوطات اور دنیا بھر میں ان کے دیگر نسخوں کا تذکرہ پہلی جلد جو 1248 صفحات پر مشتمل ہے۔ مرکزی اردو بورڈ لاہور سے 1979ء میں شائع ہوئی۔

(8) ''تحقیقی مقالات کا مجموعہ'' شائع کردہ مغربی پاکستان اُردو اکیڈمی لاہور نے 1991ء میں شائع کی۔

(9) تقریباً دو درجن تحقیقی مقالات جو برصغیر کے مختلف علمی جریدوں میں شائع ہوئے۔

(10) ریڈیو پاکستان کے لئے 1965ء سے 1976ء تک مختلف موضوعات پر تقریباً پانچ سو فیچر لکھنے کا اعزاز حاصل ہے۔

مشفق خواجہ کی شاعری ایک طویل خود کلامی کا نتیجہ تھی اور یہ ہمیں ابن انشاء کی یاد دلاتی ہے۔ جنہوں نے شعر کے پردے میں خود سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا تھا۔

Marfat.com

انشا جی اٹھو اب کوچ کرو
اس شہر میں جی کا لگانا کیا

ان دونوں میں بعض مماثلتیں حیرت انگیز تھیں دونوں شاعر تھے اور کالم نگار بھی۔ لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ دونوں نے شعر کے پردے میں تو دردوالم کی داستان سنائی ہے لیکن کالموں میں شگفتہ بیانی اور شوخ کلامی کا مظاہرہ کیا ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 67 برس تھی۔ محفلیں سجانے اور محفلوں میں جانے کا انہیں شوق نہیں تھا۔ وہ تحقیق و جستجو کی دنیا میں کھوئے رہتے تھے۔ انہوں نے اردو ادب کو بہت کچھ دیا۔ ان کی نفاست، شرافت اور صلاحیت نے انہیں ممتاز بنایا اور ممتاز رکھا۔ مشفق خواجہ کا انتقال 21 فروری 2005ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ PECSH سوسائٹی قبرستان طارق روڈ کراچی میں ہے۔

رابطہ: بیگم مشفق خواجہ

فلیٹ نمبر FF-1 بلاک نمبر 4 کلفٹن سی ویو کراچی

ڈاکٹر ابوالخیر کشفی

برصغیر پاک و ہند کے ممتاز ادیب، دانشور، نقاد ماہر لسانیات اور جامعہ کراچی کے شعبہ اُردو کے سابق چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر ابوالخیر کشفی اردو زبان و ادب کے ممتاز صاحب طرز ادیب، نقاد، سکالر تھے۔ وہ 25 جون 1932ء کو غیر منقسم ہندوستان کے شہر کانپور میں پیدا ہوئے ان کے والد ابو محمد ثاقب ایک ممتاز صحافی اور اہل قلم تھے۔ ڈاکٹر کشفی نے میٹرک یوپی بورڈ سے 1945ء میں جبکہ انٹرمیڈیٹ بھی اسی بورڈ سے کیا تھا۔ جبکہ بی اے آنرز سندھ یونیورسٹی سے 1950ء، اور جامعہ کراچی سے ایم اے (اردو)

Marfat.com

1952ء میں کیا۔ جبکہ 24 مارچ 1959ء سے وہ جامعہ کراچی سے بطور لیکچرار وابستہ ہوئے۔ پی ایچ ڈی 1971ء میں جامعہ کراچی سے کی تھی۔

جبکہ اعزازی طور پر ڈی لٹ کی ڈگری بھی جامعہ کراچی نے ان کے کارہائے نمایاں پر تفویض کی وہ بطور وزیٹنگ پروفیسر اوکا یونیورسٹی جاپان سے بھی منسلک رہے۔ وہ متعدد کتابوں کے مصنف تھے جن میں (۱) ''حیات محمد ﷺ'' (قرآن مجید کے آئینے میں) (۲) ''اردو شاعری کا سیاسی اور تاریخی پس منظر'' (1857ء۔1770ء) ''جس پر مرحوم کو داؤد ادبی ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا'' (۳) ''ہمارے عہد کا ادب اور ادیب'' (۴) ''جدید اردو ادب کے دو تنقیدی جائزے'' (۵) ''ہمارے ادبی اور لسانی مسائل'' (۶) ''یہ لوگ بھی غضب تھے'' (۷) ''غالب کی چھ غزلیں'' اس کے علاوہ پاک و ہند کے معتبر ادبی رسائل و جرائد میں ہزاروں تحقیقی، تنقیدی، اور ادبی مضامین شائع ہو چکی ہیں۔ جو کتابی شکل میں یکجا کر کے شائع کئے جانا چاہئیں۔ وہ ایک ممتاز سکالر اور مقبول ترین استاد تھے۔ ان کا ادبی قامت بہت بلند تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں ان کی وجہ شہرت ایک ممتاز نقاد اور ماہر لسانیات اور سکالر اور صاحب طرز ادیب کی تھی۔ آپ کے ہزاروں شاگرد بڑے ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ آپ کو استاد الاساتذہ بھی کہا جاتا ہے۔ آپ راسخ عقیدہ مسلمان اور ایک سچے پاکستانی تھے۔ مرحوم نے سوگواران میں ایک بیوہ، ایک بیٹا، چار بیٹیاں، ہزاروں شاگرد اور عقیدت مند چھوڑے ہیں۔ ان کا انتقال 15 مئی 2008ء کو کراچی میں ہوا۔ انہوں نے شاعری کی، سفرنامے لکھے خاکہ نگاری کی، ان کے ہزاروں تحقیقی، تنقیدی، سوانحی، ادبی مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے ہیں۔ تحریر کے ساتھ تقریر کے غازی اور انتہائی شستہ انداز کلام کی حامل شخصیت تھے۔ ڈاکٹر ابوالخیر کشفی کی آخری آرام گاہ کراچی یونیورسٹی کے قبرستان میں ہے۔

Marfat.com

محسن بھوپالی

اردو کے صاحب اسلوب اور نامور شاعر محسن بھوپالی کا اصل نام عبدالرحمن تھا۔ وہ 29 ستمبر 1932ء کو بھوپال (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد حاجی عبدالرزاق قیام پاکستان کے بعد اپنے خاندان سمیت نقل مکانی کر کے لاڑکانہ منتقل ہو گئے۔ کچھ عرصہ حیدرآباد میں رہائش اختیار کرنے کے بعد کراچی منتقل ہو گئے۔ انہوں نے بحیثیت نثر نگار ابوراشد قلمی نام اختیار کیا۔ 1947ء میں شاعری کے آغاز کے ساتھ ہی انہوں نے محسن بھوپالی کا تخلص اختیار کر لیا۔ بعد ازاں ان کی پہچان بن گیا۔ محسن بھوپالی پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھے اور 1993ء میں سندھ حکومت سے ایگزیکٹو انجینئر کے عہدے سے ریٹائرڈ ہوئے۔ انہوں نے پسماندگان میں ایک بیوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

1988ء میں ان کے گلے کے کینسر کا کامیاب آپریشن کیا گیا مگر انہیں آپریشن کے بعد بات چیت کرنے میں دشواری ہوا کرتی تھی لیکن انہوں نے نہایت بہادری سے معمولات زندگی جاری رکھے۔ مشاعروں میں شرکت کرتے رہے اور اپنے چاہنے والوں کے لئے شعر پڑھتے رہے۔

چاہت میں کیا دنیا داری، عشق میں کیسی مجبوری
لوگوں کا کیا سمجھانے دو، ان کی اپنی مجبوری

ان کی شاعری کا پہلا مجموعہ ''شکست شب'' 1961ء میں شائع ہوا۔ ان کے دیگر مجموعوں میں ''گرد مسافت''، ''جستہ جستہ'' اور ''ماجرہ'' کو شہرت حاصل ہوئی۔ جبکہ ان کی آخری کتاب ''منزل'' کے نام سے شائع ہوئی۔ ان کے مجموعوں کی کلیات ''مجموعہ سخن'' کے نام سے ان کی زندگی میں ہی منظر عام پر آئی۔ انہوں نے ''تیرا قول کی سرزمین

Marfat.com

کے نام سے کینیڈا اور امریکہ کا سفر نامہ بھی لکھا۔

کراچی اپریشن کے حوالے سے انہوں نے ''شہر آشوب'' کراچی کے نام سے طویل نظم لکھی جو کتابی شکل میں شائع ہوئی۔ میر کے 100 نشتروں کی طرز پر محسن بھوپالی کے سو اشعار بہت مشہور ہوئے۔ انہوں نے سندھی شعراء کے حوالے سے بھی بہت کام کیا۔ اور ''رہگزار کے پھول'' کے نام سے سندھی شاعری کے تراجم کی کتاب شائع کی۔ جبکہ ان کا آخری مجموعہ کلام زیر ترتیب تھا۔ لیکن اجل نے انہیں اس کی اشاعت کی مہلت نہ دی۔ 1950ء کے عشرے میں انہیں اس وقت خاص شہرت حاصل ہوئی۔ جب تحریک پاکستان کے رہنما سردار عبدالرب نشتر نے ایک جلسہ میں ان کا شعر

نیرنگیٔ سیاستِ دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریکِ سفر نہ تھے

یہ شعر زبان زد عام ہو گیا۔ یہاں تک کہ محاورے کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ ایک زمانے میں وہ حیدر آباد، سکھر اور لاڑکانہ میں ہونے والی ادبی سرگرمیوں کے روح رواں سمجھے جاتے تھے۔ ان کی کتاب ''شکست شب'' اردو شاعری کی روایت میں پہلی کتاب گردانی جاتی ہے۔ جس کی باقاعدہ تقریب رونمائی منعقد کی گئی۔ محسن بھوپالی کی شاعری میں ادب اور معاشرے کے گہرے مطالعے کا عکس نظر آتا ہے۔ انہوں نے جاپانی ادب کا اُردو میں ترجمہ بھی کیا۔ اور ہائیکو میں بھی طبع آزمائی کی۔

اگر یہی ہے شاعری تو شاعری حرام ہے
خرد بھی زیر دام ہے، جنوں بھی زیر دام ہے
ہوس کا نام عشق ہے، طلب خودی کا نام ہے

ان کی شاعری معاشرتی اور سیاسی حالات کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ ان کا

Marfat.com

ایک قطعہ انتہائی مشہور ہے۔

جاہل کو اگر جہل کا انعام دیا جائے
اس حادثہ وقت کو کیا نام دیا جائے
مے خانے کی توہین ہے رندوں کی ہتک ہے
کم ظرف کے ہاتھوں میں اگر جام دیا جائے
ہم مصلحتِ وقت کے قائل نہیں یارو
الزام جو دینا ہو سر عام دیا جائے

7۔جون 2003ء کو گورنر سندھ ڈاکٹر عشرت العباد خان نے محسن بھوپالی کی شاعرانہ خدمات کے اعتراف میں ان کے گھر آ کر ان کی عیادت کی اور تین لاکھ روپے کا چیک پیش کیا۔

محسن بھوپالی نے شاعری کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا تھا۔ ان کا انتقال 17 جنوری 2007ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ قبرستان پاپوش نگر میں گیٹ سے داخل ہوں تو بائیں جانب ایک لنٹر والی چھت کے نیچے ہے۔ مرقد پختہ اور ایک بڑے کتبے سے مزین ہے۔ کتبہ پر ان کے مشہور اشعار درج ہیں۔

مصطفیٰ زیدی

میں کس کے ہاتھ پہ اپنا لہو تلاش کروں
تمام شہر نے پہنے ہوئے ہیں دستانے

اس مشہور و معروف شعر کے خالق مصطفیٰ زیدی نے اپنی زندگی میں گل باری کے مناظر بھی دیکھے اور سنگ باری کے تلاطم سے بھی گزرے۔ زندگی افسانہ تھی موت معمہ بن گئی۔ وہ 10 اکتوبر 1930ء کو الہ آباد میں پیدا ہوئے 1950ء میں بی اے

Marfat.com

کرنے کے بعد پاکستان آ گئے۔ 1952ء میں گورنمنٹ کالج سے ایم اے انگریزی کیا۔ 1954ء میں سول سروس میں آئے۔ پوری دنیا کی سیاحت کی، سیالکوٹ، ڈیرہ غازی خان، لیہ اور مری میں اے سی رہے۔ جہلم نواب شاہ، خیر پور اور لاہور میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر کام کیا۔ اور خوب نام پیدا کیا۔ مئی 1970ء میں ملازمت سے معطل کر دیئے گئے۔ 12 اکتوبر 1970ء کو اچانک موت کا سانحہ پیش آ گیا۔ اس چالیس برس کی زندگی میں انہوں نے زمانے کے سب ذائقے چکھے تھے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ جوش کی شاعری میں فلسفہ کی آمیزش کرنے والے شاعر مصطفیٰ زیدی نے جذبہ فکر کی نئی قندیلیں روشن کیں جو علم و ادب کی دنیا میں آج بھی لو دے رہی ہیں۔ اور ہمیشہ لو دیتی رہیں گی۔

مصطفیٰ زیدی ابتداء میں تیغ الہ آبادی کے نام سے کہتے تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے تخلص کے تکلف کو برطرف کر دیا۔ اور اپنے اصل نام سے لکھنے لگے۔ اب لوحِ ادب پر ان کا یہی نام ہے۔ ''زنجیر ہے'' ان کی شاعری کا پہلا مجموعہ تھا جو 1949ء میں چھپا ''کوہ ندا'' ان کی آخری کتاب ہے۔ جو 1970ء میں شائع ہوئی۔ اس دوران میں روشنی 1950ء، شہر آذر 1958ء موج مری صدف صدف 1960ء گریبان 1964ء اور قبائے ساز 1967ء کے عنوان سے ان کے پانچ مجموعے چھپے۔ انہوں نے شہرتوں کے آسمان کو چھوا، عظمتیں ان کے سامنے سجدہ کرتی تھیں۔ مرحوم کی انگلیاں دم آخر تک فگار رہیں۔ ان کا خامہ خونچکاں رہا۔ شعر و ادب سے قلبی لگاؤ اور خلوص رکھنے والا یہ تخلیق کار چالیس سال کی عمر میں قتل ہو گیا۔ زیدی مقتول و مرحوم کا قتل ایک لمبے عرصے تک معمہ بنا رہا۔ شاید اس لئے کہ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے تھے۔ انگریزی اور اُردو ادبیات پر زیدی کی بڑی دقیق نظر تھی۔

Marfat.com

کسی آنکھ کو صدا دو کسی زلف کو پکارو
بڑی دھوپ پڑ رہی ہے کوئی سائباں نہیں ہے
انہی پتھروں پہ چل کر اگر آ سکو تو آؤ
مرے گھر کے راستے میں کہیں کہکشاں نہیں ہے

مصطفیٰ زیدی کی ابتدائی علمی و ادبی صحبتیں ان زعماء شعراء ادباء کے ساتھ رہیں جن کا اکثریتی ذہنی وفکری رجحان ترقی پسند تحریک کی طرف تھا۔ زیدی کی بعض نظمیں بجائے خود ان کے عمیق ترقی پسندانہ شعور کی عکاس ہیں نظموں کے برعکس اکثر غزلوں میں کلاسیک اور روایت کا ہنرمندانہ رچاؤ ملتا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو زیادہ مناسب رہے گا۔ کہ زیدی کی نظم میں جدیدیت کی شدت اور غزلیات میں روایت کی حدت ہے۔ بعض غزلوں میں تغزل کا حسن دمک رہا ہے۔

کسی اور غم میں اتنی خلش نہاں نہیں ہے
غم دل میرے رفیقو غم رائیگاں نہیں ہے

ان کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان کراچی میں ہے۔

عبیداللہ علیم

کوئی اور تو نہیں ہے پسِ خنجر آزمائی
ہمیں قتل ہو رہے ہیں، ہمی قتل کر رہے ہیں

یہ شعر مشرقی پاکستان کے تناظر میں تھا، مشرقی پاکستان ان دنوں خانہ جنگی کی زد میں تھا مغربی پاکستان یہ سارا تماشا خاموش تماشائی کی طرح دیکھ رہا ہے۔ عبیداللہ علیم 12۔ جنوری 1941ء، میں بھوپال (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ایم اے فلسفہ کراچی یونیورسٹی سے کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ریڈیو پاکستان، پاکستان ٹیلی ویژن میں

Marfat.com

ملازمت اختیار کی۔ان کی تصانیف ''چاند چہرہ ستارہ''،''آنکھیں''(1974ء) آدم جی ادبی انعام یافتہ،''ویران سرائے کا دیا''(1996ء) ہے 1979ء میں مارشل لاء کے خلاف بطور احتجاج مستعفی ہو گئے۔انہوں نے بہت کم لکھا لیکن بہت خوب لکھا۔ان کی شاعری جذبوں اور محبتوں کی شاعری ہے۔معروف بزرگ شاعر احمد ندیم قاسمی نے عبید اللہ علیم کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا کہ عبید اللہ علیم ایک صاحب اسلوب شاعر تھا۔اس کی موت ایک قومی نقصان ہے۔یہ غزل ریڈیو پر بہت مشہور ہوئی۔

کچھ دن تو بسو میری آنکھوں میں
پھر خواب اگر ہو جاؤ تو کیا
کوئی رنگ تو دو مرے چہرے کو
پھر زخم اگر مہکاؤ تو کیا

ان کی غزلیں پہلے ہی شہرت پا چکی تھیں اور گلوکاروں کی آوازوں میں اتر کر اس کے کلام میں اور رس بھر گیا۔ان کی غزلوں اور نظموں میں بھی ان کے مزاج اور ان کی طبیعت کی جھلک نظر آتی ہے۔وہ اپنے وجودی اظہار میں پورے شاعر تھے۔

مرحوم نے پیار کے نغمے لکھے۔انہوں نے محبت کی شاعری کی۔انہوں نے دلوں کی دھڑکنوں کو آہنگ اور جذبوں کو روانی دی۔ان کی شاعری دلوں کے تار ہلا دیتی ہے۔

خیال و خواب ہوئی ہیں محبتیں کیسی
لہو میں ناچ رہی ہیں یہ وحشتیں کیسی

عزیز اتنا ہی رکھو کہ جی سنبھل جائے
اب اس قدر بھی نہ چاہو کہ دم نکل جائے

ہوا کے دوش پہ رکھے ہوئے چراغ ہیں ہم
جو بجھ گئے تو ہوا سے شکایتیں کیسی

Marfat.com

عبید اللہ علیم کے ان اشعار میں کہیں بھی کسی معاصر شاعر کی چھاپ نظر نہیں آتی۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ غزلیہ شاعری میں ابطال محض اسی وجہ سے آتا ہے۔ ان کی تاریخ وفات 18 مئی 1998ء کراچی ہے۔

محمد خالد اختر

پاکستان کے ممتاز مزاح نگار، ادیب محمد خالد اختر 1919ء میں سابق ریاست بہاولپور میں پیدا ہوئے، انہوں نے 1938ء میں صادق ایجرٹن، بہاولپور سے گریجوایشن کیا۔ پنجاب کالج آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی سے الیکٹرک انجینئرنگ میں بی اے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن روانہ ہوگئے۔ پوسٹ گریجوایٹ کی تربیت کے بعد 48ء میں لوٹ آئے۔ دو سال تک کراچی میں ایک برطانوی کمپنی کے سیکو انجینئر کے بعد ریاست بہاولپور کے محکمہ پی ڈبلیو ڈی میں سب ڈویژن افسر کی حیثیت سے ملازمت اختیار کی۔ 1980 میں سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد پہلے بہاولپور پھر کراچی میں سکونت اختیار کی۔ ان کی تصانیف میں ''چاکیواڑہ میں وصال'' (ناول) ''کھویا ہوا افق'' (ناول) آدم جی ایوارڈ یافتہ 68ء سفر نامے ''یاترا'' اور ''دو سفر'' ان کی پہلی کتاب 2011ء کے عنوان سے شائع ہوئی۔ وفات سے دو ہفتہ قبل مجلس فروغ اردو (دوہا) قطر نے ڈیڑھ لاکھ روپے کا ایوارڈ اور گولڈ میڈل عطا کیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 83 برس تھی۔ محمد خالد اختر کا اپنا ایک منفرد مزاح کا اسلوب تھا۔ جس پر انگریزی ادب کی چھاپ تھی۔ تاہم ان کے تخلیق کردہ ادب کو اس لحاظ سے اعلیٰ پائے کا کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک بدیسی انداز میں دیسی ماحول، دیسی شخصیات اور دیسی کرداروں کو اس خوبی سے ایڈجسٹ کیا کہ شاید آنے والے برسوں میں ایسا کوئی بھی نہ کر سکے گا۔ ان کے معروف و مشہور کردار چچا عبدالباقی کو اردو ادب میں ایک اہم کردار کے طور پر ہمیشہ مقام حاصل رہے گا۔ چچا تو یہ

Marfat.com

ہے کہ ان کی خدمات اور ان کی صلاحیتوں کا ہمارے ہاں صحیح طور پر اعتراف نہ کیا جا سکا۔ اور اب اعتراف فن کی باری آئی تو صاحب فن ہم سے منہ موڑ گئے۔ گزشتہ نصف صدی کے دوران ان کی تحریریں ہر عمر کے لوگوں کی توجہ کا مرکز رہیں مبصرین کے مطابق وہ اردو کے ان ادیبوں میں سے ایک تھے جو نظریاتی شناختوں اور نسلی خلاء سے بالاتر تھے۔ محمد خالد اختر ایک پیدائشی اور فطری ادیب تھے جنہیں کتاب، سگریٹ اور دریا کے کنارے کے علاوہ دنیا کی کسی چیز کی طلب نہ تھی۔ ہاں جہاں تک ان کی ادبی زندگی کا تعلق ہے تو اس کا آغاز ان کے سکول کے زمانے ہی سے ہو چکا تھا۔ ابتداء میں انہیں شاعری کا بھی شوق تھا۔ جس کے لئے انہوں نے اپنا تخلص ''اخضر'' رکھا۔ بعد میں انہوں نے شاعری تو ترک کر دی لیکن ''خضر'' ان کے قلمی نام پر مشتمل حصہ بنا رہا۔ انہوں نے غالب کے انداز میں مختلف مشاہیر کے نام جتنے بھی خطوط لکھے، اپنے اسی نام سے لکھے ان کے یہ خطوط ایک زمانے تک ''فنون'' لاہور اور ''افکار'' کراچی میں نہایت ذوق و شوق سے پڑھے جاتے تھے۔ 1989ء میں اپنی خطوط کا مجموعہ ''مکاتیب خضر'' کے عنوان سے سنگ میل سے لاہور نے شائع کیا۔ جناب احمد ندیم قاسمی کے بقول محمد خالد اختر اردو ادب کی ایک باوقار مگر درویش صفت شخصیت کا نام ہے۔ ہلکے پھلکے مہذب مزاح اور نہایت حساسیت سے لکھے جانے والے سفرناموں کے معاملے میں وہ بیمثال تھے۔ محمد خالد اختر کی دو بہنوں کے علاوہ تین بھائی تھے۔ جن میں سے وارث پہلے انتقال کر چکے ہیں جبکہ باسط جو ایک ریٹائرڈ انجینئر ہیں حیات ہیں یہ بہاولپور کی گجر برداری سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد مولوی اختر علی نواب بہاولپور کے ہاں اعلیٰ عہدوں پر کام کرتے رہے۔ جو بعد میں سیاست میں آئے۔ محمد خالد اختر کا انتقال 2 فروری 2002ء میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ PECSH سوسائٹی قبرستان طارق روڈ پر ہے۔

Marfat.com

خالد علیگ

ادیب، شاعر، صحافی اور روزنامہ مساوات کے سابق ایڈیٹر خالد علیگ بھارتی ریاست اتر پردیش کے مشہور شہر قائم گنج میں 1925ء میں پیدا ہوئے۔ بی اے تک تعلیم علی گڑھ سے حاصل کی۔ 1947ء میں ہجرت کرکے پہلے اوکاڑہ پھر لاہور کچھ عرصہ قیام کیا بعد میں کراچی آگئے۔ یہاں انہوں نے پی ڈبلیو ڈی میں ملازمت کی وہ سندھ کے مختلف اضلاع سکھر، میرپورخاص، محکمہ اریگیشن میں رہے۔ ساٹھ کے عشرے میں جناب فخر ماتری مرحوم نے روزنامہ ''حریت'' شروع کیا تو خالد علیگ سرکاری نوکری کو خیرباد کہہ کر ''حریت'' کی ابتدائی ٹیم میں شامل ہوگئے۔ علیگ مرحوم 18 سال تک روزنامہ ''حریت'' سے وابستہ رہے۔

ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے کراچی سے شوکت صدیقی کی سربراہی میں ''روزنامہ مساوات'' جاری کیا۔ تو شوکت صدیقی مرحوم چیف ایڈیٹر اور خالد علیگ ایڈیٹر بنائے گئے۔ وہ ایک ایڈیٹر سے زیادہ ہمیشہ عام ورکنگ جرنلسٹ رہے۔ ان کی اصلی وجہ شہرت ان کی شاعری ہے۔ وہ شاعر، دہاڑ شاعر تو نہیں تھے۔ مگر مشاعرہ میں ان کی موجودگی مشاعرہ کی کامیابی کی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ آخری زمانے میں تو وہی مشاعرہ لوٹ لے جاتے تھے۔ خالد علیگ کا یہ شعر بطور نمونہ پیش ہے۔

ہم صبح پرستوں کی یہ رِیت پرانی ہے
ہاتھوں میں قلم رکھنا یا ہاتھ قلم رکھنا

ان کا شمار ترقی پسند اور بائیں بازو کے پختہ کار نظریات رکھنے والے ان دیانت دار لوگوں کی صف اوّل میں تھا۔ جو اپنے نظریات پر سختی سے کاربند ہونے کے باوجود اپنے کردار کو کسی آلودگی میں ملوث نہیں ہونے دیتے مشرقی روایات و تہذیب کا دامن کبھی بھی

Marfat.com

ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ وہ حقیقی معنوں میں ایک روشن خیال انسان تھے جو دوسروں کی دل آزاری سے شعوری طور پر اجتناب کرتے تھے۔ ان کو کسی نے کسی دوسرے کی دل آزاری کرتے دیکھا اور نہ ہی سنا۔ اور نہ ہی مصنوعی ترقی پسندوں کی طرح اسلامی شعائر کا مذاق اڑاتے دیکھا۔ البتہ ظالم و جابر حکمرانوں اور خلق خدا کا استحصال کرنے والی قوتوں کو انہوں نے ہمیشہ اپنے قلم کی سان پر رکھا بھٹو مرحوم کے پرستار تھے۔ مگر بھٹو سے اختلاف رکھنے والے اپنے صحافی دوستوں سے اپنے تعلقات میں ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیا۔ وہ مے نوشی نہیں کرتے تھے البتہ چائے اور سگریٹ نوشی ضرور کرتے تھے۔ ان کے ایک ہاتھ میں چائے اور دوسرے میں سگریٹ ہوتی تھی۔ ان کا انتقال 15 اگست 2007ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی کوئی اولاد نہ تھی البتہ ان کی اہلیہ حیات ہیں۔ ان کے بڑے بھائی منصور احمد کا کئی برس پہلے ہی انتقال ہو چکا ہے۔ مرحوم کی تین بہنیں ہیں۔ خالد علیگ کی ابدی آرام گاہ قبرستان لانڈھی کراچی میں ہے۔

جون ایلیا

ممتاز شاعر اور منفرد غزل گو شاعر، ادیب جون ایلیا 1937ء میں امروہہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم گھر ہی میں حاصل کی۔ ان کے والد سید شفیق حسن متعدد زبانوں کے ماہر اور شاعر تھے۔ خود جون ایلیا کے بقول وہ عربی، فارسی، عبرانی اور دیگر کئی زبانوں پر دسترس رکھتے تھے۔ جون ایلیا پانچ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ ان کے دوسرے بھائیوں میں کمال امروہی ممتاز فلمساز اور ہدایت کار تھے۔ جبکہ رئیس امروہوی شاعر اور کالم نگار کی شہرت رکھتے تھے۔ ایک بھائی سید تقی مشہور صحافی تھے۔ فلسفے میں اعلیٰ درجہ رکھتے تھے۔ جبکہ ایک بھائی کا نام محمد الیاس تھا۔

جون ایلیا نے عربی کی تعلیم دیو بند سے حاصل کی اور متعدد کتابوں کے تراجم کی

Marfat.com

اشاعت کا اہتمام کیا تاہم یہ تراجم اوران کی دیگر شاعری ان کی زندگی میں شائع نہیں ہوسکی۔ان کے درج ذیل شعری مجموعے زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ (۱) ''شاید'' (1990ء) (۲) ''یعنی'' (2003ء) (۳) ''گمان'' (2004ء) (۴) ''گویا'' (2008ء)

جون ایلیا کے ایک انٹرویو سے اقتباس پیش خدمت ہے۔

''بیسویں صدی کا سب سے بڑا اُردو شاعر ہوں۔ جون ایلیا، بیوی کا ادیبہ ہونا مجھے تباہ کر گیا۔ بیوی کو گھریلو خاتون ہونا چاہئے۔ پرائمری تک ہر صوبے کی اپنی زبان ذریعہ تعلیم ہونی چاہئے۔ وارث شاہؒ کے کلام سے متاثر ہوں۔ جو تاثیر پنجابی زبان میں ہے۔ اُردو میں نہیں۔ اپنی نجی زندگی کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ 1970ء میں میری شادی معروف شاعرہ، ادیبہ زاہدہ حنا سے ہوئی۔ میں ایک ادبی رسالے کا ایڈیٹر تھا۔ زاہد حنا سے ملاقات ایک خاتون آرٹسٹ کے دفتر میں ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں اس سے متاثر ہوا۔ زاہدہ کی عمر اس وقت 16 سال تھی یوں ہماری ملاقاتیں جاری رہیں۔ سات برس بعد یہ ملاقاتیں رنگ لائیں۔ اور ہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ علیحدگی کی وجہ بیان کرتے ہوئے جون ایلیا نے بتایا کہ اس کا ادیبہ ہونا مجھے تباہ کر گیا۔ اس کے اندر ایک ایسی انا پیدا ہو گئی تھی جس کی بنا پر علیحدہ ہونا پڑا۔ جبکہ اس انا کی پرورش میں نے خود کی تھی''۔

جون ایلیا کے لواحقین میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ مرحوم اپنے حال میں مست ایک فطری شاعر تھے۔ ان کے اولین شعری مجموعہ کا نام ''شاید'' تھا اور یہ شاید ان کی پوری زندگی پر محیط تھا۔ شدتِ احساس کی دولت سے مالا مال لوگ شاید ہوتے ہیں؟ یا شاید نہیں ہوتے، جون ایلیا کو بھی کچھ پتہ نہیں چلتا تھا ہیں کہ نہیں ہیں۔

Marfat.com

جون ایلیا اپنے مخلوص انداز اور حلیے میں زندگی گزارتے تھے۔ جو منفرد بھی تھا اور مختلف بھی۔ کچھ ایسا ہی چلن ان کی شاعری کا بھی ہے۔ جس میں وہ بہت مختلف ہیں اور منفرد بھی۔ پہلے پہل ان کی شاعری بڑی سادہ اور سیدھی سادی دکھائی دیتی ہے۔ تاہم آہستہ آہستہ یہ اپنے اسرار قاری پر کھولنے لگتی ہے۔ اور دل و دماغ میں سوال پیدا ہونے لگتے ہیں۔ وہی سوال جو ذاتی بھی ہوتے ہیں اور کائناتی بھی۔ جیسے

خامشی کہہ رہی ہے کان میں کیا
آرہا ہے مرے گمان میں کیا
یوں تو تکتا ہے آسمان کو کیا
کوئی رہتا ہے آسمان میں کیا

جون ایلیا کا انتقال 8 نومبر 2002ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ نارتھ ناظم آباد سخی حسن قبرستان کے مین گیٹ میں داخل ہوتے ہی دائیں جانب ان کے آبائی احاطہ میں ہے۔ جہاں ان کے دوسرے بھائی بھی آسودہ خاک ہیں۔

تابش دہلوی

خاندانی نام سید مسعود الحسن تھا۔ ادبی نام تابش دہلوی۔ ان کی پیدائش 9 نومبر 1911ء کو دہلی میں ہوئی جبکہ ابتدائی تعلیم و تربیت دہلی، حیدر آباد دکن میں ہوئی۔ عربی و فارسی کی تعلیم دہلی کے منشی شیو دیال سے حاصل کی تھی۔ حتیٰ کہ قرآن مجید بھی انہی سے پڑھا۔ منشی شیو دیال غیر معمولی صلاحیت کے مالک اور اخلاق و شرافت کے پیکر تھے۔ ان کے فیض نے ہی عربی و فارسی کے مطالعے اور اُردو شاعری کے ذوق کو پروان چڑھایا۔ میٹرک کے بعد خانگی حالات کے سبب سلسلہ تعلیم کو مزید جاری نہ رکھ سکے۔ اور 1941ء میں آل انڈیا ریڈیو میں ملازمت کر لی۔ 1947ء میں پاکستان آئے اور

Marfat.com

ریڈیو پاکستان کراچی کے نیوز سیکشن سے وابستہ ہو گئے۔ 1941ء سے 23 سال تک مسلسل اُردو کی خبریں نشر کرتے رہے۔

اسی دوران میں انہوں نے بے شمار مشاعرے بھی ریلے کیے۔ پہلا مشاعرہ جسے انہوں نے آل انڈیا سے ریلے کیا بھوپال کا وہ تاریخی مشاعرہ تھا جس میں پاک و ہند سے تقریباً تمام مشاہیر شعراء شریک تھے۔ ان کے پردادا نظام الدین نظامی فارسی کے مستند ادیب و شاعر تھے۔ نظامی صاحب غالب کے ہمعصر شاعر شیفتہ کے عزیز دوستوں میں سے تھے۔ مرحوم کی پہلی شادی 1933ء میں ہوئی۔ 46ء میں بیوی کا انتقال ہو گیا۔ دوسری شادی نواب یار خاں کی صاحبزادی سے ہوئی افضل یار خاں صاحب کے خسر حکیم احسن اللہ خان اور ان کے ماموں نواب مصطفیٰ خان شیفتہ تھے۔ اردو کے عظیم شاعر غالب ان کی موجودہ رفیقہ حیات کے خالو تھے۔ 1931ء میں آپ کی پہلی نظم "دل" کے عنوان سے ماہنامہ "ساقی" دہلی میں شائع ہوئی۔ جسے پڑھ کر میر ناصر علی مرحوم نے ایڈیٹر شاہد احمد دہلوی سے کہا ماشاء اللہ یہ بچہ بڑا شاعر بنے گا۔ شاعری کے علاوہ وہ ادبی و تنقیدی مضامین بھی لکھتے رہے۔ تابش مرحوم اردو میں جن شعراء سے متاثر ہوئے ان میں مرزا مظہر جان جاناں، میر تقی میر، انعام اللہ خان یقین، غالب، مومن، یگانہ، فانی، جوش اور اقبال کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ انہیں 1988ء میں صدارتی ایوارڈ (تمغۂ امتیاز) بھی مل چکا ہے۔ تابش دہلوی نے شاعری کے علاوہ تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 93 برس تھی۔ وہ پاکستان میں فانی بدایونی کے آخری جانشین تھے۔ ان کے 6 شعری مجموعے شائع ہوئے۔ جنہوں نے ہر خاص و عام میں مقبولیت حاصل کی۔ مرحوم نے 1923ء میں شعری سفر کا آغاز کیا۔ اور 81 برس تک گلستان سخن کی آبیاری کرتے رہے۔ وہ ایک وضع دار اور صاحب نظر انسان تھے۔ تابش دہلوی نے سینکڑوں

Marfat.com

شاگرد چھوڑے ہیں۔ مرحوم نے نعت، منقبت، سلام مرثیہ اور قومی نغمے لکھے۔

اک مرگِ مسلسل سے ہر اک سانس ہے گزرا
رکھے گا زمانہ مرے جینے کی ادا یاد

تابش دہلوی کا انتقال 23 ستمبر 2004ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان میں ہے۔

ہم نے مانا کہ کڑی دھوپ ہے تابش لیکن
سایہ، ہمسائے کی دیوار کا ہے، آنگن میں

مرحوم کی علمی، ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت سندھ نے کراچی کے ایک روڈ کا نام تابش دہلوی روڈ رکھا ہے۔

شوکت صدیقی

عالمی شہرت کے حامل ناول خدا کی بستی کے خالق اور ممتاز افسانہ نگار سینئر صحافی، کالم نگار شوکت صدیقی پچھلے 60/50 سالوں میں اردو کے چند بڑے ناول نگاروں میں سے ایک تھے۔ ان کے صرف ایک ناول ''خدا کی بستی'' کے 42 زبانوں میں ترجمے ہوئے جو ان کی عالمی مقبولیت کی ایک دلیل ہے۔ شوکت صدیقی 20 مارچ 1923ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ان کا بچپن اور جوانی کا زیادہ تر حصہ اس علاقے میں گزرا۔ میٹرک تک تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ انہوں نے 1944ء میں گریجوایشن اور 1946ء میں سیاسیات میں ایم اے کیا۔ پاکستان کے قیام کے بعد 1950ء میں یہاں آگئے۔ 1952ء میں ثریا بیگم سے شادی ہوئی۔ جن سے ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ عملی زندگی کا آغاز 1944ء میں لکھنؤ سے ماہنامہ ''ترکش'' سے کیا۔

زندگی کا بڑا حصہ اخبارات کی وابستگی میں گزارا۔ 1984ء میں صحافت سے

Marfat.com

کنارہ کشی اختیار کر لی۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ''تیسرا آدمی''، 1952ء میں شائع ہوا۔ دوسرا مجموعہ ''اندھیرا اور اندھیرا'' 1955ء میں اور تیسرا، ''راتوں کا شہر'' 1956ء میں آیا۔ ان کا مشہور ناول ''خدا کی بستی'' 1958ء میں شائع ہوا۔ افسانوی مجموعہ ''کیمیا گر'' 1984ء ناول ''جانگلوس'' 1988ء ناول ''چار دیواری'' 1990 میں شائع ہوا۔ ان کی دیگر کتابوں میں ''طبقاتی جدوجہد'' اور ''بنیاد پرستی'' بھی شامل ہیں ''خدا کی بستی''، ''جانگلوس'' پر ٹی وی سیریلز بھی مقبول رہیں۔

شوکت صدیقی اس عہد میں پاکستان میں سب سے بڑے افسانہ نگار اور لکھنے والے تھے۔ وہ تمام زندگی افسانہ اور ناول کے حوالے سے اردو زبان اور پاکستان دونوں کے لئے قابلِ افتخار رہے۔ وہ آلام ومصائب کے باوجود آخری وقت تک ہمت نہیں ہارے بعض پریشانیوں اور مشکلات کے باوجود جینے کا حوصلہ اور عزم برقرار رکھا اور ذہنی طور پر ہمیشہ تازہ دم اور ہشاش بشاش رہے۔ ان کے پسماندگان میں بیوہ، دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں شامل ہیں۔ مارکسزم سے متاثر ہوئے پوری عمر اپنے نظریات اور ادبی و صحافتی کمٹ منٹ کے ساتھ گزاری۔ جنرل ضیاء الحق کے پرآشوب اور ظلمت افروز شب و روز میں مرحوم کی تحریروں نے سیاسی کارکنوں کے جوش وجنون میں اضافہ کیا۔ ان کے تحریر کردہ اداریے آمریت کے لئے موت اور جمہوریت سے وابستگی کے آئینہ دار تھے۔ انہوں نے بے شمار نو واردانِ صحافت کو قلم پکڑنا اور خبر اور فیچر لکھنے کے ہنر سے آشنا کیا۔ اپنے سے کتابیں مہیا کیں۔ وہ کہانی اور اداریہ نویسی کے فن میں منفرد تھے۔ ان کی تصانیف اردو ادب کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ انہیں ''آدم جی ادبی ایوارڈ'' کے ساتھ ساتھ کئی دوسرے اعزازات سے نوازا گیا۔ شوکت صدیقی کا انتقال 18 دسمبر 2006ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

Marfat.com

حمید کاشمیری

ممتاز ادیب اور ڈرامہ نگار حمید کاشمیری 15 سے زیادہ ناولوں کے مصنف تھے۔انہوں نے پاکستان ٹیلی ویژن کے لئے 50 سے زیادہ ڈرامے لکھے جن میں 20 لانگ پلیز شامل ہیں۔انہوں نے پاکستان رائٹرز گلڈ، ہیومن رائٹس اور نگار ایوارڈ حاصل کئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 72 سال تھی۔حمید کاشمیری فلم انڈسٹری اور ریڈیو پاکستان سے بھی منسلک رہے۔ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا، تین بیٹیاں اور ایک بیوہ شامل ہیں۔ مرحوم کبھی حالات کے شاکی نہیں رہے۔خود کو بڑے فخر سے ''پروفیشنل ادیب'' کہتے تھے۔کسی ادبی گروپ کا حاشیہ بردار بننے کے بجائے وہ اپنے بک سٹال پر بیٹھ کر کہانیاں اور ڈائجسٹ پڑھنا زیادہ احسن خیال کرتے تھے۔اور زندگی بھر اس پر عمل پیرا بھی رہے۔زندگی بھر کسی پر بوجھ نہیں بنے۔ادبی دنیا کے ہنگاموں سے دور رہنے والے حمید کاشمیری نے زندگی دل کے ہاتھوں ہاری۔حمید کاشمیری یکم جون 1930ء کو محلہ کشمیری موضع بالسرہ (مری کے ایک مضافاتی دیہات) میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول مری میں حاصل کی اور تکمیل کے لئے کراچی آ گئے۔انہوں نے اس ہنگامی شہر میں اپنی زندگی کے مختلف ادوار اور نشیب و فراز دیکھے۔اپنے بارے میں حمید کاشمیری ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''1951ء تک میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ افسانہ کس کو کہتے ہیں۔کرشن چندر اور منٹو کس پھل کا نام ہے۔گاؤں میں بس دینی کتب سے فیض حاصل کیا تھا۔اب کئی سالوں سے افسانے لکھ رہا ہوں۔ابتداء میں لگن تڑپ لکھواتی تھی۔بعد میں عادت ہو گئی ممکن ہے چھوٹ بھی جاتی لیکن احباب لکھنے پر مجبور کرتے رہتے ہیں۔اچھا ادب دراصل سکون، یکسوئی اور ذہنی اطمینان چاہتا ہے۔جو کہ اس افراتفری کے دور میں بہت

Marfat.com

کم لوگوں کو میسر ہے''۔

مری کے پہاڑوں سے اُتر کر کراچی کی گلیوں میں آنے والے حمید کاشمیری نے بڑا آدمی بننے کا سفر کیسے شروع کیا۔ اس بارے میں انہوں نے 24 مئی 2000ء کو اپنے اعزاز میں منعقدہ ایک تقریب میں خطاب کرتے ہوئے بتایا تھا۔ ''میں مری کے پہاڑوں سے اُتر کر کراچی کی گلیوں میں آیا تھا۔ میں گاؤں کا آدمی تھا۔ اور گاؤں کا آدمی ہوں۔ گاؤں کے لوگ اپنے پاس ایک لاٹھی رکھتے ہیں۔ یہ لاٹھی سانپ وغیرہ مارنے کے لئے ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ لاٹھی بھی اپنے ساتھ لے کر آ گیا میں نے دیکھا کہ شہر میں لوگوں نے میری لاٹھی کا مذاق اڑانا شروع کر دیا۔ کیونکہ شہر کے رواج کے مطابق کوئی اپنے پاس لاٹھی نہیں رکھتا۔ اور پھر مجھے یہ بتایا گیا کہ گاؤں میں تو سانپ بلوں میں ہوتے ہیں۔ لیکن شہروں کے اندر آستین میں پائے جاتے ہیں۔ بہرحال میں نے وہ لاٹھی پھینک دی۔ حمید کاشمیری کا انتقال جولائی 2003ء میں کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

صباء اکبرآبادی

ان کا خاندانی نام خواجہ محمد امیر صبا تخلص اور قلمی نام صبا اکبرآبادی تھا۔ ان کے والد خواجہ علی محمد آگرہ کے مشہور ڈاکٹر تھے۔ ان کے پردادا خواجہ محمد عالم ایک مالدار شخص تھے۔ ان کا سلسلہ بارہویں واسطے سے حضرت بہاؤ الدین نقشبندی تک پہنچتا ہے۔ ان کی تاریخ پیدائش 14 اگست 1908ء اکبرآباد (آگرہ) ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کرنے کے بعد انہوں نے علی گڑھ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ 1928ء میں انہوں نے ایک ادبی ماہنامہ ''آزاد'' نکالا۔ جو دو برس تک جاری رہا۔ 1933ء میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ 1934ء میں گردش دوراں انہیں بنگال لے گئی۔ جہاں ان کو ملازمہ

Marfat.com

تعلیم میں ہیڈ کلرک کی ملازمت مل گئی۔ اسی دوران انہوں نے حضرت رعنا اکبر آبادی کے رسالے ''مشورہ'' کی ادارت بھی سنبھالی۔

انہوں نے شاعری کا آغاز 1920ء سے کیا۔ اور اپنے عربی فارسی کے اُستاد جناب خادم علی خاں اخضر اکبر آبادی سے اصلاح لی۔ 1927ء میں حضرت شاہ محمد محسنؒ ابو العلائی راناپوری کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور اس وسیلے سے انہیں تصوف کی دنیا سے رابطہ حاصل ہوا۔ اسی پاکیزہ ماحول کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے مذہبی رنگ میں شاعری کی۔ صباء صاحب نے مرثیہ نگاری بھی کی ہے۔ 1947ء میں صبا اکبر آبادی پاکستان آ گئے۔ یہاں آنے کے بعد ابتداء میں وہ حیدر آباد میں ٹھہرے جہاں انہوں نے اُردو، فارسی اور سندھی زبان میں مشاعرے کی بنیاد ڈالی۔ جسے لوگوں نے بہت پسند کیا۔ کچھ عرصہ حیدر آباد میں رہنے کے بعد وہ کراچی آ گئے۔ ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ تقریباً ایک سال محترمہ فاطمہ جناح کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے۔ اس کے علاوہ جناح کالج اور دوسرے تعلیمی اداروں میں بھی کام کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ کیا۔ اردو زبان کی ترقی و ترویج میں صبا اکبر آبادی کا نمایاں کردار رہا ہے۔ انہوں نے ایک ناول بھی لکھا ''زندہ لاش'' جو 1926ء میں آگرہ سے شائع ہوا۔ ان کی تاریخ وفات 30 اکتوبر 1991ء ہے۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔

صہبا لکھنوی

ان کا اصل نام سید شرافت علی صہبا تخلص اور صہبا لکھنوی قلمی نام تھا۔ وہ 25 دسمبر 1919ء کو ریاست بھوپال میں پیدا ہوئے۔ لیکن ان کا آبائی وطن لکھنو تھا۔ ان کے والد سید محمد علی ایک نامور وکیل تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے

Marfat.com

کے بعد جہانگیریہ ہائی سکول بھوپال سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔اس کے بعد انہوں نے امیر الدولہ کالج لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی۔اور اسماعیلیہ کالج اندھیری بمبئی سے بی اے کیا۔انہوں نے نوعمری ہی میں ادبی زندگی کا آغاز کر دیا تھا۔1931ء میں ہفت روزہ ''آفتاب'' امرتسر میں ان کی سب سے پہلی تخلیق شائع ہوئی۔

1944ء میں انہوں نے اپنی ملازمت کا آغاز کیا۔سب سے پہلے انکا تقرر ریاست بھوپال کے محکمہ مالیات میں ہوا۔لیکن چند ماہ کے بعد انہوں نے یہاں سے اپنا تبادلہ محکمہ تعلیم میں کرالیا۔ یہاں پر وہ بحیثیت مدرس مقرر ہوئے۔1945ء میں مرحوم نے بھوپال سے ماہنامہ ''افکار'' کا اجراء کیا۔1950ء میں انجمن ترقی پسند مصنفین اور ''افکار'' سے لاتعلق ہوجانے کے محکمانہ حکم پر انہوں نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا۔ اسی سال وہ پاکستان تشریف لے آئے اور کراچی میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں آ کر بھی صہبا لکھنوی ادبی خدمات انجام دینے میں سرگرم ہو گئے۔1951ء سے ''افکار'' کا اجراء دوبارہ شروع کیا۔1958ء میں پروفیسر سید نواب علی ماہر تعلیم اور سابق وزیر تعلیم ریاست جوناگڑھ کی صاحبزادی سیدہ محمودہ سے ان کی شادی ہوئی۔

جناب احمد ندیم قاسمی ان کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''صہبا لکھنوی نے اپنی اکثر نظموں میں ماحول کا نہایت صحیح اور مکمل جائزہ لیا ہے۔اور اس جائزے میں اپنے احساسات کو سمو کر ان نظموں کو ایک یادگار صورت بخشی ہے۔ ہندوستان کا شاعر جب اپنے ماحول کا جائزہ لیتا ہے تو ضروری بات ہے کہ مغربی استعمار کی انسان کشی سے متاثر ہو کر وہ موجودہ حالات کے انقلاب کے لئے پکارتا ہے''۔

صہبا لکھنوی کی تصانیف میں پہلا شعری مجموعہ ''ماہ پارے'' 1943ء میں شائع ہوا۔ان کا دوسرا شعری مجموعہ ''خاکے'' ہے جس کا دیباچہ احمد ندیم قاسمی نے تحریر کیا

Marfat.com

تھا۔لیکن 1946ء کے فسادات میں ان کا مسودہ خورد برد ہو گیا۔اس کے علاوہ ان کی تصانیف میں ''میرے خوابوں کی سرزمین'' (سفرنامہ مشرقی پاکستان)1962ء ''اقبال اور بھوپال'' (تحقیق)1973ء اسی کتاب پر انہیں ''10 ہزار روپے آدم جی ایوارڈ'' سے نوازا گیا۔ان کی مرتب کردہ کتب میں ''حجاز ایک آہنگ'' 1958ء ''ارمغانِ مجنون'' 1984ء ''منٹو ایک کتاب'' 1991ء صہبا لکھنوی کو اپنی زندگی میں یہ فکر ستاتی رہتی تھی کہ ان کی رحلت کے بعد ''افکار'' کس طرح شائع ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے ''افکار فاؤنڈیشن'' قائم کی اور ان کی زندگی میں یہ رسالہ فاؤنڈیشن کے زیراہتمام چھپنے لگا۔صہبا لکھنوی کا انتقال 30 مارچ 2002ء کو کراچی میں ہوا۔

ابراہیم جلیس

ابراہیم جلیس کے خاندان کا تعلق دراصل ریاست حیدرآباد کے شہر عثمان آباد سے تھا۔لیکن ابراہیم جلیس 24 اگست 1924ء کو اپنے ننھیال بنگلور میں پیدا ہوئے۔ان کے والد احمد حسین تحصیلدار تھے۔ابراہیم جلیس نے ابتدائی تعلیم گلبرگ میں حاصل کرنے کے بعد 1940ء میں گورنمنٹ انٹر کالج گلبرگ سے انٹر کا امتحان پاس کیا۔اس کے بعد ان کے والد نے مزید تعلیم کے لئے ابراہیم کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بھیج دیا۔1940 میں انہوں نے بی اے کا امتحان پاس کیا۔

بعد ازاں انہوں نے ایک سرکاری دفتر میں ملازمت اختیار کی۔مگر جلد ہی وہاں سے استعفیٰ دے دیا۔ادبی ذوق کے ہاتھوں مجبور ابراہیم بچپن سے ہی مقامی اخبارات اور مختلف میگزینوں کے لئے کہانیاں لکھتے رہتے تھے''ساقی'' میں چھپنے والی ان کی کہانی ''رشتہ'' نے ادبی دنیا میں سنسنی پھیلا دی ''ساقی'' اپنے وقت کا ایک مستند اور معتبر ادبی رسالہ تھا۔

Marfat.com

1944ء میں چھپنے والے افسانوی مجموعے ''زرد چہرے'' نے انہیں نمایاں کہانی نویسوں میں شامل کر دیا۔ طنز کے نشتر سے مزین جلیس کے افسانوں کی دوسری کتاب ''چالیس کروڑ بھکاری اور نکونا داس'' ہے۔ ''چور بازار'' کے نام سے انہوں نے ایک ناول بھی لکھا۔ کچھ دنوں کے لئے ابراہیم جلیس بمبئی میں اپنے دوست ساحر لدھیانوی کے ہمراہ بھی قیام پذیر رہے۔ مگر ان کی بے چین طبیعت انہیں واپس حیدر آباد لے گئی۔ 40ء کی دہائی برصغیر کی سیاسی اور ادبی تاریخ میں خاصی ہنگامہ خیز تھی۔ ترقی پسند لکھاری مکمل طور پر فعال تھے۔ اسی تحریک نے ابراہیم جلیس کو بھی اپنی طرف کھینچا اور وہ اس سے منسلک ہو گئے۔ تقسیم کے کچھ دن بعد ہی 1948ء میں جب بھارت نے حیدر آباد دکن کو اپنے ساتھ ملحق کرلیا تو ابراہیم جلیس ترقی پسند سے قوم پرست مسلمان ادیب کی شناخت سے ابھرے۔ دکن میں پیدا ہونے والے سیاسی ابھار کے حوالے سے انہوں نے ''ترنگے کی چھاؤں میں'' لکھی۔ 1948ء میں وہ دکن سے پاکستان منتقل ہو گئے۔ جہاں ترقی پسندوں سے ان کے تعلقات ایک بار پھر بحال ہو گئے اور انہوں نے قوم پرست اسلامی ادیب کے تشخص کو خیر باد کہہ دیا۔ اس حوالے سے ان کی کتاب ''دو ملک ایک کہانی'' نے خاص شہرت حاصل کی۔ ابراہیم نے مقبول اخبارات میں طنز و مزاح سے بھرپور کالم بھی لکھے۔ ان کی دیگر کتابوں میں ''الٹی قبر''، ''نیکی کر تھانے جا''، ''اوپر شیروانی اندر پریشانی''، ''جنس پھنس''، ''شگفتہ شگفتہ'' اور ''کالا چور'' شامل ہیں۔ 1976ء میں ابراہیم جلیس روزنامہ ''مساوات'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ ان کی شادی 1946ء کو ہوئی۔ وہ اردو کے ممتاز و معروف مزاح نگار تھے۔ ان کا انتقال 26 اگست 1988ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ گلشن اقبال قبرستان میں ہے۔

Marfat.com

اُستاد قمر جلالوی

اُستاد قمر جلالوی کا اصل نام سید محمد حسین عابدی اور قمر تخلص ہے۔آپ 1887ء کو قصبہ جلالی ضلع علی گڑھ میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام غلام سجاد حسین تھا جو خود بھی بڑے پرذوق اور ادبی انسان تھے۔قمر جلالوی شاعری میں اُستاد مانے جاتے تھے۔اس لئے انہیں اُستاد قمر جلالوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔انہوں نے عربی، فارسی کی تعلیم گھر میں حاصل کی اور اردو مولوی زندہ علی مرحوم سے پڑھی انہوں نے ایسے علاقے میں آنکھ کھولی جو شعر وسخن کا گہوارہ تھا۔لہٰذا ایسے ماحول سے متاثر ہوئے اور بچپن ہی سے شاعری کی طرف رجحان ہوا۔انہوں نے 1895ء میں شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ ان کی ابتدائی شاعری کا پہلا شعر یہ ہے

جیسا کہ مجھ کو پیار ہے اس گلبدن کے ساتھ
بلبل کو بھی وہ عشق نہ ہوگا چمن کے ساتھ

قمر جلالوی نے کبھی کسی سے اصلاح نہیں لی۔ابتدائی دور میں انہوں نے ہدف جلالوی کو اپنی غزل دکھائی تو ہدف صاحب نے ان کی غزل کو اٹھا کر پھینک دیا۔اس کے بعد قمر صاحب نے کسی سے اصلاح نہیں لی۔

لہٰذا اپنے کلام میں مزید چاشنی پیدا کرنے کے لئے وہ مشہور زمانہ اور پختہ کار شاعر امیر مینائی سے وابستہ ہو گئے۔خود کو امیر مینائی کی شاگردی میں داخل کرتے ہوئے انہوں نے ایک قطعہ بھی لکھا ہے

ازل سے معتمد حضرت امیرؔ ہوں میں
اسی لکیر پہ اب تو قمرؔ فقیر ہوں میں
زرِ قلیل نہیں ہوں کہ دیکھ لے دُنیا
جو دفن رہتی ہے وہ دولتِ کثیر ہوں میں

Marfat.com

22 سال کی عمر میں وہ اپنے شاگردوں کے کلام کی اصلاح کرنے لگے تھے۔ 19 برس کی عمر میں انہوں نے علی گڑھ میں بود و باش اختیار کر لی تھی۔ 1929ء میں کنیز فاطمہ سے ان کی شادی ہوئی۔ 11 ستمبر 1947ء کو اپنے اہل و عیال کے ساتھ پاکستان آئے اور کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ قمر جلالوی بڑے دکھی انسان تھے۔ پاکستان میں آکر انہوں نے اپنے ذریعہ معاش کے لئے بڑے جتن کیے۔ لیکن انہیں کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے سائیکلوں کی مرمت کا کام سیکھا اور اسی کام کو اپنی روزی کا ذریعہ بنایا۔ انہیں سب سے پہلے زیڈ اے بخاری مرحوم نے ریڈیو پاکستان کے ذریعے عوام سے متعارف کروایا تھا۔ ان کے استاد ہونے کا علم جب عوام کو ہوا تو لوگوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ پھر پاکستان بھر میں منعقد ہونے والے ہر مشاعرے میں بلایا جانے لگا۔

اُستاد قمر جلالوی اپنے مخصوص ترنم اور سلاست کلام سے مشاعرہ لوٹ لیا کرتے تھے۔ 1959ء میں حکومت پاکستان نے ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں ان کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ جو تا حیات جاری رہا۔ والئ دکن نے بھی قمر جلالوی کو خطاب سے نوازا تھا۔ اس کے علاوہ مختلف اوقات میں انعامات بھی پاتے رہے۔ ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ ہندوستان میں ان کے شاگردوں میں شری کرشن بہار، شبیر جیلانی، امانت اللہ امیر، متھر اپرشاد شیدا، شکیل بدایونی، عارف سیمابی، ساغر نظامی اور پاکستان میں اعجاز رحمانی، فضا جلالوی، عطا اللہ بجا، ایاز بجنوی، پونم الہ آبادی، حافظ بریلوی، سرور بارہ بنکوی اور ہدف جلالوی شامل ہیں۔

آخر عمر میں قمر جلالوی یرقان کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ بالآخر 24 اکتوبر 1968ء کو انہوں نے دار فانی سے کوچ کیا۔ ان کی آخری آرام گاہ علی باغ قبرستان

Marfat.com

کراچی میں ہے۔وفات کے وقت ان کی عمر 91 برس تھی ان کی قبر کے قریب سید آل رضا بھی آسودہ خاک ہیں۔ان کی قبر کے کتبہ پر تحریر ہے

ابھی باقی ہیں پتوں پر جلے تنکوں کی تحریریں
یہ وہ تاریخ ہے بجلی گری تھی جب گلستاں پر

اردو ادب کے مشہور ومقبول شاعر قمر جلالوی

سید محمد حنیف عابد، استاد قمر جلالوی

یکم شعبان 1388ء 24 اکتوبر 1968ء

پروفیسر سید اقبال عظیم

ممتاز پروفیسر سید اقبال عظیم 8 جولائی 1913ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔قیام پاکستان کے وقت انہوں نے مشرقی پاکستان میں سکونت اختیار کی اور تدریس کے پیشے سے وابستہ رہے اور 1970ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد مغربی پاکستان آگئے تھے۔ان کی غزلوں اور نعتوں کے 13 مجموعے ہیں۔جن میں ''لب کشا''، ''چراغ آخر شب''، ''مضراب ورباب''، ''قاب قوسین''، ''زیور حرم'' ماحصل'' اور ''نادیدہ'' شامل ہیں۔ان کے مشہور اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے

مجھے ملال نہیں اپنی بے نگاہی کا
جو دیدہ ور ہیں انہیں بھی نظر نہیں آتا

پروفیسر سید اقبال عظیم نے 1934ء میں لکھنو یونیورسٹی سے بی اے کیا۔1943ء میں آگرہ یونیورسٹی سے ایم۔اے کی سند حاصل کی۔1951ء میں ڈھاکہ سے ریسرچ سکالر شپ ملی۔انہوں نے معلمی کا آغاز ۱۹۳۹ء میں کیا اور یہ سلسلہ

Marfat.com

1970ء تک جاری رہا۔ پروفیسر اقبال عظیم غزل میں بھی اپنی انفرادیت رکھتے تھے اور نعت گوئی میں بھی ان کا منفرد مقام تھا۔ بینائی جانے کے بعد مرحوم نے عام محفلوں میں شرکت ترک کردی تھی اور صرف نعتیہ شاعری پر خصوصی توجہ تھی۔ قاری وحید ظفر قاسمی نے ان کی متعدد نعتیں ٹی وی اور ریڈیو پر پڑھیں۔ جنہیں زبردست مقبولیت عام حاصل ہوئی ان کے یہ اشعار بہت مشہور ہوئے۔

ہم مدینے جا کر قصداً بھٹک جائیں گے
ڈھونڈتے ڈھونڈتے لوگ تھک جائیں گے

اپنی مٹی پہ چلنے کا سلیقہ سیکھو
سنگِ مرمر پہ چلو گے تو پھسل جاؤ گے
اپنے پرچم کا رنگ کہیں بھلا مت دینا
سرخ شعلوں سے جو کھیلو گے تو جل جاؤ گے
وہ لوٹ آئیں تو پوچھنا نہیں دیکھنا نہیں
جنہیں راستے میں معلوم ہوا کہ راستہ کوئی اور ہے

سید اقبال عظیم اردو کے ممتاز نقاد سید وقار عظیم کے چھوٹے بھائی تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی زندگی میں وقار عظیم کی شہرت اور عظمت کو اپنی بار نہیں بنایا۔ سید وقار عظیم نے شہرت اور عظمت کو اپنا سہارا نہیں بنایا۔ سید وقار عظیم نثر نگار تھے۔ اور انہوں نے افسانے اور داستان کی تنقید میں اختصاص پیدا کیا اور کبھی شاعری نہیں کی۔ سید اقبال عظیم فطری شاعر تھے۔ غزلوں اور نعتوں کے دیوان تصنیف کیے اور نثر کی طرف آئے تو لسانی اور ادبی تذکرہ نگاری کو اہمیت دی۔ دونوں کا وسیلہ روزگار ملازمت تھا۔ لیکن سید وقار عظیم

Marfat.com

نے ہندوستان کے بعد اورنٹیل کالج لاہور سے وابستگی اختیار کر لی۔ پھر یہیں سے ریٹائرمنٹ حاصل کی اور لاہور میں ہی وفات کے بعد پیوند لحد ہوئے۔ جن کی برسی ہر سال ان کے بڑے بیٹے سید انور وقار عظیم کی رہائش گاہ پر بڑی عقیدت واحترام سے منائی جاتی ہے۔ سید اقبال عظیم بینا پیدا نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے قریباً 52 برس اپنے گرد وپیش کی زندگی، مناظر ومظاہر حیات اور حالات وواقعات زمانہ کو اپنی دونوں کھلی آنکھوں سے دیکھا لیکن 1965ء میں مشرقی پاکستان میں حکومت کی طرف سے ریسرچ افسر کے عہدے پر فائز تھے کہ ان کی بینائی بتدریج ضائع ہونا شروع ہوگئی اور ایک سال کے عرصے میں مکمل طور پر نابینا ہو گئے۔ اس دوران کوئی علاج کارگر نہ ہوا لیکن اس حقیقت کا اعتراف بھی ضروری ہے۔ کہ ان کے باطن کی آنکھ ہمیشہ روشن رہی۔ ان کا انتقال 22 ستمبر 2000ء کو ہوا۔ آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔

پروفیسر کرار حسین

ملک کے ممتاز سکالر پروفیسر کرار حسین 8 ستمبر 1911ء کو اجستھان انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے انگلش اور اردو ادب میں آگرہ یونیورسٹی سے ماسٹر کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ قانون کی ڈگری بھی حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی میں انڈین نیشنل کانگرس کے زیر سایہ سٹوڈنٹ یونین کے سرگرم رکن تھے۔ مرحوم نے کالم نگاری کے علاوہ مباحثوں میں بھی حصہ لیا۔ اور خاکسار تحریک میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ جو آپ نے علامہ المشرقی کے ساتھ کچھ تضاد کی بناء پر چھوڑ دی۔

آپ آخری وقت تک اورنگی پائلٹ پراجیکٹ کے بورڈ آف گورنرز میں بھی شامل رہے۔ پروفیسر کرار حسین نے اپنے معلماتی کیریئر کا آغاز بطور لیکچرار میرٹھ کالج انڈیا سے کیا۔ اور یہ 1947ء قیام پاکستان تک وہاں پڑھاتے رہے۔ آپ نے اسلامیہ کالج

Marfat.com

میں مختلف حیثیتوں سے کام کیا۔ ساٹھ کی دہائی میں آپ گورنمنٹ کالج کوئٹہ کے پرنسپل مقرر ہوئے اور 1971ء میں نئی قائم شدہ بلوچستان یونیورسٹی کے پہلے چانسلر مقرر ہوئے۔

انگلش اور اردو ادب کے علاوہ آپ فارسی ادب کے بھی ایک مانے ہوئے سکالر تھے۔ اردو میں ان کے خاص مضامین غزل اور مرثیہ تھے۔ آپ حافظ اور بیدل سے کافی متاثر تھے۔ پروفیسر صاحب ایک مذہبی مفکر بھی تھے۔ اور ریٹائرمنٹ کے بعد بحیثیت ڈائریکٹر اسلامک سنٹر اینڈ ریسرچ انسی ٹیوٹ (پرائیوٹ) اپنی رہائش گاہ پر مذہبی لیکچر دیتے رہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 88 برس تھی۔ انہوں نے اپنے سوگواروں میں بیوہ سرتاج بانو اور بچے شائستہ زیدی، جوہر حسین، حیدر کرار، تاج حیدر، صالحہ حسین، صادق صلاح الدین، طاہرہ عابد اور شبیہ حیدر چھوڑے ہیں۔ ان کا انتقال 7 نومبر 1999ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان میں ہے۔

ابنِ حسن نگار

برصغیر میں اردو خصوصاً بچوں کے ادب کے حوالے سے ماضی قریب کی ادبی و فنی تاریخ میں ابن حسن نگار (مرحوم)، کا نام ایسا ہے۔ جنہوں نے مؤثر انداز میں بچوں کے ننھے ذہنوں پر اپنی تحریروں کے نہ صرف انمٹ نقوش ثبت کیے بلکہ اپنی تحریروں کو تصویروں کی چاشنی سے آمیز کر کے زبان بھی دی۔ یوں انہوں نے دنیائے فن میں اظہار کے اس نئے اور حیرت انگیز انداز سے تہلکہ مچادیا تھا۔

ابن حسن نگار نے 1940ء کی دہائی کے نصف آخر میں لاہور کے ایک روزنامہ میں مختصر عرصے کے لئے کام کیا۔ پھر قیام پاکستان کے بعد کراچی آ کر سب سے بڑے اخبار ''انجام'' میں تصویر کہانی کے سلسلے کا آغاز کیا۔ چونکہ اس سے قبل کسی اخبار میں باتصویر کہانی کا کوئی تصور موجود نہ تھا۔ لہٰذا یہ سلسلہ اس قدر مقبول و مشہور ہوا کہ اکثر بڑے

Marfat.com

بھی اس میں دلچسپی لینے لگے۔

اس صورتحال کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ اخبار کی بڑھتی ہوئی اشاعت کے ساتھ اخبار کی انتظامیہ کی نظروں میں ابنِ حسن نگار کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوگیا اور 1960ء کی دہائی میں ابتدائی برسوں کے دوران ہی جب ابن حسن نگار نے مذکورہ اخبار میں بے حد دلکش انداز میں بچوں کے صفحے کی اشاعت کا آغاز کیا گویا ایک اور دھماکہ ہوگیا۔ یہ صحافتی تاریخ کا ایک عجیب و غریب اور قابل رشک کام تھا۔

قیام پاکستان کے ابتدائی سالوں کے دوران میدان صحافت میں بھی ان کی کارکردگی قابل ذکر رہی ہے۔ انہوں نے بچوں کے لئے بہت سے رسائل مثلاً ماہنامہ ''بچپن''، پندرہ روزہ ''نگار''، ماہنامہ ''مصور'' اور ماہنامہ ''ہونہار'' کا اجراء کیا ابنِ حسن نگار قیام پاکستان سے قبل زمانہ طالب علمی میں غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ کیونکہ وہ دور تحریک پاکستان کے عروج کا تھا۔ یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اس وقت تک ادب و فن اور صحافت کی دنیا میں ابن حسن نگار اگرچہ اپنی بے مثال فنی کاوشوں کی بنا پر ایک باصلاحیت اور اپنی طرز کے واحد فنکار سمجھے جاتے تھے۔ پھر نکتۂ عروج بھی آ گیا جب انہوں نے خود اپنی تصویری کہانیوں کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا۔ یہ نیا تجربہ نہ صرف اپنے تخیل کے اچھوتے پن کی بناء پر بلکہ کاروباری اعتبار سے بھی اس قدر کامیاب ثابت ہوا کہ بعد ازاں بیشتر پبلشرز نے بھی ان کی تخلیقات کو انتھک انداز میں مسلسل شائع کر کے خوب دولت کمائی ان کی چاندی ہوگئی۔ ابن حسن نگار کا انتقال کراچی میں ہوا۔

پروفیسر احمد علی

مذہبی اور ادبی دانشور اور قرآن پاک کے انگریزی مترجم پروفیسر احمد علی یکم

Marfat.com

جولائی 1912ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد ان کے والد کی وفات ہو گئی۔ والد کے انتقال کے بعد وہ اپنے چچا کے گھر چلے گئے۔ جو یو پی میں ڈپٹی کمشنر تھے انگریزی کی ابتدائی تعلیم گاؤں اور پھر مشن اسکول اعظم گڑھ سے حاصل کی۔ 1923ء میں علی گڑھ کے سکول میں داخل ہوئے۔ مگر میٹرک 1925ء میں کیا۔ 1927ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے انٹر سائنس کا امتحان پاس کیا۔ 1930ء اور 1931ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے انگریزی میں بی اے آنرز اور انگریزی ادبیات میں ایم اے کیا۔ دونوں امتحانات میں اول آئے اور پہلی پوزیشن حاصل کی۔ تعلیم سے فارغ ہوئے تو درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے۔

احمد علی 1931ء سے 1944ء تک لکھنؤ یونیورسٹی میں انگریزی کے استاد رہے۔ اسی دوران انہوں نے تقریباً دو سال الہ آباد یونیورسٹی میں اور ایک سال آگرہ کالج میں بھی پڑھایا۔ 1942ء سے 1944ء تک بی بی سی کے نمائندہ کی حیثیت سے ڈائریکٹر رہے۔ اس کے بعد 1947ء تک وہ پریذیڈنسی کالج کلکتہ میں شعبہ انگریزی کے صدر اور پروفیسر رہے۔ 1947ء سے 1948ء تک نیشنل سنٹرل یونیورسٹی چائنا میں وزیٹنگ پروفیسر کی خدمات انجام دیں۔ 1948ء سے 1960ء تک وہ پاکستان کی فارن سروس سے منسلک رہے۔ اس کے بعد اعلیٰ درجہ کے صنعتی اور کاروباری اداروں کے کلیدی عہدوں پر اپنی خدمات انجام دیں 79-1977ء تک کراچی یونیورسٹی سے اعزازی پروفیسر بھی رہے۔ ملک اور بیرون ملک کی متعدد یونیورسٹیوں کے مذاکروں میں مختلف علوم و فنون پر خطبے دیئے۔

ڈاکٹر احمد علی کی ادبی زندگی کا آغاز نوعمری ہی میں ہو چکا تھا۔ سولہ سال کی عمر میں انہوں نے پہلی انگریزی نظم ''The Lake of Dream'' کے

Marfat.com

عنوان سے کہی جو علی گڑھ میگزین میں شائع ہوئی۔ اُردو اور انگریزی میں ان کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ 1940ء میں ایک انگریزی ناول Twilight in Delhi شائع ہوا۔ جس کا اُردو ترجمہ ''دلی کی شام'' کے عنوان سے 1963ء میں شائع ہوا۔ ان کی تصانیف میں انگریزی نظموں کے دو مجموعے اردو سمیت کئی زبانوں کی شاعری کے تراجم، جن میں غالب کی منتخب غزلوں کا انگریزی ترجمہ شامل ہے۔ شائع ہو چکے ہیں۔ مرحوم کے افسانوں کے مجموعوں میں ''شعلے''، ''انگارے''، ''قید خانہ''، ''ہماری گلی''، ''موت سے پہلے''، ''دلی کی شام'' شامل ہیں۔ انہوں نے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ جو بہت مشہور ہوا۔ ان کی تاریخ وفات 14 جنوری 1994ء ہے۔

ابن الحسن

ممتاز کالم نگار اور دانشور میجر ابن الحسن روزنامہ ''نوائے وقت'' میں ''جملہ معترضہ'' کے نام سے اور انگریزی اخبارات و جرائد میں برسوں سے کالم لکھتے رہے۔ ان کے والد ظہور الحسن مرحوم کا تعلق لکھنو سے تھا۔ میجر ابن الحسن نے علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ وہ 1963ء تک فوج کے شعبہ تعلقات عامہ (آئی ایس۔ پی آر) سے وابستہ رہے جس کے بعد 1964ء میں وہ نیشنل بنک کے شعبہ تعلقات عامہ سے منسلک ہو گئے۔ انہوں نے کراچی سے ''سنڈے آبزرور'' میں خدمات انجام دیں وہ ایک جریدہ ''پاکستان اکنامسٹ'' کے بانی اور ایڈیٹر تھے۔ کئی اُردو اور انگریزی اخبارات میں کالم نویسی کے جوہر دکھائے۔ 1967ء میں مرحوم نے ہاورڈ یونیورسٹی میں ڈاکٹر ہنری کے بین الاقوامی سیمینار میں شرکت کی۔ وہ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ کے سینئر مشیر بھی رہے۔ انہوں نے 1998ء میں سندھ کابینہ میں گورنر سندھ کے مشیر اطلاعات کی حیثیت سے خدمات

Marfat.com

انجام دیں۔ ابن الحسن نے اقتصادیات کے موضوع پر متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں۔ ان کے تین صاحبزادے رضوان، یوسف اور کیپٹن سعد ہیں۔ کیپٹن سعد نے صومالیہ میں خدمات انجام دیں۔ ان کی ایک بیٹی ہے۔ جو اپنے گھر خوش وخرم زندگی گزار رہی ہیں۔ جب انہیں کینسر لاحق ہوا تو علاج و معالجے کے لیے سرکاری طور پر پیش کشیں کی گئیں۔ لیکن انہوں نے کسی پیشکش کو قبول نہ کیا اور مالی امداد قبول نہ کی۔ ان کے والد محترم مظہور الحسن مرحوم یوپی کی حکومت میں تقسیم ہند سے قبل سیکرٹری کے عہدے پر فائز تھے۔ صدر پاکستان فاروق لغاری نے ان کی وفات پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ابن الحسن وہ صحافی اور کالم نگار تھے۔ جنہوں نے صحت مندانہ اور مثبت صحافت کے فروغ کے لئے کوششیں کیں۔ بے نظیر وزیراعظم پاکستان نے کہا۔ "مرحوم ابن الحسن نے صحافت کے شعبہ میں قابل قدر خدمات انجام دیں"۔ ان کا انتقال 18 فروری 1994ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس (گزری قبرستان) میں ہے۔

رفیق چودھری

پنجابی اور اردو زبانوں کے افسانہ نگار، ناول نویس، سفرنامہ لکھنے والے کراچی میں گل وگلزار کی فصل بہار کی آبیاری کرنے والے رفیق چودھری نے 1998ء میں وفات پائی۔ وہ گوجرانوالہ میں مرنا چاہتے تھے۔ تاکہ اپنی والدہ اور والد کے پہلو میں دفن ہوسکیں۔ لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی اور قبر کے لئے انہیں کراچی نے دو گز جگہ مرحمت کردی۔ جو ان کا "کوئے یار" بھی اور "کوئے روزگار" بھی تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی اس جنم بھومی کی اسی فضا میں رفیق چودھری نے آنکھ کھولی۔ سکول کی تعلیم ابھی تھی۔ نذیر نرسری میں اپنے والد چودھری مہر دین کا ہاتھ بٹایا۔ اس عہد میں موجود اردو اور پنجابی زبان میں موجود تمام مواد کھنگال ڈالا۔ پھولدار پودوں اور پھلوں کی کاشت

Marfat.com

اور خرید و فروخت سے بھی متحدہ ہندوستان میں گوجرانوالہ کو متعارف کروایا۔ ''ریڈ بلڈ'' مالٹا انہی کے والد چودھری مہر دین کی تخلیق تھی۔ کیونکہ اٹلی کا ایک پادری کچھ پودے لے کر گوجرانوالہ میں آیا۔ جس سے ''آنکھیں'' حاصل کر کے انہوں نے ''کھٹی'' کو پیوند لگا کر ریڈ بلڈ مالٹا کی نئی نسل بنا ڈالی۔

رفیق چودھری نے 1947ء سے پہلے ہی لکھنا شروع کر دیا تھا۔ جنرل احمد ایوبی نے ہفت روزہ ''تسکین'' میں رفیق چودھری کا افسانہ تحریف کر کے طبع کیا جس پر وہ خود خلیفہ امام الدین بقا اور رفیق چودھری سیفٹی ایکٹ کے تحت دھر لئے گئے۔ لیکن ان کی پہلی اور اہم تخلیق وہ ناولٹ ہے جو انہوں نے 1965ء کی جنگ کے فوری بعد لکھا۔ اور ''واہگہ کے اس پار'' کے نام سے معروف ہے۔ روزنامہ ''امروز'' نے جب پنجابی صفحہ شروع کیا تو اس میں پروفیسر شریف کنجاہی اور رفیق چودھری نے سب سے پہلے باقاعدگی کے ساتھ لکھنا شروع کیا۔ رفیق کے کالم کا عنوان ''کاشت کار کی ڈائری'' ہوتا تھا۔ رفیق چودھری کا انتقال کراچی میں ہوا۔ تاریخ وفات مارچ 1998ء ہے۔

عثمان برنی

اس کی قربت کے بھلا کیا کہنے
جس کی دوری بھی لطف دیتی ہے

اس خوبصورت شعر کے خالق محمد عثمان برنی اس جہان فانی سے عالم جاودانی کوچ کر گئے۔ جہاں جا کر کوئی واپس آتا نہیں۔ لیکن جانے والوں کی یادیں اور باتیں ہی باقی رہ جاتی ہیں۔

محمد عثمان برنی 1944ء کو بلند شہر میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کانونٹ گرائمر کول کراچی سے حاصل کی۔ پرائیویٹ گریجوایشن کر کے انگریزی صحافت میں اپنی عملی زندگی

Marfat.com

کا آغاز کرنے والے عثمان برنی کو شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا۔ والد کا سایہ سر سے اٹھنے سے جو مسائل اور مشکلات عثمانی برنی کو پیش آئیں اس کی جھلک ان کی شاعری میں جگہ جگہ ملتی ہے ان کا پہلا شعری مجموعہ جوان کی پچپن سالہ شاعری کا انتخاب تھا میں ان کی شاعری میں موت کا ذکر جا بجا ملتا ہے۔

عثمان برنی اگر چہ نظم کے شاعر تھے۔ مگر کبھی کبھی غزل بھی کہتے تھے ان کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

دل الجھنے کے بھی اسباب ہوا کرتے ہیں
بعض چہرے بڑے نایاب ہوا کرتے ہیں
نیند سے جن کی ٹھنی رہتی ہے، ہر شب یارو
ان کی جھولی میں کئی خواب ہوا کرتے ہیں

عثمان برنی کی شاعری پر عارف عبدالمتین نے کہا تھا کہ شاعر عثمان برنی کے کلام کی فکری، جذباتی اور جمالیاتی اساس بڑی محکم ہے۔ ان کا انتقال فروری 2003ء کو کراچی میں ہوا۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ شاہ

سابق وزیر تعلیم اور نامور سکالر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ شاہ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 85 سال تھی۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں دو بیواؤں کے علاوہ ایک صاحبزادہ ڈاکٹر رفیق مصطفیٰ شاہ اور تین بیٹیوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ وہ روزنامہ ''عوام'' کے سینئر ایڈیٹر محمد ہمایوں عزیز کے چچا تھے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ شاہ 18 اکتوبر 1914ء ضلع ٹھٹھہ میں سجاول کے قریب شاہ عبداللطیف بھٹائی کے پردادا شاہ کریم بلڑی والے کے خاندان سے منسوب ہیں

Marfat.com

پیدا ہوئے۔ قیام پاکستان سے قبل ہی وہ قائد اعظم کی ابتدائی درسگاہ سندھ مدرسۃ الاسلام کے استاد مقرر ہوئے۔ 1938ء میں وہ سجاول سے رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ شاہ ایس۔ ایم کالج کے پرنسپل رہنے کے علاوہ کراچی کے ڈائریکٹر ایجوکیشن اور سندھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ وہ محترمہ بینظیر بھٹو کی پہلی کابینہ میں وزیر تعلیم تھے۔ مرحوم سندھ کی ممتاز شخصیات شیخ ایاز، رسول بخش پلیجو اور تنویر عباس کے اُستاد تھے۔ انہوں نے جنرل ضیاء کے مارشل لاء کے ایام میں سرونٹس آف سندھ یونیورسٹی قائم کی۔ اس سوسائٹی کی جانب سے علمی اور فکری محاذ پر سندھ کے حقوق کے لئے تاریخی جدوجہد کی گئی مرحوم نے 34 برس تک لگاتار انگریزی سہ ماہی ''سندھ کوارٹری'' شائع کیا۔ اس جریدے میں چھپنے والے مضامین پر پورے ملک میں بحثیں ہوتی تھیں۔ ان کا انتقال 10 اکتوبر 1999ء کو کراچی میں ہوا۔

اعجاز حسن صادق پوری

اُردو کے سب سے کم عمر صاحب دیوان شاعر کا نام اعجاز حسن ہیں۔ ان کی تاریخ پیدائش 16 مارچ 1967ء بمقام کراچی (آبائی شہر صادق پور) ہندوستان اور ان کی تاریخ وفات 10 دسمبر 1980ء بمقام کراچی ہے۔ اس صاحب دیوان کی وفات کے وقت عمر صرف تیرہ سال نو ماہ کے قریب تھی۔ ان کا مجموعہ کلام بعنوان ''نقشِ اعجاز'' ان کی وفات کے بعد اکتوبر 1981ء میں ان کے والد سید احمد حسن ایم اے (علیگ) نے شائع کیا۔ اس مجموعہ کلام کے پیش لفظ میں صاحب کلام کے دل گرفتہ والد لکھتے ہیں۔ ''ایک دس بارہ سال کے لڑکے کی زبان سے حسن وعشق اور بادہ وجام کی روش سے ہٹ کر فلسفیانہ اور عارفانہ کلام کا موزوں ہونا عقل میں آنے والی بات نہیں۔ یہ محض شانِ کریمی ہے کہ اعجاز حسن نے اپنی مختصر زندگی میں اتنا کچھ کہا کہ آج آپ کے سامنے

Marfat.com

ان کا یہ شعری مجموعہ موجود ہے'' ''نقشِ اعجاز'' کے عنوان سے چند اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔ کسی شاعر نے گویا کم عمر اہل قبور کے لئے کہا تھا۔

یہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا
کھلا ضرور مگر کھل کے مسکرا نہ سکا

کسی تحریر کو پڑھ کر آپ کا دل بھر آئے تو یہ دلیل ہے۔ اس امر کی کہ نہ صرف لکھنے والا خون جگر صرف کر کے کوئی مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوا بلکہ پڑھنے والا بھی خوش بخت، زندہ، ذی شعور اور حساس سمجھ سکتا ہے۔

دم میں دم آئے تو پوچھوں اک بات
کیا ہوئی رات سہانی میری
کوئی سمجھے بھی تو کیوں کر سمجھے
ہائے آشفتہ بیانی میری
یوں نہ پیراہن ہستی کر چاک
زندگی گرچہ ہے فانی میری
ہے میرے دم سے یہ دنیا آباد
میں نہیں ہوں تو کہانی میری

اعجاز نے جا بجا میرؔ سے عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ ان کے بعض اشعار پر میرؔ کا اثر نمایاں ہے۔ مگر ساتھ ساتھ آپ اس کے طفیل درد، غالب، اصغر گونڈوی، سیماب اکبر آبادی اور اقبال کے لاشعوری اکتساب سے بھی مستفید ہو سکتے ہیں۔ آگے بڑھنے سے پہلے یاد آیا کہ اس کمسن شاعر نے کہیں بالواسطہ تو کہیں بلاواسطہ اپنی جلد وفات کی پیش گوئی بھی کی ہے۔ جس کا ایک واضح نمونہ یہ ہے۔

Marfat.com

اب کوئی دم کی دیر ہے اعجاز کوچ میں
برسوں قیام کے لئے آیا نہیں ہوں میں

جو مٹا دے اس جہاں سے رنج و غم
ایسا طوفان کوئی برپا کر چلو
ہاں یہ دنیا ایک تماشا گاہ ہے
تم بھی تو کوئی تماشا کر چلو
لاکھ ہو اعجاز یہ دنیا بُری
تم اگر اچھے ہو اچھا کر چلو

اعجاز نے طویل، درمیانی اور مختصر ہر طرح کی بحر میں غزل کہی، نظم اور ترانہ نگاری میں بعض جگہ موقع کی مناسبت سے سہل زبان استعمال کی۔ ان کا کہا ہوا بعض کلام اس قابل ہے کہ اسکول کی نصابی کُتب میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اعجاز کا رقم کیا ہوا قومی نغمہ ملاحظہ کیجئے۔

تن، من، دھن اور جان سے پیارا
پاکستان ہمارا
اس کی عزت اپنی عزت
ہے ایمان ہمارا
اس کی خاطر ہم ہیں زندہ
اس کے لئے ہے جاں بھی حاضر
آنچ نہ آنے دیں گے اس پر
ہے پیمان ہمارا

Marfat.com

جب تک چاند ستاروں سے
یہ دھرتی جگ مگ کرتی ہے
پاکستان رہے دنیا میں
ہے ارمان ہمارا

ڈاکٹر فہیم اعظمی

معروف افسانہ نگار ڈاکٹر فہیم اعظمی کی تخلیقی زندگی کا آغاز ایک ناول نگار کے طور پر 1960ء میں ہوا تھا۔ اس وقت ان کی عمر صرف 36 برس تھی۔ ان کی تاریخ پیدائش 1924ء ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 80 برس تھی۔ لیکن وہ 60 برس سے بھی کم عمر کے نظر آتے تھے۔ وہ زندگی کے جو بے اتنے تجربات سمیٹ چکے تھے کہ انہیں افسانوں کی خاص صورت دینے کی بجائے پورے ناول کی صورت دی۔ ان کا ناول ''بہت دیر ہو چکی'' کے عنوان سے چھپا تھا۔ لیکن روائتی ناولوں کی افراط میں قبول عام حاصل نہ کر سکا۔ بہت عرصے کے بعد جب فہیم اعظمی کی شاعری کی پہلی اور آخری کتاب ''شوق منفعل'' شائع ہوئی تو ڈاکٹر انور سدید نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا۔

''ڈاکٹر فہیم اعظمی بنیادی طور پر شاعر ہیں۔ انہیں یہ فن اپنے والد گرامی جناب عقیل اعظمی سے ورثے میں ملا ہے۔ (ڈاکٹر سجاد باقر رضوی ان کے بھائی تھے) ان کے شعری مجموعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے شاعری کے ساتھ خاصا لمبا عرصہ صحبت میں گزارا ہے۔ لیکن پھر فلسفیانہ اور فکری کتب کے مطالعے کا شوق انہیں نثر کے میدان میں لے گیا۔ اور وہ افسانہ، ناول اور تنقید لکھنے لگے۔ چنانچہ فہیم اعظمی کی شاعری بت

Marfat.com

میں چلی گئی۔ پھر ماہنامہ ''صریر'' جاری کر کے ادبی صحافت کی طرف لوٹ آئے تو اس میں صرف اپنی غزلیں چھاپنے کی بجائے دوسروں کی غزلیں، نظمیں اور شاعری کی دیگر اصناف سخن چھاپنے لگے''

''صریر' ہر ماہ 88 صفحات پر محیط بر وقت شائع ہوتا اور ہر سال گرہ پر تین چار سو صفحات کی ایک ضخیم اشاعت پیش کرتا' صریر' کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کا مدیر ایک مثبت فکر و نظر رکھنے والا دانشور، ادیب تھا۔ جس کے فکر انگیز اداریوں کو'' آزاد'' کے عنوان سے کتابی صورت میں پیش کیا گیا''۔ ڈاکٹر صاحب کا انتقال جولائی 2004ء میں ہوا پہلا ان کا مجموعہ کلام ''اوراق گل'' کے نام سے 1970ء میں شائع ہوا تھا۔ اس کے علاوہ انہوں نے دیوان غالب کی مکمل تضمین کی ہے۔ اور عمر خیام کی۔ گیارہ سو رباعیات اُردو رباعی میں ترجمہ کی ہیں۔ ان کی تصانیف میں ''زمزمہ پاکستان'' (ملی نغموں کا مجموعہ) ''سربکف'' (مجموعہ مراثی شہادت) ''سخن ناشنیدہ'' (غزلیات) بھی شامل ہیں۔

ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری

اُردو کے ممتاز ادیب، مصنف اور نقاد ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری 12 جون 1912ء کو رائے پور (وسطی ہند) میں پیدا ہوئے۔ 16 برس کی عمر میں صحافی کی حیثیت سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ 1934ء میں انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے گریجوایشن کی۔ بی اے کے بعد دو برس تک بابائے اُردو مولوی عبدالحق کے ساتھ انجمن ترقی اُردو میں کام کیا۔ انہوں نے اس صدی کی تیسری دہائی میں دوسرے ممتاز ادیبوں کے ساتھ مل کر ترقی پسند ادیبوں کی تحریک کا آغاز کیا۔ مرحوم نے پیرس سے نفسیات میں ڈاکٹریٹ کی۔ واپس آ کر آل انڈیا ریڈیو کی نیوز سروس سے وابستہ ہو گئے۔ دو برس بعد ایم اے او

Marfat.com

کالج امرتسر کے وائس پرنسپل مقرر ہوئے۔ 1947ء میں وہ پاکستان آئے اور وزارت تعلیم میں ڈپٹی سیکرٹری مقرر ہوئے۔

1956ء میں وہ ڈیپوٹیشن پر یونیسکو میں بھیجے گئے۔ 1973ء تک وہ اس تنظیم سے وابستہ رہے۔ انہوں نے صومالیہ اور ایران اور بعد ازاں پاکستان میں یونیسکو کی نمائندگی کی۔ 1984ء میں ان کی سوانح عمری شائع ہوئی، جو سوانح ادب میں بلند مقام رکھتی ہے۔ ان کی کہانیوں کا مجموعہ ''محبت اور نفرت'' کے عنوان سے تنقیدی مضامین ''ادب اور انقلاب'' کے عنوان سے شائع ہو چکے ہیں۔ مرحوم کی عمر وفات کے وقت 80 برس تھی۔ ان کا انتقال 3 جون 1992ء کو کراچی میں ہوا۔

پروفیسر سید محمد سلیم

پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم ایک عظیم انسان اور ممتاز سکالر تھے۔ انہوں نے پاکستان میں طویل عرصے تک علم و ادب کے ذریعے عوام الناس کی عظیم الشان خدمت کی اور ایک بھرپور زندگی گزاری۔ ممتاز دانشور اور مفکرِ تعلیم سید محمد سلیم 15 دسمبر 1923ء میں ہندوستان کی ریاست الور کی تحصیل ''تجارہ'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان پوری ریاست میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اسے حکیموں اور طبیبوں کا خاندان بھی کہا جاتا تھا۔ آپ کے والد محترم سید عبدالوحید معروف حکیم تھے۔ سٹیٹ ہائی سکول تجارہ میں مولانا سید امتیاز علی نور پوری امروہوی جیسے فاضل اساتذہ کی رہنمائی میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے منشی فارسی اور مولوی عربی کے امتحانات دیئے۔ آپ کی اخلاقی تربیت میں مولانا امروہوی کی تربیت فاضلہ اور محنت شاقہ کا بڑا حصہ تھا۔ میٹرک کے بعد آپ نے اینگلو عربک کالج دہلی سے 1944ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ گریجوایشن کے بعد موصوف دانش گاہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں عربی زبان و ادب سے

Marfat.com

بلند پایہ معلم و محقق تعینات ہوئے۔

سید محمد سلیم نے 1946ء میں ایم اے (عربی) اور ایل ایل بی کے امتحانات درجہ اول میں پاس کیے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد تنظیم اساتذہ پاکستان کے مرکزی دفتر واقع چوبرجی بہاول شیر روڈ لاہور میں فروکش ہو گئے تھے۔ اور اپنی زندگی کو تصنیف و تالیف کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس دوران ان کے قلم سے چند شاہکار تصانیف منظر عام پر آئیں۔

1) تاریخ نظریۂ پاکستان 2) مسلمان اور مغربی تعلیم
3) بنوامیہ تک اسلام کا نظام تعلیم 4) مسلمان اساتذہ کا مثالی کردار
5) تعلیمی انحطاط کے اسباب 6) دوسری صدی ہجری میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم
7) مغربی زبانوں کے ماہر علماء

سید محمد سلیم کے جنازہ میں پاکستان کے کونے کونے سے جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے افراد موجود تھے۔ نماز جنازہ قاضی حسین احمد نے پڑھائی تھی۔ بعد ازاں ان کی میت کراچی لے جائی گئی۔ جہاں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ مرحوم کا مطالعہ وسیع الاطراف تھا۔ وہ انتہائی کشادہ ظرف، سیر چشم اور متقی انسان تھے۔ 1948ء میں گورنمنٹ کالج حیدر آباد میں بحیثیت لیکچرار تدریس کا آغاز کیا۔ 1949ء تا 1955ء گورنمنٹ کالج شکارپور میں پڑھاتے رہے۔

بقول پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم جب مولانا شفیع محمد مرحوم جو کہ خود تحریک خلافت، خاکسار تحریک اور تحریکِ پاکستان کے سرگرم رکن تھے نے چودھری غلام محمد مرحوم کے ساتھ ملکر ادارہ تعمیر ملت قائم کیا۔ تو ادارہ کو انہوں نے اپنی تین سوا ایکڑ زمین دے دی۔ یہ زمین ہالہ سے چھ میل کے فاصلے دیپر کوٹ میں واقع ہے۔ آپ (سید محمد

Marfat.com

سلیم مرحوم) نے 1961ء میں اس کا نام منصورہ کر دیا۔ پروفیسر سید محمد سلیم مرحوم کا تعارف بانی جماعتِ اسلامی مولانا ابو الاعلیٰ مودودیؒ سے ہوا اور وہ 1945ء میں جماعت اسلامی میں شامل ہو گئے۔ 45ء کے جماعت اسلامی کے اجتماع سے مرحوم نے اپنے جماعتی سفر کا آغاز کیا۔ جو 2000ء تک جاری رہا۔ سلیم صاحب کے علمی لحاظ سے دلچسپی کے تین میدان تھے۔ تعلیم۔ تاریخ اور مغربی فکر پر گہری نظر۔ مرحوم نے پہلی مرتبہ اپنی تحریروں میں ان ڈیڑھ سو علماء کا تذکرہ کیا جنہوں نے انگریز کے نظامِ فکر کا قبل از وقت جائزہ اور متبادل اسلامی نظام تعلیم پیش کیا پروفیسر سید محمد سلیم کا انتقال 2000ء میں ہوا۔ آخری آرام گاہ کراچی میں ہے۔

رضی اختر شوق

رضی اختر شوق کا یہ شعر ان کے اس مزاج کا آئینہ دار ہے۔

ہم روحِ سفر ہیں، ہمیں ناموں سے نہ پہچان
کل اور کسی نام سے آ جائیں گے ہم لوگ

رضی اختر شوق 1931ء میں سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آزادی کے بعد 1952ء میں کراچی آ گئے اور ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہو گئے۔ سید ذوالفقار علی بخاری اور حمید نسیم مرحوم ان کا ذکر ایک صاحب فن کی حیثیت میں کرتے اور ان کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتے۔ لیکن رضی اختر شوق تعریف و تحسین کی چاندنی اپنے اوپر اوڑھنے پر کبھی آمادہ نہ ہوئے۔ وہ روحانی دنیا کے انسان تھے اور زندگی کے تلخ حقائق کو درویشی اور غنی مزاجی سے برداشت کر جاتے تھے۔ ان کا یہ شعر ضرب المثل بن چکا ہے۔

ایک پتھر ادھر آیا ہے، تو اس سوچ میں ہوں
میری اس شہر میں کس کس سے شناسائی ہے

Marfat.com

رضی اختر شوق 1992ء میں ریڈیو پاکستان سے ریٹائر ہو گئے تھے اور اپنا سارا وقت گلشن اور کتاب کے ساتھ گزارتے تھے۔ان کا پہلا شعری مجموعہ ''میرے موسم میرے خواب'' کو ادبی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی تھی۔دوسرا مجموعہ ''حسیت'' تھا۔جس پر ہجرہ ادبی ایوارڈ دیا گیا۔مرحوم مجلس میں خاموش رہتے تھے۔انہوں نے زندگی اور زمین کے حقیقی تجربات کو غزل کا موضوع بنایا اور روایتی غزل کے جدید انداز میں ڈھالا۔وہ کلاسیکی طرز اسلوب کے منفرد شاعر تھے۔اور اپنے ہر شعر میں خون جگر شامل کر دیتے تھے۔ان کا انتقال 22 جنوری 1999ء میں ہوا۔

ممتاز حسن

ممتاز حسن ایک ممتاز ماہر مالیات، علم و ادب کے دلدادہ ایک باوقار اور ایک قابل احترام شخصیت کے مالک تھے۔ممتاز حسن 6 اگست 1907ء کو پیدا ہوئے۔تعلیم سے فراغت کے بعد اپنی محنت اور قابلیت کی بنا پر اعلیٰ منصب پر فائز ہوئے۔ان کی شخصیت کے کئی پہلو تھے وہ سرکاری ملازم بھی تھے۔ادیب بھی تھے اور شاعر بھی تھے اور سب سے بڑھ کر ایک اعلیٰ انسان تھے وہ کئی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ان کی منصبی ذمہ داری اور مصروفیات بہت زیادہ تھیں۔اس کے باوجود انہوں نے جس طرح علم و ادب کی آبیاری کی اس کی مثال نہیں ملتی۔

میں بعدِ مرگ بھی بزمِ وفا میں زندہ ہوں
تلاش کر میری محفل میرا مزار نہ پُوچھ

اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی طرح کی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔وہ بہت ہی اعلیٰ ادبی ذوق رکھتے تھے۔اور اُردو کے بہت بڑے حامی اور قدردان تھے۔ممتاز حسن نے پاکستان میں جو اُردو کے ادارے ہیں ان کو ترقی دینے میں گراں قدر خدمات انجام

Marfat.com

دیں۔ وہ ان چند لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حلقہ ارباب ذوق قائم کیا۔ مرکزی انجمن ترقی اردو بورڈ انجمن ترقی اردو بورڈ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ان اداروں کی سب انتظامیہ ان سے وابستہ تھی۔ انہوں نے کئی کتابیں تحریر کیں اور کئی ایک کے دیباچے بھی تحریر کیے۔ مرحوم نے قیام پاکستان کی تحریک میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اکابرین تحریک پاکستان کے قدردان تھے۔

ممتاز حسن آثار قدیمہ کے بھی محافظ تھے۔ بھنبھور کے تحفظ کے لئے بہت کام کیا اور میوزیم بھی قائم کیا۔ قیام پاکستان سے قبل ڈپٹی کنٹرولر سندھ رہے۔ حکومت ہند کے محکمہ مالیات سے بھی وابستہ رہے۔

وائسرائے ہند کی انتظامیہ میں پرائیویٹ سیکرٹری رہے۔ ڈپٹی کنٹرولر محکمہ دفاع بھی رہے لیاقت علی خان کے سیکرٹری بھی رہے۔ ان کی علمی وادبی خدمات کا اعتراف نہ صرف ملک میں تھا۔ بلکہ بیرون ممالک سے ان کو علمی وادبی کانفرنسوں میں شریک ہونے کی دعوت دی جاتی تھی۔ اٹلی میں انہوں نے اقبال اور اردو ادب پر لیکچر دیا۔ ایران میں علامہ اقبال کے حوالے سے لیکچر دیا۔ تیونس انگلینڈ، جرمنی اور ان کے علاوہ بھی بہت سے ممالک کی علمی وادبی خدمات کی بناء پر پنجاب یونیورسٹی نے L.L.D کی اعزازی ڈگری دی۔ جرمنی میں بھی اعزاز ملا۔ اٹلی سے گولڈ میڈل اور ایران سے نشان سپاس ملا۔ تصوف سے بھی لگاؤ تھا۔ وارث شاہ کے حوالے سے بھی بہت کام کیا۔

ممتاز حسن نے 28 اکتوبر 1974ء کو اس فانی دنیا کو خیرباد کہہ دیا۔ 29 اکتوبر کو مولانا احتشام الحق تھانوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ انہیں پاپوش نگر کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

حسن عابدی

حسن عابدی 7 جولائی 1929ء کو بھارت کے ضلع جونپور کے شہر ظفر آباد میں

Marfat.com

پیدا ہوئے۔ اس جری قلم کار نے ابتدائی تعلیم اعظم گڑھ اور الہٰ آباد میں حاصل کی۔ پاکستان معرض وجود میں آیا تو ارض پاک کی مٹی کی تاثیر انہیں یہاں کھینچ لائی، انہوں نے اپنے صحافتی کیریئر کا آغاز لاہور سے 1955ء میں روزنامہ "آفاق" میں ملازمت سے کیا۔ 1957ء میں انہوں نے فیض احمد فیضؔ اور سبط حسن کی زیرِ صدارت شائع ہونے والے "لیل ونہار" کو جوائن کیا۔ یہ وہ دور تھا جب زندگی کے متعلق ان کے نظریات پختہ ہوئے وہ انسانی محرومیوں اور ناانصافیوں پر ہر وقت کڑھتے رہے اپنے ادبی شہ پاروں میں انہوں نے معاشرتی جبر اور معاشی عذاب کا جابجا تذکرہ کیا۔ وہ روشن خیال انسان تھے۔ 50ء کی دہائی میں نئی صحافتی معرکہ آرائی انہیں کراچی کھینچ لائی۔ جہاں انہوں نے روزنامہ "مشرق" اور ہفت روزہ "اخبار خواتین" میں ایک طویل عرصے تک اپنے صحافتی مہارت کے جوہر دکھائے۔

انسانی زندگی کی سماجی تلخیوں کو حسن عابدی نے جس خوبی سے بیان کیا وہ ان کا خاصا تھا۔ 1995ء میں نوشتہ نئی 1998ء میں جریدہ اور 2004ء میں فرار ہونا حروف کا کے علاوہ "کاغذ کی کشتی" اور بچوں کے لئے ان کی بے شمار تخلیقات شہ پاروں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب "جنوں میں جتنی بھی گزری" میں قوت ارادی اور عزم کو انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ قرار دیا۔ ان کے پسندیدہ انگریزی اُردو ادب اور تاریخ کے مضامین تھے۔ اعظم گڑھ کے کالج میں انہوں نے پروفیسر اعجاز حسین سے فیض حاصل کیا۔ جن کے گھر پر ادبی محفلیں منعقد ہوا کرتی تھیں۔ ان محفلوں میں پروفیسر کرار حسین اور اسرار الحق مجاز سے ملاقاتیں ہوئیں، وہ اپنے عالم شباب میں انجمن ترقی پسند مصنفین میں شامل رہے اور پھر ساری عمر اس انجمن سے وابستہ رہے۔ حسن ناصر کے ذریعے ان کا کمیونسٹ پارٹی سے رابطہ ہوا۔ 1951ء میں راولپنڈی

Marfat.com

سازش کیس کے دیگر مرکزی کرداروں میں فیض احمد فیض، جنرل اکبر خان، نیاز محمد ارباب، ظفر اللہ، سجاد ظہیر، میجر اسحاق محمد کے ساتھ سید سبط حسن کے گھر سے گرفتار ہوئے۔حسن عابدی کی 1956ء میں نامور ادیبہ حاجرہ مسرور اور خدیجہ مستور کی چھوٹی بہن طاہرہ سے شادی ہوئی۔

1951ء میں جب راولپنڈی سازش کیس میں گرفتار ہوئے تو انہیں لاہور جیل کی جس کوٹھری میں رکھا گیا اس میں تحریک آزادی کے نامور رہنما بھگت سنگھ نے اپنی زندگی کے آخری دن گزارے تھے۔اس کوٹھری میں حسن عابدی نے اپنا لافانی شعر کہا تھا۔

اک عجب بوئے نفس آتی ہے، دیواروں سے
ہائے زنداں میں بھی کیا لوگ تھے ہم سے پہلے

کراچی میں ماضی کی قتل و غارت کے ایام میں انہوں نے ایک شعر میں اپنے شہر کا المیہ بیان کیا۔

ڈھول اڑا رہا ہے کون آگ لگا رہا ہے کون
اے میرے شہرِ بے اماں لوگ تیرے کدھر جائیں

ان کا انتقال 6 ستمبر 2005ء کو ہوا۔آخری آرام گاہ قبرستان گلشن اقبال کراچی میں ہے۔

آغا حسن عابدی

72 سالہ آغا حسن عابدی نے اپنے کیریئر کا آغاز 1948ء میں حبیب بنک لمیٹڈ سے کیا تھا۔بعد ازاں وہ یونائیڈ بنک لمیٹڈ اور بی سی سی آئی کے صدر رہے۔مرحوم آغا حسن عابدی 1988ء سے علیل تھے۔مرحوم نے بنکاری کے شعبے میں عالمی شہرت

Marfat.com

حاصل کی اور بی سی سی آئی کی شاخیں دنیا بھر میں قائم کیں تاہم بنک آف امریکہ کی جانب سے بی سی سی آئی کے خلاف کارروائی کے نتیجہ میں 1991ء میں یہ بنک بحران کا شکار ہو گیا۔ مرحوم نے اپنے سوگواروں میں ایک بیوہ ایک بیٹی اور چار بہنیں چھوڑی ہیں۔ ان کے داماد سراج دادا بھائی نے بتایا کہ آغا صاحب کی خواہش تھی کہ وہ پاکستان کے لئے کچھ کر کے جائیں۔ لیکن زندگی نے ان کا زیادہ ساتھ نہیں دیا۔ انہوں نے پاکستان میں بینکاری کے شعبے میں بینکاروں کا سر بلند کیا۔ اور ہزاروں پاکستانیوں کو روزگار فراہم کیا۔ خاص طور پر مشرقی پاکستان سے آنے والوں کو سال، سال اور دو دو سال کی تنخواہیں دے کر انہیں کراچی میں آباد کرنے کے لئے خصوصی کام کیا۔ آج ہزاروں لوگ انہیں دعائیں دیتے ہیں۔

کیسے کیسے؟ ایسے ویسے ہو گئے
ایسے ویسے، کیسے کیسے ہو گئے

آغا حسن عابدی نے اپنی زندگی میں دو بین الاقوامی بینکوں کی بنیاد رکھی۔ 750 ملین روپے کی گرانٹ دیکر GIK میں مشہور معروف یونیورسٹی کا آغاز کیا۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو بینکر اور طاقتور ایگزیکٹوز میں تبدیل کیا۔ یہ قابل افسوس بات ہے کہ ہمارے ہاں بحیثیت قوم اپنے محسنوں کو گمنام ہیروز کی طرح بھلا دیا جاتا ہے۔ لیکن آغا حسن عابدی کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا اور خراج تحسین پیش کیا جاتا رہے گا۔ اس انسان کا تصور کیجئے جس کی سوچ نے سرحدوں سے پار اکیلے میں انتہائی ضرورت کے وقت پاکستان کو سو ملین امریکی ڈالرز کا قرضہ دلوایا۔ پاکستان، بنگلہ دیش، زمبابوے اور انگلستان میں چار خیراتی اداروں کا آغاز کیا جو ابتک 500 ملین سالانہ خرچ کر رہے ہیں۔ تقریباً پندرہ ہزار پاکستانیوں کو دنیا بھر میں ملازمتیں دلوائیں۔ 1970ء اور

Marfat.com

1980ء کی دہائی میں تیسری دنیا اور گلوبل دنیا کا نعرہ دیا۔

پاکستان میں بی سی سی آئی فاؤنڈیشن نے کئی سال تک ہزاروں غریب بیمار، لاچار لوگوں کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ ان مالی امداد لینے والوں میں راقم الحروف بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ آرام دے اور اس نیک کام کرنے والوں میں لاہور سے سید انور وقار عظیم صاحب قابل ذکر لوگ ہیں۔ جن کی بدولت بہت سے گھرانوں میں چولہے جلتے رہے۔ مرحوم نے پاکستان میں ٹیکنالوجی اور ترقی دے کر پاور ہاؤس میں تبدیل ہونے کا خواب دیکھا۔ پاکستان کو تیسری دنیا کو لیڈ کرنے کی خبر سنائی۔ انہوں نے Fast جیسے ادارے کی بنیاد رکھ کر ربع صدی پہلے I.T کا تجربہ شروع کیا۔ جیسا کہ اس ملک میں بہت کم لوگ اس کے مطلب سے واقف ہیں۔

آغا حسن عابدی کا انتقال 5۔ اگست 1995ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ علی باغ قبرستان میں ہے۔ یہ معلومات ہمیں طارق فواد اینڈ فیملی نے بذریعہ تعزیتی اشتہار فراہم کیں۔ جن کے ہم شکر گزار ہیں۔

قمر جمیل

نثری نظم کی تحریک کے بانی شاعر قمر جمیل الہ آباد میں پیدا ہوئے۔ یو۔ پی بورڈ سے اپنی تعلیم مکمل کی۔ جبکہ عثمانیہ یونیورسٹی سے انہوں نے گریجوایشن کیا۔ کراچی میں انہوں نے سی ایس ایس کے امتحان میں بھی کامیابی حاصل کی۔ لیکن بنگال سے ڈومیسائل کے سبب وہ سول ملازمت حاصل نہ کر سکے۔ مرحوم نے 56ء میں ریڈیو پاکستان کی ملازمت اختیار کی اور سینئر پروڈیوسر کی حیثیت سے 1988ء میں ریٹائرمنٹ لے لی۔ بعد میں انہوں نے ادبی ''جریدہ دریافت'' کا بھی اجراء کیا۔ قمر جمیل نے نثری نظم کی تحریک کا آغاز ساٹھ کی دہائی کے دوران کیا۔ اور 1970ء میں اس تحریک نے خاصا

Marfat.com

زور پکڑا ان کے شعری مجموعوں میں ''خواب نما'' اور ''چہار خواب'' شامل ہیں۔ جبکہ ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ہی جدید اُردو تنقید کے حوالے سے ان کی کتاب جدید اُردو ادب کی سرحدیں شائع ہوئی تھی۔ قمر جمیل علم و ادب کے ایک بڑے آدمی تھے انہوں نے اپنی ساری زندگی اس کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

قمر جمیل بنیادی طور پر شاعر تھے، اپنے دونوں شعری مجموعوں میں روایت اور جوت کے سنگم پر نئے موضوعات کو جدید اسلوب میں پیش کرنے والے ایسے شاعر نظر آتے ہیں۔ جن کی نظر مستقبل پر تھی اور جنہیں جدیدیت کا نمائندہ قرار دیا گیا ہے۔ نثر میں ان کے بکھرے ہوئے مضامین کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے خیال و اظہار کی آزادی کا علم بلند کیا تو نثری نظم کی تحریک بپا کی اور اپنے شاعرانہ لمس سے نثر میں شاعرانہ خیال کو معطر کیا۔ ان کا انتقال 28 اگست 2000ء کو ہوا، ان کی آخری آرام گاہ قبرستان یٰسین آباد میں ہے۔

محمد حسن عسکری

اُردو کے نامور نقاد دانشور اور افسانہ نگار محمد حسن عسکری 5 نومبر 1919ء کو بلند شہر (یوپی) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1942ء میں الٰہ آباد یونیورسٹی سے انگریزی ادب میں ماسٹر کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔ 1944ء میں کچھ عرصہ کے لئے دہلی کالج (زکریا حسین کالج) میں انگریزی ادب بھی پڑھایا۔ تقسیم کے بعد ہجرت کر کے پاکستان آئے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ 1950ء میں کراچی میں سکونت اختیار کی۔ یہاں اسلامیہ کالج میں تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ وہ ادب میں جدیدیت کی ایک اہم آواز تھے۔ 1955ء سے انہوں نے پاکستانی ادب کا نعرہ لگایا۔ انہوں نے پاکستان کی قومی ثقافت کے حوالے سے بہت

Marfat.com

کام کیا۔ حسن عسکری کے 1947ء میں دو افسانوی مجموعے ''جزیرے'' اور ''قیامت ہم رکاب نہ آئے'' شائع ہوئے۔ تنقیدی کتابوں میں ''انسان اور آدمی (1953)''، ''ستارہ یا بادبان (1963ء)''، ''وقت کی راگنی'' اور ''جدیدیت'' شامل ہیں۔

انہوں نے انگریزی، فرانسیسی اور روسی زبانوں کے ادب، فلسفے اور مابعد الطبیعات کا بیش بہا سرمایہ اُردو میں منتقل کیا۔ 1942ء میں لینن کی ''ریاست اور انقلاب'' اور 1943ء میں میکسم گورکی کی کتاب ''میں نے لکھنا کیسے سیکھا'' کا اُردو ترجمہ کیا۔ ان کی انجمن ترقی پسند مصنفین سے اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ انہیں انجمن کی سوشلزم سے مکمل وابستگی پر اعتراض تھا۔ عمر کے آخری حصے میں وہ مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر معارف القرآن کا انگریزی میں ترجمہ کر رہے تھے۔ مگر موت نے انہیں مہلت نہ دی۔ اور وہ 18 جنوری 1978ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کی وفات ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ہوئی۔ مرحوم کی آخری آرامگاہ قبرستان دارالعلوم کورنگی میں ہے۔

زیب النسا حمید اللہ

شائستگی اور ذہانت کا پیکر زیب النسا حمید اللہ اپنے دور کی نہایت باوقار، مہذب اور عظیم خاتون تھیں۔ اللہ پاک نے انہیں حسن و جمال کے علاوہ ذہانت و فطانت سے بھی نوازا تھا۔ مرحومہ نصف صدی سے زائد عرصہ تک پاکستان کے ادبی و ثقافتی منظر پر چھائی رہیں۔ وہ 1918ء میں انگلینڈ میں پیدا ہوئیں اور کلکتہ میں تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان سے پہلے ہی وہ ادیبہ اور شاعرہ کی حیثیت سے اپنی پہچان بنا چکی تھیں۔ پندرہ برس کی عمر میں ان کی پہلی نظم بمبئی کے ممتاز جریدے ''السٹریٹڈ ویکلی'' میں شائع ہوئی۔ قیام پاکستان کے بعد وہ اپنے خاوند حمید اللہ کے ساتھ کراچی آ گئیں۔ اور 1952ء میں ''دی مرر'' کے نام سے ایک سماجی میگزین نکالا جو پڑھے لکھے طبقے میں بہت پسند

Marfat.com

گیا بعد ازاں انہوں نے ممتاز انگریزی اخبار ''ڈان'' میں کالم لکھنے کا سلسلہ شروع کیا۔ جس نے بہت مقبولیت حاصل کی۔

نومبر 1957ء میں جب سکندر مرزا نے حسین شہید سہروردی سے جبراً استعفیٰ لیا تو انہوں نے اس اقدام کے خلاف اپنے جریدے ''دی مرز'' میں ایک بڑا اداریہ لکھا۔ یہ اداریہ لکھنے پر مرکزی حکومت نے جریدے کی اشاعت پر چھ ماہ کے لئے پابندی لگا دی۔ اسی طرح ایوب خان کے مارشل لاء کے موقع پر انہوں نے اپنے جریدہ میں ایوب خان کی الٹی تصویر شائع کر کے ایک بار پھر حکومت کے غیظ و غضب کو للکارا۔ ان کا جریدہ بند کر دیا گیا۔ لیکن وہ اپنے موقف پر قائم رہیں۔

بیگم زیب النسا حمید اللہ انگریزی شاعری میں منفرد مقام رکھتی تھیں۔ ان کا انتقال اکتوبر 2000ء کو ہوا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

بیسویں صدی کے دوران برصغیر کی جن عظیم شخصیتوں نے اپنی علمی و ادبی اور سیاسی و قومی خدمات کے حوالے سے بڑا عروج پایا۔ ان میں ایک نمایاں شخصیت ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی کی ہے۔ جو 20 نومبر 1903ء صوبہ متحدہ (یوپی) کے ایک چھوٹے سے قصبہ پٹیالی میں پیدا ہوئے۔ ان کی ابتدائی تعلیم الٰہ آباد میں ہوئی۔ جو صوبہ کا صدر مقام تھا۔ جہاں ان کے والد قاضی تصدق حسین سرکاری ملازم تھے۔ پٹیالی کے اسکول سے آٹھویں تک تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد انہیں اٹاوہ کے اسلامیہ ہائی سکول میں داخل کرایا گیا۔ یہاں سے انہوں نے 1916ء میں میٹرک کا امتحان امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔ میٹرک کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے ایم اے او کالج علی گڑھ کے تعلیمی اخراجات برداشت کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اس لئے سرکاری سکول میں ایک استاد کی

Marfat.com

حیثیت سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ساتھ ساتھ پڑھتے بھی رہے اور بالآخر الہ آباد یونیورسٹی سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔تکمیل تعلیم کے بعد لندن چلے گئے وہاں سے واپسی پر اپنے ساتھ ایک عدد ڈاکٹریٹ کی سند لائے۔لیکچرار شپ مل جانے پر اپنی زندگی کا ابتدائی دور اس کالج میں گزارا۔

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ہماری تہذیبی و ثقافتی زندگی کے زبردست مزاج آشنا بلند پایا مؤرخ اور قومی تحریک آزادی کے نامور سرگرم سیاسی کارکن تھے۔اس کے ساتھ ساتھ ایک مایہ ناز مصنف بھی تھے۔ان کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابیں شامل ہیں۔

''بت تراش''،''بند لفافہ''،''کٹھ پتلیاں''،''گناہ کی دیوار''،''مٹھائی کی ٹوکری''،''معلم اسود''،''ملا اعلیٰ''،''نفرت کا بیج''،''نقش آخر''،''نیم شب''اور انگریزی کی کچھ تصانیف بھی ہیں۔1961ء میں ڈاکٹر صاحب کو کراچی یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔مرحوم کا انتقال 22 جنوری 1989ء کو ہوا۔مرحوم کی آخری آرام گاہ قبرستان گلشن اقبال کراچی میں ہے۔

شبنم رومانی

ملک کے معروف شاعر،کالم نگار اور مثنوی "سارے کراچی" کے مصنف شاہجہاں پوری اتر پردیش انڈیا میں 1927ء میں پیدا ہوئے۔آگرہ یونیورسٹی سے آپ نے کامرس سے گریجوایشن کی اور 1940ء کے آخر میں پاکستان ہجرت کی۔بحیثیت سیکرٹری''ارباب قلم''شبنم رومانی نے ادبی پلیٹ فارم کو استعمال کرتے ہوئے نئی نسل سے اپنے ساتھی شعراء کی مدد کی۔ان کا اصلی نام مرزا عظیم بیگ چغتائی تھا۔

مرحوم نے جنرل ہیڈ کوارٹرز (GHQ) میں بحیثیت آڈیٹر بھی کام کیا اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ادبی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں اور 1959ء میں پہلی دفعہ

Marfat.com

''مثنوی سائر کراچی'' جو کہ کراچی شہر کے مشہور مقامات کا ایک جامع تعارف ہے کی وجہ سے پہچانے گئے۔ان کی شاعری کا پہلا مجموعہ ''جزیرہ'' 1979ء میں چھپا۔اس کے بعد ''تہمت'' جو آپ کی غزلوں کا مجموعہ ہے۔1999ء میں شائع ہوا۔دوسرا ''ہمالہ'' جو کہ آپ کا آخری مجموعہ ثابت ہوا۔2005ء میں شائع ہوا۔

آپ ایک مشہور ادبی نقاد بھی تھے۔اور ایک اُردو روزنامہ کے لئے ہفتہ وار کالم بھی لکھتے تھے۔مرحوم نے نعتیں بھی لکھیں اور آپ کی نعتوں اور منقبت کا مجموعہ ''حرف نسبت'' 1984ء میں چھپا۔وفات ان کی عمر 81 سال تھی۔ان کی موت ہارٹ اٹیک سے ہوئی۔حالانکہ آپ کئی سال سے سینہ کی تکلیف میں مبتلا تھے۔انہوں نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ دو بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ان کا انتقال 17 فروری 2009ء کو کراچی میں ہوا۔اور آخری آرام گاہ یٰسین آباد قبرستان کراچی میں ہے۔

تسلیم فاضلی

پاکستان فلم انڈسٹری کے معروف نغمہ نگار تسلیم فاضلی ایک شریف النفس انسان تھے۔تیز تیز گفتگو کیا کرتے تھے۔ملنے والوں کو بعض اوقات ان کی بات سمجھ نہیں آتی تھی۔لیکن نہ صرف انسان بلکہ گیت نگار بہت اچھے تھے۔انہوں نے اداکارہ نشو سے شادی کی تھی۔جس سے ان کی بیٹی اداکارہ صاحبہ ہے۔پہلی بار نشو کو فلم ساز و ہدایتکار اقبال شہزاد جوان دنوں ایک سٹوڈیو کے مالک بھی تھے نے اپنی نئی فلم ''بازی'' میں محمد علی اور ندیم کے ساتھ کاسٹ کیا تھا۔یہ فلم اپنے دور کی کامیاب ترین فلم ثابت ہوئی۔اس طرح اداکارہ نشو فلم انڈسٹری کے لئے ایک گراں قدر اضافہ ثابت ہوگئیں۔نشو نے اپنے فلمی کیریئر کے عروج پر تسلیم فاضلی سے شادی کی۔اس کی وجہ بظاہر یہی تھی کہ نشو کو شاعری سے بے حد لگاؤ تھا۔

Marfat.com

آپ کو بھول جائیں ہم اتنے تو بے وفا نہیں
آپ سے کیا گلہ کریں آپ سے کچھ گلہ نہیں

یہ وہ گیت تھا جو تسلیم فاضلی نے 1967ء میں بننے والی اُردو فلم ''تم ملے پیار ملا'' کے لئے لکھا تھا۔ یہ گانا محمد علی اور زیبا پر فلمایا گیا۔ آواز مہدی حسن اور میڈیم نور جہاں کی تھی یہ اس زمانے میں اس قدر مقبول ہوا تھا کہ نوجوان دلوں کی دھڑکن اور محبت کرنے والوں کے جذبات کو متحرک کرنے کا ذریعہ تھا۔ اس کے موسیقار نثار بزمی تھے۔ تسلیم فاضلی بہت جلد نشو کا ساتھ چھوڑ گئے۔ ان کی تاریخ وفات 17 اگست 1982ء ہے مرحوم کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان میں ہے۔

خلیق ابراہیم

ملک کے معروف شاعر خلیق ابراہیم 1926ء کو حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ جہاں ان کے والد گرامی حکیم محمد رفیق ابراہیم طب کا کام کرتے تھے۔ بعد میں ان کا خاندان اپنے آبائی گاؤں لکھنو چلا گیا۔ جہاں خلیق نے اپنی ابتدائی تعلیم حاصل کی اور وہاں پر ان کی فیملی نے مشہور تکمیل طب کالج قائم کیا۔ ان کے والد اور دادا نے تحریک پاکستان میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

خلیق ابراہیم 1940ء میں پہلی بار بطور راجہ شاعر سامنے آئے۔ ان کا اردو انگلش ادب میں کیا گیا کام پورے برصغیر میں شائع ہوا۔ انہوں نے بیشتر روزناموں میں کالم کے علاوہ بہت اور بہت سی تصانیف کا ترجمہ کیا۔ پنجاب یونیورسٹی سے گریجوایشن کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مرحوم نے انڈیا میں معلومات فلم سے اپنے مستقبل کا آغاز کیا۔ پھر وہ پاکستان آ گئے اور فلم و اشاعت کے ادارے سے 25 سال تک منسلک رہنے کے بعد ڈائریکٹر فلم کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔

Marfat.com

ملک میں فلم میکر کے بانی ہونے کے ناطے انہیں بہت سے ملکی و بین الاقوامی انعامات سے نوازا گیا۔ ان کی مشہور فلموں میں غالب، کہانی پاکستان، ایک ایکڑ زمین، وغیرہ شامل ہیں۔ مرحوم نے اپنی زندگی پر کتاب ''منزلیں غاروں کی مانند'' 2000ء میں لکھی۔ انہوں نے شاعری کی کتاب ''تین طویل نظمیں'' بھی لکھی ترقی پسند خیالات ان کو بہکاتے تھے مگر وہ خاموش طبیعت کے حامل انسان تھے۔ بہت سے نامور دانشوران کے دوست بنے۔ جن میں اسرارالحق عاجز بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے سوگواروں میں حمیدہ خلیق اور دو بیٹے حارث خلیق اور طارق خلیق چھوڑے ہیں۔ خلیق ابراہیم کا انتقال 29 دسمبر 2006ء کو 80 برس کی عمر میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ قبرستان سخی حسن کراچی میں ہے۔

ممتاز راشدی

اُردو کی معروف ادیبہ ممتاز راشدی 1934 کو کلکتہ میں پیدا ہوئیں اور ماسٹر کی ڈگری ڈھاکہ سے حاصل کی۔ شر بنگال اے کے فضل حق کی پوتی ہونے کے ناطے وہ پاکستان کی پہلی خاتون تھیں۔ جنہیں 1954ء میں پریس اتاشی کی حیثیت سے پیرس میں تعینات کیا گیا۔ اس دوران وہ پاکستان کے سنٹرل انفارمیشن وزیر پیر علی محمد راشدی سے ملیں اور 1955ء میں ان سے شادی کر لی۔

مسٹر راشدی نے ان کو 1956ء میں فلپائن کے سفیر کی ذمہ داری سونپی۔ پھر اس کے بعد وہ چائنہ چلی گئیں جہاں انہوں نے چین کے لیڈروں کے ساتھ اچھے رابطہ قائم کیے۔ وہ 1965ء میں دو سال تک ہانگ کانگ میں قیام کرنے کے بعد پاکستان آئیں جب ان کے شوہر نے سرکاری نوکری کو خیر اباد کہہ دیا۔ انہوں نے سماجی کارکن کی حیثیت سے سندھ کے عوام کی بہتری کے لئے بہت کام کیا۔ خاص طور پر نہر مانچر اور اپر سندھ کے

Marfat.com

رہنے والوں کی زندگی کو بہتر کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

ممتاز راشدی نے بین الاقوامی فلاحی تنظیموں کے ساتھ بھی کافی کام کیا۔ وہ ایگری کلچر یونیورسٹی میں سب سے زیادہ عرصے تک اس کی ممبر بھی رہیں۔ وہ بیوہ خواتین پاکستان کی بھی ممبر رہیں۔ مرحومہ نے باقاعدگی کے ساتھ مختلف قومی اخبارات مثلاً "ڈان"، "مارننگ نیوز"، اور "سن" میں لکھا انہوں نے معاشی حالات پر "سندھ اور نگاہ قدرستا کش" کے نام پر ایک کتاب بھی لکھی۔ ان کا انتقال یکم نومبر 2004ء میں ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 70 برس تھی۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں ایک بیٹا عادل راشدی اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں۔ مرحومہ کی ابدی آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

قمر شہباز

معروف شاعر، مصنف قمر شہباز ایک مؤثر اور باا ثر رائٹر تھے۔ ان کی تصانیف نے ادبی ذوق رکھنے والے لوگوں میں ایک جذبہ پیدا کیا۔ آپ نے سندھ کے لوگوں کے لئے اپنی نثر اور شاعری کے ذریعے گرانقدر خدمات سرانجام دیں آپ کی ان خدمات کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ وفات کے وقت عمر 76 برس تھی۔ ان کے سوگواروں میں ایک بیوہ 4 بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہے۔ قمر شہباز کا انتقال 5 مئی 2009 کو کراچی میں ہوا۔

اُمید فاضلی

معروف شاعر امید فاضلی 29 ستمبر بروز بدھ 2009ء گردوں کی تکلیف میں مبتلا رہ کر انتقال کر گئے۔ ان کے سوگواروں میں ایک بیوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ شاعری کی مختلف اصناف بشمول غزل، نغمہ، مرثیہ، نظم پر پورا عبور رکھتے تھے۔ امید فاضلی کی تصانیف میں "دریا آخر دریا ہے" کے علاوہ اور بھی کئی کتب شامل ہیں۔ ان کی خوب

Marfat.com

صورت اور جان دار شاعری انسان کی روح میں اترتی چلی جاتی ہے۔اور پڑھنے والا خود کو اُمید فاضلی کی دل کی دھڑکن محسوس کرتا ہے۔

نیاز فتح پوری

نیاز فتح پوری 1302ھ کو پیدا ہوئے اور 1386ھ کو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ پاپوش نگر کے قبرستان میں کراچی کے بہت سے شعراء اور ادباء محو خواب ابدی ہیں۔ اس قبرستان کا شمال مشرقی گوشہ تو بجا طور پر ادب کا گڑھ ہے۔اس گوشے میں اندرونی سڑک کے کنارے ایک چھتری کے نیچے نگارستان، مالہ و ماعلیہ، مشکلات غالب اور من و یزداں کے مصنف اور مشہور نقاد نیاز فتح پوری آسودہ خاک ہیں۔ نیاز فتح پوری کی ادب میں خدمات قابل ذکر ہیں۔ان کے سرہانے کتبہ نصب ہے۔جس پر فارسی شعر کا ایک مصرعہ اور تاریخ ولادت اور وصال دونوں چاند کی تاریخ کے حساب سے درج ہیں۔ان کا اصل نام نیاز محمد خان تھا۔1884ء میں فتح پور سہوہ میں پیدا ہوئے اور ان کا انتقال 24 مئی 1966ء کو کراچی میں ہوا۔

نواب سر محمد یامین خان

نواب سر محمد یامین خان (کے بی سی آئی ای) ولد حاجی محمد سلیمان خان کی تاریخ وفات 27 مارچ 1966ء بمطابق 4 ذوالحجہ 1385ھ عمر 79 سال تھی۔ نیاز فتح پوری کے مزار کے سرہانے برعظیم پاک و ہند کے نامور سیاستدان نواب سر محمد یامین خان میرٹھی کی قبر ہے۔سر یامین خان نے اپنی سرگزشت ''نامہ اعمال'' کے عنوان سے تحریر کی تھی۔ جو 1970ء میں لاہور میں دو ضخیم جلدوں میں طبع ہو چکی ہیں۔تحریک آزادی میں مسلمانوں کی جدو جہد اور قربانیوں کے بارے میں یہ کتاب معلومات سے پر ہے۔ان کے برابر

Marfat.com

والی قبر میں ان کی بیگم ابدی نیند سو رہی ہیں۔ ان کا نام لیڈی احمد بانو مرحوم تاریخ وفات 15 جنوری 1970ء ہے۔

جمیل احمد انصاری

جمیل احمد انصاری مغربی پاکستان کے ایک پرانے اور منجھے ہوئے صحافی اور روزنامہ ڈان کراچی کے نائب مدیر تھے۔ ان کے والد کا نام محمد احمد انصاری تھا جو بھوپال ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے۔ مرحوم جمیل احمد انصاری کو ان کی صحافتی خدمات پر ستارہ پاکستان اور تمغہ پاکستان سے نوازا گیا۔ ان کی تاریخ پیدائش 10 اکتوبر 1916ء اور تاریخ وفات 4 اپریل 1988ء بروز پیر ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس کے قبرستان میں فلم ساز ایس ایم یوسف کے مرقد کے پاس ہے۔ قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

سید عبدالواحد معینی

کراچی کی مشہور کالونی کلفٹن میں غازی عبداللہ شاہ شہید کے مزار کے احاطے میں پاکستان اقبال اکیڈمی کے ڈائریکٹر، مقالات اقبال اور نقش اقبال کے مصنف سید عبدالواحد معینی جو 21 جنوری 1888ء کو پیدا ہوئے اور ان کی تاریخ وصال 3 مارچ 1980ء ہے اور وہ یہاں آسودہ خاک ہیں۔ ان کا شمار ماہرین اقبالیات میں ہوتا ہے۔ ان کے لوح مزار پر ان کے نام سے نیچے یہ الفاظ تحریر ہیں۔ فقیر آستانہ عالیہ خواجہ غریب نواز اجمیری اور نیچے اقبال کے دو اشعار بھی درج ہیں۔

سراج الدین احمد

سراج الدین احمد ڈپٹی نذیر کے فرزند ارجمند مولوی بشیر الدین مصنف ''واقعات دارالحکومت دہلی'' کے چار بیٹے تھے۔ نذیر احمد، سراج الدین احمد، ظہور احمد،

Marfat.com

کراچی پر موٹر سپیئر پارٹس کا کاروبار کرتے تھے۔ان کی صاحبزادی ڈاکٹر اسلم فرخی کے عقد میں ہیں۔سراج الدین احمد مزاح گو شاعر تھے۔ان کا مجموعہ کلام دہلی سے ''طوفانِ ظرافت'' کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔قبرستان جامعہ کراچی میں داخل ہوتے ہی بائیں جانب پانچویں قبران کی ہے۔ان کی تاریخ وفات اسلم فرخی نے کہی تھی۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

نثار حسین نثار لکھنوی

نثار حسین نثار لکھنوی ابن جناب عاشق حسین مرحوم ان کی تاریخ وفات 23 مارچ 1969ء بمطابق 4 محرم الحرام 1389ھ ہے۔ان کی قبر پر کتبہ بیٹوں کی جانب سے لگایا گیا ہے۔ان کے نام کتبے پر درج ہیں۔ڈاکٹر انصار حسین، پروفیسر وقار حسین وقار جامعہ کراچی کے قبرستان میں مشہور شاعر نثار لکھنوی آسودہ خاک ہیں۔

ڈاکٹر امیر حسین صدیقی

اسی قبرستان کے شمال مشرق کونے میں تاریخ اسلام کے مشہور اُستاد اور سکالر ڈاکٹر امیر حسین صدیقی محوِ خواب ابدی ہیں۔انہوں نے کئی بلند پایہ تصانیف تخلیق کیں۔جو انگریزی میں ہیں۔مرحوم کے والد کا نام چودھری صادق علی پروفیسر و صدر شعبہ تاریخ اسلام کراچی یونیورسٹی، یہ اعزازی مجسٹریٹ۔معتمد عوامی جمعیت الفلاح کراچی بھی رہے۔ان کی تاریخ پیدائش 18 اگست 1901ء اور تاریخ وفات 28 شوال 1391ھ بمطابق 17۔دسمبر 1971ء بروز جمعہ ہے۔

سید کرار حیدر کرار جونپوری

سید کرار حیدر کرار جونپوری ابن سید محمد جعفر مرحوم کی تاریخ وفات 13۔جولائی

Marfat.com

1981ء بمطابق 10 رمضان المبارک 1401ھ ہے۔ ان کی عمر 71 برس تھی۔ علی باغ قبرستان کراچی کے شمال مشرقی گوشے میں ان کی ابدی آرام گاہ ہے۔ ان کے لکھے ہوئے مرثیے مختلف رسائل میں محفوظ ہیں مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

پروفیسر حبیب اللہ خان غضنفر امروہوی

پروفیسر حبیب اللہ خان غضنفر امروہوی ولد احمد سعید خان صاحب ان کی تاریخ پیدائش امروہہ شنبہ 26 جولائی 1902ء بمطابق 19 ربیع الثانی 1320ھ اور تاریخ وفات کراچی 15 فروری 1973ء بمطابق محرم الحرام 1393ھ ان کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔ قبر پکی اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ پروفیسر حبیب اللہ خان مشہور استاد اور عالم تھے۔ انہوں نے بہت سی کتب کے تراجم کئے ان میں کتاب "الادم"، "اردو کا عروض"، "معمات کابلی"، "سنسکرت ادب"، "معمات جامی"، اور "ہندی ادب" جیسی کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔

سید مختار حسین آغا لکھنوی

سید مختار حسین صاحب آغا لکھنوی کا انتقال 1953ء کو ہوا۔ قبرستان میوہ شاہ کے احاطہ باغ میں محوخواب ابدی ہیں۔ موصوف اپنے دور کے بلند پایہ شاعر تھے۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ جس پر لکھا ہے۔ از نتیجہ فکر حضرت صبا لکھنوی۔ اس کے نیچے ان کی شان میں خوب صورت اشعار درج ہے۔

سید محمد نظیر شید الکھنوی

سید محمد نظیر شیدا لکھنوی کی تاریخ ولادت 26 ذی الحجہ 1326ھ ہے اور تاریخ وفات 27 ذوالحجہ 1371ھ بمطابق یکم جون 1926ء بروز جمعہ ہے۔ بوقت

Marfat.com

5 بجے شام ان کا کلام مختلف جرائد میں شائع ہوتا رہا ہے۔ یہ بھی حیدری باغ احاطہ قبرستان میوہ شاہ میں آسودہ خاک ہیں ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ کتبے پر اشعار درج ہیں۔

سید محمد ہادی مچھلی شہری

سید محمد ہادی مچھلی شہری تخلص ہادی مچھلی شہری کی تاریخ وفات 25 اکتوبر 1961ء ہے ان کی آخری آرام گاہ قبرستان لالوکھیت کے وسط میں ایک اونچی چار دیواری کے اندر واقع ہے۔ ان کا مجموعہ کلام ''صدائے دل'' کے عنوان سے حیدرآباد سے شائع ہو چکا ہے۔ اس چار دیواری کے اندر مزید قبروں کی گنجائش ہے۔ اس کے باوجود ان کی اہلیہ جمیلۃ النساء بیگم کلفٹن کے قبرستان میں محترمہ شیریں جناح کے قدموں میں مدفون ہیں۔ ہادی مچھلی کی قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ کتبے پر ان کے اپنے دو اشعار درج ہیں۔

حضرت قیس سہارنپوری

حضرت قیس سہارنپوری کی تاریخ وفات 6 جمادی الثانی 1391ھ بمطابق 8 اگست 1971ء بروز اتوار ہے۔ آپ پاکستان کے مشہور اور ہردل عزیز شاعر تھے۔ آپ کا رکشہ کے ساتھ ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ کراچی کے قبرستانوں میں ان کی لکھی ہوئی تاریخ ہائے وفات کئی کتبوں پر کندہ ہیں۔ ان کے اپنے مرقد پر ان کا اپنا شعر درج ہے

اے قیس میری قبر کسی کی عطاء نہیں
دے کے متاعِ زیست ملا ہے یہ گھر مجھے

ان کی آخری آرام گاہ قبرستان لالوکھیت میں ہے۔

Marfat.com

شفیق بریلوی

شفیق بریلوی کی تاریخ ولادت 20 اپریل 1944ء ہے اور تاریخ وفات 19 رمضان 1401ھ بمطابق 22 جولائی 1981ء اسی قبرستان میں ابراہیم جلیس کی قبر سے چند قدم کے فاصلے پر مشہور شاعر، ادیب، مؤرخ شفیق دہلوی ابدی نیند سو رہے ہیں۔انہوں نے ''محمد بن قاسم سے محمد علی جناح تک'' اور ''تذکرہ شاعراتِ پاکستان'' جیسی کتابیں لکھی ہیں۔

ملا واحدی

ملا واحدی نے اپنی قبر کا کتبہ خود ہی لکھا ہے۔ان کی تاریخ ولادت 17 رمضان المبارک 1305ھ بمطابق 17 مئی 1888ء ہے۔ جبکہ تاریخ وفات 22 اگست 1974ء ہے۔ان کا مرقد پاپوش نگر قبرستان میں احاطہ چار دیواری میں ہے۔ان میں نمایاں قبر ''حیاتِ سرورِ کائنات'' اور ''میرے زمانے کی دلی'' کے فاضل مصنف ملا واحدی کی ہے۔ان کے لوحِ مزار پر لکھا ہے۔

''اپنی قبر کا یہ کتبہ میں خود ہی لکھ رہا ہوں۔

میرا نام محمد مرتضیٰ تھا۔لیکن لوگ مجھے ملا واحدی کہہ کر پکارا کرتے تھے۔تاریخ رمضان المبارک 1305ھ ہے۔کتبے کے سب سے آخر میں ایک شعر درج ہے۔''

محمد سرفراز احمد خان (ماہر)

محمد سرفراز احمد خان ماہر ایم اے کی تاریخ وصال 27 محرم الحرام 1402ھ یوم چہار شنبہ مطابق 25 نومبر 1981ء ہے۔پاپوش نگر قبرستان کراچی میں نیاز فتح پوری کی قبر سے کوئی پچیس میٹر جانب جنوب نامور شاعر محمد سرفراز احمد خان ماہر کی ابدی آرام

Marfat.com

گاہ ہے۔ان کے لوح مزار پر جو تاریخ درج ہے وہ نہال اجمیری کا نتیجہ فکر ہے۔

شاعر ہفت زبان سید حضرت شاہ

شاعر ہفت زبان سید حضرت شاہ مزار اقدس سید حضرت شاہ غازی ابن سید محمد شاہ غازی ابن سید نادر شاہ غازی ابن سید نا حضرت میدہ شاہ غازی ان کا تاریخ وصال 18 رمضان المبارک 1414ھ بمطابق 13 مارچ 1993ء بروز ہفتہ ہے ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ قبرستان میوہ شاہ میں حضرت میوہ شاہ غازی بابا کے ساتھ ہے۔

محمد یحییٰ تنہا

محمد یحییٰ تنہا کی تاریخ وصال 6 رمضان المبارک 1386ھ بمطابق 19 دسمبر 1966ء ہے۔پاپوش نگر قبرستان کراچی میں نیاز فتح پوری کی ابدی آرام گاہ سے کوئی تیس میٹر کے فاصلے پر ایک خوب صورت چھتری کے نیچے مشہور تذکرہ نگار اور ادیب محمد یحییٰ تنہا محو خواب ابدی ہیں۔مرحوم خاقانی ہند استاد محمد ابراہیم ذوق کے ہم وطن تھے۔ ضلع مظفر گڑھ کی تحصیل بڈھانہ کا ایک قصبہ شاہ پوران کا مولد تھا۔

تنہا نے ''سیر المصنفین '' اور '' مراۃ الشعراء'' جیسی بلند پایہ کتابیں لکھیں اور خیالات کی تاریخ مغربی یورپ کو اُردو کے قالب میں ڈھالا۔ان کا '' کلام تب وتاب'' کے عنوان سے چھپ چکا ہے۔مرحوم نے کچھ عرصہ شعبہ اُردو، یونیورسٹی اورنیٹل کالج لاہور میں تدریس کے فرائض بھی انجام دیئے۔

حاجی سید محمد زبیر جعفری پرواز

حاجی سید محمد زبیر جعفری پرواز ولد ڈاکٹر علامہ نجم الدین احمد جعفری مرحوم کی

Marfat.com

تاریخ پیدائش 29 جون 1921ء بروز بدھ ہے۔ بمطابق 22 شوال 1339ھ اور تاریخ وفات 7 فروری 1986ء ہے مرحوم کا تعلق ایک علمی خانوادے کے ساتھ تھا اور آپ بڑے اعلیٰ درجے کے شاعر تھے۔ان کے لوح مزار پر ان کا اپنا شعر درج ہے۔

سرکارِ مدینہ کی عنایت کا ہوں طالب
شامل ہو شفاعت بھی میرے زادِ سفر میں

یہ قبر سید اکبر مسعود کے مرقد سے کوئی پندرہ میٹر کے فاصلے پر ہے۔

سید ولی اشرف صبوحی

سید ولی اشرف صبوحی ولد حاجی حافظ سید علی اشرف کی تاریخ پیدائش 11 مئی 1905ء ہے۔اور تاریخ وفات 22 اپریل 1990ء قبرستان میں یٰسین آباد کراچی کے بڑے گیٹ سے داخل ہوں تو دائیں جانب اشرف صبوحی کی آخری آرام گاہ ہے۔ان کا تعلق کچھو چھہ شریف کے مشہور بزرگ حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کے ساتھ تھا۔ دوسری طرف ڈپٹی نذیر احمد ان کے حقیقی نانا تھے۔ مرحوم محکمہ ڈاک میں طویل ملازمت کے بعد جب سبکدوش ہوئے تو حکیم محمد سعید دہلوی شہید پاکستان انہیں ''ہمدرد'' میں لے گئے۔ وہ دلی کی بیگماتی زبان پر سند سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے غبار کارواں دلی کی چند عجیب ہستیاں وغیرہ کتابیں تخلیق کیں۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل موصوف لاہور سے کراچی چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

ریاض فرشوری

ریاض فرشوری کی تاریخ وفات 3 رجب 1403ھ بمطابق 17 اپریل

Marfat.com

1983ء بروز اتوار ہے۔قبرستان یٰسین آباد میں اشرف صبوحی کی قبر سے جانب شمال مشرق بیس میٹر کے فاصلے پر مشہور ادیب، صحافی اور ڈرامہ نگار ریاض فرشوری کی ابدی آرام گاہ ہے۔ان کا اصل نام محمد ریاض حسین تھا۔مرحوم ریڈیو پاکستان کراچی میں ملازم تھے۔ان کی ایک تصنیف ''فرانس'' منصہ شہود پر آچکی ہے ان کا انتقال 56 سال کی عمر میں ہوا۔مرحوم کی قبر پکی اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

علامہ راغب احسن

علامہ راغب احسن ولد ریاض الدین احمد کی تاریخ ولادت 1905ء اور تاریخ وفات 27 نومبر 1975ء ان کی ابدی آرام گاہ کراچی کے سخی حسن قبرستان کے شمال مغربی حصے میں اندرونی سڑک کے کنارے پر ہے۔

علامہ راغب احسن بنگال کے نامور سیاسی رہنما، تحریک آزادی کے صفِ اوّل کے مجاہد اور امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی کے نائب تھے۔انہوں نے شیراز جی کی ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ ''افلاسِ ہند اور اس کے متعلقہ معاشی مسائل'' کے عنوان سے کیا تھا۔محمد نوید الحق ایڈووکیٹ نے علامہ راغب احسن کے نام علامہ محمد اقبال کے خطوط ''اقبال جہانِ دگر'' کے عنوان سے شائع کر دیئے ہیں۔ان خطوط کی اشاعت نے سیاسی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا تھا۔علامہ راغب احسن کی قبر سنت نبوی کے مطابق خام ہے۔لیکن سرہانے کتبہ نصب ہے۔اب ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔

''آدم بے نظیر سبط حسن''

آدم بے نظیر سبط حسن کی تاریخ وفات 20 اپریل 1986ء ہے۔ان کے

Marfat.com

کتبے کی تحریر جناب شان الحق حقی مرحوم کی ہے۔ سبط حسن کی آخری آرام گاہ قبرستان سخی حسن کراچی نظام الدین سہروردیؒ کے مزار سے دس میٹر جانب شمال مغرب میں ہے۔ مرحوم انباری ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے۔ وہ مدتوں تک ہفت روزہ ''لیل ونہار'' کے مدیر رہے۔ انہوں نے ''موسیٰ سے مارکس تک'' اور ''ماضی کے مزار'' جیسی شاہکار کتابیں لکھی ہیں۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

حضرت افسر امروہوی

حضرت افسر امروہوی کی تاریخ پیدائش 9 دسمبر 1896ء اور تاریخ وفات 9 فروری 1984ء ہے۔ سخی حسن قبرستان کراچی میں بائیں جانب مشہور شاعر، ادیب منظور احمد افسر امروہوی کا مزار ہے۔ انہوں نے انجمن ترقی اردو کے مخطوطات کی فہرست تیار کی تھی۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''تابش خیال'' اور ''معنی حیات'' کلام کے عنوانات سے دو کتابیں اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی قبر کے کتبہ پر تحریر قطعہ تاریخ وفات حضرت رئیس امروہوی کا نتیجہ فکر ہے۔

احمد صدیقی (مجنوں گورکھپوری)

احمد صدیقی (مجنوں گورکھپوری) کی تاریخ پیدائش منگل 10 مئی 1904ء بمطابق 23 صفر 1322ھ اور تاریخ وفات ہفتہ 4 جون 1988ء بمطابق 18 شوال 1408ھ ان کی ابدی آرام گاہ قبرستان سخی حسن کراچی میں افسر امروہوی کی قبر سے جانب شمال مشرق میں ہے۔ ان کی تصانیف میں سے خواب وخیال، ادب اور زندگی، غالب شخص اور شاعری، دوش وفردا، سراب، سنگھاسن بتیسی، شعر اور غزل، گردش، پردیس کے خطوط، تنقیدی حاشیے اور نقوش افکار خاص طور پر مشہور ہیں۔

Marfat.com

منظر عباس عظیمی

منظر عباس عظیمی منظر ولد عنایت حسین وطن سابق حسین گنج ضلع سارن (بہار) تاریخ ولادت 1333ھ اور تاریخ وفات بروز جمعرات 24 ذوالحجہ 1399ھ بمطابق 15 نومبر 1978ء ہے۔ مرحوم قیام پاکستان کے بعد کراچی چلے آئے تھے۔ موصوف کراچی کے بڑے معروف شاعر تھے۔ ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

سید محسن نواب افسوں عظیم آبادی

سید محسن نواب افسوں عظیم آبادی کی تاریخ وفات یکم جنوری 1990ء ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 80 سال تھی۔ ان کی آخری آرام گاہ بھی سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔ وہ بہار کے ایک نامور شاعر تھے۔ ان کا کلام ادبی رسائل میں چھپتا رہا ہے۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ جس پر ان کی تاریخ وفات حسرت آیات درج ہے۔

مولوی عبدالحق (بابائے اُردو)

بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی تاریخ پیدائش 23 جمادی الاول 1287ھ بمطابق 30 اگست 1870ء اور تاریخ وفات 14 ربیع الاول 1381ھ بمطابق 16 اگست 1961ء انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی کے صدر دفتر کے لان میں بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی قبر ہے۔ مولوی صاحب کا آبائی وطن ''ہاپوڑ'' تھا لیکن ان کی عمر کا بیشتر حصہ اورنگ آباد اور حیدر آباد دکن میں گزرا۔ قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد موصوف کراچی چلے آئے۔ جہاں انہوں نے اُردو کالج اور انجمن ترقی اُردو پاکستان کی بنیاد

Marfat.com

رکھی۔اُردوزبان وادب کے لئے ان کی خدمات ہمیشہ یادرکھی جائیں گی۔

نثار احمد نثار اکبر آبادی

نثار احمد نثار اکبر آبادی کی تاریخ پیدائش 1904ء بمقام آگرہ (انڈیا) اور تاریخ وفات 17 صفر 1405ھ بمطابق 12 نومبر 1984ء بروز اتوار عمر 80 سال تھی۔شاہ فیصل کالونی (سابقہ ڈرگ کالونی) اور عظیم پورہ کے درمیان ایک وسیع قبرستان ہے۔اس قبرستان کے آغاز میں ایک مسجد ہے اور اس کے جنوب میں تیس میٹر کے فاصلے پر آگرہ کے ایک نامو شاعر نثار احمد نثار اکبر آبادی کا مرقد ہے۔ان کا مجموعہ کلام کوئی سامنے نہیں آیا۔اس قبرستان کی مٹی بہت نرم ہے۔

شاہد احمد دہلوی

شاہد احمد دہلوی کی تاریخ وفات 27 مئی 1967ء بمطابق 17 صفر 1387ھ بوقت وفات ان کی عمر 61 سال تھی۔اشتیاق حسین قریشی کی قبر سے جانب مشرق تیس میٹر کے فاصلے پر ڈپٹی نذیر احمد کے فاضل پوتے، مولوی بشیر الدین مصنف ''واقعات دارالحکومت دہلی'' کے فرزند ارجمند ماہنامہ ''ساقی'' دہلی کے مدیر اور ماہر موسیقی شاہد احمد دہلوی کی آخری آرام گاہ ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ان کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

ابُو مسلم صحافی

جناب ابُو مسلم صحافی کی تاریخ وفات 19 رمضان 1406ھ مطابق 29 مئی 1986ء بروز جمعرات ہے۔قبرستان یٰسین آباد کے مین دروازے سے داخل ہوں تو دائیں جانب بیس میٹر کے فاصلے پر ایک چار دیواری کے اندر ایک زندہ دل صحافی اور

Marfat.com

ادیب ابُومسلم صحافی آسودہ خاک ہے۔انہوں نے ''عصر حاضر اور اسلام'' کے عنوان سے ایک بلند پایہ کتاب اپنی علمی یادگار چھوڑی ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔قبر ویران اور گھاس پھوس سے اٹی پڑی ہے۔جیسے اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔

محمد حسن پاشا

محمد حسن پاشا (شاعر لکھنوی) ولد منظور احمد (مرحوم) کی تاریخ وصال 21 صفر 1410ھ بمطابق 23 ستمبر 1989ء بروز ہفتہ ہے۔قبرستان یٰسین آباد کراچی کے وسط میں بابائے چمن شاہ نامی ایک درویش کی درگاہ ہے۔اس درگاہ سے جانب جنوب کوئی سات قدموں کے فاصلے پر محمد حسین پاشا تخلص شاعر لکھنوی کی آخری آرام گاہ ہے۔ان کا شمار اساتذہ فن میں ہوتا تھا۔اور وہ شاعری میں دبستانِ لکھنو کی نمائندگی کیا کرتے تھے۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

امیر حسن رسوا میرٹھی

شاعر اہلِ بیت میر حسن رسوا میرٹھی ولد نیاز علی گوہر کی تاریخ وفات 20 جنوری 1978ء ہے۔ڈرگ کالونی قبرستان کراچی میں اخگر مراد آبادی کی قبر کے قریب ہی مرثیہ گو شاعر امیر حسن رسوا میرٹھی کی ابدی آرام گاہ ہے۔محمد اسلام میرٹھی عرف مستان شاہ نامی ایک مجاور ان کی قبر کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔

حضرت سردار علی صابری

حضرت سردار علی صابری ولد شیخ المشائخ شاہ محمد شہزاد علی خان المعروف پیارے میاں صوفی، سردار علی صابری کی تاریخ ولادت 21 فروری 1901ء شام 5 بجکر 45 منٹ اور علاقہ کانپور (انڈیا) اور تاریخ وفات کراچی 29 مارچ 1994ء جمعرات

Marfat.com

اور جمعہ کی درمیانی شب ان کے مرقد پر لکھا ہوا قطعہ تاریخ وفات جناب رئیس امروہوی کا ہے۔ ان کی قبر سوسائٹی طارق روڈ میں غلام عباس کے مزار کے سرہانے کی جانب ایک پختہ چھت کے نیچے ہے۔ مرحوم ملک کے مشہور صحافی تھے۔ کراچی میں ان کے نام سے ایک سڑک کا نام بھی ہے۔ ان کے کتبے پر لکھا ہے۔

''یہاں تحریک پاکستان کے سرفروش مجاہد، برصغیر کے بے باک صحافی اور سلسلہ عالیہ چشتیہ کے صاحب اجازت بزرگ حضرت سردار علی صابری ولد پیارے میاں صوفی آرام فرما ہیں''۔

سرور بارہ بنکوی

سرور بارہ بنکوی کی تاریخ ولادت 30 جنوری 1940ء اور تاریخ وفات 13۔ اپریل 1980ء سوسائٹی قبرستان طارق روڈ رحمانیہ مسجد کے جنوب مغربی کونے سے اندازاً پچاس میٹر جانب جنوب مشہور شاعر اور ڈرامہ نگار سید سعید الرحمن المعروف سرور بارہ بنکوی دفن ہیں۔ ان کا انتقال ڈھاکہ میں ہوا تھا۔ لیکن میت کراچی لا کر دفن کی گئی۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ اس پر ان کی لکھی ہوئی پوری نعت تحریر ہے۔

ماں جی (والدہ قدرت اللہ شہاب)

قبرستان سوسائٹی طارق روڈ پر زیڈ اے بخاری کی قبر سے جانب مشرق چند قدم کے فاصلے پر قدرت اللہ شہاب کی والدہ ماجدہ ابدی نیند سو رہی ہیں۔ ان کی قبر شہاب نامہ کے قائدین سے نظر آتی ہے ''شہاب نامہ'' میں کئی مواقع پر ان کا ذکر خیر آیا ہے۔ ان کی قبر پر لکھا ہے۔ ''ماں جی والدہ محترمہ قدرت اللہ شہاب تاریخ وفات 2 مارچ 1964ء بروز جمعۃ الوداع رمضان المبارک''۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ قدرت اللہ شہاب خود

Marfat.com

اسلام آباد میں دفن ہیں۔

صفیہ بیگم

صفیہ بیگم اہلیہ ن،م راشد ولادت 5 اگست 1915ء وفات 16۔ اکتوبر 1961ء ہے۔قبرستان سوسائٹی طارق روڈ پر اجمل نشتر کی قبر کے سرہانے مائل بہ قبلہ مشہور ترقی پسند ادیب ن۔م راشد کی رفیقہ حیات صفیہ بیگم کی آخری آرام گاہ ہے۔ان کی وفات کراچی میں ہوئی۔ان کے شوہر کا انتقال انگلستان میں ہوا اور اخبارات کی اطلاع کے مطابق انہوں نے وصیت کی تھی کہ اسے دفن کرنے کی بجائے جلایا جائے۔صفیہ بیگم کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔کتبہ اب مدھم ہو چکا ہے۔

مرزا علی اظہر برلاس

مرزا علی اظہر برلاس ولد مولانا محمد شاہ مرزا کی تاریخ وفات 27 جمادی الثانی 1409ھ بمطابق 5 فروری 1989ء ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ قبرستان سخی حسن کراچی گندے نالے کے قریب ہی ہے۔مرحوم قیام پاکستان سے قبل جے پور میں سیشن جج کے عہدے پر فائز رہ چکے ہیں۔1946ء میں مرزا صاحب روزنامہ ''ڈان'' دہلی کے جنرل منیجر تھے۔آزادی کے بعد کراچی آ کر انہوں نے عبداللہ کالج کی بنیاد رکھی ان کی تصانیف میں ''اودھ پر انگریزوں کا غاصبانہ قبضہ'' اور دیگر شامل ہیں۔ان کی عمر 89 برس تھی۔

محمود ریاض

مشہور شاعر و مزاح نگار ابن انشا کے بھائی ماہنامہ ''خواتین ڈائجسٹ''، ''شعاع''، ''کرن اور عمرانی'' ڈائجسٹ کے چیف ایڈیٹر محمود ریاض نے جو خدمات جرائم کی اشاعت اور ترقی کے لئے سرانجام دیں وہ قابل ذکر ہیں مرحوم اے پی این ایس

Marfat.com

کے سابق جوائنٹ سیکرٹری محمود بابر فیصل (بچوں کے ادیب) محمود خاور اور عامر محمود کے والد تھے اور ڈی آئی جی طارق جمیل کے بہنوئی تھے۔محمود ریاض کا انتقال 10 مئی 2001ء کو کراچی میں ہوا۔ان کی ابدی آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان میں ہے۔

رابطہ: محمود بابد فیصل، محمود خاور، عامر محمود

B-91 بلاک W علامہ اقبال ٹاؤن نارتھ ناظم آباد کراچی

خورشید احمد

پاکستان کے معروف نعت خواں خورشید احمد کے والدین کا تعلق جے پور (راجستھان) انڈیا سے تھا۔یہاں سے وہ پاکستان کے شہر رحیم یار خان میں مقیم ہو گئے۔ جہاں سے وہ 1973ء کو کراچی میں منتقل ہو گئے۔آپ نے بے شمار نعتیں پڑھیں مگر ''یہ سب تمہارا کرم ہے'' بہت مقبول ہوئی۔مرحوم کی دوسری مقبول نعتوں میں ''محبوب ﷺ کی محفل کو محبوب ﷺ سجاتے ہیں'' ''جشن آمدِ رسول ﷺ'' اور ''میرے کملی والے کی شان ہی نرالی ہے'' آپ نے دنیا بھر کے علاوہ پارلیمنٹ میں بھی اجلاس کے آغاز سے قبل نعت پڑھی۔خورشید احمد نے 1968ء کو نعت خوانی کا آغاز کیا۔اور 1978ء میں پرائیڈ آف پرفارمنس دیا گیا۔وفات کے وقت ان کی عمر 51 برس تھی۔ان کی موت (برین ہیمرج) سے واقع ہوئی۔آپ کے لواحقین میں ایک بیوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔مرحوم کی تاریخ وفات 23 جولائی 2007ء ہے۔ان کی آخری آرام گاہ عبداللہ شاہ غازیؒ کے قریب ایک کمرے میں ہے۔اس جگہ دو قبریں اور ہیں ایک ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کے والد گرامی کی جو تحریک پاکستان کے نامور کارکن تھے۔ساتھ ان کی شریک حیات کا مرقد ہے۔یہ سب قبریں اندر سے پکی اور سنگ مرمر سے مزین ہیں۔

سید ہاشم رضا ہاشم (شاعر اہل بیت)

سید ہاشم رضا ہاشم ابن سید زاہد حسین کاظمی نے 8 شوال 1417ھ بمطابق

Marfat.com

16 فروری 1997ء بروز اتوار کو وفات پائی۔ ان کا مرقد سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔ ان کی قبر پر بیٹے کی طرف سے کتبہ لگایا گیا ہے۔ سب سے اوپر لکھا ہے۔ پیارے ڈیڈی قبر کے کتبے پر ان کا اپنا شعر درج ہے۔

ہاشم غلام ہوں پسرِ بوتراب کا
میری نظر میں کیا یہ لحد کا منشاء ہے فشار

محمد معین الدین

پی ای سی ایچ سوسائٹی قبرستان میں محمد معین الدین مصنف ''مسائل حج وعمرہ'' آسودہ خاک ہیں۔ ان کی پیدائش 1929ء کو ہوئی اور تاریخ وفات 26 صفر المظفر 1418ھ بمطابق 8 اگست 1994ء ہے۔ قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

مظفر احمد ضیا

اسی قبرستان میں سید مظفر احمد ضیاء خلف سید ممتاز علی آسودہ خاک ہیں۔ ان کی ولادت 15 جولائی 1931ء کو میرٹھ میں ہوئی اور وفات 8 نومبر 2000ء کراچی میں 69 سال کی عمر میں ہوئی۔ ان کی تدفین بعد نماز جمعۃ المبارک 10 نومبر 2000ء بمطابق 11 شعبان المعظم 1421ھ کو ہوئی قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ ایک کتبے پر جناب محسن بھوپالی صاحب کا لکھا ہوا قطعہ تاریخ وفات تحریر ہے۔

از حضرت محسن بھوپالی

وہ جو تھے ممد بھی معاون بھی اہلِ فن کے
ادب نواز و ادیب پرور تھی، جن کی شہرت
صدائے ہاتف یہ آئی ممد کے تخرجے سے
''مظفر احمد ضیا'' ہی ان کا ہے سال رحلت
2084-84-2000

Marfat.com

غلام صابر نظامی

دائرہ ادب و ثقافت انٹرنیشنل کے نائب صدر اور ڈھاکہ گروپ آف انسٹی ٹیوشنز کے ڈائریکٹر غلام صابر نظامی ماہر تعلیم و ماہر اقبالیات تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 65 برس تھی۔ مرحوم نے 3 بیٹے 2 بیٹیاں اور ایک بیوہ کو سوگوار چھوڑا ہے۔ ان کی تاریخ وفات 21 جون 2011ء ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ ایئر پورٹ کے متصل قبرستان میں ہے۔ مرحوم کی رہائش SU 514 اسٹریٹ نمبر 8 عسکری 5 چیک پوسٹ نمبر 6 ملیر کینٹ کراچی میں تھی۔

طارق عالم ابڑو

معروف ادیب ریڈیو اور ٹی وی کے ڈرامہ نگار طارق عالم ابڑو کی وفات کے وقت عمر 53 برس تھی۔ 1986ء میں افشار خون کے باعث ان کے گردے ناکارہ ہو گئے تھے۔ ان کے ایک دوست اور مداح سندھ یونیورسٹی کے پروفیسر نثار احمد نورانی نے انہیں ایک گردہ عطیہ کیا تھا۔ مگر اب ان کا جگر بھی کام کرنا چھوڑ گیا تھا۔ ان کے لکھے ناولوں اور شاعری نے بڑی شہرت حاصل کی۔ وہ آخری دنوں میں سول ہسپتال کراچی میں زیر علاج رہے۔ طارق عالم ابڑو کی تاریخ وفات 12 جون 2011ء ہے۔

☆

Marfat.com

صحافی

Marfat.com

معین صدیقی

ممتاز صحافی اور اے پی پی کے سابق بیورو چیف معین صدیقی طویل علالت کے بعد 65 برس کی عمر میں 6۔اکتوبر 2004ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔انہوں نے اپنے سوگواروں میں بیوہ سات بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس کے قبرستان میں ہے۔

غلام علی

ممتاز بزرگ صحافی غلام علی طویل علالت کے باعث یکم جنوری 2005ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔وفات کے وقت ان کی عمر 65 سال تھی۔مرحوم نے ساری زندگی بطور صحافی صحافت کی خدمت کی اور ہمیشہ حق و سچ کا ساتھ دیا۔کڑے سے کڑے وقت کا مقابلہ کیا اور کبھی اپنے اصولوں کا سودا نہ کیا۔

مقبول جلیس

ممتاز صحافی اور کالم نویس مقبول جلیس عرف بھیا 81 برس کی عمر میں 12 اپریل 2005ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔وہ کئی ماہ سے علیل تھے مرحوم مقبول جلیس کی آخری آرام گاہ طارق روڈ کراچی پر واقع قبرستان PECH سوسائٹی میں ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

خالد چاولہ

ممتاز قدیم فلمی ہفت روزہ ''نور جہاں'' کے مدیر سینئر فلم جرنلسٹ اور ممبر فلم سنسر بورڈ خالد چاولہ 20 ستمبر 2005ء کو 50 سال کی عمر میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔انہوں نے 1973ء میں اپنے والد مرحوم کے انتقال کے بعد ایڈیٹر کی حیثیت سے

Marfat.com

ذمہ داریاں سنبھالی تھیں۔انہیں اسی سال نیشنل فلم ایوارڈ سے نوازا گیا۔

ایم اے زبیری

بزرگ صحافی اور روزنامہ ''بزنس ریکارڈر'' کے بانی ایم اے زبیری 12 دسمبر 2010ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔دوسرے روز 13۔دسمبر 2010ء کو انہیں حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ کے مزار کے احاطے میں سپرد خاک کیا گیا۔مرحوم ''آج'' ٹی وی کے پیٹرن انچیف بھی تھے۔ان کی عمر 90 سال تھی۔وہ 2 جولائی 1920ء کو یوپی میں پیدا ہوئے۔

ایم اے زبیری تحریک پاکستان کے نامور کارکن بھی تھے۔انہوں نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔وہ طویل عرصہ سے علیل تھے۔ان کے بیٹوں میں وامق زبیری، ارشد زبیری اور آصف زبیری اور بیٹیاں افشاں اور ڈاکٹر درخشاں ہیں۔مرحوم ایم اے زبیری کو پاکستان میں اقتصادی اور مالیاتی صحافت کا بانی کہا جاتا ہے۔ان کا شمار پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز کونسل سی پی این ای کے بانی ارکان میں ہوتا ہے۔آپ سی پی این ای کے صدر کے عہدے پر بھی رہے۔مرحوم نے کئی بین الاقوامی فورمز میں بھی پاکستان کی نمائندگی کی اور مختلف مواقع پر اقوام متحدہ ورلڈ بینک، کامن ویلتھ، پریس یونین اور آئی ایم ایف کے سالانہ اجلاسوں میں شرکت کی۔

دسمبر 1945ء میں صحافت کا آغاز ''ڈان'' دہلی سے کیا۔بعد میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ہدایت پر پاکستان آ گئے اور ''ڈان'' کراچی جوائن کیا۔مرحوم نے ''ڈان'' کراچی کے سینئر اسسٹنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے ہوئے ''ایوننگ سٹار'' کا آغاز کیا۔انہوں نے 20 سال تک ''ڈان'' میں خدمات دینے کے بعد ریٹائرمنٹ لے لی۔ایک سال بعد مرحوم ایم اے زبیری نے ''بزنس ریکارڈر'' کی بنیاد

Marfat.com

رکھی۔ 2003ء میں انہیں صحافتی خدمات پر ستارہ امتیاز دیا گیا۔

اے اے رضوی

روزنامہ"ڈان" کراچی کے سابقہ اسسٹنٹ ایڈیٹر اختر عادل رضوی 88 سال کی عمر میں 26 نومبر 2010ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ وہ 1922ء میں بریلی (یوپی) بھارت میں پیدا ہوئے، اے اے رضوی نے 20 سال تک ''ڈان'' اخبار کے ساتھ کام کیا۔ اور اس کے بعد وہ کراچی یونیورسٹی سے تقریباً چار دہائیوں سے وابستہ تھے۔

مرحوم نے 1944ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے انگلش لٹریچر میں گریجوایشن کی اور 1947 میں وہ کراچی آ گئے اور بطور رائیٹر ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' میں کام شروع کیا۔ جس کے بعد وہ ریذیڈنٹ ایڈیٹر بن گئے۔ ''CMG'' کے بند ہونے کے بعد اختر عادل رضوی نے 1953ء میں ''ڈان'' اخبار کو جوائن کیا اور اس کے ایڈیٹوریل رائٹر بن گئے۔ یہ 1964ء کی بات ہے۔ مرحوم نے بطور صحافی جو نام پیدا کیا وہ بہت کم صحافیوں کے حصے میں آیا ہے تمام عمر حق سچ کا ساتھ دیا اور اپنے اصولوں کی کبھی سودے بازی نہ کی۔ انہی باتوں کی تلقین اپنے دوستوں کو بھی کرتے رہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ عزیز آباد کے قبرستان یسین آباد میں ہے۔

میر خلیل الرحمٰن

روزنامہ ''جنگ'' کے بانی اور چیف ایڈیٹر میر خلیل الرحمٰن 19 جولائی 1921ء گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گوجرانوالہ سے حاصل کی اور آٹھویں جماعت صدیقیہ ہائی سکول دہلی اور ثانوی تعلیم فتح پوری ہائی سکول دہلی سے حاصل کی۔ گریجوایشن (بی کام) کمرشل کالج دریا گنج دہلی سے کی۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی کا

Marfat.com

آغاز فلمی جریدہ ''نگارخانہ'' (دہلی) 39-1938ء سے کیا 1939ء میں ''جنگ'' دہلی کا اجراء کیا۔ یہ شام کے اخبار کی حیثیت سے نکالا جاتا تھا۔ اس کی قیمت صرف ایک پیسہ تھی۔ میر صاحب کی شادی 20 فروری 1944ء کو ہوئی۔ جب پاکستان وجود میں آیا تو اگست 1947ء کو پاکستان چلے آئے۔

14 اکتوبر 1947ء ان دنوں اخبارات پر ایک دن آگے کی تاریخ کا رواج تھا۔ اس لئے اس اخبار پر 15 اکتوبر 1947ء کی تاریخ درج کی گئی تھی۔ جنگ دہلی کی طرز پر جنگ کراچی بھی شام کے اخبار کے طور پر شائع ہونا شروع ہوا تھا۔ اس کا سائز 20x20 تھا اور اس کے ادارہ تحریر میں غازی انعام نبی پردیسی اور میر خلیل الرحمٰن شامل تھے۔ پھر 4 فروری 1948ء کو لوح میں تبدیلی اور صفحات کی تعداد 4 سے بڑھا کر 6 کر دی گئی۔ منیجنگ ایڈیٹر میر خلیل الرحمٰن۔ نیوز ایڈیٹر یوسف صدیقی اور ادارہ تحریر میں غازی انعام نبی پردیسی اور رئیس امروہوی شامل ہو گئے۔ 22 فروری 1948ء کو میر خلیل الرحمٰن کی کراچی پریس ایسوسی ایشن کی نائب صدارت کے عہدے پر کامیابی وجود میں آئی۔

29 مارچ 1948ء مدیران میں رئیس امروہوی، یوسف صدیقی اور سید محمد تقی روزنامہ ''جنگ'' کے پہلے ہفتہ وار ایڈیشن کی اشاعت میں شامل ہو گئے۔ 3 ستمبر 1956ء کو آڈٹ بیورو آف سرکولیشن نے ''جنگ'' کراچی کو اُردو کا سب سے کثیر الاشاعت اخبار قرار دیا۔ 6 ستمبر 1956ء کو جنگ کی لوح پر پاکستان کے ہر روزنامہ سے زیادہ کے الفاظ کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد 13 نومبر 1959ء میں ''جنگ'' راولپنڈی سے جاری ہوا۔ 17 اکتوبر 1962ء ''ڈیلی نیوز'' کراچی کا اجراء 25 نومبر 1962ء کو ''جنگ'' کراچی کی اشاعت ایک لاکھ سے زائد ہو گئی۔ یکم جنوری 1967ء ''اخبار جہاں'' کراچی کا اجراء ہوا۔ 15 مارچ 1971ء کو ''جنگ'' لندن کا

Marfat.com

اجراء 31 مارچ 1972ء ''جنگ'' کوئٹہ کا اجرا 1978ء میں گولڈ مرکری ایوارڈ میکسیکو میں دیا گیا 8 مئی 1980ء کو ہفت روزہ ''میگ'' کا اجراء۔ یکم اکتوبر 1981ء میں یہ پاکستان کا پہلا اخبار تھا جو نوری نستعلیق پر شائع ہونا شروع ہوا۔ اس تجربے کی کامیابی نے اُردو صحافت میں انقلاب برپا کر دیا۔ یہ جنگ لاہور کا اجراء تھا۔ 11 فروری 1991ء کراچی، لاہور اور اسلام آباد سے جاری ہوا۔ میر خلیل الرحمن کا انتقال 25 جنوری 1992ء بمطابق 20 رجب المرجب 1412ھ لندن میں ہوا۔ تدفین 27 جنوری 1992ء قبرستان پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی میں ہوئی۔ میر خلیل الرحمن کا اگایا ہوا پودا اب ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ جس کی گھنی چھاؤں میں علم وادب اور ثقافت وصحافت کے پھول کھلتے ہیں۔

ضمیر نیازی

معروف صحافی اور صحافتی مؤرخ ضمیر نیازی 1932ء میں بمبئی (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے صحافتی کیریئر کا آغاز 1954ء میں روزنامہ ''انقلاب'' سے کیا اور اپنی 72 سالہ زندگی میں کبھی صحافتی اخلاقیات اور اقدار پر سودے بازی نہ کی۔ ان کا انداز صحافت دوسروں سے اس لئے بھی مختلف تھا کہ وہ جو کہتے تھے وہی کرتے اور جو کرتے نظر آتے تھے، وہی کہتے بھی تھے۔ انہوں نے صحافت کو ''میم'' کبھی نہیں سمجھا۔

مرحوم ضمیر نیازی نے 8 سال تک ''ڈان'' میں سب ایڈیٹر کے فرائض انجام دیئے 1961ء میں انہوں نے انگریزی ''نیوز'' و بطور چیف سب ایڈیٹر جوائن کیا۔ یہاں ان پر اداریہ لکھنے کی ذمہ داری بھی عائد تھی۔ تین سال بعد انہوں نے 1965ء میں ''بزنس ریکارڈر'' کو اپنی صحافتی آماجگاہ بنایا۔ اور تقریباً 25 سال تک اس اخبار کے مختلف شعبوں میں خدمات انجام دیتے رہے۔ 1990ء میں جب وہ ریٹائرڈ ہوئے۔ تو

Marfat.com

اس وقت وہ ''نیوز ایڈیٹر'' تھے۔

علاوہ ازیں انہوں نے ایک ماہنامہ ''ریکارڈز'' اور ایک ہفت روزہ ''کرنٹ'' کی ادارت بھی کی۔ ان کی شہرہ آفاق کتاب ''پریس ان چینز Press in Chains'' جو 1986ء میں منظر عام پر آئی اور جسے (Trail Biazen) قرار دیا گیا۔ جس نے مروجہ صحافت، مخصوص نظریات کے حامل صحافیوں اور آزادی صحافت وفکر کے نام نہاد اصولوں کی دھجیاں اکھیڑ دیں۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں اس کتاب پر پابندی لگا دی گئی۔ بلاشبہ وہ پہلے صحافی تھے۔ جنہوں نے آمریت اور صحافت پر ''من مانیت'' کے خلاف کھلے عام آواز اٹھائی۔ اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ اُردو دان طبقے کے لئے ترجمہ بھی منظر عام پر آیا۔ 1992ء میں انہوں نے ''دی پریس انڈر سیج'' ''The Press Under Siege'' اور 1994ء میں ''دی ویب آف سنسر شپ'' میں آزادیٔ صحافت کے ایشو پر قلم توڑ تحریریں لکھیں، انہوں نے اُردو میں ''زمین کا نوحہ'' اور ''انگلیاں فگار اپنی'' جیسی ''تمت بالخیر'' کتابیں شائع کر کے صحافیوں حکمرانوں اور عام انسانوں کو انسانیت اور صحافت کے ''اصل اصول'' سے آشنا کیا۔

ضمیر نیازی کو موسیقی سے ایسا لگاؤ تھا کہ وہ جب نڈھال ہو جاتے، مایوسی کے بادل انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیتے، خون میں لتھڑے حقائق انہیں دہلا دیتے۔ تب وہ نعتیہ کلام سنتے، قوالیوں پر سر دھنتے، کے ایل سہگل، فریدہ خانم، میڈم نور جہاں، عابدہ پروین، نصرت فتح علی خان، لتا منگیشکر، محمد رفیع اور کشور کمار کی آوازیں ان کی زندگی کو تازہ اوران کی روح کو شگفتگی سے مرصع کر دیتیں۔

ضمیر نیازی (1932-2004ء) کو ''بیکن آف پریس فریڈم'' کہا جاتا تھا۔ شاید پاکستان کی ''خوشامدانہ'' تاریخ کے وہ پہلے صحافی، ادیب دانشور تھے۔ جنہوں نے

Marfat.com

1995ء میں بینظیر کے دوسرے دور حکومت میں پرائیڈ آف پرفارمنس ایوارڈ اور اس ایوارڈ سے منسلکہ حکومتی رشوت کو محض اس لئے ٹھکرا دیا تھا کہ حکومت نے کراچی میں شام کے چھ اخبار بند کر دیے تھے۔ کیونکہ حاکمان وقت تشدد کی وارداتوں اور ظلم وستم پر قابو پانے میں ناکام ہو چکے تھے۔

ضمیر نیازی کا انتقال 11 جون 2004ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم نے سوگواروں میں بیوہ اور دو بیٹے حارث ضمیر اور جنید ضمیر چھوڑے ہیں۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ ابو حسن اصفہانی روڈ قبرستان کراچی میں ہے۔

رابطہ: حارث ضمیر، جنید ضمیر

172۔بی بلاک نمبر 4 گلشن اقبال کراچی

ایس ایچ ہاشمی

اورینٹ ایڈورٹائزنگ کے سربراہ کئی قومی اعزازات کی حامل ممتاز سماجی شخصیت ایس ایچ ہاشمی ممتاز عالم دین مولانا عبدالقدوس ہاشمی کے صاحبزادے تھے۔ 20 فروری 1935ء کو ہندوستان کے صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ وہ پاکستان میں ایڈورٹائزنگ کے شعبے کے بانیوں میں شمار ہوتے تھے۔ مرحوم گزشتہ 50 سال سے اس شعبے میں فعال کردار ادا کر رہے تھے۔ وہ ستارہ امتیاز اور صدارتی تمغہ برائے حسن کارکردگی حاصل کر چکے تھے۔ مرحوم کی خدمات کے اعتراف کے طور پر اے پی این ایس نے انہیں ملینیم ایوارڈ (Millanilum Award) اور لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ اور دوست ایوارڈ دیا۔ یہ ان کی اعلیٰ قیادت اور پیشہ ورانہ معاملہ فہمی تھی۔ جس سے ان کی ایجنسی پاکستان کی سب سے بڑی اشتہاری ایجنسی کے طور پر پروان چڑھی۔

ایس ایچ ہاشمی کی شادی تین جولائی 1959ء کو ہوئی۔ ان کی اہلیہ [illegible]

Marfat.com

معروف شاعر محسن کاکوروی کی پوتی ہیں۔ان کی اولادیں۔دو بیٹے اور تین بیٹیاں۔سب سے بڑے بیٹے سید مسعود ہاشمی ہیں۔ جو اورینٹ کے ڈپٹی مینجنگ ڈائریکٹر ہیں۔ اورینٹ کا دنیا کی سب سے بڑی ایڈورٹائزنگ کمپنی مکین اریکسن کے ساتھ الحاق ہو چکا ہے۔جس کی شاخیں دنیا کے 24 ملکوں میں ہیں۔اسی لئے اب ہاشمی صاحب کی ایڈ ایجنسی اورینٹ مکین اریکسن کہلاتی ہے۔ہاشمی صاحب کے دوسرے صاحبزادے سید محمود ہاشمی ہیں۔جنہوں نے یورپ سے ایڈورٹائزنگ کی تعلیم حاصل کی ہے۔لاہور، پشاور، اسلام آباد اور مظفر آباد میں اورینٹ کے دفاتر کے وہی انچارج ہیں۔ایس ایچ ہاشمی کی زندگی ہی میں ان کے خاندان کے سربراہ کی حیثیت سے ان کے بڑے بھائی عبدالمتین ہاشمی کو حاصل تھی۔ایس ایچ ہاشمی کا پورا نام سید حسین ہاشمی تھا۔اشتہارات کی دنیا میں بابائے ایڈورٹائزنگ کہلائے۔ان کے والد محترم نامور عالم دین مولانا عبدالقدوس ہاشمی نے 39 وقیع کتب تصنیف کیں۔

ایس ایچ ہاشمی بہار کے ایک چھوٹے سے گاؤں بدھ گیا میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا تعلق وہاں کے معروف علمی سادات گھرانے سے تھا۔ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ پھر بدھ گیا میں اپنے خاندان ہی کے کھولے ہوئے سکول ہادی ہاشمی سکول میں داخلہ لیا اور پانچویں جماعت وہیں تعلیم حاصل کی۔ 1946ء کے بہار کے ہندو مسلم فسادات میں ان کے گھر کو جلا دیا گیا۔اس وقت ان کے والد حیدر آباد میں کتب خانہ آمینہ کے ڈائریکٹر تھے۔ چنانچہ ایس ایچ ہاشمی اپنے گھر والوں کے ساتھ حیدر آباد چلے گئے۔ 1948ء میں وہاں سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

ان کے والد ان دنوں قائداعظم کے فرمان پر مصر گئے ہوئے تھے۔اسی دوران سقوط حیدر آباد ہو گیا۔اور بھارتی حکومت نے ان کے تمام مال واسباب پر قبضہ کرلیا۔

Marfat.com

اس دوران گھر والوں نے انہیں ڈھاکا کہ بھیج دیا۔ وہاں انہوں نے قائداعظم کالج ڈھاکہ میں فرسٹ ائیر میں داخلہ لے لیا۔ 1954ء میں بی اے پاس کیا۔ اس دوران ان کے خاندان نے مستقلاً مغربی پاکستان منتقل ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ تو وہ اپنی تعلیم چھوڑ کر کراچی چلے آئے۔ انہوں نے اپنی عملی زندگی کا آغاز 1953ء میں ایک کنسٹرکشن کمپنی میں ملازمت سے کیا بعد میں اس کمپنی کا تمام سامان حکومت نے قبضے میں لے لیا۔ ایس ایچ ہاشمی نے کنسٹرکشن کے کام کو خیر باد کہہ دیا۔ ان کے بڑے بھائی سید عبدالمتین ہاشمی کی ایڈورٹائزنگ کمپنی اورینٹ تھی۔ انہوں نے 1959ء میں اورینٹ کو جوائن کرلیا۔ ایس ایچ ہاشمی کا انتقال 20 مارچ 2006ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

تاکہ زیرِ خاک بھی ہو تا قیامت روشنی
اک چراغ نور تھا مٹی کے اندر رکھ دیا

رشید عمر تھانوی

مارکیٹنگ واشتہارات کی دنیا کی معروف شخصیت اورمیک کے سربراہ رشید عمر تھانوی نے پاکستان میں مارکیٹنگ اوراشتہارات کے شعبہ کو جدید خطوط پر استوار کرنے میں نمایاں کردارادا کیا ہے۔ ان کا شمار اشتہارات کی دنیا کے بانیوں میں ہوتا تھا۔ اوران کو اشتہارات کا اہم ستون قرار دیا جاتا تھا۔ مرحوم نے پاکستان ایڈورٹائزنگ ایسوسی ایشن کو منظم کرنے میں فعال کردار ادا کیا۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیوہ ایک صاحبزادہ اورایک صاحبزادی شامل ہے۔ مرحوم کے بیٹے کا نام کاشف عمر تھانوی ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 61 برس تھی۔ رشید عمر تھانوی معروف ادیب شوکت تھانوی کے صاحبزادے تھے۔ اور عام زندگی میں بااصول شخص تھے۔ کام و عبادات کا درجہ دیتے

Marfat.com

تھے۔ روزانہ چہل قدمی ان کا معمول تھا۔ انتقال سے قبل وہ معمول کی واک سے واپس لوٹے تھے۔ گھر آ کر صرف پانی پیا اور اچانک طبیعت خراب ہو گئی۔ ان کا انتقال 8 اگست 2003ء کو ہوا۔ مرحوم ایک عمدہ لکھاری اور آرٹسٹ بھی تھے۔ ان کا شو بزنس سے بھی تعلق تھا۔ ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

نیّر علوی

ممتاز صحافی اور روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی کے سابق ریذیڈنٹ ایڈیٹر نیر علوی 12 اکتوبر 1939ء کو ڈیرہ دون (یو پی) میں جمیل احمد علوی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی شہر میں ہی حاصل کی۔ تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان آ گئے اور راولپنڈی میں رہائش اختیار کی اور یہیں سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے بیچلر آف آرٹس کی ڈگری حاصل کی۔ راولپنڈی میں 1959ء میں انہوں نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز ''جنگ'' راولپنڈی میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے کیا۔ 1962ء میں وہ کراچی منتقل ہو گئے۔ جہاں انہوں نے ایس ایم لاء کالج سے ایل ایل بی اور جامعہ کراچی کے شعبہ سیاسیات سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ وہ کراچی میں شائع ہونے والے روزنامہ ''حریت'' کے بانی نیوز ایڈیٹر رہے اور بعد ازاں ادارے میں ایگزیکٹو ایڈیٹر کے عہدے پر فائز ہو گئے۔

نیر علوی روزنامہ ''جنگ'' کراچی، روزنامہ ''جسارت''، ''مشعل'' ڈائجسٹ، روزنامہ ''صداقت''، ''ڈیلی سن''، روزنامہ ''انجام''، روزنامہ ''اعلان'' اور ''نیشنل بک فاؤنڈیشن'' سے بحیثیت نیوز ایڈیٹر، ایگزیکٹو ایڈیٹر اور ایڈیٹر وابستہ رہے۔ 1983ء میں وہ روزنامہ ''نوائے وقت'' کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر مقرر ہوئے اور 1998ء میں روزنامہ ''ایکسپریس'' کی اشاعت کے آغاز تک ''نوائے وقت'' سے منسلک رہے۔ انہوں نے

Marfat.com

تقریباً 40 سال دشت صحافت کی سیاحت کی اور اس دوران مختلف سربراہان مملکت کے ہمراہ چین، جاپان، انڈیا، انڈونیشیا، ملائشیا، تھائی لینڈ اور سنگاپور سمیت متعدد ممالک کے دورے کئے اور عالمی سطح پر ہونے والے واقعات کی رپورٹنگ کی انہوں نے 'صدر نکسن'' نیوز پیپر'' اور انس پلیس آف ڈیموکریسی'' نامی کتب سمیت متعدد کتابوں کا اُردو زبان میں ترجمہ بھی کیا۔ جو نیشنل بک فاؤنڈیشن اور اُردو اکیڈمی سندھ نے شائع کیں۔ انہوں نے پاکستان ٹیلی ویژن کے لئے سیاسی اور سماجی مسائل پر مبنی پروگرام ''[illegible]'' لکھا۔ اور ریڈیو پاکستان سے بھی وابستہ رہے۔ جبکہ آرگس ایڈورٹائزرز کے لئے تقریباً 10 سال کاپی رائٹنگ بھی کی۔ نیر علوی مرحوم تجربہ کار، سنجیدہ اور نیک نام صحافی تھے۔ ان کو صحافتی برادری میں ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ باوقار، دیانتدار اخبار نویس کے طور پر بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا انہوں نے پسماندگان میں ایک بیوہ اور ایک بیٹی اور تین بیٹے سوگوار چھوڑے ہیں۔ ان کا انتقال 29 ستمبر 2001ء کو کراچی میں سینے میں شدید درد کے باعث ہوا۔ مرحوم کی ابدی آرام گاہ سی اوڈی قبرستان کراچی میں ہے۔

رابطہ بیگم نیر علوی مکان نمبر 157۔اے گلستان جوہر بلاک نمبر 15 کراچی

احمد علی خان

ملک کے سینئر ترین صحافی اور روزنامہ ''ڈان'' کے سابق چیف ایڈیٹر کا صحافتی کیریئر 42 سالوں پر محیط ہے۔ جس میں سے 28 سال وہ ''ڈان'' کے ایڈیٹر رہے۔ احمد علی خان 1924ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے صحافتی کیریئر کا آغاز 1945ء میں ترجمان اخبار (بھوپال) سے کیا۔ وہ 2004ء میں ''ڈان'' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے اس دوران وہ ''پاکستان ٹائمز'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ تاہم 1962ء میں انہوں نے دوبارہ ''ڈان'' جوائن کیا۔ مرحوم ایک باصلاحیت اور منظم

Marfat.com

ضبط کے پابند ایڈیٹر تھے۔ ایک کہنہ مشق مدیر کی حیثیت سے صحافتی خدمات انجام دیں۔ اس دوران کئی بار ترقی پسند خیالات کی بناء پر سیکورٹی ایکٹ کے تحت قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ مرحوم احمد علی خان کی شادی پاکستان کے معروف ادبی و صحافتی خانوادہ میں ممتاز ناول نگار ہاجرہ مسرور سے ہوئی۔ ممتاز شاعر، کالم نگار خالد احمد ان کے برادر نسبتی ہیں۔ جبکہ ایک برادر نسبتی معروف صحافی توصیف احمد خان اور خواہر نسبتی نامور ناول نگار خدیجہ مستور پہلے ہی وفات پا چکی ہیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 83 برس تھی۔ مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیوہ ہاجرہ مسرور اور دو بیٹیوں سمیت ہزاروں عزیز و اقارب سوگوار چھوڑے ہیں۔ وہ دوستوں اور ملاقاتیوں میں ''خان صاحب'' کے لقب سے مشہور تھے۔ خان صاحب بلاشبہ آزادی صحافت کے علمبردار تھے۔ ان کی ادارت کے دور میں کئی بار حکومت کی طرف سے ''ڈان'' کی پالیسی میں تبدیلی کے لئے دباؤ ڈالا جاتا رہا۔ لیکن انہوں نے کسی نوع کا دباؤ قبول نہ کیا۔ آج پالیسی کے اعتبار سے ''ڈان'' جس مقام پر کھڑا ہے۔ اس میں خان صاحب کا ہاتھ صاف دکھائی دیتا ہے۔ ان کا انتقال 13 مارچ 2007ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

اللہ بخش یوسفی

بابائے صحافت اللہ بخش یوسفی 25 دسمبر 1900ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ 1918ء میں صوبہ سرحد کے ممتاز روحانی پیشوا اور مجاہد آزادی حاجی صاحب ترنگ زئی کی قیادت میں اپنے سیاسی سفر کا آغاز کیا۔ ہند میں سلام اور عالم اسلام کا درد ان کی سیاست کا محور رہا۔ تحریک خلاف، تحریک موالات، تحریک ہجرت میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ خصوصاً تحریک خلافت سے ان کی وابستگی نہایت مثالی رہی اور اسی وابستگی کا نتیجہ تھا کہ مولانا محمد علی جوہر اور .. نا شوکت علی صوبہ سرحد کے معاملات میں اللہ بخش یوسفی کی ذات

Marfat.com

پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔

خان عبدالقیوم خان کی حکومت پر تنقید کرنے کی بناء پر 48ء میں پشاور میں ان کا گھر اور لائبریری سیل کر دی گئی۔ پولیس کے نرغہ میں بیوی بچے دیکھ کر اللہ بخش یوسفی نے ایک آہِ سرد بھری اور کراچی منتقل ہو گئے۔ بے سروسامانی کے عالم میں تین ہٹی کے پل اور لیاری ندی کے بالائی مغربی پشتہ پر جھونپڑی ڈال کر از سرِ نو زندگی کا آغاز کیا۔ پاکستان میں آزادی صحافت کے علمبردار کی حیثیت سے بھی اللہ بخش یوسفی پہلے صحافی تھے اور آزادی صحافت کے خلاف ریاستی کا نشانہ بننے والے بھی پہلے صحافی تھے ممتاز صحافی جناب ضمیر نیازی نے اپنی کتاب Press in Chains میں اس واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ بخش یوسفی کو تحریک خلافت اور بعد میں آل انڈیا مسلم لیگ کی تحریک سے وابستگی کی بڑی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی جناب ضمیر نیازی کے علاوہ اجمل ملک نے بھی اپنی کتاب ''صحافت صوبہ سرحد'' میں اس واقعہ کی تفصیلات درج کی ہیں۔ ان کا انتقال 13 مارچ 1968ء کو ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ لیاقت آباد کے قریب قبرستان میں ہے۔

محمود احمد مدنی

نامور صحافی محمود احمد مدنی بھارت کے شہر الہ آباد کے قصبے فتح پور میں 21 جولائی 1926ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام سید نذیر عباس تھا۔ جو پیش امام اور مدرس تھے۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم حیدر آباد دکن میں حاصل کی اور حفظ قرآن کیا۔ 1956ء میں اپنے والد کے ساتھ پاکستان آ گئے۔ یہاں پر والد صاحب کے ساتھ کراچی سنٹرل جیل کے سرکاری کوارٹر میں رہائش اختیار کی۔ چونکہ نذر عباس صاحب کو سنٹرل جیل کی مسجد میں پیش امامت اور قیدیوں کی تدریس پر مامور کیا گیا تھا۔ 1973ء

Marfat.com

میں ان کے والد صاحب کی ریٹائرمنٹ کے بعد پی آئی بی کالونی میں منتقل ہو گئے اور اس کے بعد گزشتہ 20 سال سے زائد عرصے سے گلشن اقبال کے بلاک نمبر 4 میں رہائش پذیر تھے۔

محمود احمد مدنی نے میٹرک 1956ء میں بہادر یار جنگ سکول سے کیا۔ 1958ء میں اسلامیہ کالج سے انٹر کیا۔ اور 1960ء میں اسی کالج سے بی اے کیا پھر کچھ وقفے کے بعد اسلامک ہسٹری میں ایم اے کیا۔ بعدازاں ایل ایل بی اور ایل ایل ایم اور پھر کراچی یونیورسٹی سے صحافت میں ایم اے بھی کیا۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے یہ تمام ڈگریاں ''جاب' کے دوران ہی حاصل کیں۔ 1959ء میں شادی ہوئی محمود صاحب کے 5 بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں رابعہ مدنی، احمد مدنی، ابوبکر مدنی، عاصم مدنی، عادل مدنی، شائستہ مدنی، حاجرہ مدنی، نائلہ مدنی، منیرہ مدنی، سوگواران میں بیوہ بھی شامل ہے۔ تمام بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ یہ سب کے سب ملک اور بیرون ملک ذمہ دار عہدوں پر فائز ہیں۔

محمود مدنی کو سب سے زیادہ محبت اپنی بڑی بیٹی رابعہ مدنی سے تھی۔ رابعہ مدنی کا کہنا ہے کہ والد صاحب سب سے محبت کرتے تھے۔ محمود احمد مدنی نے 1961ء سے روزنامہ جنگ میں بحیثیت سب ایڈیٹر اپنے صحافتی کیریئر کا آغاز کیا اس کے بعد مختلف نشیب و فراز سے گزر کر ایگزیکٹو ایڈیٹر کے عہدے تک پہنچے اور اسی عہدے پر ''جنگ'' سے ریٹائر ہوئے۔ روزنامہ ''جنگ'' میں انہوں نے پورے 25 سال گزارے۔ اسی دوران ملک میں مختلف سیاسی اُتار چڑھاؤ آتے رہے۔ ایوب خان کے دور حکومت میں اُردو زبان کے حوالے سے ایک اہم واقعہ پیش آیا۔ اور ایک تحریک چلی ''اُردو کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے''۔ اس میں محمود احمد مدنی نے اہم کردار ادا کیا۔ جو پاکستان میں اُردو

Marfat.com

زبان کی تاریخ کے حوالے سے اہم باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

1985ء میں ''جنگ'' سے ریٹائرمنٹ لینے کے بعد انہوں نے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کی طرف سے کرائے گئے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لیا۔ اور قومی اسمبلی کے اُمیدوار کے طور پر سیاسی چوہدریوں کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ تاہم کامیاب نہ ہو سکے اور اڑھائی ہزار ووٹوں کے فرق کی وجہ سے ایوان میں داخل نہ ہو سکے۔ نظریاتی طور پر آپ جماعت اسلامی سے متاثر تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 65 سال تھی۔ ان کا انتقال 8 دسمبر 2002ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ ملک پلانٹ کے قریب قبرستان میں ہے۔

قاضی سعید اکبر

سینئر صحافی قاضی سعید اکبر 22 اگست 1939ء کو پیدا ہوئے۔ پرائمری اور سیکنڈری تعلیم حیدر آباد میں حاصل کی۔ بعد ازاں قانون میں گریجوایشن کرنے کے بعد کچھ عرصہ وکالت کے پیشے سے منسلک رہے۔ تاہم بعد میں خاندانی روایت کے مطابق صحافت کے پیشے سے وابستہ ہو گئے۔ مرحوم 1971ء سے 1973ء تک اے پی این اے کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔

وفات کے وقت ان کی عمر 67 برس تھی۔ مرحوم نے اپنے لواحقین میں دو بیٹے جواد عباسی، سجاد عباسی اور ایک بیٹی شازیہ عمر حمید چھوڑے ہیں۔ مرحوم اسد عابد کے بہنوئی تھے۔ قاضی سعید اکبر کا انتقال 31 جنوری 2007ء کو ہوا۔

فاروق نثار

معروف اخبار نویس ''اے پی پی'' کے سابق سربراہ اور پنجاب یونیورسٹی کے

Marfat.com

وزٹنگ پروفیسر کے بارے میں ان کے بھائی جناب جسٹس (ر) نثار احمد بتاتے ہیں جرنلزم شروع سے ان کا ارادہ تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں انہوں نے سائنس گروپ کی بجائے آرٹس گروپ میں داخلہ لیا۔ والد صاحب انہیں انجینئر بنانا چاہتے تھے۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ میری دلچسپی آرٹس میں ہے۔ (یہ کہ) اس دور میں ٹیلی گراف انگلش میں ہوتی تھی۔ ان کے ملنے جلنے والے بعض لوگ خبر لے کر آتے کہ اس کو انگلش بنا دیں یوں وہ خبر کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ انہوں نے ساہیوال سے اس کا آغاز کیا۔ ان دنوں اے پی پی کا آفس کراچی میں تھا۔ انہوں نے اے پی پی جوائن کر لی۔ کراچی سے انہیں لگاؤ نہیں تھا۔ ہم ان کو کراچی کے لئے اسٹیشن چھوڑنے جاتے تو ان کی آنکھوں میں آنسو ہوتے۔ اب بھی جب وہ کراچی شفٹ ہوئے تو ان کی مرضی کے خلاف مجبوری میں ہوا۔

ان کی بیوی فوت ہو چکی تھیں۔ ان کا اپنی بیگم سے گہرا تعلق تھا وہ ان کی وفات کے بعد صحت یاب نہ رہ سکے۔ وہ کہتے تھے کہ میری بیگم میں دو خوبیاں ہیں ایک نماز کی پابند ہیں اور دوسرے سچ بولتی ہیں۔ یو این او کی بلڈنگ میں ایک بار نماز کا وقت ہو گیا، انہوں نے وہیں کپڑا بچھایا اور نماز ادا کی۔ بیٹی کی شادی کوئٹہ میں ہوئی بیٹا بینک میں کراچی ملازم ہو گیا۔ مجھے کہنے لگے وہ (بیٹا) اصرار کر رہا ہے کہ ''کراچی آجاؤ'' میں نے کہا آپ ہارٹ کے مریض ہیں۔ آپ اکیلے نہیں رہ سکتے۔ میرے پاس آجائیں۔ یا چھوٹے بھائی کے ہاں۔ کہنے لگے ''اچھا دو تین ہفتوں کے لئے کراچی جاتا ہوں پھر آجاؤں گا''۔ لیکن وہاں گئے تو میرے بڑے بھائی کے بارے میں کہنے لگے میں ان کو امامت کراتا ہوں اگر لاہور آ گیا تو ان کو نماز کون پڑھائے گا۔ جسٹس بنتے وقت بعض سیاسی معاملات میرے خلاف تھے۔ لیکن وہ کہتے تھے اللہ پر توکل رکھو۔ فاروق نثار کا انتقال دسمبر 2004ء کو ہوا۔

Marfat.com

جعفر نقوی

معروف صحافی جعفر نقوی 1926ء میں بھارت کے صوبے بہار میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1946ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ آزادی کے بعد وہ مشرقی پاکستان منتقل ہو گئے تھے۔ اور ڈھاکہ میں 1950ء میں ریڈیو پاکستان میں ملازمت کر لی تھی۔ اور اپنی ذہانت کے بدولت جلد ہی ترقی کر کے نیوز ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ مگر چونکہ انہیں صحافت سے زیادہ دلچسپی تھی اس لئے انہوں نے 1955ء میں ریڈیو پاکستان کو خیر باد کہا اور کراچی میں اردو اخبار ''امروز'' سے وابستہ ہو گئے۔ مگر کچھ ہی عرصہ بعد ''پاکستان ٹائمز'' کا رخ کیا۔ چونکہ وہ ایک آزاد طبیعت کے انسان تھے۔ اس لئے فوجی حکومت کے دور میں وہ عتاب میں آ گئے۔ اور ملازمت سے برخاست کر دیئے گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انہوں نے وقتی طور پر صحافت سے علیحدگی اختیار کر لی تھی اور مشرقی پاکستان جا بسے تھے۔

بھارت کی قید سے رہائی کے بعد جعفر نقوی کراچی آ گئے تھے۔ اور اپنا ذاتی کاروبار شروع کر دیا تھا۔ مگر وہ زیادہ مدت تک صحافت کی دنیا سے دور نہ رہ سکے اور بالآخر اسلام آباد جا پہنچے۔ جہاں پر انگریزی اخبار ''مسلم'' کی چیف ایڈیٹری کا اعزاز حاصل کیا۔ ان کا یہ بھی طرۂ امتیاز تھا کہ وہ مشرقی پاکستان میں پاکستان یونین آف جرنلسٹس کے جنرل سیکرٹری رہے تھے اور وہ کراچی پریس کلب کے بانیوں میں سے تھے۔

آخری عمر میں نقوی صاحب عارضہ قلب میں مبتلا ہو گئے۔ اور خرابی صحت کے سبب انہیں اپنا محبوب مشغلہ ترک کرنا پڑا اور کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی مرحوم ایک نہایت تجربہ کار اور منجھے ہوئے صحافی تھے ان کا انتقال جولائی 2002ء کو ہوا۔

Marfat.com

اے کے بروہی

سینئر صحافی اور سندھ کے معروف دانشور علی احمد بروہی 1980ء میں انفارمیشن سیکرٹری سندھ کے عہدے سے ریٹائر ہوئے آپ سندھی روزنامہ ہلال پاکستان کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں اور فیڈرل گورنمنٹ کے ماتحت چلنے والے ادارے شیخ سلطان ٹرسٹ کے ایڈمنسٹریٹر کے فرائض بھی انجام دے چکے ہیں اے کے بروہی کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ان کی تاریخ ولادت نومبر 1920ء ہے آپ کے والد کا نام کریم بخش بروہی تھا۔وفات کے وقت ان کی عمر 83 برس تھی۔مرحوم کے پسماندگان میں ایک بیوہ دو بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ان کا انتقال 30 نومبر 2003ء کو ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ حضرت عبداللہ شاہ غازیؒ (کلفٹن) ایک احاطہ میں ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

نیاز احمد مدنی

پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے سابق صدر اور معروف صحافی نیاز احمد مدنی کا شمار ملک کے سینئر ترین صحافیوں میں ہوتا ہے۔وہ روزنامہ ''نوائے وقت''، روزنامہ ''جسارت'' اور دیگر معروف جرائد میں اپنے فرائض ادا کرتے رہے جبکہ وہ کراچی یونیورسٹی شعبہ ابلاغیات میں بطور وزیٹنگ پروفیسر بھی تعینات رہے۔مرحوم ان دنوں سعودی عرب سے نکلنے والے اردو اخبار میں بطور ایڈیٹر فرائض ادا کر رہے تھے۔ان کی وفات حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے 31 مئی 1998ء کو ہوئی۔

صبیح الدین غوشی

سینئر صحافی اور کراچی پریس کلب کے سابق صدر صبیح الدین غوشی 8 دسمبر

Marfat.com

1943ء کو پیدا ہوئے۔ وہ اپنی پیشہ ورانہ زندگی کے دوران مختلف اخبارات سے وابستہ رہے وہ چار مرتبہ کراچی پریس کے صدر منتخب ہوئے جبکہ دیگر عہدوں پر بھی اپنے فرائض انجام دیئے۔ مرحوم گزشتہ 20 برس سے انگریزی روزنامہ ''ڈان'' سے وابستہ تھے۔ ان کا انتقال 26 مارچ 2009ء کو کراچی میں ہوا۔

عزیز الدین قریشی

تہذیب وثقافت اور علم وادب کی علامت سمجھا جانے والا کراچی شہر بہت تیزی سے علمی اور ادبی شخصیات سے محروم ہوتا جارہا ہے۔ ممتاز کالم نویس مصنف اور دانشور عزیز الدین قریشی 15 فروری 1926ء کو آگرہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایک علمی وادبی گھرانے سے تھا۔ ابتدائی تعلیم آگرہ ہی میں حاصل کی۔ 1942ء میں آگرہ بورڈ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ گریجوایشن کے بعد لندن کے ایک بڑے تعلیمی ادارے سے مینجمنٹ میں ڈپلومہ کیا۔ دورِ طالب علمی میں بے حد اچھے مقرر شمار ہوتے تھے۔ انگریزی اور اردو زبانیں بولنے اور لکھنے کی خداداد صلاحیت کے حامل تھے۔ انہیں انگریزی زبان پر ملکہ حاصل تھا۔ طویل مضامین چند سطروں میں سمو دیتے تھے۔ اردو سے انگریزی ترجمے پر مکمل دسترس حاصل تھی۔

عزیز الدین قریشی نے تحریک پاکستان میں بھی حصہ لیا۔ وہ اس نسل کے نمائندہ تھے جس نے سن شعور میں اپنی آنکھوں سے برصغیر کو تقسیم ہوتے اور پاکستان کو معرضِ وجود میں آتے ہوئے دیکھا۔ مرحوم ہندوستان کی آزادی سے قبل کانگرس میں شامل رہے۔ بعد ازاں خاکسار تحریک میں شمولیت اختیار کر لی۔ وہ گاندھی جی کے متحدہ ہندوستان سے متفق تھے۔ اس کے باوجود آپ نے لوگوں کے مطالبے پر پاکستان مسلم لیگ کے لئے کام کیا اور قائداعظم کے جلسوں میں شرکت کی۔

Marfat.com

دوسری جنگ عظیم کے دوران ان کے مضامین ہندوستان ٹائمز اور ڈان میں شائع ہوتے رہے۔ ان کے مشہور انگریزی مضامین میں "A Red Letter Day" قابل ذکر ہے۔ اول الذکر 15 اگست 1947ء کو شائع ہوا۔ جس میں آزادی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ جو بڑے دلکش پیرائے میں بیان کی گئی ہیں۔ اسی طرح "A Letter of Horror" بھرت پور میں مسلمانوں کے قتل عام کی داستان بیان کی گئی ہے۔ فروری 1948ء میں اپنے خاندان کے ہمراہ آگرہ سے بمبئی اور پھر سمندری جہاز سے کراچی آ گئے۔ اور نئے وطن میں علم و ادب کی خدمت جاری رکھی۔ پاکستان کی گولڈن جوبلی کے موقع پر انہوں نے طویل مقالہ تحریر کیا۔ جس میں ملکی سیاست کے پچاس سال میں پیش آنے والے حالات کا تفصیلی جائزہ لیا اور تحریر کیا کہ پاکستان کی پچاس سالہ تاریخ میں سقوط ڈھاکہ پاکستانی حکمرانوں کے لئے ایک عبرت ناک سانحہ ہے۔ اس سانحے نے ایک طرف تو ہندوستان کے حوصلے بڑھا دیئے اور دوسری طرف برصغیر سے مسلم فاتحین کی ایک ہزار سالہ روشن تاریخ کو بھی داغ دار کر دیا۔ انہوں نے 90ء کی دہائی میں چند انتہائی اثر انگیز مضامین لکھے۔ جن کا حکمرانوں پر اثر ہوا۔ عزیز الدین قریشی کا انتقال 2 اپریل 2006ء کو کراچی میں ہوا۔

چودھری عبدالغفور

پاکستان میں صنعت اشتہار سازی کے صف اول کی اشتہاری ایجنسیوں میں امتیازی مقام رکھنے والے ادارے "ایڈ آرٹس ایڈورٹائزنگ کے چیئر مین چوہدری عبدالغفور ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع میں پیدا ہوئے۔ چار زبانوں پر آنرز کیا۔ اس کے بعد 1948ء میں پاکستان میں اس وقت ایڈورٹائزنگ ایجنسی قائم کی جب بہت کم لوگ اس سے واقف تھے۔ 70-1948 یونائیٹڈ ایڈورٹائزنگ کے سینئر ڈائریکٹر رہے۔

Marfat.com

1971ء میں Adants Adv قائم کی اور وفات تک اس کے چیئر مین رہے۔مرحوم چودھری عبدالغفور پاکستان ایڈورٹائزنگ ایسوسی ایشن کے چیئر مین اور تین سال تک اس کے جنرل سیکرٹری بھی رہے۔

ایشین ایڈورٹائزنگ کانگرس (بھارت) میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔ چودھری عبدالغفور کا شمار پاکستان کی ایڈورٹائزنگ صنعت کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں چار بیٹیاں اور ایک بیٹا سوگوار چھوڑا ہے۔ان کا شکار اور زراعت سے خصوصی لگاؤ تھا۔وہ انجمن کاشتکاران کوٹری بیراج کے صدر رہے۔ٹی وی پر زراعت کے بارے میں کئی پروگرام پیش کئے اور نیوزی لینڈ جانے والے پاکستانی وفد میں شامل تھے۔

چودھری عبدالغفور ان لوگوں میں سے تھے جو اشتہار کو اخلاق سے الگ نہیں ہونے دیتے تھے۔وہ ایک سچے پاکستانی اور محب وطن تھے۔رزق حلال کمانے والے، اپنی دنیا آپ بنانے والے، وفات کے وقت ان کی عمر 81 برس تھی۔ان کا انتقال 9 جولائی 2003ء کو کراچی میں ہوا۔

رابطہ: صاحبزادہ چودھری عبدالغفور 199۔بی سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی

نجیب احمد

معروف صحافی، ''جنگ'' اور ''جیو'' کے سینئر رپورٹر کراچی پریس کلب کے سابق صدر نجیب احمد کو دوست احباب پیار سے ''پے جی'' کے نام سے پکارتے تھے۔وہ اکتوبر 1961ء کو پیدا ہوئے۔اور جواں عمری میں 7 دسمبر 2009ء کو اس جہان سے اگلے جہاں سدھار گئے۔مرحوم نے اپنے لواحقین میں والدہ، بیوہ، تین بیٹیوں اور ایک بیٹے دو بھائی اور تین بہنوں کے علاوہ اپنے ہزاروں مداحوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ان کی

Marfat.com

بڑی بیٹی بارہ برس کی ہے جبکہ بیٹے کی عمر صرف 6 سال ہے۔ مرحوم نجیب احمد کو جانوروں سے بھی بہت محبت تھی اپنے گھر میں انہوں نے مختلف جانور بھی پال رکھے تھے۔

چند سال قبل انہیں پی ای سی ایچ کے علاقے میں ایک گھر میں داخل ہونے والے ڈاکوؤں کے پولیس سے کامیاب مذاکرات پر بہادری پر خصوصی ایوارڈ بھی دیا گیا تھا۔ مرحوم زمانہ طالب علمی میں بھی کراچی یونیورسٹی کے طالب علم رہنما کے طور پر مقبول رہے۔ جبکہ گزشتہ 16 برس سے ادارہ "جنگ" سے بحیثیت رپورٹر وابستہ رہے۔ دفتر میں ہر شخص کے مسائل کو حل کرنے کے لئے وہ ہمیشہ آگے آگے رہتے تھے۔ وہ خود فعال اور متحرک تو تھے ہی دوسروں کو بھی جگائے رکھتے تھے۔

نجیب احمد اپنی ملنساری، انکساری، مستقل مزاجی، بردباری اور تحمل کے باعث ہر جگہ عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کراچی سمیت ملک کے مختلف شہروں میں صحافی حلقوں میں حد درجہ مقبول تھے۔ مرحوم دو مرتبہ کراچی پریس کلب کے صدر اور دو بار سیکرٹری کے عہدہ پر بھاری اکثریت سے منتخب ہوئے۔ اس کے علاوہ پریس کلب کے مختلف عہدوں پر بھی وہ انتخابات میں کامیابی حاصل کرتے رہے۔ ان کا انتقال 7 دسمبر 2009ء کو کراچی میں ہوا۔

اقبال زبیری

معروف بزرگ صحافی اور روزنامہ "مشرق" کے سابق چیف ایڈیٹر اقبال زبیری اکتوبر 1932ء میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سکول میں حاصل کی۔ بی اے پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔ عملی صحافت کا آغاز 1951ء میں روزنامہ "تعمیر" راولپنڈی سے کیا۔ اس کے "عہد کوہستان"، "زمیندار"، "ناموس"، "نوائے وقت" اور "مشرق" میں مختلف عہدوں پر کام کیا۔ روزنامہ "مشرق" کے چیف

Marfat.com

ایڈیٹر اور چیف ایگزیکٹو رہے۔ 50 سالہ صحافتی زندگی میں انہوں نے مختلف اخبارات میں رپورٹر سے لے کر ایڈیٹر تک کے عہدوں پر کام کیا۔

مرحوم نے اخبارات کی تنظیموں اے پی این ایس اور سی پی این ای کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔ سی پی این ای کے نائب صدر بھی رہے اقبال زبیری نے اردو صحافت پر دو کتابیں بھی لکھیں۔ مرحوم منفرد اسلوب کے حامل صحافی تھے۔ ان کے سینکڑوں شاگرد قومی اخبارات میں کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 4 بیٹیاں شیریں زبیری، شگفتہ زبیری، شائستہ زبیری اور شہلا زبیری چھوڑی ہیں۔

اقبال زبیری ریٹائرمنٹ کے بعد موقر روزنامہ ''نوائے وقت'' سے کچھ عرصہ کے لئے کام کرتے رہے۔ انہوں نے پاکستان میں نیوز ایڈیٹنگ کو نئی جہتوں سے آشنا کیا اور اخبارات کے گیٹ اپ میں نئے تجربات کئے۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ ایک مرنجاں مرنج اور دوسروں سے محبت کرنے والے انسان تھے۔ انہیں کبھی کسی کے خلاف شکایت کرتے یا کسی کا شکوہ کرتے نہیں سنا گیا وہ لوگ بھی جو بعض امور میں اقبال زبیری سے اختلاف رکھتے تھے۔ ان کی ذاتی خوبیوں اور پیشہ وارانہ مہارت کے قائل تھے۔ ان کے والد رفیع الدین زبیری بھوپال حکومت میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو اقبال زبیری کی عمر 2 سال اور بڑے بھائی فیروز اختر زبیری کی عمر 8 سال تھی۔ ان کی والدہ نے دونوں بھائیوں کی پرورش کی اور اعلیٰ تربیت کی۔ ان کی والدہ محترمہ برصغیر میں شائع ہونے والے خواتین کے پہلے ماہنامہ ''تہذیب'' کی اعزازی مدیرہ تھیں۔ یہ اخبار امرتسر سے شائع ہوتا تھا۔ ان کا انتقال 1944ء میں ہوا۔ اس وقت فیروز زبیری گریجوایشن کے بعد دہلی کے روزنامہ ''منشور'' میں شفٹ انچارج کے طور پر کام کر رہے تھے۔ محترمہ ممتاز رفیع اردو کی نامور شاعرہ تھیں۔ اور ان کا دیوان بھی ''دیوان

ممتاز'' کے عنوان سے ان کی زندگی میں شائع ہو گیا تھا۔ 1990 کی دہائی کے اوائل میں ہندوستان کی خواتین شاعروں پر ایک کتاب '' شاعرات ہند'' شائع ہوئی۔ جس میں محترمہ ممتاز رفیع کا تذکرہ تھا۔ ان کا نمونہ کلام بھی شامل تھا۔ وہ ممتاز تخلص کرتی تھیں۔
اقبال زبیری کا انتقال 3 ستمبر 2002ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

رابطہ: بیگم اقبال زبیری

24-A عسکری اپارٹمنٹ نمبر 111 نزد کینٹ ریلوے اسٹیشن کراچی

سید معظم علی

بزرگ صحافی اور پاکستان پریس انٹرنیشنل (پی سی آئی) کے بانی سید معظم علی نے اپنے صحافتی کیریئر کا آغاز 1950ء میں سرکاری خبر رساں ادارے '' اے پی پی'' سے کیا۔ 1956ء کے اوائل میں '' اے پی پی'' چھوڑ کر انہوں نے پاکستان پریس ایوی ایشن (پی پی آئی) کے نام سے خبر رساں ادارہ قائم کیا۔ جسے بعد ازاں پاکستان میں پریس انٹرنیشنل (پی پی آئی) کا نام دے دیا گیا۔

معظم علی 1974ء کے اواخر میں لندن منتقل ہو گئے جہاں وہ اسلامک بنکنگ کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر بے شمار کتابیں بھی لکھیں اور انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک بینکنگ اینڈ انشورنس کے نام سے لندن میں ایک ادارہ قائم کیا۔ وہ جنیوا میں قائم دارالمال الاسلامی کے وائس چیئرمین، اسلامک کونسل آف یورپ لندن کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل رہ چکے ہیں۔ سید معظم علی اپنی وفات سے صرف دو ماہ قبل لندن سے کراچی آئے تھے۔ انہوں نے مرحوم صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کے دور میں میڈیا، امور اسلامی اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے امور کے مشیر کے

Marfat.com

فرائض بھی انجام دیئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 83 برس تھی۔ مرحوم پاکستان کی سیاسی اور صحافتی تاریخ کا ایک ناقابل فراموش کردار ہیں۔ان کے خبر رساں ادارے نے ملک بھر میں اپنا اعتبار قائم کیا۔حزب اختلاف کو زندہ رکھا اور اہل (اقتدار کے ساتھ ساتھ)اہل اختلاف کے بیانات بھی اخبارات کے دفتروں میں پہنچائے۔بھٹو دور میں ان کو عتاب کا نشانہ بنایا گیا اور بالآخر وہ لندن جا بسے تھے۔آخری عمر میں وہ اپنی یادداشتیں قلم بند کر رہے تھے۔وہ پاکستانی قوم کا ایک اثاثہ تھے پاکستان میں آزادی، صحافت کی تحریک کا جب ذکر آئے گا۔ان کا نام بھی نمایاں ہوگا۔لاریب وہ ایک سچے مجاہد تھے۔اپنے عہد کے پکے اور عزم کے سچے پاکستانی تھے۔ان کا انتقال 10 مارچ 2005ء کو ہوا۔آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

گل حمید بھٹی

معروف صحافی اور دی نیوز کے اسپورٹس ایڈیٹر گل حمید بھٹی کی عمر وفات کے وقت 63 سال تھی۔مرحوم پاکستان میں کھیلوں کی دنیا میں شماریات کی اہمیت کو اجاگر کرنے والے پہلے صحافی تھے۔وہ اپنی تحریروں اور کرکٹ و دیگر کھیلوں مثلاً ہاکی وغیرہ میں بے پناہ تحقیق کی وجہ سے جانے جاتے تھے مرحوم نے 1970ء کی دہائی میں کرکٹر میگزین کو بطور ایڈیٹر جوائن کیا۔1990ء میں انہوں نے دی نیوز میں بطور اسپورٹس ایڈیٹر کام کیا۔انہوں نے اپنے پسماندگان میں ایک بیٹی اور ایک بیٹا چھوڑا ہے۔واضح رہے کہ گل حمید بھٹی کی اہلیہ رضیہ بھٹی بھی ملک کی معروف صحافی تھیں۔جن کا انتقال 1996ء میں ہوا۔گل حمید کا انتقال 4 فروری 2010ء کو کراچی میں ہوا۔

سلطان احمد

ملک کے مایہ ناز تجزیہ نگار اور سینئر صحافی سلطان احمد کا کیریئر چھ دہائیوں پر

Marfat.com

مشتمل تھا۔ وہ تین انگریزی روزناموں کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں۔ ان کی صحافتی خدمات کے اعتراف میں 23 مارچ کو پرائیڈ آف پرفارمنس دیا جانا تھا۔ گزشتہ سال 14 اگست 2009ء کو نمونیا کے اٹیک کے بعد طبیعت زیادہ خراب ہوگئی تھی۔ مگر آہستہ آہستہ صحت یاب ہوگئے۔ ان کی بیوی کا انتقال 2001ء میں ہوا تھا۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں تین بچے چھوڑے ہیں۔

انہوں نے اکنامکس اور سیاست پر کئی ملکی اور غیر ملکی اخبارات میں لکھا۔ جن میں ''ڈان'' بھی شامل ہے۔ سلطان احمد مدراس میں 1922ء کو پیدا ہوئے۔ اور وہاں کی یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ اور 1947ء میں پاکستان آگئے۔ انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز بطور سیاسی نمائندہ ٹائمز آف کراچی (اب بند ہو چکا ہے) ان کو اس پریس کانفرنس کی کارروائی نوٹ کرنے کا اعزاز حاصل رہا اس میں ماؤنٹ بیٹن نے خطاب کیا تھا۔ پھر 1972ء میں مارننگ نیوز کراچی کے ایڈیٹر بنے اور تین سال تک وہاں کام کیا مرحوم دی سن کراچی کے ایڈیٹر کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ جو 1979ء کو بند ہوگیا۔ ان کا مقبول کالم ڈان میں (Ramblers Diary) کے نام سے چھپتا تھا۔ جس میں وہ سماجی اور پاکستانی کلاس کے بارے میں فوکس کرتے تھے۔ اپنے کیریئر کے آخری عشرے میں ان کی توجہ اکانومی پر مرکوز رہی۔ اور وہ ''ڈان'' کے ویکلی اکنامکس اور بزنس ریویو میں کالم لکھتے رہے۔ مرحوم انتقال 2 مارچ 2010ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

رابطہ: (اہل خانہ) سلطان احمد خاکساراں کلفٹن۔ D-42/Block-4 نزد عبداللہ شاہ غازی کراچی۔

Marfat.com

نصراللہ خان

ملک کے نامور صحافی، ممتاز کالم نگار اور ڈرامہ نویس نصراللہ خان کا شمار ملک کے بزرگ ترین صحافیوں میں کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز 1935ء میں ماہنامہ آبشار سے کیا جو امرتسر سے نکلتا تھا۔ اس کے بعد وہ روزنامہ ''زمیندار'' اخبار سے منسلک ہو گئے اور مولانا ظفر علی خان کی ادارت میں کام کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے مختلف اُردو اخبارات میں کالم لکھے۔ تحریک آزادی کے کے بعد آپ کراچی منتقل ہو گئے۔ ریڈیو پاکستان کے علاوہ کالم لکھتے رہے۔ لیکن روزنامہ ''حریت'' سے وابستگی کے بعد سالہا سال تک جو مزاحیہ کالم نگاری کی اسے قارئین میں بے حد مقبولیت حاصل ہوئی۔

نصراللہ خان چھ برس تک روزنامہ جنگ کے لئے بھی کالم لکھتے رہے۔ ان کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ان کی تحریروں پر مشتمل ایک کتاب ''بات سے بات'' شائع ہوئی۔ آپ نے ریڈیو پاکستان کے لئے کئی ڈرامے لکھے۔ ان میں سے ''لائٹ ہاؤس کے محافظ'' جس کے دو ہی کردار تھے اور دونوں زیڈ اے بخاری نے سرانجام دیئے۔ بہت مشہور ہوا اور کئی بار نشر کیا گیا۔ مرحوم ایک ماہر تعلیم بھی تھے اور پہلی ذیل سکول کراچی کے بانیوں میں سے تھے۔

نصراللہ خان کا انتقال 83 برس کی عمر میں 25 فروری 2002ء کو امریکہ میں ہوا۔ وہ امریکہ میں اپنی صاحبزادی کے پاس مقیم تھے۔ ان کے سوگواروں میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔

Marfat.com

حسن عابدی

نامور صحافی، مصنف، شاعر اور سیاسی کارکن حسن عابدی 7 جولائی 1929ء کو ظفر آباد، ضلع جونپور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اعظم گڑھ اور الٰہ آباد میں تعلیم حاصل کی۔ یہ 1948ء میں پاکستان نقل مکانی سے پہلے کی بات ہے۔ مرحوم نے 1955ء میں روزنامہ "آفاق" سے اپنے صحافتی کیریئر کا آغاز کیا۔ 1957ء میں آپ نے ''لیل ونہار'' کے ساتھ شمولیت اختیار کرلی۔ جسے اس وقت فیض احمد فیضؔ اور سید سبط حسن ایڈٹ کرتے تھے۔ پھر آپ نے کراچی کی راہ لی تاکہ روزنامہ "مشرق" کے ہفت روزہ اخبار "خواتین" میں شمولیت حاصل کرسکیں اور ''ڈان'' میں جانے سے پہلے آپ اس کے ایڈیٹر بن گئے۔

حسن عابدی کی تصانیف میں نوشت نئی 1995ء جریدہ 1998ء اور فرار ہونا حرف کا 2004ء میں، پھر "کاغذ کی کشتی" اور متعدد کہانیاں جو خاص طور پر بچوں کے لئے ہیں۔ تخلیق کیں۔ ڈان گروپ آف نیوز پیپرز سے ایک عرصہ تک تعلق کے بعد (فری لانس) کسی ادارے سے منسلک ہوئے بغیر صحافتی فرائض سرانجام دینے صحافی بن گئے۔ آپ ''ڈان'' کراچی کے لئے ایک ہفتہ وار ادبی کالم میٹروپولیٹن صفحات پر لکھتے تھے۔ جس میں کراچی شہر کی ادبی اور ثقافتی منظر کشی کی جاتی اور کئی کتابوں اور رائیٹروں کو خراج تحسین پیش کرتے۔ 70 سال کی عمر میں دل کے عارضہ میں مبتلا ہوکر 6 ستمبر 2005ء کو انتقال کر گئے۔ ان کی آخری آرام گاہ گلشن اقبال قبرستان کراچی میں ہے۔

رابطہ: (اہل خانہ) حسن عابدی

مکان نمبر B-16 بلاک A-4 گلشن اقبال کراچی

Marfat.com

راشد نیاز

سینئر صحافی عبدالرشید خاں المعروف راشد نیاز جے پور راجستھان انڈیا میں پیدا ہوئے۔راشد نیاز کے خاندان نے 1951ء میں حیدرآباد سندھ ہجرت کی آپ نے یونیورسٹی سندھ سے 1961ء کے درمیان میں گریجوایشن کی۔ بعد میں آپ نے 1963ء میں جنرل ہسٹری 1965ء میں اُردو اور 1967ء میں سوشل ورک میں ایم اے کیا۔1963ء میں آپ نے لاء گریجوایٹ بھی کیا۔1965ء میں آپ نے اپنے کیریئر کا آغاز بطور صحافی انڈس ٹائمز حیدرآباد سے کیا۔لیکن اخبار بند ہونے سے قبل آپ 1975ء میں کراچی چلے گئے۔اور روزنامہ ''ڈان'' میں بطور سب ایڈیٹر شمولیت اختیار کی۔

کھیلوں میں آپ کی رغبت کے باعث آپ کو''ڈان'' میں سپورٹس ڈسک دیا گیا۔جس کے ساتھ آپ مرتے تک کام کرتے رہے۔''ڈان'' کے ساتھ کام کے دوران آپ نے ایک اور روزنامہ کے لئے بھی اعزازی سپورٹس کے کالم لکھے۔جسے انڈیا میں کئی اخبارات نے نقل بھی کیا۔رشید نیاز کو ہر قسم کی اُردو شاعری خصوصاً سنجیدہ اور مزاحیہ کا انسائیکلوپیڈیا بھی کہا جاتا تھا۔بہت کم لوگ ان کے معیار پر پورا اُترتے تھے۔

رشید نیاز کا 22 فروری 2006ء کو انتقال ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ یسین آباد قبرستان (عزیز آباد) میں ہے۔

خامد بھائی

ملک کے معروف صحافی خامد بھائی نے اپنے صحافی کیریئر کا آغاز 1943ء میں کیا۔ایک سال بعد آپ نے''ڈان'' دہلی میں شمولیت اختیار کر لی۔70 کی دہائی

Marfat.com

میں "ڈان" میں ریٹائرمنٹ کے بعد آپ "بزنس ریکارڈر" میں چلے گئے۔ اس وقت سے آخری وقت تک اخبار کے سینئر ایڈیٹوریل سٹاف کے سرکردہ رہے۔ خالد بھائی موجودہ دور کے ان چند ایک صحافیوں میں سے تھے جو تحریک پاکستان کے شاہد تھے۔ ایک تقریب میں خالد بھائی کو یہ کہتے سنا گیا کہ وہ "ڈان" دہلی کے دفتر میں اس وقت موجود تھے۔ جب اس پر حملہ کیا گیا۔ اور متعصب ہندوؤں نے اس کو آگ لگادی۔

خالد بھائی 29 اکتوبر 2009ء کو 89 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ آپ پھیپھڑوں کے سرطان میں مبتلا تھے۔ مسٹر زبیری جو کہ اپنے آفس کے افسروں اور دوستوں میں خالد بھائی کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔ ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

حسن عسکری

مشہور مصنف اور کالم نگار حسن عسکری 1924ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے 1944ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے گریجوایشن کی اور انڈین آرمی میں تعلقات عامہ کے شعبہ میں شمولیت اختیار کی۔ جنگ کے آخر میں آرمی سے علیحدہ ہو گئے اور دہلی میں "سٹیٹس مین" میں "ڈان" دہلی میں شمولیت سے پہلے سینئر رپورٹر کے طور پر کام کرتے رہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ ریڈیو پاکستان کے شعبہ "خبر" میں کئی سال تک کام کرتے رہے۔ لیکن بعد میں انٹر سروس پبلک ریلیشن میں واپس چلے گئے۔ 1972ء میں حسن عسکری بحیثیت پریس کونسل پاکستان ایمبیسی پیرس میں تعینات ہوئے۔ بعد ازاں وزیر پریس نئی دہلی ہائی کمیشن میں رہے۔

جب 1980ء میں آپ نے کراچی میں سکونت اختیار کی تو آپ نے "ڈان

Marfat.com

کے ساتھ بحیثیت کالم نگار اپنا رشتہ قائم رکھا۔ بعد میں جنوبی ایشیا کے معاملات کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی رہے۔ حتیٰ کہ جب آپ نے "ڈان" سے قطع تعلق کر لی پھر بھی آپ اس کے ہفتہ وار کالم لکھتے رہے۔ مرحوم پاکستان رائٹرز گلڈ کے بانی ممبران میں سے تھے۔ آپ کے سوگواروں میں ایک بیوہ اور تین بچے شامل ہیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 80 برس تھی۔ آپ کا انتقال 22 جنوری 2005ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ (گزری قبرستان) ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

عمر قریشی

مشہور سپورٹس رائٹر کرکٹ کے تبصرہ نگار اور روزنامہ "ڈان" کے کالم نگار عمر قریشی کی کمنٹری کرکٹ کو سامعین کے لئے ایک لائیو کھیل میں بدل دیتی تھی۔ "ڈان" میں ان کے کالم باقاعدگی سے چھپتے رہے۔ جن میں وہ ملکی حالات پر بے لاگ انداز میں تبصرہ کرنے کے عادی تھے اور کوئی لگی لپٹی نہ رہنے دیتے۔ مرحوم نے کیلی فورنیا یونیورسٹی سے بین الاقوامی تعلقات میں ڈگری لینے کے بعد وہیں سے صحافت اور صدا کاری کا آغاز کیا۔ برطانیہ میں بھی وہ کچھ وقت کے لئے کلب کرکٹ کھیلنے میں مصروف رہے۔

ساٹھ کے عشرے میں ائیر مارشل نور خاں نے انہیں پی آئی اے میں شمولیت کی دعوت دی۔ پی آئی اے کی ترقی کے ساتھ ساتھ ملک کے اندر کھیلوں کو فروغ دینے میں بھی عمر قریشی نے بھرپور کردار ادا کیا۔ پی آئی اے میں کئی ممتاز کھلاڑیوں کو شامل کر کے کھیل کی سرکاری سطح پر سرپرستی کا آغاز بھی کیا گیا۔

1981ء تک عمر قریشی پی آئی اے کا حصہ رہے۔ کرکٹ کے کمنٹیٹر کے طور پر عمر قریشی نے پاکستان کے اندر اور دنیا بھر میں دورے کئے اور لائیو کمنٹری کے ساتھ ساتھ اخبارات کے لئے کالم بھی تحریر کئے۔ ان کے یہ تبصرے "پاکستان ٹائمز" "مارننگ

Marfat.com

نیوز'' اور'' گارڈین لندن'' میں شائع ہوتے رہے۔مرحوم نے 25 برس تک ڈان میں کالم نگاری کی۔ان کی کئی کتابیں بھی شائع ہوئیں۔عمر قریشی کی خدمات کے اعتراف میں انہیں 2004ء میں ستارہ امتیاز دیا گیا۔مرحوم خوشگوار طبیعت کے مالک تھے۔ان کی صحبت میں رہنے والے لوگ ہمیشہ ان کی خوش کلامی سے محفوظ ہوتے تھے۔کرکٹ کے بارے میں ان کا کہنا تھا کہ پہلے تو یہ ان کا شوق تھا۔پھر عشق میں تبدیل ہو گیا۔ان کا انتقال 77 برس کی عمر میں 14 مارچ 2005ء کو کراچی میں ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

محمد باقر نقوی

محمد باقر نقوی ایک بزرگ صحافی اور انسانی حقوق کے ترجمان 1928ء کو امروہہ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔محمد باقر نقوی نے اپنی تعلیم وہیں سے حاصل کی پاکستان ہجرت کے بعد آپ نے صحافت کے شعبہ کو اپنایا۔اور'' انڈس ٹائمز'' حیدرآباد میں اپنے صحافی کیریئر کا آغاز کیا۔بعد میں آپ'' ڈان'' سے وابستہ ہو گئے۔پھر آپ راولپنڈی چلے گئے اور ریڈیو پاکستان میں کام کیا۔

راولپنڈی سے کراچی واپسی پر آپ نے دوبارہ'' ڈان'' اور پھر'' دی نیوز'' کے لئے لکھنا شروع کر دیا۔آپ ماہنامہ'' ہیرالڈ'' کیلئے بھی لکھتے رہے۔پچھلے چند سالوں سے آپ ملک کے نیوکلیئر پروگرام اور خارجہ پالیسی پر ایک کتاب لکھ رہے تھے۔لیکن موت نے اسے مکمل نہ ہونے دیا۔بے شمار غیر ملکی پبلشر آپ کے اداریئے اور مضامین اپنے میگزین میں شائع کرتے ان میں'' ڈیلی سٹار'' بنگلہ دیش ...... '' ہیرالڈ'' انڈیا اور'' گلف نیوز'' (UAE) یو اے ای (متحدہ عرب امارات) نمایاں ہیں۔آپ ایک نہ تھکنے والے انسانی حقوق کے ترجمان تھے اور مسلسل خواتین اور معاشرے کے دوسرے مظلوم طبقوں

Marfat.com

کے خلاف ناانصافی کو نمایاں کرتے تھے۔ آپ ایک طویل عرصہ تک ہیومن رائٹس کمیشن پاکستان کے ساتھ وابستہ رہے اور ''عورت فاؤنڈیشن'' کے ساتھ بھی سرگرم رہے۔ ان کے سوگواران میں ایک بیوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہے۔ مرحوم ایک عرصہ سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ ان کا انتقال 7 نومبر 2009ء کو کراچی میں ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 81 برس تھی۔

سید وہاب کاظمی

بزرگ صحافی ریذیڈنٹ ایڈیٹر ''دی نیشن'' کراچی سید وہاب کاظمی 1940ء میں اتر پردیش (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مشرقی پاکستان سے سکول اور کالج کی تعلیم حاصل کی۔ کراچی آنے سے پہلے آپ انگلستان چلے گئے۔ جہاں سے آپ نے لینڈ یونیورسٹی سے اکنامکس میں ماسٹر کیا۔ 80 کی دہائی کے آخر میں آپ نے ''دی نیشن'' میں شمولیت اختیار کی۔ اور موت تک اس کے ساتھ منسلک رہے۔

وہاب کاظمی نے سوگواروں میں بیوہ، دو بیٹے اور ایک بیٹی اور پوتے پوتیاں چھوڑی ہیں۔ وہاب کاظمی کاروباری حضرات اور شعبہ صحافت میں بہت مشہور اور دوستانہ رویہ رکھتے تھے۔ ان کا انتقال 17 نومبر 2006ء کو کراچی میں ہوا۔

اے بی ایس جعفری

سینئر صحافی، تبصرہ نگار اے بی ایس جعفری بدایوں (انڈیا) 1927ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بریلی کالج جو کہ آگرہ یونیورسٹی سے الحاق شدہ تھا سے گریجوایشن کی۔ تقسیم ہند کے ساتھ ہی ان کے والد سید شاہد علی جو کہ ایک ماہر طب اور شاعر تھے انہوں نے اپنے خاندان کے ساتھ لاڑکانہ کی طرف نقل مکانی کی۔

Marfat.com

اے بی ایس جعفری نے سوگواروں میں بیوہ رقیہ جعفری جو کہ سابقہ MNA تھیں بیٹی فرح جعفری اور چار بھائی انور بن شاہد جعفری، اظہر بن شاہد جعفری، اظہر بن شاہد جعفری اور اصغر بن شاہد جعفری چھوڑے ہیں۔ مسٹر جعفری نے اپنے کیریئر کا آغاز بحیثیت رپورٹر اورینٹ پریس آف انڈیا نیوز ایجنسی نیو دہلی سے کیا۔ 1947ء میں آپ کراچی میں تشریف لائے تاکہ پاکستان کی افتتاحی تقریبات میں شرکت کر سکیں۔ اس کے بعد آپ واپس چلے گئے۔ اس وقت آپ ''ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان'' کے نمائندہ کے طور پر گئے۔ مرحوم نے کچھ عرصہ زیڈ اے سلہری کے اخبار ''ایوننگ ٹائمز'' میں بھی کام کیا۔

1958ء میں اے بی ایس جعفری ''پاکستان ٹائمز'' لاہور میں بحیثیت اسسٹنٹ ایڈیٹر شامل ہو گئے۔ آپ نے 20 سال اسی اخبار میں کام کیا۔ اور راولپنڈی میں اس کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر مقرر ہو گئے۔ جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں انہیں بیرون ملک بھیج دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ''کویت ٹائمز'' کے مینجنگ ایڈیٹر ہونے کی پیش کش قبول کر لی۔ اور دس سال تک اس اخبار سے منسلک رہے۔ 1988ء میں ضیاء الحق کے طیارہ کے حادثہ کے بعد واپس وطن لوٹ آئے۔ اور ''دی مسلم'' اسلام آباد کے ایڈیٹر بن گئے۔

اے بی ایس جعفری نے ''دی نیشن'' کے لئے باقاعدہ کالم نگاری کی۔ آپ ریڈیو پاکستان کے لئے سیاسی تبصرے بھی لکھتے تھے۔ مرحوم نے تقریباً دس کتابیں لکھیں۔ ان میں سے ایک آپ کے کالموں کا مجموعہ ہے۔ جو آپ نے پاکستان ٹائمز کے لئے پارلیمنٹ کی کارروائی پر لکھے تھے۔ مرحوم کی تازہ ترین کتاب امریکہ کے عراق پر اقوام متحدہ کی اجازت کے بغیر حملہ کے متعلق تھی۔ جنرل ضیاء الحق نے آپ کو

Marfat.com

فیڈرل انفارمیشن منسٹر کے عہدے کی پیش کش کی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ نتیجتاً آپ کو گیارہ سال بیرون ملک رہنا پڑا۔ آپ کی بیگم 1962ء میں عوامی لیگ کے ٹکٹ پر ڈھاکہ میں اسمبلی کی رکن رہیں۔ اے بی ایس جعفری کا انتقال 17 نومبر 2003ء کو کراچی میں ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 71 برس تھی۔ ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

بدرالدین

بزرگ صحافی، تجزیہ نگار اور معاشی صحافت کے ماہر بدرالدین کا شمار ان چند صحافیوں میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے پاکستان میں اکنامک جرنلزم کی بنیاد رکھی اور اسے اعلیٰ معیار تک پہنچایا۔ بدرالدین نے اپنے صحافتی کیریئر کا آغاز انڈین ایڈمنسٹریٹو سروس سے کیا۔ لیکن جلد ہی انہیں احساس ہوگیا کہ سرکاری ملازمت ان کے مزاج سے مطابقت نہیں رکھتی۔ وہ پاکستان میں مختلف اخبارات سے وابستہ رہے اور اکنامک جرنلزم میں بڑا نام پیدا کیا۔ ''مارننگ نیوز'' کراچی کے عروج کے دور میں وہ ان کے ایڈیٹوریل بورڈ میں شامل تھے۔ یہ اخبار ملک کے اہم ترین اخبارات میں شامل ہوتا تھا۔

پھر آپ کو ڈھاکہ تبدیل کر دیا گیا۔ جہاں آپ نے ریذیڈنٹ ایڈیٹر کے فرائض انجام دیئے۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد روزنامہ مساوات سے وابستہ ہو گئے۔ مرحوم ''ڈان'' کے ہفتہ وار بلیٹن کے بانی ایڈیٹر تھے پیچیدہ معاملات میں آپ کی رسائی کی وجہ سے آپ کو بہت سی تحریکوں کے دوران مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ مرحوم بدرالدین اپنے نظریات کے پکے اور صاف گو انسان تھے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کو صاف گوئی کی وجہ سے زندگی میں بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مرحوم بدرالدین کے وارثان

Marfat.com

میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کا انتقال 23 نومبر 2006ء کو 88 برس کی عمر میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

لطیف جعفری

ملک کے ممتاز صحافی تجزیہ کار لطیف جعفری 1932ء میں الہٰ آباد (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنی صحافی زندگی کا آغاز 50 کی دہائی میں روزنامہ ''آبزرور'' سے کیا۔ عموماً آپ کھیلوں کو ڈیل کرتے تھے۔ 1953ء میں انہوں نے روزنامہ ''ڈان'' میں سپورٹس ایڈیٹر کی حیثیت سے شمولیت اختیار کی۔ پھر آپ ''پاکستان سٹینڈرڈ'' کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ اور اخبار کے سپورٹس سیکشن کے نگران مقرر ہو گئے۔ بعد میں مرحوم پھر ڈان کے نیوز روم کے ساتھ منسلک ہو گئے۔ لیکن ان کے کھیلوں کے کالم باقاعدگی سے شائع ہوتے رہے۔ اور بعد ازاں اسسٹنٹ ایڈیٹر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

آپ کی کتاب ''پاکستان کے ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ'' ہسٹری آف پاکستان ٹیسٹ کرکٹ'' 2001ء میں چھپی۔ بعد میں انہوں نے ایک اور کتاب لکھی جس میں انہوں نے پاکستان کے مایہ ناز کرکٹر کی تصویر کشی کی۔ لطیف جعفری کا انتقال 74 برس کی عمر میں 4 ستمبر 2004ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ گلستان جوہر قبرستان کراچی میں ہے۔ ان کی رہائش لانگ لائف بنگلوز بلاک نمبر 17 گلستان جوہر کراچی میں تھی۔

منظر الحسن (منظر بھائی)

ملک کے ممتاز بزرگ اخبار نویس انگریزی روزنامہ لیڈر کے ایڈیٹر سید منظر الحسن (منظر بھائی) نصف صدی سے زیادہ پیشہ صحافت سے وابستہ رہے۔ آپ 20

Marfat.com

اگست 1920ء کو انڈیا میں پیدا ہوئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز قیام پاکستان سے قبل لکھنو سے کیا تھا۔ قیام پاکستان کے بعد ہجرت کر کے کراچی آ گئے اور انہوں نے روزنامہ جنگ کراچی کے چیف رپورٹر کی حیثیت سے کراچی میں صحافتی زندگی کا آغاز کیا۔ ان کا شمار ورکنگ ایڈیٹروں میں بہت ممتاز رہا۔

منظر الحسن نے زندگی بھر اپنے عمل کے ذریعے پیشہ صحافت کو توقیر بخشی ان کے اکثر حکمرانوں اور بااثر سیاسی خانوادوں سے ذاتی مراسم رہے۔ مگر کبھی ان تعلقات کو ذاتی مفاد کے لئے استعمال نہیں کیا۔ قلم کی حرمت اور پریس کی آزادی کے لئے ان کی گرانقدر خدمات ہیں مرحوم تمام عمر ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہے تھے۔ انہوں نے شادی نہیں کی تھی۔ منظر الحسن (منظر بھائی) کا انتقال 6 مئی 2003ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کے گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ مگر انہوں نے کام کرنا نہیں چھوڑا تھا۔ وہ مسلسل کام کرتے رہے۔ بالآخر موت جیت گئی اور منظر بھائی ہار گئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 83 برس تھی۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان (گزری قبرستان) کراچی میں ہے۔

کلیم عمر

انگلش شاعر اور صحافی کلیم عمر 15 نومبر 1937ء میں ایک بااثر خاندان میں پیدا ہوئے۔ جن کی ایک بہت بڑی تعمیراتی کمپنی تھی۔ آپ نے نینی تال میں سکول اور کالج سے تعلیم حاصل کی اور پھر انگلستان چلے گئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ اپنی خاندانی کمپنی میں کام کرنے کے لئے پاکستان لوٹ آئے۔

1952ء میں آپ ''دی سٹار'' کے ساتھ بطور صحافی منسلک ہو گئے۔ اور بعد

Marfat.com

میں ''دی نیوز'' کے ساتھ کام کرتے رہے۔کلیم عمر اپنی تحقیقاتی، سیاسی اور معاشی کالم نگاری اور حالات حاضرہ پر اداریوں کی وجہ سے جانے جاتے تھے۔آپ دنیا کے 150 انگلش شاعروں کے درمیان تصور کیے جاتے تھے اور 1975ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے آپ کے کام کو شائع کیا۔اس کتاب کا نام ورڈ فال تھا۔ان کا انتقال 25 جون 2009ء کو کراچی میں ہوا۔مرحوم کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

نظام صدیقی

سینئر صحافی نظام صدیقی نے بہت سے اخبارات بشمول ''نوائے وقت''، ''مساوات'' اور ''مشرق'' میں خدمات انجام دیں۔گزشتہ کئی برسوں سے وہ روزنامہ ''جنگ'' میں بطور سینئر رائیٹر کے طور پر وابستہ تھے۔قبل ازیں انہوں نے روزنامہ ''جنگ'' کے لندن ڈیسک سینئر لیڈر رائیٹر کے طور پر بھی کام کیا۔جنگ گروپ کو جوائن کرنے سے پہلے انہوں نے چین میں ریڈیو بیجنگ کی اُردو سروس اور چین کی خبر رساں ایجنسی میں بھی کام کیا۔

آپ نے ریڈیو پاکستان میں کنٹرولر آف نیوز کے طور پر بھی خدمات انجام دیں۔نظام صدیقی نے اپنے صحافی پیشے کا آغاز روزنامہ ''پاسبان'' حیدرآباد سے کیا۔یہاں سے انہوں نے اپنی تعلیم حاصل کی۔مرحوم نے BA کی ڈگری سندھ یونیورسٹی سے حاصل کی۔بحیثیت طالب علم انہوں نے کالج کی سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔اور خاص طور پر ون یونٹ تحریک میں ایک اہم رول ادا کیا۔

1960ء کے اوائل میں وہ کراچی منتقل ہو گئے۔اور انہوں نے وہاں پر ماٹری پبلی کیشنز کو جوائن کیا۔اور روزنامہ ''لیڈر'' اور ''حریت'' میں کام کیا۔مرحوم نے روزنامہ ''انجام'' میں ابراہیم جلیس کے ساتھ بطور ایڈیٹر خدمات انجام دیں۔آپ نے جدہ میں

Marfat.com

سعودی گزٹ کے نمائندہ کے طور پر بھی کام کیا۔ ایک قریبی صحافی دوست کے طور پر انہوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو پاکستان پیپلز پارٹی بنانے میں بہت مدد کی۔ آپ نے اپنی تحریروں اور کالموں کے ذریعے ایک خاص اسلوب اور مختلف مسائل جن کو انہوں نے اپنی تحریروں کا موضوع بنایا۔ ان پر اپنی گہری گرفت آشکارا کی۔ اپنی صاف گوئی اور بے باکی کی وجہ سے وہ صحافی برادری میں بہت مقبول تھے۔ نظام صدیقی 5 فروری 2006ء کو اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں ان کی آخری آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان میں ہے۔

ظفر رضوی

نامور صحافی اور تجارت یونین کے کارکن ظفر رضوی ہو گئے۔ 18 سال تک "جنگ" فارن ڈیسک کے انچارج بھی رہے ہیں۔ مرحوم نے پیشہ کے اعتبار سے تجارت یونین ڈیموکریٹ کی ترقی کے لئے بیش قدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ اپنے دوستوں میں لگن اور محنت کی بنا پر ظفر بھائی کے نام سے تقریباً نصف صدی تک جانے پہچانے گئے۔

ان کی "جنگ" میں چالیس سالہ نوکری میں سے گیارہ سال نیوز ایڈیٹر کی سیٹ کے ہیں۔ ہسپتال میں داخل ہونے سے تقریباً ایک ہفتہ قبل تک وہ باقاعدگی سے دفتر میں آتے رہے۔ شعبہ صحافت میں شمولیت اختیار کرنے سے پہلے وہ انڈیا کمیونسٹ پارٹی کے ایک متحرک کارکن تھے۔ کانپور میں انہوں نے بندوق کی گولی کا ذائقہ بھی چکھا اور برصغیر کی تقسیم کے خلاف مہم میں سرگرم عمل ہونے پر قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ظفر رضوی نے صحافت میں اپنے کیریئر کا آغاز ڈیلی "انجام" اور روزنامہ "جنگ" میں 1962ء میں کیا۔ وہ پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس کے ممبر بھی رہے تھے۔ مرحوم پی

Marfat.com

ایف یو جے میں مختلف عہدوں پر تعینات رہے۔ آپ بطور سیکرٹری اور صدر کراچی یونین آف جرنلسٹ بھی کام کرتے رہے۔ ان کا شمار جنگ ایمپائز یونین کے بانیوں میں بھی کیا جاتا ہے۔ اور وہ اس یونین کے سیکرٹری بھی رہے۔ ظفر رضوی کا انتقال 10 جولائی 2002ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم بہت سادہ شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنے اصولوں کے خلاف کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 73 سال تھی۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

مشتاق حسین میمن

ملک کے سینئر صحافی اور روزنامہ ''ڈان'' کے سٹاف رپورٹر مشتاق حسین میمن کراچی کے ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ مسٹر میمن نے ہمیشہ محنت اور لگن سے کام کیا اور (کاروباری) ملازمت پیشہ افراد کیلئے انہوں نے بہت کام کیا وہ یونیورسٹی آف کراچی کے دور سے لے کر اخبارات میں کام کرنے تک سیاست میں بہت دلچسی رکھتے تھے اور سیاست کے تمام پہلوؤں کا بغور جائزہ لیتے تھے۔ وہ سیاستدانوں کے دفاتر میں بیٹھنے کو ناپسند کرتے تھے۔

انہوں نے 1970ء کے آخر میں PPI نیوز ایجنسی میں کام شروع کیا 1977ء میں PPI میں بیورو چیف کی حیثیت سے میمن صاحب نے کوئٹہ میں آرمی کی پریس کانفرنس میں سخت سوالات اٹھائے۔ روزنامہ ''سن'' اور ''بزنس'' ریکارڈر میں ان کو بہت روک ٹوک کا سامنا تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے ''ڈان'' اخبار میں کام شروع کیا۔ جہاں انہیں سینئر پوزیشن دی گئی۔ جس کو انہوں نے طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اپنی وفات سے چند ماہ پہلے چھوڑ دیا۔ مرحوم نے باقاعدگی کے ساتھ لکھا اور ان کا حکمرانوں کے خلاف لکھنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ سیاست سے کس قدر آگاہ تھے۔ ان کا انتقال 14 اکتوبر

Marfat.com

2005ءکوکراچی میں ہوا۔مرحوم کی ابدی آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

میسن حسین

ملک کی معروف صحافی خاتون میسن حسین نے جولائی 1981ءمیں روزنامہ ڈان میں کام شروع کیا اور انہوں نے عورتوں اور بچوں کا سیکشن منتخب کیا۔سوشل ورکس میں ایم اے پاس کرنے کے باوجود وہ آہستہ آہستہ صحافت میں بہت دلچسپی لے رہی تھی۔ انہیں اپنے کام سے بہت لگن اور محبت تھی۔مرحومہ نے انسانی حقوق کے لئے کام کیا۔اور بڑھتی ہوئی بے سہارا آبادی کے نقصان کو اُجاگر کیا اور بے سہارا بچوں کے بارے میں بہت کچھ تحریر کیا۔

وہ بیمار ہونے کے باوجود بھی کالم نویسی کرتی رہیں۔جو کہ ان کی ذہانت اور کشادگی کی ترجمانی کرتے تھے۔وہ ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی ممبر بھی رہیں اور انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے بہت اہم کردار ادا کیا۔ان کے ساتھیوں نے ان کی وفات پر ایک بھرپور تعزیتی ریفرنس کا اہتمام کیا اور ان کی صحافتی خدمات پر زبردست خراج تحسین پیش کیا مرحومہ نے ہمیشہ نئے آنے والوں کو خوش آمدید کہا اور حسن اخلاق کا درس دیا۔

محترمہ میسن حسین کو اپنی وفات سے چھ ماہ قبل اسی بات کا علم ہو گیا تھا کہ وہ کینسر کی مریضہ ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور کام کیا۔مرحومہ کے اسی جذبے نے ان کے ساتھیوں میں ان کا مقام اور بھی بلند کیا۔ان کا انتقال 18 مارچ 2003ءکو کراچی میں ہوا۔ان کی ابدی آرام گاہ حسینی باغ کراچی میں ہے۔

غلام علی

سینئر صحافی اور کراچی کے جانے پہچانے کرائم رپورٹر غلام علی صاحب ایک پیشہ ور

Marfat.com

سے قصبے Nindo Shahen ضلع بدین میں پیدا ہوئے۔ غلام علی کھوجہ نے اپنی سمت خود بنائی۔ ان کے والدین جب کراچی میں منتقل ہوئے تب وہ بہت چھوٹے تھے۔ جہاں کھارادر میں وہ قیام پذیر ہوئے اور تاحیات تک وہاں پر ہی رہے۔ ان کے والدان کو دنیا میں اس وقت چھوڑ گئے جب وہ بہت چھوٹے تھے۔ وہ نادار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے مختلف مزدوریاں بھی کیں۔ جس میں برف کے گولے فروخت کرنا۔ ہوٹلوں میں کام کرنا اور بینک میں چپڑاسی کی نوکری کرنا شامل ہیں۔

جہاں سے انہوں نے اُردو اور انگلش پڑھنا سیکھا اور کافی حد تک سیکھنے میں کامیاب ہوئے۔ جس کی وجہ سے صدر میں کتابوں کی دکان میں سیلز مین کی نوکری مل گئی اس دُکان پر ان کی ملاقات احسان اللہ (سینئر صحافی) سے ہوئی۔ جو"مارننگ نیوز" سے وابستہ تھے۔ انہوں نے ان کی قابلیت اور محنت سے متاثر ہو کر اخبار میں نوکری دلوائی۔ 1960ء کے آغاز میں پھر انہیں ترقی دیکر پروف ریڈر کے عہدے پر فائز کر دیا گیا ان کی پڑھائی کے ساتھ لگاؤ سے متاثر ہو کر اخبار کے ایڈیٹر ایس آر غوری نے انہیں رپورٹنگ کے فرائض سونپے۔

پھر کچھ عرصہ بعد انہیں ایک اہم ڈیوٹی سونپی گئی اور انہیں کرائم رپورٹر مقرر کر دیا گیا۔ جو کہ ان کے لئے بہت اعزاز کی بات تھی۔ انہوں نے "ڈان" کو 1980ء میں کرائم رپورٹر کی حیثیت سے اختیار کیا اور 1988ء میں وہاں سے ریٹائر ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات یکم فروری 2005ء ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان کراچی میں ہے۔

حسن ظہیر

ممتاز صحافی، ڈرامہ نگار، ادیب، براڈ کاسٹر اور کالم نگار حسن ظہیر کراچی میں پیدا ہوئے اور جامعہ کراچی سے ماس کمیونیکیشن میں ایم اے کیا۔ وہ ریڈیو پاکستان میں بزم

Marfat.com

طلباء کے پروگراموں میں حصہ لیتے رہے۔ اسی دوران انہوں نے پاکستان کے مختلف جرائد اور اخبارات میں لکھنے کا سلسلہ شروع کیا اور ان دنوں وہ روزنامہ ''ایکسپریس'' کراچی سے وابستہ تھے۔

جنرل ضیاء الحق کے دور آمریت میں آزادی صحافت کے لئے شروع کی جانے والی تحریک کے دوران پابند سلاسل رہے۔ ان کی تین کتابیں ''سانپ''، ''سیڑھی'' اور ''سیاست'' اخبارات کے کالموں کے مجموعے ''برائے راست'' اور ''کھیلن کو مانگے چاند'' منظر عام پر آئے ان کی موت دل کا دورہ پڑنے سے واقع ہوئی۔ آپ کی تاریخ وفات 5 جون 2010ء ہے اور عمر 54 برس تھی۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ اور تین بیٹے سوگوار چھوڑے ہیں۔ ان کی آخری آرام گاہ وادی حسین قبرستان کراچی میں ہے ان کی رہائش انچولی سوسائٹی کراچی میں تھی۔

علی مضبر مجددی

سابق سینئر منیجر (پرسنل اور انڈسٹریل تعلقات) ''ڈان'' گروپ سے علی مضبر مجددی جو کہ اپنے دوستوں میں بلال میاں کے نام سے جانے جاتے تھے۔ انہوں نے 22 جون 1953ء کو اخبار میں شمولیت اختیار کی اور دسمبر 2000ء تک اپنے فرائض منصبی انجام دیئے۔ مرحوم کی عمر 64 سال تھی۔ آپ کا انتقال 6 جنوری 2003ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کے پسماندگان میں ایک بیوہ چھ بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔

صفدر برلاس

مایہ ناز صحافی صفدر برلاس نے لکھنؤ یونیورسٹی سے 1947ء میں بی اے کیا۔

Marfat.com

انہوں نے ''ڈان'' اخبار میں کافی سینئر عہدوں پر کام کیا اس کے بعد انہوں نے کراچی یونیورسٹی سے ایم اے پاس کیا اس سے پہلے کچھ عرصہ مرحوم نے ''ڈان'' اخبار دہلی میں بھی فرائض انجام دیئے۔ 1950ء میں جبکہ وہ آغا حسن عابدی کے ساتھ کام کر رہے تھے۔صفدر برلاس نے روز نامہ ''ڈان'' کراچی کو بطور سب ایڈیٹر جوائن کیا۔ بعد میں سٹی ایڈیٹر اور اسسٹنٹ ایڈیٹر تک ترقی یاب ہوئے۔ کچھ عرصہ انہوں نے اداریئے بھی لکھے اور اخبار کے ہفتہ وار میگزین کی نگرانی بھی کی۔ وفات کے وقت ان کی عمر 78 برس تھی۔ مرحوم نے اپنے سوگواروں میں ایک بیوہ، تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ صفدر برلاس کی ابدی آرام گاہ وادی حسین قبرستان کراچی میں ہے۔

سی اے رؤف

لاء اینڈ رؤف کے چیئر مین سی اے رؤف نے (Stxauines's) کالج بمبئی سے بی اے کیا اور 1948 کو (Limtas) کو جوائن کیا۔ لمٹاس میں ایک اشتہاری ادارہ تھا۔ وہ 1950ء میں کراچی منتقل ہو گئے۔ اور لمٹاس کا پاکستان میں دفتر قائم کیا۔ مرحوم 1974ء میں اس ادارے کے سربراہ بنے جب یونی لیور لمٹاس علیحدہ ہو گئی۔ پھر آر۔ لمٹاس نے لاء اینڈ رؤف کا نام اختیار کیا۔ سی اے رؤف کو پاکستانی اشتہاری انڈسٹری کا موجد جانا جاتا ہے۔ ان کی صحافتی خدمات کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ سی اے رؤف کا انتقال 19 جنوری 2005ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان کراچی میں ہے۔ مرحوم کے جنازہ میں ملک کی اہم صحافتی اور ادبی شخصیات نے شرکت کی اور مرحوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

رابطہ: بیگم سی اے رؤف

KDA سکیم نمبر 1 کراچی

Marfat.com

انقلاب ماتری

ممتاز صحافی سی پی این ای کے سابق صدر انقلاب ماتری روزنامہ ''ملت'' گجراتی کے چیف ایڈیٹر 28 دسمبر 1939ء میں پٹلاڈ نزد احمد آباد بھارت میں پیدا ہوئے تھے وہ اپنے والد اور روزنامہ ملت کے بانی ایڈیٹر فخر ماتری اور ان کے خاندان کے ساتھ ہجرت کر کے کراچی منتقل ہو گئے۔

انہوں نے سیاسیات و تاریخ میں بی اے کیا اور مڈل ٹیمپل انگلینڈ سے بیرسٹر ایٹ لاء کی سند حاصل کی۔ 1966ء میں اپنے والد کے ساتھ ارتحال کے بعد اپنے خاندان کا اخباری کاروبار سنبھالا۔ ان کو روزنامہ ملت گجراتی روزنامہ ''لیڈر'' انگریزی اور روزنامہ حریت اُردو کا چیف ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔

انقلاب ماتری چار مرتبہ کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز کے صدر منتخب ہوئے۔ انقلاب ماتری کے والد فخر ماتری نے مسلمانوں کو ہندوؤں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے قائداعظم محمد علی جناح کی جدوجہد سے متاثر ہو کر تحریک پاکستان کو فروغ دینے کے لئے 1946ء میں بمبئی سے گجراتی زبان میں روزنامہ ملت شائع کیا اور گجرات کے کونے کونے تک مسلم لیگ کے پیغام کو عام کرنے اور نظریہ پاکستان کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

انقلاب ماتری نے اپنے والد کے مشن کو جاری رکھا اور شعبہ صحافت میں بڑی شہرت اور نیک نامی پائی۔ ان کا انتقال 18 جنوری 2010ء کو کراچی میں ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 70 سال تھی۔ ان کے سوگواروں میں بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی شائلہ ماتر داور شامل ہیں۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ PECHS طارق روڈ قبرستان میں ہے۔

Marfat.com

ایم اے شکور

آزادی صحافت کے علمبردار اور صحافیوں کے حقوق کے لئے طویل جدوجہد کرنے والے سینئر صحافی ایم اے شکور 1911ء میں کیرالا (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ صحافتی زندگی کا آغاز 1942ء میں ''اورینٹ پریس نیوز ایجنسی'' سے کیا۔ اس کے بعد ''ڈان''، ''مارننگ نیوز''، ''پاکستان ٹائمز'' سے منسلک رہے۔ اپنا روزنامہ ''کامریڈ'' بھی نکالا۔ وہ لندن میں ''پاکستان ٹائمز'' کے پہلے نمائندے تھے۔ آزادی صحافت کے لئے آواز بلند کرنے پر انہیں جیل یاترا کرنا پڑی۔ طویل پیشہ ورانہ صحافتی خدمات کے علاوہ مرحوم ایم اے شکور کا نمایاں کارنامہ کراچی یونین آف جرنلسٹس، سندھ یونین آف جرنلسٹس پاکستان فیڈرل یونین آف جرنلسٹس اور نیشنل پریس کلب کی ترتیب وتدوین بھی ہے۔
طفیل احمد جمالی نے انہیں ان کی طویل خدمات اور دلیرانہ جدوجہد کی وجہ سے ''زندہ شہید شکور'' کا خطاب دیا تھا۔ ان کی اکلوتی بیٹی بیرون ملک رہائش پذیر تھیں۔ ان کی آمد پر انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ ایم اے شکور کا انتقال 16 جنوری 2001ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی موت دل کے فیل ہونے سے واقع ہوئی۔

رابطہ: بیگم ایم اے شکور

21/3 نیو کراچی کواپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی ڈاکٹر معین الحق روڈ کراچی

مختار زمن

ممتاز صحافی اور ''اے پی پی'' کے سابق ڈائریکٹر جنرل مختار زمن نے 1950ء میں ڈھاکہ میں ''اے پی پی'' میں چیف رپورٹر کی حیثیت سے شمولیت اختیار کی۔ قبل ازیں انہوں نے ''مارننگ نیوز'' کلکتہ میں بھی کام کیا۔ ''اے پی پی'' میں وہ

Marfat.com

متعدد عہدوں پر فائز رہے۔ یہ اس ادارے کے بیورو چیف بھی رہے۔ آخر میں 1983-84ء میں ان کی تقرری ڈائریکٹر جنرل کی حیثیت سے کی گئی۔ وہ اپنی ریٹائرمنٹ تک اس عہدے پر فائز رہے۔

مختار زمن نے رائیٹر کی لندن ڈیلکس پر اور بی بی سی اُردو سروس میں براڈ کاسٹر کی حیثیت سے کام کیا۔ زمانہ طالب علمی میں ان کا بہترین ریکارڈ رہا ہے۔ وہ انتہائی ذہین تھے۔ آپ آل انڈیا مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے جنرل سیکرٹری تھے۔ ان کی تصنیف شدہ متعدد کتابیں ہیں۔ آپ ادبی حلقوں میں بھی بڑی جانی پہچانی شخصیت تھے۔

مرحوم سابق اٹارنی جنرل آف پاکستان فیاض علی کے داماد تھے۔ مختار زمن کی وفات کے وقت عمر 80 برس تھی۔ انہوں نے پسماندگان میں بیوہ سلمیٰ زمن جو سر سید گرلز کالج کی سابق پرنسپل ہیں اور دو بیٹیوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔

اُردو کے مشہور مزاح نگار اور صحافی مختار زمن 21 فروری 1923ء کو بجنور (ہندوستان) میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے الہٰ آباد یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم اے اور ایل ایل بی کیا پھر وہ صحافت سے وابستہ ہوگئے۔ مختار زمن نے سیاسی اور ادبی موضوعات پر انگریزی اور اُردو میں سو سے زائد مقالات لکھے۔ طنزیہ و مزاحیہ مضامین کا پہلا مجموعہ ''باتوں کے خربوزے'' 1974ء میں اور دوسرا مجموعہ ''دیگر احوال یہ ہے کہ'' 1983ء میں ''گفتنی ناگفتنی'' کے نام سے'' تیسرا مجموعہ چھپ چکا ہے۔ ان کا انتقال 2 جولائی 2003ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی موت دماغ کی شریان پھٹ جانے سے واقع ہوئی۔ مختار زمن کی آخری آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔

الطاف حسین

پاپوش نگر قبرستان کراچی میں محمد یحییٰ تنہا کے مزار سے جانب شمال دیوار کے

Marfat.com

ساتھ ایک وسیع احاطے میں الطاف حسین کی قبر ہے۔اور لینٹر والی چھت ہے موصوف روزنامہ ''ڈان'' کے مدیر اعلیٰ تھے اور سرکاری ملازمت چھوڑ کر محض جذبہ خدمت کے تحت انہوں نے صحافت کو بطور پیشہ اپنایا تھا۔ان کی ادارت میں ''ڈان'' نے تحریک پاکستان میں بڑا اہم کردار ادا کیا تھا۔پاپوش نگر کا نام الطاف نگر رکھنے کی کوشش ہوئی اور بورڈ بھی آویزاں کیا گیا۔لیکن بے حس عوام نے اسے جوں کا توں رہنے دیا۔مزار پر ان کی تاریخ ولادت 26 جنوری 1900ء ہے۔اور تاریخ وصال 25 مئی 1968ء ہے۔

غلام نبی منصوری

غلام نبی منصوری 6 نومبر 1924ء کو پیدا ہوئے اور ان کی تاریخ وفات 19 اکتوبر 1990ء ہے۔ڈیفنس قبرستان کا جو حصہ نشیب ہے۔اس میں کراچی کے سینئر صحافی جناب غلام نبی منصوری کی قبر نمایاں ہے۔ان کے اردگرد کئی نامور ہستیاں محوخوابِ ابدی ہیں۔غلام نبی منصوری کی قبر کا کتبہ انگریزی میں تحریر ہے۔

محمد زمان خان

محمد زمان خان ایڈیٹر روزنامہ ''جنگ'' کراچی ان کی تاریخ وفات 4 جمادی الاول 1416ھ بمطابق 29 ستمبر 1995ء بروز جمعۃ المبارک بوقت نماز جمعہ دم آخر۔ان کی ابدی آرام گاہ طارق روڈ پر واقع پی ای سی ایچ سوسائٹی قبرستان میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

اسد جعفری

صحافی اسد جعفری ولد سید فصاحت حسین جعفری کی تاریخ وفات 19 ستمبر 1995ء بمطابق 22 ربیع الثانی 1416ھ ان کی آخری آرام گاہ یخی حسن قبرستان

Marfat.com

کراچی میں قبرستان کے دوسرے حصے میں واقع ہے۔ مرحوم کا شمار ملک کے نامور صحافیوں میں ہوتا تھا۔ انہوں نے ساری عمر اصولوں کا سودا نہ کیا۔ جو دیکھا، سنا تجزیہ کیا وہی کچھ لکھا اور سچ کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

متین احمد خان

کراچی میں مقیم روزنامہ ''ڈان'' کے سینئر صحافی متین احمد خان 21 مارچ 2011ء کو 83 برس کی عمر میں انتقال کر گئے۔ ان کی آخری آرام گاہ محمد شاہ قبرستان کراچی میں ہے۔ ان کی موت کینسر کے مہلک مرض سے ہوئی۔ انہوں نے ماسٹر کی ڈگری ڈھاکہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ متین احمد خان نے انڈیا سے ہجرت کر کے ڈھاکہ رہائش اختیار کی تھی۔ انہوں نے اپنی صحافتی زندگی کا آغاز روزنامہ مارننگ نیوز سے کیا تھا۔ پچاس کی دہائی میں وہ کراچی چلے آئے اور روزنامہ ڈان سے منسلک ہو گئے۔ آپ نے اپنے اعلیٰ کردار کی وجہ سے شعبہ صحافت میں بڑا نام پیدا کیا۔ پھر کچھ وجوہات کی بناء پر ڈان سے بزنس ریکارڈر کے نیوز ڈیسک پر اپنے فرائض انجام دیتے رہے انہوں نے بہت سی اردو مختصر کہانیوں کے تراجم بھی کئے۔ متین خان کے چار صاحبزادے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان کے سب سے بڑے صاحبزادے شکیل احمد خان ہیں۔ متین احمد خان کا انتقال 21 مارچ 2011ء کو ہوا۔

رابطہ: شکیل احمد خان

219۔ اے بلاک جے نزد فاروق اعظم

مسجد نارتھ ناظم آباد کراچی

0300-2807793

Marfat.com

اے اے رضوی

روزنامہ ''ڈان'' کراچی کے سابقہ اسسٹنٹ ایڈیٹر اختر عادل رضوی 88 برس کی عمر میں 26 نومبر 2010ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ وہ 1922ء میں بریلی (یوپی) بھارت میں پیدا ہوئے اے اے رضوی نے 20 سال تک ''ڈان'' اخبار میں کام کیا اور اس کے بعد وہ کراچی یونیورسٹی سے تقریباً چار دہائیوں سے وابستہ تھے۔

مرحوم نے 1944ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے انگلش لٹریچر میں گریجوایشن کی۔ اور 1947ء میں وہ کراچی آ گئے اور بطور رائیٹر ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' میں کام شروع کیا۔ جس کے بعد وہ ریذیڈنٹ ایڈیٹر بن گئے۔ ''CMG'' کے بند ہونے کے بعد اختر عادل رضوی نے 1953ء میں ''ڈان'' اخبار کو جوائن کیا۔ اور اس کے ایڈیٹوریل رائیٹر بن گئے۔ یہ 1964ء کی بات ہے۔ مرحوم نے بطور صحافی جو نام پیدا کیا وہ بہت کم صحافیوں کے حصے میں آیا ہے۔ تمام عمر حق سچ کا ساتھ دیا اور اپنے اصولوں کی کبھی سودے بازی نہ کی۔ انہی باتوں کی تلقین اپنے دوستوں کو بھی کرتے رہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ (عزیز آباد) کے قبرستان یٰسین آباد میں ہے۔

ابوالاخیار

نامور صحافی اور تحریک آزادی کے دور کے تجزیہ نگار ابوالاخیار 1927ء میں بدایوں شہر صوبہ یوپی (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے گریجویشن کی۔ 1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ لیکن اس سے قبل وہ اپنی صحافتی زندگی کا آغاز 1946ء میں روزنامہ ''انجام'' دہلی سے کر چکے تھے۔ یہاں آ کر وہ ''سندھ آبزرور'' سے منسلک ہو گئے۔ اس کے بعد ''ٹائمز آف کراچی'' جاری کرنے والی

Marfat.com

ٹیم کے اہم رکن تھے جو زیادہ دیر چل نہ سکا۔

اس کے بعد انہوں نے ''مارننگ نیوز'' میں کام شروع کیا۔ کچھ عرصہ بعد وہ لاہور آ گئے۔ ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' سے منسلک ہو گئے۔ جو اس دور کا اہم اخبار تھا۔ راولپنڈی میں انہوں نے زیڈ اے سلہری مرحوم کے ساتھ ''نیوز ٹائم'' نکالنے والی ٹیم کے ساتھ کام کیا۔ مگر وہ جلد ہی دلبرداشتہ ہو کر کراچی واپس چلے گئے۔ 1987ء میں انہوں نے ''ڈان'' سے رشتہ جوڑا۔ 1993ء میں ڈان کے سٹی ایڈیٹر مقرر ہوئے ''ڈان'' سے کئی برس منسلک رہنے کے بعد وہ ''بزنس ریکارڈر'' میں چلے گئے۔ جہاں سے وہ 2008ء میں ریٹائر ہوئے۔

ابوالاخیار بڑے محنتی، دیانتدار اور بااصول صحافی تھے۔ قومی امور پر لکھنے میں انہیں دسترس حاصل تھی۔ ان کی زندگی کا اہم موڑ وہ ہے جب وہ ''پاکستان ٹائمز'' کا حصہ بنے اس اخبار کے بند ہونے کے بعد وہ دوسرے انگریزی اخبار میں چلے گئے۔ مرحوم کے سوگواروں میں پانچ بیٹے اور بہت سے مداح ہیں۔ ان کا انتقال 22 ستمبر 2010ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی رہائش 4-E-11/12 ناظم آباد نمبر 4 کراچی میں تھی۔

سلیم شہزاد

اسلام آباد سے لاپتہ ہونے والے صحافی سلیم شہزاد کی منڈی بہاؤالدین سے لاش ملی۔ سلیم شہزاد اپنی وفات سے تین دن پہلے اسلام آباد سے لاپتہ ہو گئے تھے۔ سلیم شہزاد کو ان کی تصاویر سے شناخت کیا گیا ہے۔ پوسٹ مارٹم کے بعد یہاں امانتاً دفنایا گیا تھا۔ انہیں شدید تشدد کر کے ہلاک کیا گیا اور پھر لاش نہر میں بہا دی گئی تھی۔ لاش ہیڈ رسول بجلی گھر کے قریب جھاڑیوں میں پھنسی ہوئی ملی تھی۔

سلیم شہزاد کا تعلق کراچی سے تھا۔ وہ ''ایشیا ٹائمز'' ''آن لائن'' ویب

Marfat.com

سائٹ کے لئے اسلام آباد میں بیورو چیف کے طور پر فرائض سرانجام دے رہے تھے۔
مقتول صحافی نے اپنے سوگواروں میں تین بچے چھوڑے ہیں۔ سلیم شہزاد نے قومی سلامتی پر کبھی سمجھوتہ نہیں کیا۔ انہوں نے ہمیشہ پاکستان کے لئے لکھا۔ اگر پاکستان کے لئے لکھنا جرم ہے تو وہ مجرم تھے۔ مرحوم نے ہمیشہ قومی مفاد کے لئے کام کیا۔ مقتول سلیم شہزاد کے قاتل ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے۔ وزیر داخلہ رحمان ملک نے سلیم شہزاد کے قاتلوں کی نشاندہی پر 25 لاکھ روپے کا انعام رکھا ہے ان کا انتقال 28 مئی 2011ء کو ہوا، اور یکم جون 2011ء کو انہیں آنسوؤں، آہوں اور سسکیوں کا غسل دے کر سپرد خاک کر دیا گیا۔
ان کی ابدی آرام گاہ کراچی کے مقامی قبرستان میں ہے۔

..........☆..........

Marfat.com

کارکن
تحریکِ
پاکستان

Marfat.com

یوسف عبداللہ ہارون

تحریک پاکستان کے ایک کارکن اور ممتاز خاندان کے فرزند یوسف عبداللہ ہارون کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ 1930ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے 25 ویں اجلاس میں اپنے والد محترم عبداللہ ہارون کے ہمراہ شریک ہوئے۔ غالباً وہ آخری آدمی تھے۔ جن کی آنکھوں میں خطبہ الٰہ آباد کے منظر محفوظ تھے۔ علامہ اقبال کا یہی خطبہ تھا۔ جس میں جنوبی ایشیا کے شمال مغربی علاقوں پر مشتمل ایک مسلم ریاست کے قیام کا خیال پیش کیا گیا۔ تحریک پاکستان کے دوران انہیں قائداعظم کے اے ڈی سی کے طور پر ان کے قریب رہنے کا موقع ملا۔

وہ ایک جہاں دیدہ سیاستدان تھے۔ جن کی سیاسی جدوجہد کا دور 70 برس پر محیط ہے تقسیم ہند سے قبل مرحوم نے کراچی کے میئر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آزادی سے پہلے (مئی 1944ء سے مئی 1945ء تک) وزیر اعلیٰ سندھ رہے۔ (فروری 1949ء سے مئی 1950ء تک) اور مغربی پاکستان کے نگران گورنر رہے۔ آپ ایک دور میں وفاقی وزیر بھی رہے۔ سندھ کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے مرحوم نے زرعی اصلاحات کے تحت تجدید اراضی کا بل پاس کیا۔ لیکن جب منظور نہ کرایا جا سکا تو انہوں نے اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

مرحوم ہاریوں اور کاشت کاروں کے حالات بدلنے میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ اس تجربے کے تحت انہوں نے ہاری کمیشن رپورٹ میں شامل مسعود کھدر پوش کا نوٹ شائع کرایا۔ انہیں آزادی صحافت کے حوالے سے بھی یاد رکھا جائے گا۔ ایوب خان کی فوجی آمریت کے دور میں انہوں نے اپنے خاندان کے ''ڈان'' کی آزادی و غیر جانبداری قائم رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ انہوں نے اپنے اخبار کے ایڈیٹر انچیف

Marfat.com

کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ان کی ادارت میں ''ڈان'' نے اپنی آزادی برقرار رکھی اور اس کے صفحات کو خودساختہ فیلڈ مارشل کی قصیدہ خوانی سے پاک رکھا۔ ہمارے معاشرے میں ایسے صاحب مقصد اور بھرپور کردار ادا کرنے والے افراد خال خال نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں میں بڑے تھے۔اس کا مطلب ہے کہ وہ سب سے پرانے مسلم لیگی تھے۔ جنہوں نے قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ نزدیک رہ کر کام کیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 95 سال تھی۔ان کا انتقال 12 فروری 2011ء کو نیویارک (امریکہ) میں ہوا، اور تدفین 16 فروری 2011ء کو گزری قبرستان کراچی میں ہوئی۔

بیگم شائستہ اکرام اللہ

تحریک پاکستان کی نامور کارکن اور حقوق نسواں کی علمبردار معروف ادیبہ بیگم شائستہ اکرام اللہ پہلی دستور ساز اسمبلی کی رکن اور سابق سفیر 22 جولائی 1915ء کو کلکتہ میں حسین شہید سہروردی کے کزن سر حسام الدین سہروردی کے ہاں پیدا ہوئیں۔ 1933ء میں محمد اکرام اللہ سے شادی ہوئی۔ان کے شوہر محمد اکرام اللہ پاکستان کے پہلے سیکرٹری خارجہ بنے تھے۔ مرحومہ کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹا انعام اکرام اللہ اور صاحبزادیاں بیگم ناز اشرف، بیگم سلمیٰ سبحان کے علاوہ ایک صاحبزادی شہزادی ثروت ہیں جو اردن کے شہزادہ حسن بن طلال کی بیوی ہیں۔ شہزادہ حسن بن طلال اور شہزادی ثروت بیگم شائستہ کے انتقال کے وقت ان کے پاس تھے۔

مرحومہ کی تصانیف ''پردے سے پارلیمنٹ تک'' مینا خط، ''حسین شہید سہروردی کی سوانح''، ''حجاب کے پیچھے''، انگریزی میں جبکہ اردو میں افسانوں کا مجموعہ ''کوشش ناتمام'' بیحد مقبول ہوا۔ بیگم شائستہ اکرام اللہ آل انڈیا مسلم لیگ کی سرگرم رکن بھی رہیں۔ 1947ء سے 1953ء تک وہ دستور ساز اسمبلی کی رکن رہیں۔ 1948ء میں

Marfat.com

انہوں نے اقوام متحدہ کے اجلاس میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ بعدازاں 1964ء سے 1967ء تک مراکش میں پاکستانی سفیر رہیں۔ انہوں نے بعض حلقوں کے اصرار کے باوجود پاکستان کی سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ اور نہ ہی کسی سیاسی پارٹی سے وابستہ ہوئیں۔ مرحومہ 1938ء میں لندن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے والی پہلی مسلم خاتون تھیں۔

مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کے پلیٹ فارم سے پاکستان سے محبت کا سفر شروع کرنے والی شائستہ اکرام نے عمر کے آخری حصے تک اس عشق کا اظہار کیا۔ اور پاکستان کے استحکام کی جدوجہد میں پیش پیش رہیں۔ 16 اکتوبر 2000ء کو میر خلیل الرحمٰن میموریل سوسائٹی کے زیراہتمام شہید ملت خان لیاقت علی خان کی یاد میں ہونے والی تقریب میں بڑی ولولہ انگریز تقریر کی جو کہ ان کی زندگی کی آخری عوامی تقریر تھی۔ سردار علی میموریل سوسائٹی کی جانب سے میر خلیل الرحمٰن قومی یک جہتی ایوارڈ بھی 2000ء میں انہیں پیش کیا گیا۔ پھر انہی دنوں جمیل الدین عالی کے تازہ کالموں کے مجموعے ''وفا کر چلے'' کی تقریب کی صدارت بھی کی۔ وہ گزشتہ 60 برسوں سے انگریزی اور اُردو اخبارات وجرائد کے لئے مسلسل لکھتی رہی ہیں۔ وفات کے وقت مرحومہ کی عمر 85 سال تھی۔ ان کی ادبی خدمات پر انہیں کئی بین الاقوامی ایوارڈز ملے۔ مرحومہ کا شمار برصغیر کی ان چند اولین اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین میں ہوتا تھا۔ جن کی شخصیت میں جدت، انفرادیت کا جس امتزاج جھلکتا تھا۔ ان کی شخصیت جامع کمالات تھی۔ انہیں اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں پر قدرت کاملہ حاصل تھی۔ ادیبہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک نامور نقاد بھی تھیں۔ حالات حاضرہ پر ان کی گہری نظر تھی۔

بیگم شائستہ اکرام اللہ کا انتقال 11 دسمبر 2000ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی

Marfat.com

آخری آرام گاہ ان کے شوہر کے پہلو میں مزار حضرت عبداللہ شاہ غازی کے احاطہ میں ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

محمود اے ہارون

قائداعظم کے دستِ راست، تحریکِ پاکستان کے نامور کارکن سابق وزیر داخلہ اور سابق گورنر سندھ محمود اے ہارون 1920ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ ہارون فیملی کے چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے سیاست ان کے خون میں شامل تھی۔ ڈی جے سائنس کالج اور سی ایس شاہانی لاء کالج سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور قائداعظم محمد علی جناح کے اے ڈی سی ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اس وقت صرف 17 برس کے تھے۔ وہ سندھ مسلم لیگ گارڈ کے سالارِ اعلیٰ بھی تھے اور بعد میں آل انڈیا مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے ڈپٹی چیف بنے۔

1942ء میں وہ آل انڈیا مسلم لیگ کے ممبر بنے اور 1944ء میں وہ کراچی مسلم لیگ کے صدر بنے۔ تین سال بعد وہ سندھ بار ایسوسی ایشن کے صدر بنے اور پھر سندھ اسمبلی میں منتخب ہو گئے۔ جب 1947ء میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا تو محمود اے ہارون سندھ اسمبلی کے منتخب ممبر تھے اور 1950ء تک ممبر رہے۔ انہوں نے لیاری اور دیگر علاقوں پر خصوصی توجہ دی 1956ء میں وہ ایسٹ پاکستان اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور 1958ء تک ممبر رہے اور پھر پاکستان میں مارشل لگا تو اسمبلی تحلیل کر دی گئی۔ انہوں نے 1965ء میں کراچی سے نیشنل اسمبلی کی نشست پر کامیابی حاصل کی نواب آف کالا باغ کابینہ میں وزیر بنے۔ لیکن انہوں نے ایوب خان کے خلاف میر غوث بخش کی حمایت کا فیصلہ کیا تو ان کو کابینہ سے الگ ہونا پڑا۔ 1968ء میں وہ برطانیہ میں پاکستان کے ہائی کمشنر بنے۔ پاکستان میں حکومت کی تبدیلی کے بعد یحییٰ خان کی حکومت

Marfat.com

میں وہ کابینہ میں وزیر زراعت کی حیثیت سے شامل رہے ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن نے ان کو نامزد کیا تھا۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد وہ جلاوطنی میں لندن رہے اور 1974ء تک وہاں رہے اس دوران ان کی بیٹی ان سے جدا ہوگئیں ان کی تین سالہ جلاوطنی کے دور کو حکومت اور ''ڈان'' اخبار کی انتظامیہ کی لڑائی کے حوالے سے یاد کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں ذوالفقار علی بھٹو نے محمود اے ہارون سے بہتر تعلقات استوار کر لئے اور محمود ہارون کی بیٹی کی تعزیت کرنے ان کے ہاں آئے ایوب اور بھٹو دور میں حکمران طبقے نے ہارون فیملی کو کاروباری لحاظ سے سخت پریشان کیا۔ 1977ء کے مارشل لاء کے بعد ان کی اہم پوزیشنوں پر واپسی ہوئی۔

انہوں نے ضیاء الحق کابینہ میں شمولیت اختیار کی اور 1979ء میں وزیر داخلہ بنے اور 1984ء تک وزیر رہے۔ 1998ء میں انہوں نے وفاقی وزیر دفاع کی حیثیت سے وفاقی حکومت میں شمولیت اختیار کی۔ تب غلام اسحاق خان صدر تھے۔ 1990ء میں جب پیپلز پارٹی کی حکومت ختم کی گئی تو انہیں گورنر سندھ بنا دیا گیا۔ اور 18 فروری 1993ء تک گورنر سندھ رہے۔ 23 جولائی 1994ء میں جب پیپلز پارٹی کی حکومت تھی وہ دوبارہ گورنر سندھ بنے۔ اس کے بعد ان کی صحت خراب رہی۔ مرحوم ''ڈان'' گروپ کے چیئرمین بھی رہے۔ انہوں نے ''ڈان'' گروپ کی مطبوعات کی ادارتی آزادی میں کبھی مداخلت نہیں کی اور اس کے انتظامی شعبے کو ادارتی شعبے پر اثر انداز ہونے کی اجازت نہیں دی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ سول سوسائٹی ''ڈان'' میڈیا گروپ کو سنجیدہ باوقار اور معتبر تصور کرتی ہے۔ محمود اے ہارون کا انتقال 6 نومبر 2008ء کو کراچی میں ہوا۔ انہوں نے اپنے پیچھے ایک سوگوار بیٹی چھوڑی ہے۔ محمود اے ہارون کی آخری آرام گاہ قبرستان ڈیفنس کراچی میں ہے۔

Marfat.com

کراچی میں مدفون کارکن تحریک پاکستان

Marfat.com

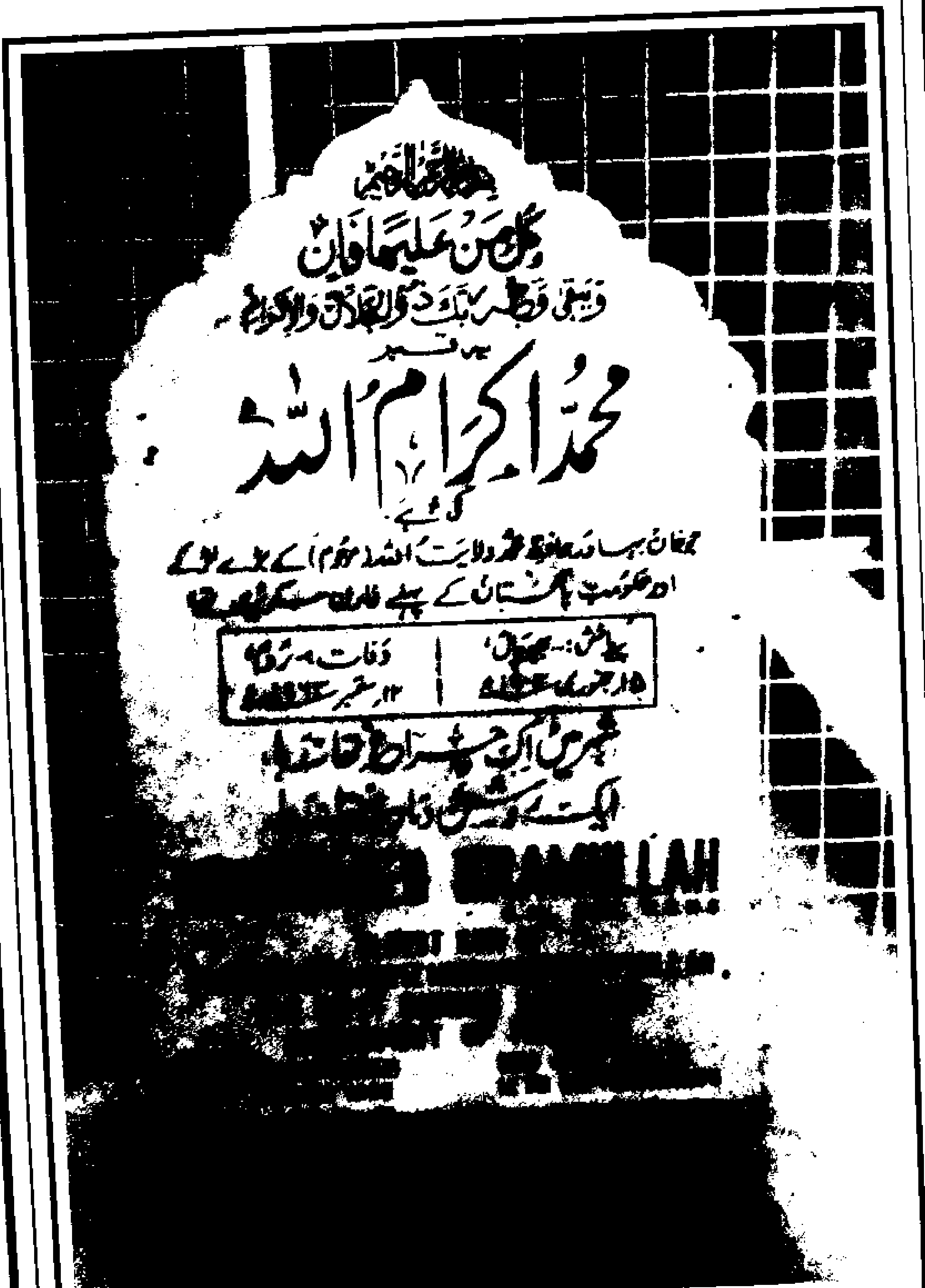
كل من عليها فان
ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام
محمد اكرام اللہ
جو خان بہادر حافظ محمد ولایت اللہ (مرحوم) کے بڑے لڑکے
اور حکومت پاکستان کے پہلے فارن سیکرٹری تھے
پیدائش
وفات

Marfat.com

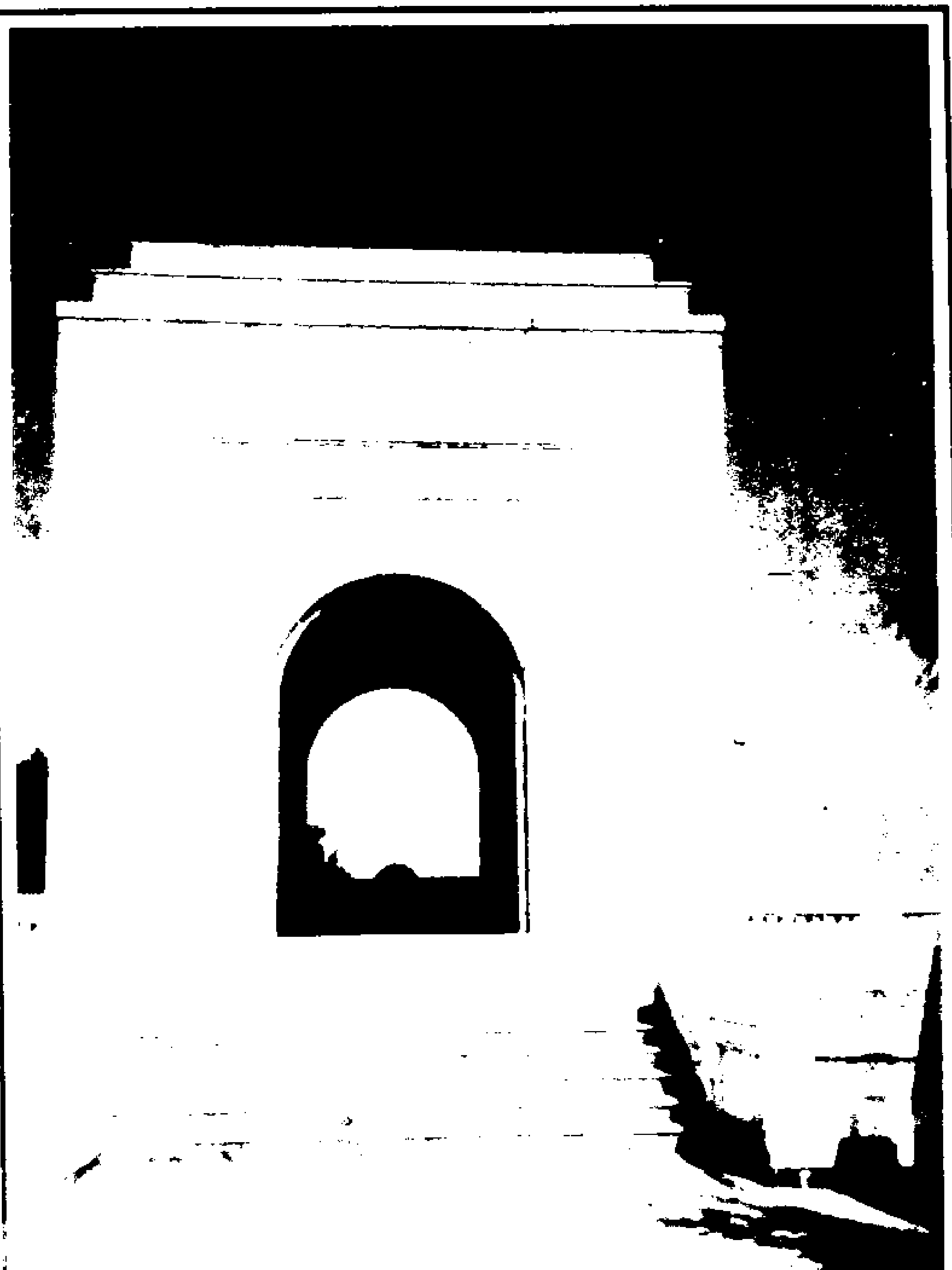

Marfat.com

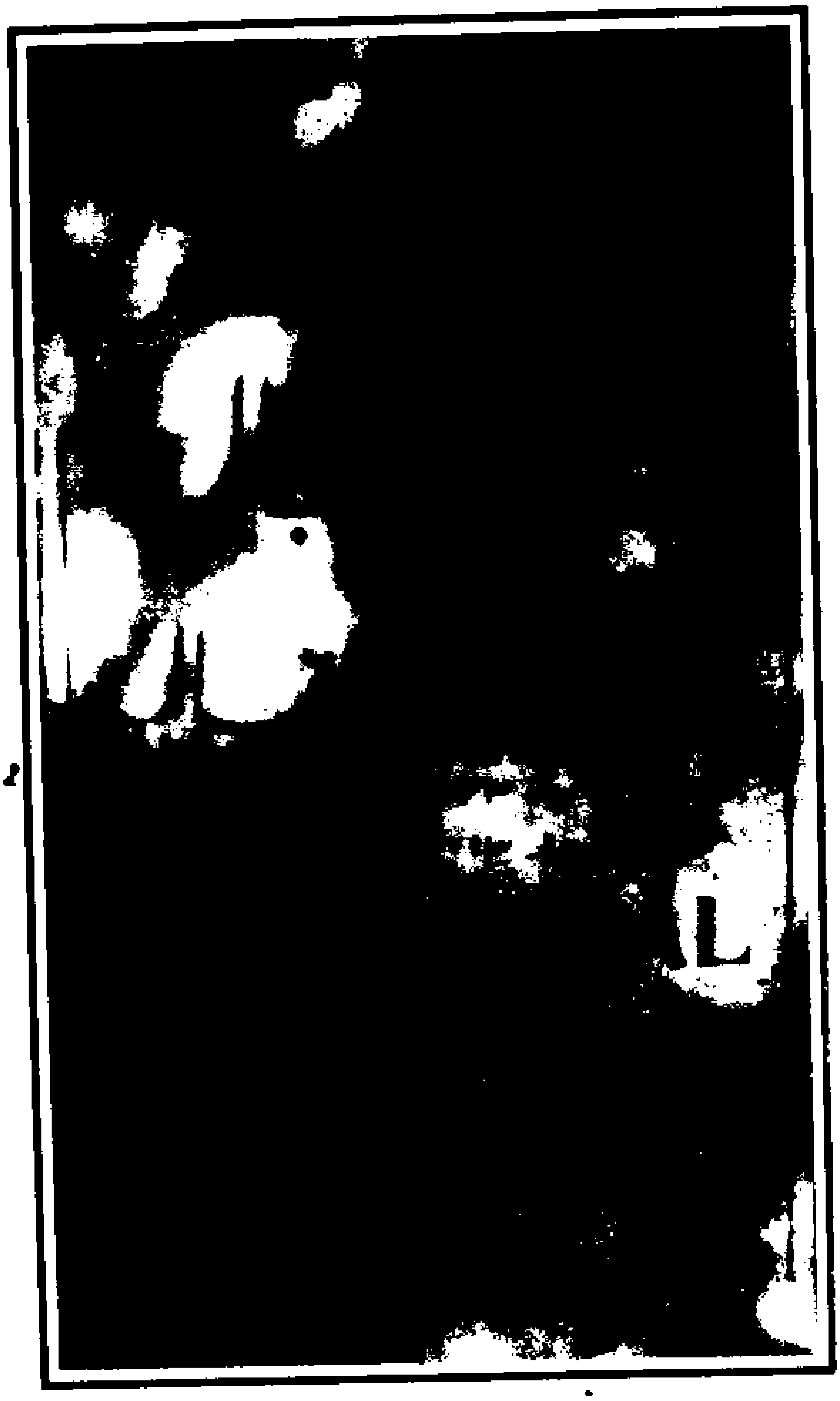

Marfat.com

سید ہاشم رضا

تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن، دانشور اور سابق بیورو کریٹ سید ہاشم رضا16 فروری1910ء کو پیدا ہوئے۔انہوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے 1928ء میں بی اے کیااور بعدازاں انہوں نے ایم اے پولیٹیکل سائنس فرسٹ کلاس میں پاس کیا۔سید ہاشم رضا نے 1934ء میں انڈین سول سروس میں شمولیت اختیار کی۔قیام پاکستان کے بعد انہیں کراچی کا پہلا کمشنر مقرر کیا گیا۔انہوں نے مہاجرین کی آبادکاری کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں۔وہ مرکز میں اطلاعات،صحت اورمحنت کے سیکرٹری بھی رہے۔

1966ء میں سول سروس سے ریٹائر ہوئے۔جس کے بعد انہوں نے پرائیویٹ سیکٹر میں خدمات انجام دیں۔وہ اُردو ترقی بورڈ،قومی سیرت کمیٹی اور قائداعظم اکیڈمی کے بورڈ آف گورنر کے رکن بھی رہے مرحوم نے قائداعظم محمد علی جناح کے سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دیئے۔1937ء میں کراچی میں ان کی تعیناتی ہوئی۔قائداعظم اور قائد ملت لیاقت علی خان نے حکومت پاکستان کے پہلے سیکرٹری جنرل چودھری محمد علی کی تجویز پر انہیں وفاقی دارالحکومت کراچی کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا۔انہیں یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے بحیثیت ایڈمنسٹریٹر قائداعظم کی آخری آرام گاہ کے لئے جگہ تجویز کی اور انہی کی تجویز پر حکومت نے قائداعظم کی تدفین کا فیصلہ کیا۔انہوں نے اپنی یادداشتیں اخبارات میں لکھیں جو''منزل'' کے نام سے بعد میں شائع ہوئیں ان کی لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے بحیثیت ایڈمنسٹریٹر خط وکتابت بھی کی جو بعد میں شائع ہوئی انہوں نے ادب کی سرپرستی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔قیام پاکستان سے پہلے اگرچہ وہ ایک سرکاری افسر تھے لیکن انہوں نے خودکو اسلامیان برصغیر کے جذبات اوراحساسات سے الگ نہیں ہونے دیا۔ان کا شمارعوام کے خادموں میں ہوتا ہے۔وہ مجلسی اور تہذیبی زندگی کی جان سمجھے

Marfat.com

جاتے تھے۔ خود شاعر تھے اور شاعروں ادیبوں کی قدر کرتے تھے۔ اکثر تقریبات کی صدارت ان کے لئے خاص سمجھی جاتی تھی۔ مرحوم لکھنو کے ایک اعلیٰ سید خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کے والد ہائی کورٹ کے جج تھے۔ لکھنو کا ہر پڑھا لکھا خاندان یا فرد شاعر یا نیم شاعر ضرور ہوتا ہے۔ سید صاحب کے بھائی بھی جانے پہچانے شاعر تھے۔

اشتیاق اظہر

تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن بزرگ رہنما اشتیاق اظہر 1924ء میں کانپور میں پیدا ہوئے، کانپور اور علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ ابتداء میں وہ لکھنؤ کے ایک اخبار روزنامہ ''تنویر'' سے منسلک ہوئے بعد ازاں وہ طویل عرصہ تک روزنامہ ''امروز'' اور روزنامہ ''جنگ'' سے وابستہ رہے۔ صحافیوں کی مختلف تنظیموں کے عہدیدار کی حیثیت سے انہوں نے صحافی برادری کی فلاح و بہبود کے لئے بھی بہت کام کیا۔ وہ یوپی مسلم لیگ کونسل کے رکن بھی رہے۔ تین سال تک صوبہ سندھ میں انفارمیشن آفیسر کی حیثیت سے پنجاب، بلوچستان اور سندھ میں خدمات انجام دیتے رہے۔

مرحوم حسرت موہانی میموریل سوسائٹی کے تاحیات صدر بھی تھے۔ انہوں نے بے شمار افسانے لکھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ وہ آخری وقت تک روزنامہ ''جنگ'' میں کالم نویسی کرتے رہے۔ ایم کیو ایم سے بعض اختلافات کی بناء پر 1997ء میں اس سے الگ ہوگئے اور مسلم لیگ سے وابستہ ہوگئے۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 75 سال کے قریب تھی۔ مرحوم کا شمار تحریکِ پاکستان کے سرگرم کارکنوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے تحریک پاکستان میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا اور بابائے قوم حضرت قائد اعظم کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔ انہوں نے 1946ء میں صحافت کے پیشے کو اپنایا نواز شریف دورِ حکومت میں ان

Marfat.com

کوحکومت سندھ کی مشاورتی کونسل میں سینئر مشیر بنا دیا گیا تھا۔ مرحوم روزنامہ ''نوائے وقت'' میں بھی اپنی قلم کا جادو جگاتے رہے۔ ان کا انتقال 5 نومبر 1999ء کو ہوا ان کی ابدی آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان میں ہے۔

علامہ سید ابنِ حسن جارچوی

علامہ سید ابنِ حسن جارچوی 1905ء میں بلند شہر ضلع بمقام جارچہ (یو پی) بھارت میں پیدا ہوئے۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد میر پور بھٹورو ضلع ٹھٹھہ (سندھ) میں اپنے بہنوئی کے پاس آ گئے۔ جہاں آپ نے دینی وملی سرگرمیاں شروع کیں اور کافی مقبولیت حاصل کی۔ وہاں 1923ء میں ایک مذہبی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ جس کی صدارت شمس العلماء مرزا قلیچ بیگ نے کی۔ اور چیف جسٹس ہائی کورٹ آغا حسن علی نے مہمان خصوصی کے طور پر شرکت کی۔ دونوں شخصیات نے نوجوان سید ابن حسن کی دینی وملی فراست کو داد دی۔ کانفرنس کے بانی میر آف خیر پور تاحیات علامہ کے زبردست مداح رہے۔

میر پور بھٹورو (سندھ) میں مختصر قیام کے بعد علامہ جارچوی پنجاب چلے آئے یہاں لاہور میں قیام کیا اور پنجاب یونیورسٹی سے بی اے، ایم اے اور ایم او ایم کے امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیے۔ بعدازاں علی گڑھ (بھارت) پہنچ گئے اور وہاں سے بی ٹی کا امتحان پاس کیا۔ بی ٹی کرنے کے بعد علامہ جارچوی دہلی پہنچے جہاں 1931ء سے 1936 تک جامعہ ملیہ کالج سے وابستہ رہے۔ جہاں ان دنوں ڈاکٹر ذاکر حسین (بعدازاں بھارتی صدر بنے) وائس چانسلر ڈاکٹر محمود حسین، ڈاکٹر عابد حسین ان کے ساتھیوں میں سے تھے۔

جامعہ ملیہ کالج سے شعبہ تدریس سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ 7 سال تک درس و

Marfat.com

تدریس سے وابستہ رہنے کے بعد 1938ء میں دہلی سے ریاست محمود آباد چلے گئے۔ جہاں راجہ صاحب محمود آباد کے والد صاحب نے علامہ جارچوی کو راجہ صاحب محمود آباد کا (تالیف) مقرر کیا۔ علامہ سید ابن حسن جارچوی ابتداء ہی سے مسلم لیگ کے لئے کام کرتے رہے۔ جو برصغیر کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت تھی۔ 1936ء میں قائداعظم محمد علی جناح بھارت تشریف لائے اور مسلم لیگ کی صدارت قبول فرمائی تو علامہ جارچوی نے دن رات تحریک پاکستان کے لئے خدمات سرانجام دیں۔ قائداعظم ان کی قابلیت و شخصیت کے معترف تھے۔ علامہ ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ سیاست پر بھی گہری دسترس رکھتے تھے۔

علامہ جارچوی 1948ء سے 1951 تک شعبہ ڈگری کالج لکھنؤ کے پرنسپل رہے اس دوران یو۔پی شیعہ وقف بورڈ کے صدر بھی رہے۔ 1951 میں بھارت (لکھنو) سے ہجرت کر کے کراچی اور جامعہ کراچی کے شعبہ معارف اسلامیہ سے منسلک ہو گئے۔ جہاں سے 1970ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ علامہ جارچوی ممتاز ماہر تعلیم بھی تھے۔ اپنی ذات میں ایک مکمل ادارہ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں "انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اینڈ کلچر ریسرچ" کے قیام کی ذمہ داری قبول کر لی۔ حکومت پاکستان سے اس مقصد کے لئے قطعہ اراضی بھی فیڈرل بی ایریا کراچی میں حاصل کر لیا۔ لیکن موت نے انہیں اس پراجیکٹ کی تکمیل کی مہلت نہ دی۔ چنانچہ 16 جولائی 1973ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ اسی شام کو "اسلامک ریسرچ سنٹر" کے احاطہ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ جارچوی صاحب نے کئی تصانیف تحریر کیں۔ تحریک پاکستان، قیام پاکستان، تعمیر پاکستان میں علامہ سید ابن حسن جارچوی کا کردار روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

Marfat.com

سر آغا خان

سر آغا خان کا اصل نام سید سلطان محمد شاہ تھا۔ ان کا نسلی تعلق مصر کے فاطمی خلفاء اور شجرہ نسب حضرت علیؓ کے ساتھ جاملتا ہے۔ بچپن میں ان کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ مگر انہوں نے علم فلسفہ، ادبیات اور دینیات میں بالخصوص علم حاصل کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے پہلے صدر سر آغا خان 2 نومبر 1877ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ انہیں بچپن ہی سے گھڑ دوڑ اور گھڑ سواری کا بے حد شوق تھا۔ نشانہ بازی اور جسمانی ورزشوں میں بھی بڑے ماہر تھے۔

سر آغا خان اپنے وقت کے عظیم مدبر، سیاست دان تھے۔ برصغیر پاک و ہند کی خوشحالی کے لئے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ بلکہ بین الاقوامی سیاست میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ انگلستان اور یورپ کے دورے کیے اور مقتدر حلقوں اور شخصیات سے ملاقاتیں کی۔ جن میں ملکہ وکٹوریہ، جرمن کی قیادت اور ترکی کے خلیفہ سلطان عبدالحمید شامل ہیں۔ شاہ انگلستان ایڈورڈ کی تاج پوشی کی تقریب میں 1902ء میں شرکت کی۔ 1903ء میں امپریل لیجسلیٹو کونسل کے رکن نامزد ہوئے۔ ان کی سیاسی زندگی کے دو پہلو نمایاں تھے اول برطانیہ کی غیر مشروط وفاداری اور دوم جداگانہ تشخص کی بنیاد پر مسلمانان ہند کے مفادات کا تحفظ اور فروغ۔ جنوری 1903ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی صدارت کی۔ اپنے خطبہ صدارت میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کو آکسفورڈ جیسا عظیم الشان تعلیمی ادارہ بنانے کے لئے ایک کروڑ روپے جمع کرنے کی اپیل کی بعد میں 1910ء میں ایک مرتبہ پھر مسلم یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔

1921ء میں وائس چانسلر بھی مقرر ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔ دسمبر 1903ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے

Marfat.com

صدر تھے۔ یکم اکتوبر 1906ء کو مسلمانان ہند کا جو وفد وائسرائے لارڈ منٹو سے ملا تھا۔ اس کی قیادت سر آغا خان نے کی تھی اور بڑے مؤثر انداز میں مسلمانان ہند کے لئے جداگانہ انتخابات اور اُردو زبان کے تحفظ اور دیگر حقوق و مفادات کے تحفظ جیسے اہم مطالبات تسلیم کرائے تھے۔ دسمبر 1906ء میں ڈھاکہ میں آل انڈیا مسلم لیگ کے قیام میں فعال کردار ادا کیا۔ اور وہاں جو پہلی عبوری کمیٹی بنی تھی اس کے رکن تھے۔ 1907ء تا 1913ء تک مسلم لیگ کے صدر رہے۔ سر آغا خان نے کئی کتابیں بھی تحریر کیں۔ جن میں خصوصاً مسلمانان ہند کے مسائل اور ان کے حل پر اپنی تجاویز بھی پیش کیں۔ وہ نہ صرف گھڑ سواری کرتے تھے بلکہ گاف کے بھی بڑے شوقین تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے برصغیر کے مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کی جدوجہد میں کسی سے بھی پیچھے نہ تھے۔

یہی وجہ ہے کہ آج بھی پاکستان کے کئی شہروں میں ان کے نام سے سڑکیں منسوب ہیں۔ سر آغا خان مرحوم قائداعظم محمد علی جناح مرحوم پر مکمل اعتماد کیا کرتے تھے۔ انہیں ایک سیاسی جماعت کا سب سے بڑا رہنما تسلیم کرتے تھے۔ جہاں تک مالی تعاون کا تعلق ہے سر آغا خان مرحوم خود بھی اور دوسرے افراد سے بھی چندہ لیکر مسلم لیگ کی مالی پوزیشن مستحکم کرتے رہے۔ پاکستان کی تاریخ میں سر آغا خان مرحوم کی شخصیت ایک پورے باب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک ایسے باب کی جس کے بغیر تحریک پاکستان کی کتاب مکمل نہیں ہوتی۔ اگرچہ انہوں نے خود کو بین الاقوامی معاملات میں مصروف رکھا۔ لیکن جنوبی ایشیاء کے مسلمانوں کے حقیقی مفادات کو کبھی نہیں بھلایا۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ تک انہیں سوئٹزرلینڈ کے دارالحکومت جنیوا میں ٹھہرنا پڑا۔ جو بین الاقوامی کانفرنسوں کے انعقاد کا دنیا کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ آخر کار 11 جولائی 1957ء کو

Marfat.com

انتقال کر گئے۔اس کے ساتھ ہی تاریخ پاک و ہند کا ایک دور ختم ہو گیا۔

محمد علی حبیب

نامور مخیر، مجاہد آزادی اور قائداعظم کے ہمراز محمد علی حبیب 15 مئی 1904ء کو بمبئی میں پیدا ہوئے۔ 2000ء میں ان کے 95 ویں یوم پیدائش کے موقع پر حکومت پاکستان نے انہیں خراج تحسین پیش کرنے کے لئے یادگاری ٹکٹ جاری کیا تھا۔ محمد علی حبیب مسلمانوں میں بینکنگ کی بنیاد رکھنے والے اولین لوگوں میں سے تھے۔ ان کی قائدانہ صلاحیتیں اور بصیرت غیر معمولی تھیں۔ وہ نہ صرف قائداعظم کے مالی مشیر تھے۔ بلکہ تحریک پاکستان کی سرکردہ شخصیات میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ 1940ء میں قرارداد لاہور کے ذریعہ ایک آزاد پاکستان کے مطابے کے کچھ ہی عرصہ بعد محمد علی حبیب نے اپنے بھائیوں، خصوصاً داؤد حبیب کی مکمل تائید سے ''اپنے خاندان کے مرچنٹ بینکنگ کے کاروبار کے دائرہ کار کو اگست 1941ء میں مکمل کمرشل بینکنگ تک وسعت دے دی بنک کا نام ہاؤس آف حبیب کے بانی جناب حبیب اسمٰعیل کے اعزاز میں حبیب بنک لمیٹڈ رکھا گیا۔

حبیب خاندان نے بینک کا ہیڈ آفس 1947ء میں پاکستان کے قیام سے کچھ عرصے قبل کراچی میں منتقل کر لیا۔ نئی مملکت کو بنیادی بینکنگ اور مالی سہولیات فراہم کرنے اور معیشت کی تعمیر میں بینک نے کلیدی کردار ادا کیا۔ فوری طور پر مشرقی و مغربی پاکستان میں برانچز کا جال بچھایا گیا تاکہ مال تجارت وصنعت وحرفت کی مالی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔

حبیب خاندان کی ساکھ اور اعتماد ایسی بے داغ تھی کہ حکومت پاکستان نے حبیب بینک کو حکومت کے تمام مالی امور کی ذمہ داری سونپنے کی پیشکش کی۔ ملک کے

Marfat.com

بہترین مفاد میں محمد علی حبیب نے یہ انتہائی فائدہ بخش اور وقعت انگیز پیش کش قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ بلکہ اسٹیٹ بینک آف پاکستان اور نیشنل بینک آف پاکستان کے قیام میں کھلے دل سے دست تعاون دراز رکھا۔ حتیٰ کہ حبیب بینک سے ماہرین ان اداروں کو چلانے کے لئے مہیا کرتے رہے۔

اگست 1966ء میں حبیب بینک لمیٹڈ کی 25 ویں سالگرہ منائی گئی۔ حکومت پاکستان نے بینک کی خدمات کے اعتراف کے طور پر حبیب بینک سلور جوبلی یادگاری ٹکٹ جاری کیا۔ محمد علی حبیب نے پاکستان کے لئے بے شمار گرانقدر خدمات انجام دیں۔ قیام پاکستان کے وقت جب کہ قومی خزانہ خالی تھا۔ تقسیم کے بعد نئی مملکت کی مالی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کے لئے ان کی طرف سے قائداعظم کو پیش کیا جانے والا سادہ چیک ہمیشہ یادر کھا جائے گا۔ کروڑوں کا یہ قرض مکمل طور پر بلا سود تھا۔

اپنی مختصر زندگی میں محمد علی حبیب نے خاندانی کاروبار کی ایک ایسی ہفت اقلیم بنیاد ڈالی۔ جس کی شاخیں بینکنگ انشورنس، جہاز رانی، تجارت اور دیگر کئی شعبوں میں آج بھی پھل پھول رہی ہیں۔ سماجی کاموں میں ان کی دلچسپی اتنی وسیع النوع تھی کہ شاید ہی کوئی پہلوان کی توجہ سے بچا ہو، انہوں نے کئی ایک خیراتی ٹرسٹ بھی قائم کئے جن کے تحت تعلیمی ادارے، ہسپتال، یتیم خانے، مساجد وغیرہ خدمات انجام دے رہے ہیں۔

محمد علی حبیبؒ کو اپنے مذہب سے گہرا لگاؤ تھا اور باعمل مسلمان تھے۔ انہوں نے قرآن پاک کا ترجمہ مع حواشی مدوّن کیا۔ نیز دیگر مذہبی لٹریچر تالیف وتصنیف کیا۔ جو وہ ایم ایچ شاکر کے نام سے شائع کرتے رہے۔ ان کا انتقال 55 سال کی عمر میں 30 مارچ 1959ء کو ہوا۔

Marfat.com

شیخ لیاقت حسین

متحدہ قومی موومنٹ کی رابطہ کمیٹی کے ڈپٹی کنوینئر، خدمت خلق فاؤنڈیشن کے صدر اور تحریک پاکستان کے کارکن شیخ لیاقت حسین نے اپنی ضعیف العمری کے باوجود تحریک کے لئے جو خدمات انجام دیں وہ فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ شیخ لیاقت حسین ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کے والد گرامی تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 80 برس تھی۔ مرحوم نے ایم کیو ایم کے خلاف آپریشن کے دور میں 1994ء میں لندن میں ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین سے ملاقات کے بعد ایم کیو ایم میں باقاعدہ شمولیت اختیار کی تھی جس کے بعد وہ ایم کیو ایم میں انتہائی سرگرم تھے۔ جس پر انہیں ایم کیو ایم کی مرکزی رابطہ کمیٹی میں شامل کرلیا گیا۔

1997ء میں وہ ایم کیو ایم کے ٹکٹ پر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور قومی اسمبلی میں ایم کیو ایم کے پارلیمانی لیڈر مقرر ہوئے، تنظیمی خدمات پر وہ رابطہ کمیٹی کے ڈپٹی کنوینئر مقرر ہوئے۔ تنظیمی فرائض کے ساتھ ساتھ وہ ایم کیو ایم کے فلاحی ادارے خدمت خلق فاؤنڈیشن کے صدر بھی مقرر ہوئے۔ خرابی صحت کے باوجود دن رات فلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔ شیخ لیاقت حسین کا انتقال 23 ستمبر 2009ء کو ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے مزار کے پاس ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ اس جگہ پر ان کی اہلیہ بھی ابدی نیند سو رہی ہیں اور قریب ترین ملک کے نامور نعت خواں خورشید احمد آسودہ خاک ہیں۔

پروفیسر مرغوب صدیقی

یہ ہماری تاریخ کا المیہ ہے کہ نئی نسل کو اپنے ان محسنوں سے روشناس نہیں کرایا

Marfat.com

گیا۔ جنہوں نے وطن کی تعمیر و آرائش و تزئین میں اہم کردار ادا کیا۔ پروفیسر مرغوب صدیقی بھی ایسے ہی اچھے لوگوں میں شامل تھے، تحریک پاکستان سے لے کر تعمیر و تزئین وطن میں جہاں ضرورت ہوئی پیش پیش رہے۔ قلم سے اس جہاد میں حصہ لیا اور تحریک پاکستان، نظریہ پاکستان کے مخالفین سے صحافتی میدان میں چومکھی لڑائی لڑی۔ یہ وہ وقت تھا جب پاکستانی صحافت پر لیفٹ کے صحافیوں، دانشوروں کا قبضہ تھا۔ پروگریسو پیپر لمیٹڈ کا ہیڈ آفس ان کا سب سے بڑا گڑھ تھا۔ اس دور میں پروفیسر مرغوب صدیقی کی ذات محتاج تعارف نہ تھی وہ بڑے نام والے صحافی، دانشور اور مؤرخ تھے۔ حکمران ان سے مشاورت کرتے اور وزراء بڑے بڑے لوگ ان سے تعارف کو اعزاز سمجھتے تھے۔

پروفیسر مرغوب صدیقی مرحوم میں یہ صفت موجود تھی کسی ریفرنس کے بغیر اہم ترین موضوع پر مقالہ تحریر کرتے کہ وہ سند ہو جاتا۔ ان کا یادگار کارنامہ ''حکیم امت علامہ اقبالؒ کے یوم پیدائش پر'' تحقیق ہے۔ بھٹو دور میں حضرت علامہ اقبالؒ کا صد سالہ یوم پیدائش منانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سے قبل ہر سال 21 اپریل علامہ اقبالؒ کے یوم وفات پر ''یوم اقبال'' منایا جاتا تھا۔ اور جب پیدائش کے دن کو یوم اقبال قرار دینے کا فیصلہ ہوا تو یوم پیدائش کی مستند تاریخ کے لئے تحقیق کا آغاز کیا گیا۔ کسی نے 6 نومبر کا سراغ لگایا۔ کہیں 4 نومبر کی بات کی گئی لیکن یہ پروفیسر مرغوب صدیقی کا اعزاز ہے کہ انہوں نے جرمنی میں موجود بعض دستاویزات اور علامہ اقبالؒ کے بعض کاغذات پر تحقیق کر کے 9 نومبر مستند تاریخ بتائی اور اسے ہر سطح پر درست تسلیم کیا گیا اس طرح بھٹو دور میں پہلی بار ''حکیم اُمت علامہ اقبال'' کا یوم پیدائش 9 نومبر کو منایا گیا۔ ملک بھر میں اس روز عام تعطیل کا اعلان کیا گیا۔ یہی ایک کارنامہ پروفیسر مرغوب صدیقی کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے کافی نہیں ہے پروفیسر کا اس قوم پر یہ حق نہیں ہے کہ ہر سال 9 نومبر کو یوم

Marfat.com

اقبال کے موقع پر ان کا بھی ذکر کیا جائے۔مگر ایسا نہیں ہوتا۔اور آخر میں ایک واقعہ پڑھ لیجئے۔''اس وقت امریکہ کے طاقتور وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر سے پروفیسر مرغوب صدیقی کی بڑی دوستی تھی۔مختصر دورے پر لاہور آئے جہاں سے انہوں نے واپس نیو یارک جانا تھا امریکی سفارت خانے نے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر پروفیسر مرغوب صدیقی کو اطلاع نہ مل سکی۔ جب ان کی واپسی تھی تو پروفیسر صاحب کو معلوم ہوا وہ ائیر پورٹ پہنچے تو سیکورٹی والوں نے انہیں آگے جانے سے روک دیا۔ان دنوں وی آئی پی لاؤنج کے سامنے آہنی گیٹ و دیوار نہ تھی۔ پروفیسر صاحب ابھی اندر جانے کے لئے متعلقہ حکام سے بات ہی کررہے تھے کہ اس وقت کے وزیر خارجہ عزیز احمد کے ہمراہ ڈاکٹر ہنری کسنجران کی آواز کی جانب متوجہ ہوئے اور اچانک تیزی سے ان کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھے''ہیلو''پروفیسر مرغوب صدیقی'' آئی ایم لوکنگ فار یو''اس طرح سیکورٹی حکام نے اندر جانے کا چھوٹا دروازہ کھول دیا اور ڈاکٹر ہنری کسنجران سے بغل گیر ہو گئے۔ عزیز احمد کو مخاطب کر کے کہا کہ'' آپ انہیں جانتے ہیں پروفیسر مرغوب صدیقی میرے گہرے دوست ہیں اور اس کے بعد وہ پروفیسر صاحب کو لے کر ایک طرف چلے گئے۔ ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر دونوں چند منٹ گفتگو کرتے رہے۔اس کے بعد ڈاکٹر ہنری کسنجر نے قہقہہ لگایا اور گرم جوشی سے ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے''۔ پروفیسر مرغوب صدیقی کا انتقال 2000ء کو کراچی میں ہوا۔

مولانا عبدالحامد بدایونی

مملکت خداداد پاکستان کے قیام میں جن علمائے اسلام کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ان میں حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی بھی شامل ہیں۔جن دنوں پاکستان کی تحریک زوروں پر تھی، انہوں نے متحدہ ہندوستان کے طوفانی دورے کیے اور ہر شہر اور

Marfat.com

قصبہ میں جا کر مسلمانوں تک حضرت قائداعظم محمد علی جناح کا یہ پیغام پہنچایا کہ بحیثیت مسلمان ان کی زندگی کے لئے پاکستان کا قیام نہایت ضروری ہے اس مقصد کی خاطر انہوں نے بیرون ملک بھی دورے کئے اور عالم اسلام کے مسلمانوں کو تحریک پاکستان کے محرکات سے آگاہ کیا۔ مولانا بدایونی 1898ء کو بدایوں میں پیدا ہوئے۔ ابھی بیس دن کے تھے کہ والد ماجد حکیم عبدالقیوم قادری وفات پا گئے۔ مولانا کے بڑے بھائی مولانا عبدالماجد بدایونی (جن کا شمار تحریک خلافت کے رہنماؤں میں ہوتا ہے) اس وقت بارہ برس کے تھے والدہ نے دونوں بیٹوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت بڑی ہمت اور جانفشانی سے کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد مولانا عبدالحامد بدایونی جامعہ شمس العلوم بدایوں میں مدرس و مفتی اور بدایوں کی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوئے۔ اسی دوران مسلمانان ہند نے برطانوی استعمار کے خلاف علم حریت بلند کیا تو مولانا اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ پھر شدھی کا طوفان بے لگام اٹھا تو مولانا اس کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور اپنی شعلہ بیانی سے نمایاں خدمات انجام دیں اور تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ لیکن ان کی زندگی کا عظیم و تابناک پہلو حضرت قائداعظم کی رہنمائی میں تحریک پاکستان کے لئے انتھک کام کرنا ہے۔

مولانا بیس سال کے تھے جب 1918ء میں انہوں نے پہلی بار آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں شرکت کی۔ یہ اجلاس مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ نوجوان عبدالحامد نے اس اجلاس میں پرجوش تقریر کی اور شرکائے اجلاس کو بے حد متاثر کیا۔ بعدازاں وہ تقسیم ہند تک آل انڈیا مسلم لیگ کے رکن رہے۔

مولانا شروع ہی سے تحریک پاکستان اور دو قومی نظریے کے حامی اور پرجوش مبلغ تھے مارچ 1940ء میں جب قرارداد پاکستان منظور کی گئی تو مولانا عبدالحامد بدایونی نے اس موقع پر اقبال پارک لاہور میں قائداعظم کی زیرصدارت قرارداد پاکستان کے حق میں

Marfat.com

ولولہ انگریز تقریر کی قائداعظم نے بھی انہیں داد دی۔

مولانا عبدالحامد بدایونی قائداعظم کے نہایت معتمد اور جانثار ساتھی تھے۔ 1946ء میں وہ قائداعظم کی ہدایت پر علماء کے ایک وفد کے ہمراہ مشرق وسطیٰ اور عرب ممالک کے دورے پر گئے اور تحریک پاکستان کے سلسلے میں عالمی رائے عامہ کو ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مولانا بدایونی جب بھی قائداعظم سے ملتے تو ان سے دیر تک اسلام اور پاکستان کے حوالے سے بات چیت کرتے تھے۔ پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو مولانا نے کراچی میں قیام فرمایا منگھوپیر روڈ پر "جامعہ تعلیمات اسلامیہ" کے نام سے انہوں نے ایک عظیم الشان ادارہ قائم کیا۔ انہوں نے مصر، ترکی، انگلینڈ، روس، چین، تیونس، حجاز مقدس، کویت، عراق، ایران وغیرہ کا دورہ کیا اور ان ممالک سے نظام تعلیم کا بغور معائنہ بھی کیا۔ مولانا نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ انہوں نے 21 جولائی 1970ء کو کراچی میں وفات پائی انہیں جامعہ تعلیمات اسلامیہ کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

خواجہ خیرالدین

تحریک آزادی کے بزرگ رہنما اور پاکستان مسلم لیگ کے مرکزی رہنما خواجہ خیرالدین 1921ء میں ڈھاکہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ساری زندگی مسلم لیگ کے سرگرم کارکن رہے۔ مشرقی پاکستان کی صوبائی اسمبلی میں حزب اختلاف کے رکن رہے۔ 1964ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہونے کے بعد بھی حزب اختلاف میں ہی رہے۔ سابق صدر ایوب خان کے دور حکومت میں 1969ء میں گول میز کانفرنس میں پاکستان مسلم لیگ کونسل کی نمائندگی کی۔

متحدہ پاکستان کے مطالبے کی حمایت پر انہیں 1975ء میں پاکستان آنے

Marfat.com

سے قبل بنگلہ دیش میں گرفتار کر لیا گیا تھا اور تین سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ 1983ء میں تحریک بحالی جمہوریت کے دوران ایم آر ڈی کے سیکرٹری رہے اور سابق صدر ضیاء الحق کے مارشل لاء دور میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ خواجہ خیرالدین پاکستان سے اپنی وابستگی ظاہر کرنے کے لئے بنگلہ دیش سے ہجرت کر کے آئے وہ سچے مسلم لیگی تھے۔ جن کی جمہوریت کے لئے خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں بیوہ، تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ مرحوم کا تعلق ایک سابق گورنر جنرل خواجہ ناظم الدین کے خاندان سے تھا۔

انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز مسلم لیگ سے کیا اور آخر دم تک مسلم لیگی رہے۔ یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے بعض دوسرے مسلم لیگیوں کی طرح اپنا الگ گروپ قائم کر رکھا تھا۔ انہوں نے بڑی فعال اور سرگرم زندگی گزاری ان کا تعلق پاکستان کو متحد رکھنے والے گروپ سے تھا۔ مرحوم نے پاکستان کی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ان کا انتقال 3 اکتوبر 1993ء کو کراچی میں ہوا۔

مولوی ریاض الدین

تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور جناح یونیورسٹی فار ویمن کے بانی مولوی ریاض الدین نے کراچی میں تعلیم کی ترقی اور پھیلاؤ خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم میں بہت اہم رول ادا کیا۔ مرحوم نے کراچی میں کم از کم بیس تعلیمی ادارے قائم کئے۔ ان میں جناح یونیورسٹی فار ویمن، ریاض گرلز کالج، انجمن اسلامیہ سکول اور بہت سے سکول اور لائبریریاں شامل ہیں۔ مرحوم زندگی بھر تعلیمی لگاؤ کی وجہ سے تعلیم کو عام کرنے میں لگے رہے ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں۔ تعلیم کے میدان میں ایک شاندار رول ادا کیا۔ اور آخری وقت تک اپنے مشن میں لگے رہے۔ ان کی ساری زندگی تعلیم کے لئے وقف تھی۔

Marfat.com

تحریک پاکستان کے سرگرم رکن ہونے کے ناطے مولوی ریاض الدین نے قائداعظمؒ کے دل میں ایک خاص جگہ بنائی اور قائداعظمؒ نے خود اپنا نام مولوی ریاض الدین کو تعلیمی اداروں میں استعمال کرنے کی اجازت دی ان کے اداروں میں پڑھنے والے طلباء آج تک بڑے بڑے محکموں میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 100 برس تھی۔ ان کا خاندان پانچ بیٹوں اور دو بیٹیوں پر مشتمل ہے۔ ان کا انتقال 12 اگست 1998ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی ابدی آرام گاہ جناح پولی ٹیکنیک کے احاطہ میں ہے۔

منظر عالم

منظر عالم ولد مولوی عبدالرؤف ایڈووکیٹ تحریک پاکستان مسلم لیگ کے بے لوث مجاہد تھے۔ ان کے والد جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ اسٹوڈنٹس فیڈریشن (1937-38ء) تک رہے ان کی ابدی آرام گاہ بھی پاپوش نگر قبرستان کراچی ایک چار دیواری کے اندر ہے۔ وہ گوالیار کے ایک رئیس خانوادے کے فرد تھے۔ ان کی قبر کا کتبہ ان کا بہترین تعارف ہے۔ منظر عالم ان عہدوں پر فرائض سرانجام دیتے رہے۔ صدر علی گڑھ یونیورسٹی مسلم لیگ 1943-47ء، صدر کل ہند ریاستی مسلم لیگ 1945ء تا 1947ء مرحوم کی تاریخ وفات 8 صفر 1390ھ بمطابق 15 اپریل 1970ء ہے۔ ان کے برادران کے نام کتبے پر درج ہیں۔ مبشر عالم، محمد اکرم، محمد اسلم۔

عبدالباقی خان شیروانی

عبدالباقی خان شیروانی ولد چودھری حفیظ اللہ خان مرحوم۔ آپ کی تاریخ پیدائش 5 مئی 1887ء قصبہ بھوری ضلع ایٹہ یوپی ... مسلم لیگ (آل انڈیا)

Marfat.com

ممبر کونسل پاکستان مسلم لیگ تاریخ وفات 12 جولائی 1979ء ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ بھی پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے منظر عالم کی قبر سے صرف تین میٹر کے فاصلے پر ایک احاطہ چار دیواری میں ہے۔ان کے مرقد پر مسلم لیگ کا جھنڈا بنا ہوا ہے۔جس پر تحریک پاکستان مسلم لیگ کے بے لوث مخلص رہنما سماجی اور ثقافتی شخصیت تحریر ہے۔

علی احمد فیض

پی ای سی ایچ سوسائٹی قبرستان طارق روڈ مین گیٹ سے داخل ہوں تو فوری دائیں جانب ایک چھوٹا سا احاطہ چار دیواری میں علی احمد فیض مدفون ہیں۔ یہ ستمبر 1923ء کو پیدا ہوئے اور اُن کا 22 اکتوبر 2002ء شب برأت کی رات انتقال ہوا۔ (ایم ایس سی، ایل ایل بی (علیگ) تمغہ امتیاز یہ قائداعظم وشہید ملت کے ساتھی تھے۔اور انہوں نے آزادی کی تحریک میں بڑھ کر حصہ لیا۔

سید علی کوثر

تحریک پاکستان کے بزرگ رہنما سید علی کوثر مرحوم ولد سید محمد تقی سالار نیشنل گارڈ مسلم لیگ کی تاریخ وفات 26 شعبان 1403ھ بمطابق 9 جون 1983ء ہے۔ مرحوم نے تحریک پاکستان کی موومنٹ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ان کی رہائش عباس مارکیٹ لیاقت آباد کراچی میں تھی۔ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔مرقد پختہ اور سبز رنگ کا ہے۔

محمد سلیمان خان

تحریک پاکستان کے معمر کارکن محمد سلیمان خان کی تاریخ وفات 16 اپریل 2009ء ہے۔وفات کے وقت ان کی عمر سو سال تھی۔انہیں بابائے قوم حضرت قائد

Marfat.com

اعظمؒ، قائد ملت خان لیاقت علی خان کی قیادت میں کام کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ تحریک پاکستان میں ان کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ ان کا انتقال کراچی میں ہوا۔ پاکستان کے استحکام اور ترقی کے لئے دن رات کوشاں رہے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی خدمت انسانیت میں گزار دی۔ وہ پاکستان کے عوام کو خوشحال اور ترقی کرتے دیکھنا چاہتے تھے۔

عبدالقیوم خان

تحریک پاکستان کے نامور کارکن اور سابق ایڈمنسٹریٹر کراچی عبدالقیوم خان 93 برس کی عمر میں 31 جنوری 2010ء کو کراچی میں انتقال کر گئے ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران قائداعظم محمد علی جناح نے ان کو بہترین مقرر کا خطاب بھی دیا تھا۔ مرحوم کی تحریک پاکستان میں خدمات کبھی فراموش نہیں کی جائیں گی۔ انہوں نے ہمیشہ پاکستان کی ترقی وخوشحالی کے لئے بڑھ چڑھ کر کام کیا۔ ان کا شمار قائداعظمؒ کے بااعتماد ساتھیوں میں ہوتا تھا۔

☆

Marfat.com

شہداءِ
وطن

Marfat.com

پائلٹ آفیسر راشد منہاس شہید (نشانِ حیدر)

پاکستان مسلح افواج کی تاریخ قوم کے ان سپوتوں کے لازوال کارناموں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے اسلام اور پاکستان کی سربلندی کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا۔ وطن عزیز کی ناموس پر قربان ہونے والے انہی سپوتوں میں سے ایک کا نام راشد منہاس ہے۔ راشد منہاس پاکستان کی فضائی فوج کے سب سے کم عمر پائلٹ آفیسر تھے۔ جنہیں بہادری کی لازوال داستان رقم کرنے پر سب سے بڑا فوجی اعزاز ''نشان حیدر'' دیا گیا۔

راشد منہاس شہید 17 فروری 1951ء میں کراچی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے مراحل کراچی میں طے کئے۔ 1968ء میں سینٹ پیٹرک سکول کراچی سے سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کیا۔ راشد منہاس کا تعلق راجپوت برداری کی گوت منہاس سے تھا۔ ان کے خاندان کے اکثر افراد پاکستان کی بری، بحری اور فضائی افواج میں اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے۔ خود راشد منہاس اپنے ماموں ونگ کمانڈر سعید سے بہت ہی متاثر تھے۔ راشد منہاس بچپن ہی سے بہادر، حب الوطنی اور سپاہیانہ جذبات سے بھرپور تھے۔ ان کی زندگی کی زیادہ تر تفصیلات ان کی ذاتی ڈائری سے ملتی ہیں۔ وہ فوجی زندگی کو اپنا آئیڈیل سمجھتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے پاکستان فضائیہ میں آنے کا فیصلہ کیا۔

17 برس کی عمر میں فضائیہ میں آئے۔ ابتدائی فضائی تعلیم کوہاٹ اور ایئر فورس اکیڈمی رسالپور سے حاصل کی۔ فروری 1971ء میں انہوں نے پشاور یونیورسٹی سے ایئر فورس ایجوکیشن ملٹری، انگریزی، انگلش، ریاضی، جہاز سازی، ہوابازی جیسے مضامین میں بی ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ مزید فضائی تربیت حاصل کرنے کے لئے راشد منہاس کراچی آ گئے۔ اگست 1971ء میں وہ پائلٹ آفیسر بن گئے۔ 20 اگست

Marfat.com

1971ء کو پائلٹ آفیسر راشد منہاس کی تیسری تنہا فضائی پرواز تھی۔ راشد منہاس اپنے طیارے کو اُڑانے کے لئے ٹیک کر رہے تھے کہ فلائٹ سینئر آفیسر مطیع الرحمٰن خطرے کا سنگل دے کر فوراً جہاز کے کاک پٹ میں داخل ہو گیا۔ تنہا پرواز میں فلائٹ انسٹرکٹر کا داخل ہونا ممنوع ہوتا ہے۔ اور یہ اس کی ڈیوٹی بھی نہیں تھی۔ تاہم مطیع الرحمٰن نے غداری کے لئے یہ سارا منصوبہ ترتیب دیا۔ مطیع الرحمٰن نے راشد منہاس کو کلوروفارم جیسی کوئی دوائی سنگھا کر بے ہوش کر دیا۔ اور خود طیارے کا کنٹرول سنبھال لیا۔ مطیع الرحمٰن نے طیارے کا کنٹرول سنبھالتے ہی ایک پیغام میں اپنے دوست کو کہا کہ وہ طیارے کو جے پور لے جا رہا ہے۔ لہٰذا اس کی بیوی بچوں کو بھارتی ہائی کمیشن میں پہنچا دے۔

اسی دوران راشد منہاس، ہوش میں آ گئے انہیں صورتحال سمجھنے میں کوئی دیر نہ لگی جونہی انہیں پتہ چلا کہ ان کا جہاز اغوا ہو رہا ہے تو انہوں نے آخری فیصلہ کر لیا کہ چاہے جان چلی جائے لیکن طیارہ دشمن ملک نہیں جائے گا۔ راشد منہاس نے ماڑی پور ایئر کنٹرول کو پیغام بھیجا کہ میرے طیارے کو اغواء کیا جا رہا ہے انہیں وہاں سے ہدایت ملی کہ طیارے کو اغواء نہیں ہونے دینا۔ طیارے میں پیراشوٹ سمیت دیگر سامان موجود تھا۔ اگر راشد منہاس چاہتے تو اپنی جان بچا سکتے تھے۔ تاہم انہوں نے جہاز کا کنٹرول سنبھالتے ہی اسے زمین کی طرف موڑ دیا۔ پانچ چھ منٹ کی کشمکش کے بعد طیارہ زمین سے ٹکرا گیا۔ جہاں راشد منہاس کا طیارہ زمین پر گر کر تباہ ہوا تھا وہاں سے بھارتی سرحد صرف 23 میل دور تھی۔ فضائیہ کے کمیشن پائلٹ نے جان دے دی لیکن طیارہ اغوا نہ ہونے دیا۔ اسی حادثے میں راشد منہاس شہید اور مطیع الرحمٰن ہلاک ہو گیا۔ تاہم راشد منہاس کے حصے میں رتبہ شہادت آیا اور مطیع الرحمٰن کے حصے غداری کا ابدی کلنک اور سیاہ بختی آئی۔ راشد منہاس کی آخری آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی عقبی دیوار کے ساتھ ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

کراچی میں مدفون شہیدانِ وطن

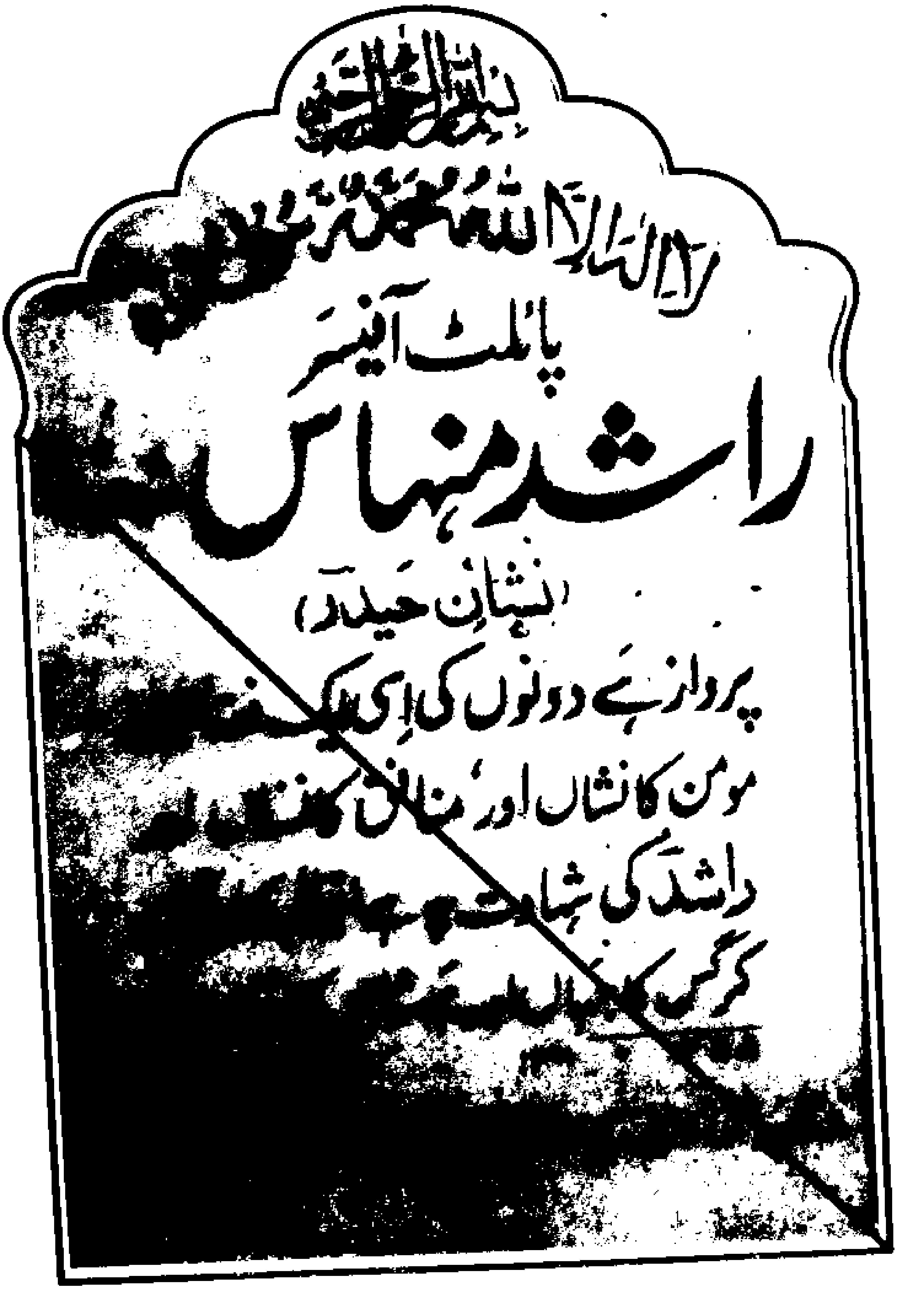

Marfat.com

مرقد سنگ مرمر سے مزین ہے۔اوپر لینٹر والی چھت ہے۔

ے شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

غازی عبدالقیوم شہید

ناموس رسالت ﷺ کے لئے شمع رسالت کے پروانوں کی فہرست میں ایک نام غازی عبدالقیوم شہید کا بھی ہے۔غازی علم الدین شہید نے لاہور میں راجپال کو اور غازی عبدالقیوم شہید نے کراچی میں نتھو رام کو جہنم واصل کیا اور ہنسی خوشی پھانسی قبول کی۔

1934ء میں سندھ بمبئی ریذیڈنس کا ایک حصہ تھا اور بمبئے کا گورنر یہاں بھی حکمران تھا۔یہاں کے مسلمان تعلیمی لحاظ سے پسماندہ اور غریب تھے۔پنجاب یا سرحد سے چند مسلمان گھرانے نقل مکانی کر کے یہاں آ گئے تھے۔ان میں سے ایک مسلمان غازی عبدالقیوم شہید تھے۔جو ہزارہ ضلع کے ایک گاؤں تربیلا کے باسی تھے۔1934ء کے ماہ ستمبر میں ایک مسجد میں خطبے کے دوران انہوں نے سنا کہ کسی ہندو نتھو رام نے حیدر آباد میں ایک کتاب شائع کرائی ہے۔جس میں سرور کائنات حضور ﷺ کی شان میں (نعوذ باللہ) گستاخی کی گئی ہے۔مسلمانوں میں اشتعال پیدا ہونے کے ڈر سے کتاب ضبط کرنے کے سرکاری احکامات جاری کر دیئے گئے۔اور چند مسلمانوں کی پٹیشن پر نتھو رام کے خلاف مقدمہ درج کر دیا گیا۔

حیدر آباد کی عدالت نے ایک سال قید اور ہزار روپے جرمانے کی سزا سنائی۔ غازی عبدالقیوم شہید نے یہ سنا کہ نتھو رام کی اپیل کراچی کی عدالت میں پیش ہوگی۔اسی کورٹ نے اسے چند دن پہلے ضمانت پر رہا کر دیا تھا۔انہوں نے کئی مسلمان افراد سے سنا کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی ناقابل معافی ہے۔اسے ضمانت پر رہا کیوں کیا گیا۔غازی عبدالقیوم شہید یہ سن کر رات بھر بے چین رہے۔انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ

Marfat.com

شہدائے اسلامی جمعیت طلباء کراچی

(1981ءتا2005)

نمبر شمار	نام شہید	تاریخ شہادت	مقام
1	حافظ محمد اسلم شہیدؒ	26فروری 1981ء	جامعہ کراچی
2	دانش غنی شہیدؒ	16دسمبر 1981ء	جامعہ کراچی
3	محمد علی شہیدؒ	28فروری1985	جامعہ کراچی
4	ڈاکٹر شہاب احمد شہیدؒ	11فروری1986	سندھ میڈیکل کالج
5	عامر سعید شہیدؒ	30اگست1988ء	گلشن اقبال، کراچی
6	شوکت علی قریشی شہیدؒ	11اپریل1989ء	جی سی ٹی
7	نذر حسین شہیدؒ	21ستمبر 1989ء	ایس ایم سائنس کالج
8	شکیل الدین شیخ شہیدؒ	4ستمبر 1990ء	سراج الدولہ کالج
9	عامر عباس شہیدؒ	23فروری1991ء	جی سی ٹی
10	سید سعد بن صلاح شہیدؒ	23فروری1991ء	جی سی ٹی
11	فیصل بن نجم شہیدؒ	24فروری1991ء	کریم آباد
12	عظمت اللہ شریف شہید	26فروری1991ء	کریم آباد
13	نعمان الدین صدیقی شہیدؒ	ر پ ل 1991ء	گلشن اقبال، کراچی
14	علیم الدین قریشی شہیدؒ	یم [illegible] 199ء	گلشن اقبال، کراچی
15	احسان انصاری شہیدؒ	5اگست 1[illegible]ء	ملیر

Marfat.com

ایسے ملعون کو جہنم رسید کرنا فرض بنتا ہے لہٰذا جونا مارکیٹ سے ایک گراری والا چاقو خریدا اور اپنے نیفے میں ڈال کر عدالت آ گئے انہوں نے پہرے پر ایک سپاہی سے پوچھا کہ نتھو رام کون ہے۔ پھر کچھ دیر بعد موقع پا کر چاقو نتھو رام کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ دوسرا وار اس کی گردن پر کیا۔ اپنا فرض ادا کر کے وہ آرام سے کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور اپنا چاقو ایک پولیس افسر کو دے دیا انگریز جج کے پوچھنے پر انہوں نے کہا کہ تمہارے پیچھے تمہارے بادشاہ جارج پنجم کی تصویر لگی ہے اگر کوئی اس کو گالی دے تو تم کیا کرو گے۔ ہم اس کو سخت ترین سزا دیں گے جج نے کہا۔ انہوں نے کہا کہ چھوٹے سے ملک کے بادشاہ کو گالی دینے کی اتنی سخت سزا اور جو معلون ہمارے آقائے دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی شان میں گستاخی کرے میں اسے کیسے چھوڑ دیتا؟

انگریز جج کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا۔ غازی عبدالقیوم شہید کو 19 مارچ 1935ء کو فجر کے وقت پھانسی دی گئی۔ ان کا مقدمہ مشہور مسلمان بیرسٹر لڑ رہے تھے۔ انہوں نے غازی عبدالقیوم شہید سے کہا کہ وہ صرف اتنا کہہ دیں کہ ان کا ارادہ نتھو رام کو قتل کرنے کا نہیں تھا۔ لیکن نتھو رام کو دیکھ کر جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس ملعون کو قتل کر کے شہادت خرید لوں گا۔ اللہ کا شکر ہے اس نے میرے مقدر میں شہادت لکھ دی۔ غازی عبدالقیوم شہید کا مزار میوہ شاہ کے مزار کے قدموں میں قبروں کی دو قطاروں کے بعد موجود ہے۔ ہر سال ان کی برسی بڑے جوش و خروش کے ساتھ منائی جاتی ہے۔

............☆............

Marfat.com

شہدائے اسلامی جمعیت طلباء کراچی

(1981ءتا2005)

نمبر شمار	نام شہید	تاریخ شہادت	مقام
1	حافظ محمد اسلم شہیدؒ	26 فروری 1981ء	جامعہ کراچی
2	دانش غنی شہیدؒ	16 دسمبر 1981ء	جامعہ کراچی
3	محمد علی شہیدؒ	28 فروری 1985	جامعہ کراچی
4	ڈاکٹر شہاب احمد شہیدؒ	11 فروری 1986	سندھ میڈیکل کالج
5	عامر سعید شہیدؒ	30 اگست 1988ء	گلشن اقبال، کراچی
6	شوکت علی قریشی شہیدؒ	11 اپریل 1989ء	جی سی ٹی
7	نذر حسین شہیدؒ	21 ستمبر 1989ء	ایس ایم سائنس کالج
8	شکیل الدین شیخ شہیدؒ	4 ستمبر 1990ء	سراج الدولہ کالج
9	عامر عباس شہیدؒ	23 فروری 1991ء	جی سی ٹی
10	سید سعد بن صلاح شہیدؒ	23 فروری 1991ء	جی سی ٹی
11	فیصل بن نجم شہیدؒ	24 فروری 1991ء	کریم آباد
12	عظمت اللہ شریف شہید	26 فروری 1991ء	کریم آباد
13	نعمان الدین صدیقی شہیدؒ	[illegible] ل 1991ء	گلشن اقبال، کراچی
14	علیم الدین قریشی شہیدؒ	[illegible] 199[illegible]ء	گلشن اقبال، کراچی
15	احسان انصاری شہیدؒ	5 اگست 1[illegible]ء	ملیر

Marfat.com

16	شفقت حسین شہیدؒ	14 فروری 1993ء	نارتھ کراچی
17	عمیر احمد خان شہیدؒ	20 جولائی 1995ء	سیفی پولی ٹیکنیک
18	سعد بن ضیاء شہیدؒ	17 اگست 1995ء	ناظم آباد
19	غیور انور شہیدؒ	17 اگست 1995ء	ناظم آباد
20	سید محمد خضر راشد شہیدؒ	29 جون 1998ء	مرکز جمعیت کراچی
21	ڈاکٹر سید جاوید ناظم شہیدؒ	24 مئی 2000ء	مائی کلاچی روڈ
22	شاہد عزیز شہیدؒ	17 جنوری 2004ء	کامرس کالج
23	حافظ عبدالرحمٰن شہیدؒ	12 مئی 2004ء	غریب آباد
24	فرحان آصف شہیدؒ	19 اپریل 2005ء	جناح کالونی

نظریۂ پاکستان کے تحفظ کی خاطر شہدائے کراچی اسلامی جمعیت طلباء کے جن مضمون نگاروں کی تحریروں سے اقتباسات کی صورت میں استفادہ کیا گیا ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

قمر عثمان (سابق ناظم کراچی)، رابطہ تبسم (طالبہ جامعہ کراچی) ڈاکٹر افتخار برنی (سابق رفیق جمعیت) ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی (سابق ناظم کراچی) اوصاف احمد صدیقی (سابق رکن جمعیت) سہیل رانا (سابق ناظم ایس۔ ایم سائنس کالج) مرزا محمد الیاس (سابق ایڈیٹر ماہنامہ ہمقدم) کاشف حفیظ صدیقی (سابق رکن جمعیت) محمد سفیر، مبشر حیات، عابد سومرو (سابق اراکین جمعیت) عرفان الظفر (ماموں) فیصل مراد، سلمان علی (سابق اراکین جمعیت) حمیر احمد (سابق ناظم دینی کالج) حمیرا قریشی، فاروق عادل، سلیمان احمد انصاری، اظہر اقبال حسن انتصار احمد خان غور (سابق رفیق

Marfat.com

جمعیت) صداقت حسین صدیقی شعیب احمد (سابق معتمد کراچی) عامر خان، جنید بن ضیاء، سید عامر اشرف (سابق معتمد کراچی) زوہیب انور (سابق رفیق جمعیت) معروف بن رؤف (سابق رکن جمعیت) محمد نوید انور (سابق ناظم کراچی) فیصل مراد، ڈاکٹر فرخ جمیل جعفری (سابق رکن کراچی شوریٰ) سید عبدالرشید (ناظم کراچی) عبدالستار، محمد عابد، یسین، عبدالرحمٰن شجاعت، واصف غفار (رکن جمعیت)، آصف محمود (والد) سید نعمان احمد (سابق مرکزی شوریٰ) حامد الرحمٰن (رکن جمعیت)

حافظ محمد اسلم شہید

حافظ محمد اسلم شہید ولد زین العابدین 5 اگست 1955ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے گورنمنٹ نیشنل کالج، اُردو سائنس کالج، جامعہ کراچی (ایم ایس سی شعبہ کیمیا) میں تعلیم حاصل کی۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 26 برس تھی۔ ان کی تاریخ شہادت 26 فروری 1981ء ہے۔ حافظ محمد اسلم اپنی ڈگری لینے جامعہ کراچی گئے۔ تقریباً 12 بجے دن ایک کار، جامعہ کراچی میں جمعیت کے کارکنوں کے پاس آ کر رکی۔ اس کار میں دو شخص سوار ایک گاڑی سے نیچے اُترا۔ اس نے گن اپنے ہاتھوں میں لی اور ساتھ ہی جمعیت کے کارکن کو گالیاں دینا شروع کیں اور اگلے ہی لمحے اپنے خود کار گن کا ایک بھرپور برسٹ مارا دوبارہ برسٹ بھاگتے ہوئے لوگوں کے قدموں میں مارا۔ جس کے نتیجے میں متعدد طلباء زخمی ہو کر نیچے گر پڑے۔ پھر ایک دستی بم ایڈمنسٹریشن بلڈنگ کی راہداری میں پھینکا، اگلا برسٹ آرٹس لابی میں کھڑے حافظ محمد اسلم پر فائر کیا۔ گولیاں حافظ محمد اسلم کے سر کو چیرتی ہوئیں نکل گئیں یوں کراچی جمعیت کے پہلے شہید ہونے کا

Marfat.com

اعزاز حافظ محمد اسلم کو ملا۔

دانش غنی شہید

دانش غنی کراچی میں پیدا ہوئے۔ جامعہ کراچی (شعبہ ارضیات) سے تعلیم حاصل کی ان کی تاریخ شہادت 26 دسمبر 1981ء ہے۔ وہ تین ہفتے تک موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد 26 دسمبر 1981ء کو شہادت سے سرفراز ہوئے۔

خاک میں مل جائے جب میری ہستی کا نشان
تازہ ہو گا اعتبار زیست اس تصویر سے

ذرا پیچھے دیکھیں تو اپنے خون میں نہائے حافظ محمد اسلم شہید نظر آرہے ہیں اور پھر دانش غنی شہید ہم سے رخصت ہو گئے۔ دانش غنی شہید زندہ تھا تو ایک خوبرو غیرت مند اور حساس نوجوان تھا۔ لیکن شہادت کے انعام سے سرفراز ہو کر وہ ایک زندہ و بیدار جذبہ اور احساس بن گیا ہے۔

محمد علی شہید

محمد علی شہید کراچی میں پیدا ہوئے۔ اور سائنس کالج سے (ایم ایس سی جغرافیہ) کی تعلیم حاصل کی۔ ان کی تاریخ شہادت جامعہ کراچی 28 فروری 1985ء ہے۔

28 فروری 1985ء کا دن بھی ایسا ہی ایک المناک دن تھا۔ محمد علی جامعہ پہنچ کر اپنی ہمشیرہ کا ایڈمٹ کارڈ لینے سے قبل جمعیت کے ساتھیوں سے سلام دُعا کرنے میں مصروف تھے کہ ہاسٹل کی طرف آنے والی ایک نیلے رنگ کی کار میں بیٹھے غنڈوں نے جمعیت کے کارکنوں کو ہدف بنا کر کلاشنکوف کا ایک برسٹ مارا۔ تین گولیاں سامنے کھڑے ہوئے محمد علی کے سینے پر لگیں اور انہوں نے مادر علمی کی سرزمین کو اپنے خون سے سیراب کر دیا۔ اور جام شہادت نوش کر گئے۔

Marfat.com

ڈاکٹر شہاب احمد شہید

ڈاکٹر شہاب احمد جون 1962ء میں بحرین میں پیدا ہوئے۔ گورنمنٹ سکول طارق روڈ، نیشنل کالج سندھ میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل کی۔ ان کی تاریخ شہادت سندھ میڈیکل کالج میں 11 فروری 1986ء ہے۔ ڈاکٹر شہاب احمد نے پی ای سی ایچ ایس کے ایک سکول سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اُردو سکول بحرین میں آٹھویں تک زیر تعلیم رہے اس تمام عرصے میں انہوں نے فرسٹ ڈویژن حاصل کی۔ پھر گورنمنٹ بوائز سیکنڈری سکول طارق روڈ سے دسویں جماعت فرسٹ ڈویژن سے پاس کی۔ نیشنل کالج سے امتیازی نمبروں سے ایف ایس سی پاس کیا۔ بعد ازاں سندھ میڈیکل کالج میں داخلہ لیا اور وہاں بھی شاندار تعلیمی ریکارڈ قائم رکھا۔ 13 جنوری 1986ء دوپہر کے وقت ہمیں اطلاع ملی کہ کچھ غنڈوں نے کالج میں موجود جمعیت کے کچھ کارکنان کو تشدد کا نشانہ بنایا ہے اور اب یہ کارکنان شدید زخمی حالت میں جناح ہسپتال میں موجود ہیں۔ کچھ ہی دیر میں وہاں کالج اور شہر بھر سے جمعیت کے ساتھی جمع ہو گئے ان میں شہاب احمد بھی شامل تھے۔ جن کے سال چہارم (ایم بی بی ایس) کے امتحانات شروع ہونے والے تھے۔ یہ خبر سن کر شہاب احمد سے رہا نہ گیا۔ ہسپتال پہنچ گئے رات کو ہم واپس گھر آ رہے تھے کہ راستے میں نامعلوم غنڈوں نے ہم پر فائرنگ شروع کر دی جو کار میں سوار تھے۔ ان کے جاتے ہی میں نے اور رضوان نے شہاب بھائی کو آواز دی۔ لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ ان کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ انہیں ہسپتال لے گئے۔ سر کے دو اپریشن ہوئے گولیاں دماغ میں داخل ہو چکی تھیں۔ بالآخر 11 فروری کو اس جنگ میں شہادت نے دنیاوی زندگی پر فتح حاصل کر لی۔

Marfat.com

عامر سعید شہید

عامر سعید ولد ابو سعید 22 نومبر 1965ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ شہادت 30 اگست 1988ء علاقہ گلشن اقبال ہے۔ عامر سعید شہید کے والدین کی خواہش یہ رہی کہ ان کے گھر پلنے والا یہ نونہال ملک کے دفاع اور نظریات کے تحفظ کی فکر لئے معاشرے میں ایک باوقار فرد کی حیثیت سے جانا پہچانا جائے یہی وہ سوچ تھی۔ جس نے عامر سعید شہید کی پرورش میں بہترین کردار ادا کیا۔ عامر سعید کے والدین کا تحریک سے تعلق، عامر سعید کو اسلامی جمعیت طلباء کا متحرک کارکن بنانے میں معاون ثابت ہوا۔

اسلامی جمعیت طلباء سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف تنظیمی ذمہ داریاں ادا کیں اور اسلامی جمعیت طلباء کے رکن کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ اسی حلف کی پاسداری کرتے ہوئے 30 اگست 1988ء کو داؤد انجینئرنگ کالج سے امان اللہ عباسی (رکن مقامی شوریٰ کراچی) کے ساتھ موٹر سائیکل پر گھر جاتے ہوئے حسن اسکوئر پر نامعلوم مسلح غنڈوں نے اغوا کرلیا۔ جس کی اطلاع مقامی پولیس اسٹیشن کو دی گئی۔ تقریباً 2 گھنٹے کے بعد تھانے کے SHO نے اطلاع دی کہ عامر سعید کی لاش سفاری پارک کے پیچھے سے مل گئی ہے۔ دہشت گردوں نے عامر سعید شہید کے سینے پر سات گولیاں ماریں تھیں۔ جس کے باعث وہ شہادت کے درجے پر فائز ہوئے۔ عامر سعید شہید دو بھائی تھے۔ ایک شہید ہو گیا دوسرا بھائی یادوں کو سینے میں چھپائے اپنے آنسوؤں سے یادوں کے چراغ روشن رکھے ہوئے ہے۔

شوکت علی قریشی شہید

شوکت علی قریشی ولد شفیع محمد لاہور گلبرگ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے

Marfat.com

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی کراچی سے تعلیم حاصل کی اور ان کی تاریخ شہادت 11 اپریل 1989ء ہے۔ گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، کراچی میں 1986ء میں داخلہ لینے والے نوجوان شوکت علی کے والد پھلوں کا کاروبار کرتے ہیں جبکہ بڑے بھائیوں کا تعلق فوج سے ہے۔ یہ نوجوان اپنے گھر سے بہت دور دیگر نوجوانوں کی طرح مستقبل کے خواب آنکھوں میں سجائے کالج کی دہلیز پر داخل ہوا۔ درمیانی قامت اور سنت نبوی ﷺ سے حسین چہرے والے یہ سنجیدہ و بردبار نوجوان دین کی تڑپ دل میں لئے چند ہی مہینوں بعد جمعیت میں داخل ہوا۔ کالج میں ہنگامہ ہوا۔ اس میں شوکت علی قریشی کو گولی لگی۔ وہ زخمی حالت میں باتیں کرتے کرتے دوستوں سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے۔ فجر کے وقت انہیں غسل دیا گیا۔ ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور پھر ان کی میت کراچی سے لاہور کلبہ لے جائی گئی۔ ان کی خواہش کے مطابق ان کے دادا کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کے بھائیوں کے بقول ہماری زندگی فوج میں گزر گئی۔ لیکن شہادت نصیب نہ ہوئی۔ یہ اتنی چھوٹی عمر میں ہم سے بازی لے گیا۔ یہ حقیقت ہے ؎

شہید کی جو موت ہے   وہ قوم کی حیات ہے

نذر حسین شہید

نذر حسین شہید ولد مہربان خان راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والدین راولپنڈی کے قریب ایک گاؤں کے رہنے والے وضعدار لوگ ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ نذر حسین شہید کی عمر کراچی میں گزری۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد انہوں نے میٹرک ایرانیہ مدرسہ اسکول سے کیا تھا اور شہادت کے وقت ایس ایم سائنس کالج میں سال اول کے طالب علم تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر بہت کم تھی۔ ان کی تاریخ

Marfat.com

شہادت 21 ستمبر 1989ء ہے۔

عینی شاہدوں کے مطابق شراڈ میں 3 اور موٹر سائیکل پر ایک نوجوان سوار تھا۔ جس نے اترتے ہی نذر حسین اور اس کے ساتھیوں سے تلخ کلامی کی اور ساتھ ہی کلاشنکوف سے اندھا دھند فائرنگ شروع کردی۔ جس سے نذر حسین، فضل جنید اور حلیم فروش محمد ارشاد شدید زخمی ہو گئے۔ 17 سالہ نذر حسین نے موقع پر ہی دم توڑ دیا۔ جبکہ تینوں کو شدید زخمی حالت میں سول ہسپتال پہنچایا گیا۔ پولیس کے مطابق ملزمان نے مذکورہ کاروارادات سے کچھ دیر قبل بزنس روڈ پر ایک شخص سے چھینی تھی اور مزاحمت کرنے پر اسے بھی زخمی کردیا تھا۔

اہم ترین بات یہ ہے کہ ان سب حملوں کی ایف آئی آر متعلقہ تھانوں میں درج کرائی گئی اور مجرموں کے نام اور پتے تک واضح طور پر لکھوائے گئے۔ مگر اس کے باوجود تمام مجرم آزادانہ طور پر شہر میں مع اسلحہ گھومتے رہے۔

شکیل الدین شیخ شہید

شکیل الدین شیخ ولد ضیاء الدین 22 اکتوبر 1966ء کو کراچی میں پیدا ہوئے سراج الدولہ کالج میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

شکیل شہید اپنے گھر کے بڑے تھے۔ اس احساس ذمہ داری نے ان کو سنجیدہ اور محنتی بنا دیا تھا۔ انہوں نے جرمن زبان کا کورس بھی کیا تھا۔ اور اب بیرون ملک جانے والے تھے۔ اس مقصد کے لئے وہ 4 ستمبر 1990ء کو سراج الدولہ کالج کچھ کاغذات کی تصدیق کے لئے گئے تھے۔ جہاں مہاجر اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے غنڈہ عناصر نے ان کو اغواء کر کے شدید تشدد کا نشانہ بناتے ہوئے بالآخر شہید کر دیا۔ ظالموں نے ان کی لاش پہلے کالج کے عقب میں پھینکی اور بعد میں ان کی زخموں سے بجی لاش کو عباسی شہید ہسپتال

Marfat.com

میں رکھوادیا۔ 5 یا 6 ستمبر کو کراچی کے اخبارات میں ایک مختصر سی خبر چھپی کہ سراج الدولہ کالج کے عقب میں جھاڑیوں سے ایک لاوارث پٹھان کی لاش ملی ہے۔

ان کے گھر والے جگہ جگہ تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے۔ مگر کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ یہ تلاش تین دن تک جاری رہی۔ بڑی مشکل سے محلے ہی کے لوگوں نے عباسی شہید ہسپتال سے شکیل الدین شیخ کی لاش دریافت کی۔

عامر عباس شہید

عامر عباس شہید راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ میٹرک کے بعد حشمت علی اسلامیہ کالج راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ پھر گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی کراچی میں داخلہ لیا۔ یہاں وہ عزیمت کی راہ کے رفیق بن گئے۔ اب ان کے اندر احساس ذمہ داری زیادہ تھا۔ اب ان کا مقصد اللہ کے دین کی سرفرازی اور اقامت تھا۔ جب وہ یہ کام کر رہے تھے تو گروہ ابلیس ان کے تعاقب میں لگ جاتا تھا جوان کو اور ان کے انقلابی اور نظریاتی والدین کو طاقت کے بل بوتے پر پریشان کرتا تھا۔ ان پر حملوں کا سلسلہ شروع کر دیا گیا مگر اللہ کو ابھی ان سے کام لینا تھا اس لئے دشمن ہر بار ناکام ہوتے۔ طویل مدت کے بعد وہ ایک بار پھر راولپنڈی واپس لوٹے۔

کچھ عرصہ بعد وہ ماں، بہن، بھائیوں اور عزیز و اقارب سے ملنے کے بعد واپس کراچی چلے آئے ادھر ان کے تعاقب میں لگے کالے ناگ اپنا پھن پھیلائے انتظار میں تھے۔ وہ موقع کی تلاش میں تھے۔ ایک دھماکہ ہوتا ہے کالے ناگ انسان دوستی کا نقاب اوڑھے ہاتھوں میں انسانیت کش ہتھیار اٹھائے آگے بڑھتے ہیں اور اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتے ہیں فائر ہوا گولی سعد بن صلاح کے جسم میں داخل ہو جاتی ہے اور ان کا گرم اور انقلاب آفرین لہو بہنے لگتا ہے۔ ان کے رفیق کار عامر عباس آگے بڑھتے

Marfat.com

ہیں وہ اس چیز سے بے نیاز ہیں کہ جان سے گزر جائیں گے کیونکہ وہ تاریخ کا رخ موڑنا اور انسانیت کو اسلامی انقلاب کی نوید سنانا چاہتے ہیں وہ ناگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہیں۔ ناگ ان پر بھی جھپٹتے ہیں کیونکہ وہ آج ان کو ختم کرنے کا پختہ ارادہ کر کے آئے ہیں اور فائر ہوا عامر عباس کا سینہ بھی گرم لہو سے رنگین ہوا۔ ان کی شہادت گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی کراچی 23 فروری 1991ء کو ہوئی۔

سید سعد بن صلاح شہید

سید سعد بن صلاح شہید ولد سید صلاح الدین 19 ستمبر 1970ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ کراچی اکیڈمی اسکول عزیز آباد، نیشنل کالج، گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی تاریخ شہادت 23 فروری 1991ء بمقام گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی کراچی ہے۔ بقول ان کے والد گرامی کے میں 19 ستمبر 1947ء کو ہجرت کر کے لاہور پہنچا تھا۔ راستے میں ٹرین پر حملہ کیا گیا ڈیڑھ ہزار افراد شہید ہوئے۔ لاہور کے والٹن کیمپ میں ہمارا قیام تھا۔ بعد ازاں ہم کراچی آ گئے۔ اس وقت سے یہیں قیام پذیر ہیں۔ میرے سات بچے ہیں۔ چار بیٹیاں اور تین بیٹے سعید شہید سب سے چھوٹا تھا۔ 1970ء میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم اسی بستی کے عام سے سکول میں حاصل کی۔ بعد ازاں کالج میں داخلہ لیا۔ جمعیت سے وابستگی اور تحریکی دلچسپیاں دیکھ کر میں نے ہمیشہ اس کی حوصلہ افزائی کی۔

شہادت کے وقت تک گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی میں انتہائی خطرناک حالات میں بھی جمعیت کے کام کے ذریعے دین کی دعوت دیتے رہے۔ 23 فروری 1991ء کو یہ واقعہ گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی میں پیش آیا۔ جہاں دہشت گردوں نے پہلے سعد کے دوست عامر عباس کو گولی مار کر شہید کیا۔ جس کو دیکھ کر سعد نے اپنی پوری

Marfat.com

قوت سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ جو سارے کالج میں سنا گیا۔ مگر ساتھ ہی بالکل قریب سے دشمن نے سعد کے سر کو نشانہ بنایا۔ اس بندہ حق نے کلمہ حق کو شہادت زبان اور عمل سے ادا کیا۔ راہ حق سے عشق کا یہ جذبہ اللہ کے فضل سے آج بھی پھل پھول رہا ہے۔

فیصل بن نجم شہید

فیصل بن نجم شہید ولد نجم الاسلام کراچی میں پیدا ہوئے۔ لٹل اسکالر سکول ناظم آباد فارمین کالج ناظم آباد سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی تاریخ شہادت 24 فروری 1991ء کریم آباد ہے۔ ان کے والد کے بقول "1950ء میں ہم لوگ پاکستان آئے ایک یا دو دن لاہور میں رہے پھر کراچی آ گئے شروع میں گوادر میں سکونت اختیار کی۔ میں تقریباً چودہ سال سعودیہ میں رہا ہوں۔ میرے صرف دو ہی بیٹے ہیں ایک فیصل دوسرا عدیل۔ فیصل، عدیل سے بڑا تھا۔ شہادت کے وقت عمر صرف 18 سال تھی"۔

"ابھی ہم اپنے عزیز کے گھر پہنچے ہی تھے کہ ٹیلی فون پر خبر ملی فیصل کو پتہ ہو گیا ہے میں فوراً گھر واپس آیا ابھی گاڑی سے اترا ہی تھا۔ سامنے دو پولیس والے کھڑے تھے انہوں نے کہا کہ آپ اپنے بیٹے کی لاش لے لیں۔ چونکہ میرے ساتھ فیصل کی والدہ بھی تھیں۔ میں نے ان پولیس والوں کو خاموش کروایا۔ جب وہ گھر کے اندر چلی گئیں تو میں نے تفصیلات معلوم کیں اور پھر فوراً ہسپتال چلا گیا۔ مردہ خانے میں فیصل کی لاش پڑی تھی۔ میرا بیٹا پڑھنے میں شروع سے بہتر تھا۔ اس کا اندازہ آپ اس سے لگا سکتے ہیں کہ جب اسے پہلی جماعت میں داخل کروایا گیا تو اسے بیس تک ٹیبل (پہاڑے) یاد تھے۔ ہر کلاس میں اول آتا تھا۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی سے بہت پیار کرتا تھا۔ وہ سب رشتے داروں کے کام بڑی خوشی سے کرتا تھا۔

Marfat.com

عظمت اللہ شریف شہید

عظمت اللہ شریف شہید کراچی میں پیدا ہوئے۔گورنمنٹ جناح کالج میں تعلیم حاصل کی۔ان کی تاریخ شہادت 26 فروری 1991ء کریم آباد ہے۔ان کے والد گرامی بتاتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد پہلے ہم نے بنگلور سے حیدرآباد دکن ہجرت کی اور وہاں سے پاکستان آئے۔شہادت کے وقت عظمت اللہ شریف گیارہویں جماعت کے طالب علم تھے۔24 فروری کو سعد شہید کی نماز جنازہ تھی لوگ کالج میں جمع ہو رہے تھے۔

یہ تمام دوست بس میں سوار ہو گئے۔دو گاڑیاں ان کے پیچھے رک گئیں ہم سمجھے کہ پولیس ہمیں گرفتار کرلے گی۔ڈرائیور نے گاڑی کی رفتار تیز کرلی اچانک انہوں نے فائرنگ شروع کردی۔ہمارے ساتھی بچنے کے لئے گاڑی کے فرش پر لیٹ گئے۔بس کا ٹائر پولیس کی فائرنگ سے پھٹ گیا۔پولیس والوں نے نہتے طلباء پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔جس سے ایک طالب علم فیصل بن نجم اور بس کا بے گناہ ڈرائیور حق کا ساتھ دینے کے جرم میں شہید ہو گئے۔

عظمت اللہ شریف شہید کے پاؤں میں گولی لگی اور گولی اتنے قریب سے ماری گئی کہ ان کی پنڈلی کی ہڈی توڑتی ہوئی باہر نکل گئی۔اسے پرائیویٹ کلینک لے جایا گیا۔ وہاں آپریشن ہوا۔مگر زندگی ہار گئی اور موت جیت گئی۔کیونکہ بارود کا زہر خون میں مل چکا تھا۔

نعمان الدین صدیقی شہید

نعمان الدین صدیقی شہید ولد امین الدین صدیقی کراچی میں پیدا ہوئے گورنمنٹ دہلی کالج، گورنمنٹ ڈی جے کالج سے تعلیم حاصل کی۔ان کی تاریخ شہادت

Marfat.com

اور مقام گلشن اقبال یکم اپریل 1991ء ہے۔شہید کے والد گرامی ہارڈ ویئر کا کاروبار کرتے ہیں۔نعمان بھائی کالج سے فارغ ہونے کے بعد تقریباً روزانہ کاروبار میں اپنے والد صاحب کا ہاتھ بٹاتے تھے۔نعمان کے چار بہن بھائی تھے۔ان سے چھوٹی ان کی ہمشیرہ ہے۔جبکہ چھوٹے عدنان اور لاریب ہیں۔

یہ 31 مارچ اور یکم اپریل 1991ء کی درمیانی شب تھی۔رات کے 3یا4 بجے کا وقت تھا کہ کالج میں جمعیت کے رفیق معظم بھائی میرے گھر آئے اور مجھے ملتے ہی نعمان بھائی اور علیم بھائی کی شہادت کی اطلاع دی۔

ان دونوں طالب علموں کو ان کی گاڑی میں ہی اغوا کیا گیا پھر ان پر تشدد کیا گیا۔ان کے جسموں پر تشدد کے نشانات اس کے گواہ تھے۔گاڑی خون سے لت پت تھی۔اذیت دینے کے بعد انہیں گولیوں کی بوچھاڑ سے ہلاک کیا گیا۔پولیس نے مقدمہ بنایا اور واقعہ کے دس گھنٹے بعد بمشکل لاشیں ورثاء کے حوالے کیں۔ان دونوں شہیدوں پر ڈکیتی کا کیس بنانے کی پوری پوری کوشش کی گئی۔اخبارات میں اسی نوعیت کی خبریں شائع کرائی گئیں۔

علیم الدین قریشی شہید

علیم الدین قریشی شہید ولد عبدالرحمٰن قریشی 12 جنوری 1971ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔کیپری ہنسو اسکول عزیز آباد، گورنمنٹ جناح کالج، گورنمنٹ کامرس کالج سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ان کی تاریخ شہادت و مقام گلشن اقبال یکم اپریل 1991ء ہے شہادت سے دو دن قبل جمعیت میں اپنے ساتھی کی کشمیر میں شہادت پر بہت رشک کر رہے تھے۔مگر ہمیں کیا خبر تھی کہ محض 48 گھنٹوں کی مسافت باقی ہے اور وہ اپنے عزیز دوست نعمان کے ساتھ سفر آخری پر روانہ ہوں گے۔

Marfat.com

یکم اپریل کی شب اسلامی جمعیت طلباء کے دو کارکن علیم الدین قریشی اور نعمان شیراڈ کار D.8081 جو نعمان کی والدہ کی ملکیت ہے۔ جب یہ کار گلشن اقبال بلاک نمبر 7 کے سامنے کھڑی تھی۔ دونوں خون میں لت پت تھے۔ انہیں دشمنوں نے ڈکیتی کی نسبت سے آنے والے سمجھ کر گولیوں کی بوچھاڑ سے شہید کر دیا۔ ان کے والد گرامی یہ استدلال بھی کرتے ہیں کہ ہمارے بچوں پر یہ الزام لگایا جارہا کہ وہ ڈکیتی کی نیت سے گئے تھے یا کسی ایسی سازش کا حصہ تھے جس کا مقصد لسانی فسادات کی آگ بھڑکانا ہے لیکن کیا کوئی ہوش مند فرد یہ یقین کرسکتا ہے کہ تخریبی مقاصد کے لئے ذاتی گاڑی استعمال کی جاتی ہو اور اس کے اندر گاڑی کے کاغذات بھی رکھے جاتے ہوں۔ اس میں ایک بنگلے کا چوکیدار بھی قتل ہوا۔

احسان انصاری شہید

احسان انصاری شہید والد سلیمان احمد انصاری 24 دسمبر 1971ء کو کراچی میں پیدا ہوئے ایس ایم بی سکول، ملیہ ڈگری کالج ملیر سے تعلیم حاصل کی۔ ان کا مقام شہادت کراچی اور تاریخ 5 اگست 1991ء ہے۔

احسان انصاری شہید کے والد بتاتے ہیں ''4 اگست کی رات کو پونے دس بجے کے قریب میرے بڑے بیٹے احسان احمد انصاری کو میرے گھر سے اغواء کیا گیا اور اسی رات انتہائی اذیت ناک تشدد کے بعد شہید کر دیا گیا۔ اس کے جسم پر زخموں کے تقریباً ساڑھے تین سو نشان تھے۔ اس کے سر اور جسم کے دوسرے حصوں پر ڈرل کیے جانے، سلگتے سگریٹ سے جلانے اور چاقو سے لگائے جانے والے زخموں کے نشانات کے علاوہ ساری ہڈیاں پسلیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔ اس کے گردے کچلے گئے اور پھیپھڑے پھٹ گئے تھے۔ رات کے ساڑھے بارہ بجے کے قریب نامعلوم افراد کی طرف سے ایدھی والوں کو

Marfat.com

فون کر کے بتایا گیا کہ وہ ایئر پورٹ پر پڑا ہوا ہے۔ وہ اسے جناح ہسپتال لے گئے۔ لیکن وہاں بھی امداد ملنے سے پہلے وہ اپنے خالق حقیقی سے جاملا۔ میں اور میری اہلیہ بحری جہاز سے حج پر گئے ہوئے تھے۔ ہمارا جہاز 5 اگست کو آنے والا تھا۔ موسم کی خرابی کی وجہ سے دو دن کی تاخیر ہوگئی اور ہم 7 اگست 1991ء کو کراچی پہنچے۔ جب ہمیں یہ اطلاع ملی تو مجھ پر اور میری بیوی پر جو گزری اس کا اندازہ وہی لوگ لگا سکتے ہیں۔ جن کی اپنی اولاد ہو۔ میرا بیٹا پچھلے تین سال سے متواتر اعتکاف میں بیٹھتا رہا تھا۔ نمازی اور پرہیز گار تھا اس کے قاتل کون ہیں۔ اسے کیوں قتل کیا گیا۔ اس نے کسی کا کیا بگاڑا تھا۔

شفقت حسین شہید

شفقت حسین شہید ولد شفاعت حسین 16 فروری 1975ء کراچی میں پیدا ہوئے۔ ذیشان پبلک سکول، گورنمنٹ جناح کالج، گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی تاریخ شہادت نارتھ کراچی میں 16 فروری 1993ء ہے۔ شفقت حسین کا سینہ قرآن کریم کے نور سے منور تھا۔ انہوں نے 10 پارے حفظ کیے تھے۔ یہ شمالی کراچی کے حلقے گلستان کے رفیق تھے۔ ان کی شہادت جمعیت کے کام کے دوران ہی ہوئی۔

وہ تحریک اسلامی کے معروف کارکن خالد جوہری کے گھر گئے تھے۔ گھر سے پتہ چلا کہ وہاں گھر پر کوئی مرد موجود نہیں۔ انہوں نے پیغام لکھ کر گھر والوں کے حوالے کیا اور واپس چلنے لگے۔ لیکن وہ ابھی مڑے ہی تھے کہ ایک مسلح شخص نے ان کو گلی میں اکیلا پا کر للکارا۔ ان دنوں جمعیت کے کارکنوں کو اغواء، تشدد، قتل کی دھمکیوں کا مسلسل سامنا تھا۔ انہوں نے اس سے پوچھا کہ روکنے کی وجہ کیا ہے؟ لیکن اس سوال کا جواب دینے کی بجائے اس نے قریب آ کر گولی چلا دی۔ جو سینے کے دائیں جانب سے گزرتی ہوئی بائیں بازو میں پیوست ہوگئی۔ اس ظالم شخص نے شفقت بھائی کو جو اس وقت زندہ تھے

Marfat.com

ایک طرف گرایا اور خود ان کی موٹر سائیکل پر بیٹھ کر فرار ہو گیا۔ محلے کے نوجوانوں نے، انہیں اٹھا کر ہسپتال لے جانے کی کوشش کی۔ مگر شفقت حسین نے اس سے پہلے ہی اپنی جان خالق حقیقی کے سپرد کر دی۔ قاتل ہنوز کھلے آسمان تلے آزاد ہیں۔ کیونکہ انصاف کو تو کال کوٹھڑی میں تاحکم ثانی پابند سلاسل کر دیا گیا ہے۔ وہ شوق شہادت کی آرزو لئے دو مرتبہ جہاد افغانستان پر بھی جا چکے تھے۔ جہاں بم کا ٹکڑا لگنے سے وہ زخمی بھی ہو گئے تھے۔ مگر دونوں مرتبہ شہادت کی آرزو دل میں لئے غازی بن کر واپس لوٹے۔ آئندہ چند دنوں میں ان کا جہاد کشمیر پر بھی جانے کا ارادہ تھا۔

عمیر احمد خان شہید

عمیر احمد خان شہید ولد محمود احمد خان 31 اکتوبر 1973ء کراچی میں پیدا ہوئے۔ اے یو اسلامیہ اسکول، گورنمنٹ جناح کالج، گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی، گورنمنٹ سیفی کالج سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی تاریخ شہادت اور مقام گورنمنٹ سیفی کالج 20 جولائی 1995ء ہے۔

ہر طرف گولیوں اور گالیوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ اسی دوران کچھ کارکنان نیچے گئے اور انہوں نے وہاں موجود کارکنوں کو بتایا کہ ''عمیر بھائی'' کو شاید گولی لگ گئی ہے۔'' یہ سنتے ہی کارکنان نے تکبیر کے نعرے لگانا شروع کر دیے۔ اس دوران دہشت گرد مسلسل ہوائی فائرنگ کر رہے تھے اور ہمیں یوں لگ رہا تھا کہ شاید اب تھوڑی دیر بعد یہ اوپر سے براہ راست ہم پر فائرنگ کریں گے لیکن پھر بھی کارکنان ہمت اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے اپنی جان کی پروا کیے بغیر عمیر احمد کو بچانے کے لئے اوپر کی جانب لپکے اس دوران دہشت گرد تکبیر کے نعروں سے خوفزدہ ہو کر کالج کی پچھلی جانب کی دیواریں کود کر بھاگ نکلے۔ ہم جب اُوپر پہنچے تو عمر بھائی خون میں لت پت فرش پر گرے ہوئے

Marfat.com

تھے۔عمر بھائی کو لے کر ہم فوراً قریب واقع عباسی ہسپتال دوڑے مگر وہ ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی شہید ہو چکے تھے۔ ؎

دشمن سے کہو اپنا ترکش
چاہے تو دوبارہ بھر لائے

اس سمت ہزاروں سینے ہیں
اُس سمت اگر ہیں تیر بہت

سعد بن ضیاء شہید

سعد بن ضیاء شہید ولد شیخ محمد ضیاء الاسلام یکم ستمبر 1974ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔انہوں نے المجد ٹیکنیکل اسکول، گورنمنٹ سویڈش کالج، گورنمنٹ کالج ناظم آباد سے تعلیم حاصل کی۔ان کی تاریخ شہادت 17 اگست 1995ء ہے۔

17 اگست کو بعد نماز عصر میٹرک میں داخلے کے حوالے سے رہنمائی دی گئی۔ پروگرام میں گورنمنٹ کالج خادمین میں جمعیت کے ناظم غیور انور کو مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کیا گیا تھا۔پروگرام کے اختتام پر مغرب کی نماز کے بعد مسجد اقصیٰ کے باہر سے پندرہ سے زائد مسلح غنڈوں نے کھلے عام اسلحے کے زور پر سعد بن ضیاء اور غیور انور کو اغوا کیا اور انہیں موٹر سائیکلوں پر بٹھا کر گجر نالے کے راستے سے اپنے عقوبت خانے میں لے گئے۔

جس کی اطلاع مقامی پولیس کو فوراً کر دی گئی۔ پانچ گھنٹے سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد بھی پولیس مغویوں کو بازیات نہ کرا سکی۔اسی رات بارہ اور ایک بجے کے درمیان چونا ڈپو (لیاقت آباد) کے پاس سے ایک چوری شدہ گاڑی سے تین افراد کی لاشیں پولیس نے برآمد کیں۔جن میں سے دو لاشیں سعد بن ضیاء اور غیور انور کی تھیں۔ دونوں کے جسموں کو بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ظلم کا نشانہ بننے کے باوجود دونوں کے چہرے نہایت پرسکون تھے۔ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے گہری نیند سو رہے ہوں۔دونوں کی لاشیں رات ایک بجے عباسی شہید ہسپتال لائی گئیں تو کارکنان جمعیت

Marfat.com

اور اہل محلہ کا جم غفیر جمع ہو گیا۔

غیور انور شہید

غیور انور شہید ولد محمد انور 2 فروری 1974ء کو کراچی میں پیدا ہوئے میٹرو ول اسکول، گورنمنٹ کالج ناظم آباد، گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی سے تعلیم حاصل کی۔ان کی تاریخ شہادت 17 اگست 1995ء ہے ؎

شہادتوں کا سفر ہے جاری ہیں چند گئے اور کئی ہیں باقی
انہی سے سیکھی وفا نبھانی حق کی خاطر ہے جان واری

سید محمد خضر راشد شہید

سید محمد خضر راشد شہید ولد سید راشد نے ڈی جے سائنس کالج سے تعلیم حاصل کی۔ان کی تاریخ شہادت بمقام گلشن اقبال 29 جون 1998ء ہے۔29 جون بروز پیر سید محمد خضر راشد بھائی اعانت کی رسیدیں جمع کروانے اور سالہ ساتھی کے لئے ایک اشتہار لے کر مرکز گئے۔عشاء کی نماز 9:15 بجے ادا کی اور فرض کے بعد چائے کے ہوٹل پر برادر شاہد پرویز (مدیر منتظم ماہنامہ ساتھی) کے ساتھ آ بیٹھے۔ابھی ذرا دیر گزری تھی کہ اچانک ایک گاڑی رکی اور اس میں سوار درندہ صف انسانوں نے ہوٹل پر بیٹھے لوگوں پہ گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس سے سید محمد خضر راشد اور شاہد بھائی کے علاوہ چار دوسرے لوگوں کو بھی گولیاں لگیں۔

سید محمد خضر سمیت تین اور لوگ موقع واردات پر ہی دم توڑ گئے۔خضر راشد کے دل میں گولی لگی جس پر خضر شاہد بھائی کی گود میں گر پڑے اور زندہ مومن اس جہاں فانی سے کوچ کر گئے۔اگلی صبح 30 جون کو ان کا جسد خاکی صبح تقریباً 11:30 بجے گھر لایا گیا۔

Marfat.com

شہید کے گھر والدین نے جس استقامت کا مظاہرہ کیا۔اس کے اظہار سے زبان قاصر ہے۔اتنے روح فرسا سانحۂ کے باوجود خضر بھائی کے والدمحترم سید راشد نے کہا ''میں نے شہید کے قاتلوں کو معاف کر دیا'' ؎

وہ مسکراتی حسین آنکھیں   وہ نوری کرنوں میں لپٹا چہرہ
ہماری آنکھوں کے سامنے ہے   لہو میں بھیگا گلاب چہرہ

ڈاکٹر جاوید ناظم شہید

ڈاکٹر جاوید ناظم شہید ولد سید مقتدیٰ نقوی کراچی میں پیدا ہوئے۔داؤد میڈیکل کالج سے تعلیم حاصل کی۔ان کی تاریخ شہادت بمقام مائی کلاچی روڈ 24 مئی 2000ء ہے۔

جاوید بھائی اس وقت فائنل ایئر کے امتحانات کی رخصت پر تھے۔تاہم حالات کی نزاکت دیکھ کر انہوں نے رخصت ترک کر دی اور دوبارہ کالج آنے لگے۔7 جولائی 1997ء کو سندھی میڈیکوز ایسوسی ایشن کے کارکنان نے جمعیت کے افراد کو کم تعداد میں پا کر دوبارہ ان پر حملہ کر دیا تھا۔جاوید بھائی داؤد میڈیکل کالج سے نہ صرف پاس آؤٹ ہو چکے تھے۔بلکہ عباسی شہید ہسپتال میں اپنا ہاؤس جاب بھی مکمل کر چکے تھے۔اپریل 2000ء میں رشتہ ازدواج سے بھی منسلک ہو چکے تھے۔24ء مئی 2000ء کو ہم حسب معمول عدالت میں اپنی پیشی پر حاضر ہوئے۔جبکہ جاوید ناظم،نوید انور بھائی سے ملنے ان کے گھر شیریں جناح کالونی کلفٹن کی طرف موٹر سائیکل پر روانہ ہو گئے۔راستے میں مائی کلاچی بائی پاس سگنل پر نامعلوم دہشت گردوں نے ان کی موٹر سائیکل کو سائیڈ ماری اور زمین پر گرتے ہی ان پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور موقع سے فرار ہو گئے۔جاوید ناظم بھائی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موقع پر ہی شہید ہو گئے۔

28 سالہ ڈاکٹر جاوید ناظم کا حیدر آباد سے تعلق تھا۔تاہم ان کے اہل خانہ

Marfat.com

کراچی منتقل ہو چکے تھے۔پانچ بہنوں کے اکلوتے بھائی تھے۔انہوں نے 1999ء میں داؤد میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس مکمل کیا تھا۔

شاہد عزیز شہید

شاہد عزیز شہید ولد عبدالستار 5 مئی 1986ء کو خانیوال قصبہ عبدالحکیم میں پیدا ہوئے۔شہید کے 5 بہن بھائی ہیں اور شہید کا نمبر گھر میں چوتھا تھا۔شاہد عزیز بھائی بچپن سے بہادر، محنتی اور ذہین تھے۔ جب وہ دو سال کے تھے کہ ان کے والد کراچی منتقل ہو گئے۔اور کراچی میں اورنگی ٹاؤن میں رہائش اختیار کی۔شہید کا گھرانہ شرافت اور دیانت کا مظہر ہے۔

شاہد عزیز شہید نے ابتدائی تعلیم قصبہ کالونی کے فائن ہنر ویو سکول سے حاصل کی اور میٹرک روز گارڈن ہائی سکول ؑ سے کیا۔شاہد عزیز کی ذہانت کی وجہ سے ان کا داخلہ صرف 3 سال کی عمر میں کے جی کلاس میں ہو گیا۔جبکہ انہوں نے بچپن ہی میں قرآن پڑھ لیا تھا۔میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد سندھ مسلم گورنمنٹ سائنس کالج میں فرسٹ ائیر میں داخلہ لیا۔

شاہد عزیز فرسٹ ائیر کی داخلہ مہم کے دوران جمعیت کی دعوت سے متاثر ہوئے اور 17 اگست 2003 ءکو جمعیت کی رفاقت منظور ہوئی۔اگلے ہی ماہ مشاورت کے لیے شریک ہو گئے اور کالج کی مختلف چھوٹی، بڑی ذمہ داریاں ادا کیں جن میں فرسٹ ائیر سرکل کے انچارج کی ذمہ داری بھی شامل ہے۔گورنمنٹ کامرس اینڈ اکنامک کالج میں 17 جنوری 2004ء بروز ہفتہ 12:30 بجے دوپہر دعوت کے محاذ پر طلباء کی رہنمائی کرنے کے جرم میں دہشت گردوں کی گولی کا نشانہ بنے۔

جناح ہسپتال کراچی میں زخموں کی تاب نہ لا کر جام شہادت نوش کر گئے۔

Marfat.com

حافظ عبدالرحمٰن شہید

حافظ عبدالرحمٰن شہید ولد انور شریف 17 مارچ 1985ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ گلشن اقبال ڈگری کالج سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی تاریخ شہادت بمقام 12 مئی 2004ء ہے۔ حافظ عبدالرحمٰن شہید نے 1971ء میں اپنے والد شیخ اسماعیل کے ساتھ ڈھاکہ سے ہجرت کی۔ اس سے قبل ان کے دادا شیخ اسماعیل 1947ء میں ہندوستان سے ہجرت کر کے ڈھاکہ آئے تھے۔ والدین کو شوق تھا کہ بیٹا کلام پاک حفظ کرے۔ حافظ عبدالرحمٰن شہید جانتے تھے کہ ملک میں اسلام نافذ کرنا کافی مشکل کام ہے۔

اگرچہ اہل باطل کی جانب سے دھونس دھاندلی سے انتخابات جیتنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ 12 مئی کے ضمنی انتخابات میں پولنگ اسٹیشن کے باہر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے تھے کہ قاتلوں نے براہ راست فائرنگ شروع کر دی۔ کئی نوجوان زخمی ہوئے۔ اسی فائرنگ کا نشانہ بن کر حافظ عبدالرحمٰن کو بھی شہادت نصیب ہوئی۔ عبدالرحمٰن بھائی نے اپنے من کی مراد پائی اور راہ حق میں استقامت دکھاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔ شہادت کے وقت بھی عبدالرحمٰن بھائی کی زبان پر کلمہ طیبہ اور سورۃ المزمل کا ورد جاری تھا۔

فرحان آصف شہید

فرحان آصف شہید ولد آصف محمود 19 مارچ 1987ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے گورنمنٹ جناح کالج سے تعلیم حاصل کی۔ ان کی تاریخ شہادت 19 اپریل 2005ء جناح کالج ہے۔ ان کے والد بتاتے ہیں کہ جس دن فرحان آصف کی

Marfat.com

شہادت ہوئی اسی دن کی نماز فجر کے بعد فرحان آصف نے میرے کمرے سے چپکے سے بائیک کی چابی اٹھالی اوراپنی نانی اماں کے پاس چلا گیا۔ کیونکہ میں اس کو بائیکل چلانے سے منع کرتا تھا۔ اس نے اپنی نانی سے کہا کہ ”نانی جان ابو نے مجھے بائیک کی چابی دے دی ہے اوراب مجھے کوئی منع نہیں کرسکتا۔ آج میں آزاد ہوں“

فرحان آصف کو ولیکا چورنگی سے اٹھایا گیااور قتل کردیا گیا۔

☆

بیاد: زید جاوید خان شہید

تاریخ پیدائش مورخہ 22 جولائی 1991ء

تاریخ شہادت مورخہ 26 مئی 2010ء

راہِ وفا میں شہادت کا طلب گار تھا وہ
محمد عربی ﷺ کا سچا پیرو کار تھا وہ
تھی ہر وقت اسے فکرِ رضائے الٰہی
اپنے نصب العین کا پاسدار تھا وہ
عشق مصطفیٰ ﷺ سے سرشار تھا وہ
خلوص و وفا کا پیکر، ملنسار تھا وہ
تحریکِ اسلامی کا خاکسار تھا وہ
مودودیؒ افکار کا پرستار تھا وہ
تھی تڑپ دلِ زید میں غلبۂ دیں کی

Marfat.com

باطل سے ہر لمحے برسر پیکار تھا وہ

دنیا فانی سے بیزار تھا وہ

حیات ابدی کا طلبگار تھا وہ

فلک اس کی لحد پہ شبنم افشانی کرے

کہ ظلم کے آگے آہنی دیوار تھا وہ

خواہش اس کی یوں پوری ہوئی شاداب

سمندر کی بے رحم موجوں کا شکار تھا وہ

(نور محمد شاداب)

حافظ نخی شیر زمان شہید (سب انسپکٹر)

حافظ نخی شیر زمان شہید (سب انسپکٹر) قائد اعظم پولیس میڈل۔ پاکستان پولیس میڈل آپ نے بتاریخ یکم ذی الحجہ 1404ھ بمطابق 29 اگست 1984ء 5 بجے شام اورنگی ٹاؤن فقیر کالونی میں ڈاکوؤں سے مقابلے میں شہادت پائی۔ شہادت کے وقت ان کی صرف 45 برس تھی، شہید ضلع جہلم تحصیل پنڈ دادنخان بمقام اولی کے رہنے والے تھے۔ ان کی آخری آرام گاہ قبرستان نخی حسن کراچی میں ہے۔

لعل محمد ولد شاہ زمان خان شہید (سب انسپکٹر)

لعل محمد ولد شاہ زمان خان شہید (سب انسپکٹر) قائد اعظم پولیس میڈل۔ آپ نے بتاریخ یکم ذی الحجہ 1404ھ بمطابق 29 اگست 1984ء کو 5 بجے شام اورنگی ٹاؤن فقیر کالونی میں ڈاکوؤں سے مقابلے میں شہادت پائی۔ شہادت کے وقت ان کی عمر صرف 45 سال تھی۔ شہید تحصیل و ضلع ایبٹ آباد گاؤں بیر نکلی (قوم [illegible]) کے رہنے

Marfat.com

والے تھے ان کی قبر کے کتبے پر ایک شعر درج ہے۔

گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن
بہت اداس بیقرار گزرے گی

ان کی آخری آرام گاہ قبرستان سخی حسن کراچی میں ہے۔

سید بہادر علی شہید (ستارہ شجاعت)

سید بہادر علی شہید ولد سید ریاض علی نے 7 محرم الرام 1415ھ بمطابق 28 جون 1994ء بروز منگل کو وفات پائی۔ ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

شیخ منظور قادر صدیقی لڈن شہید (سب انسپکٹر)

شیخ منظور قادر صدیقی لڈن شہید (سب انسپکٹر) ولد شیخ عبدالقادر صدیقی مرحوم (سابق پرنسپل) شہید کی تاریخ پیدائش اگست 1963ء اور تاریخ شہادت 4 جمادی الاول 1416ھ بمطابق اکتوبر 1995ء وقت شہادت پونے چھ بجے شام ان کے کتبے پر دونوں طرف لائن میں لڈن شہید لڈن شہید کے الفاظ تحریر ہیں۔ ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔ مرقد پختہ اور کتبہ لگا ہے۔

سید نجیب احمد شہید

سید نجیب احمد شہید ولد سید ظریف احمد مرحوم سخی حسن قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔ یہ بینظیر بھٹو شہید کے قریبی ساتھی اور ذاتی محافظ تھے۔ ان کی شہادت 15 رمضان المبارک 1400ھ بمطابق 11 اپریل 1990ء بروز بدھ ہے شہادت کے وقت ان کی عمر صرف 25 سال تھی ان کا مزار ایک احاطہ چار دیواری میں ہے۔ مزار پر لینٹر والی چھت

Marfat.com

ہے۔قبر پر کتبہ نصب ہے۔جس پر لفظ شہید درج ہے۔

فلائنگ آفیسر سکندر علی شاہ شہید

فلائنگ آفیسر سکندر علی شاہ شہید ولد احمد حسن شاہ (ڈی ایس پی ریٹائرڈ) سکندر علی شاہ 19 اگست 1956ء کو پیدا ہوئے اور تاریخ و مقام شہادت 13 دسمبر 1979ء جمرود ہے ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔جس پر PAF کا نشان بنا ہے۔ان کے کتبہ پر یہ شعر تحریر ہے۔

پاک وطن کے شاہین ہم پرواز فضا میں کرتے ہیں
ملک کی خاطر جیتے ہیں ملک کی خاطر مرتے ہیں

اس قبرستان میں ایک شہید کے کتبے کی تحریر پیش خدمت ہے

پائلٹ آفیسر قاضی سعید اللہ

قاضی سعید اللہ ولد قاضی وحید اللہ عمر 20 سال جو دفاع پاکستان کی تربیت حاصل کرتے ہوئے پشاور کے قریب فضائیہ کے ایک حادثہ میں 8 مئی 1999ء صبح 9 بجکر 20 منٹ پر شہید ہوئے۔

یہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا
کھلا ضرور مگر کھل کے مسکرا نہ سکا

میجر محمد اعظم راجپوت شہید

میجر محمد اعظم راجپوت شہید کی تاریخ پیدائش 8 اگست 1946ء اور تاریخ شہادت 10 دسمبر 1971ء ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی کے مین گیٹ سے سیدھے جائیں تو کچے راستے پر آخر میں دائیں ہاتھ آتی ہے۔مرقد پختہ سنگ

Marfat.com

مرمر سفید سے مزین ہے اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

لیفٹیننٹ کامران وہاج آفریدی شہید

حاجی و غازی لیفٹیننٹ کامران وہاج آفریدی شہید کی تاریخ پیدائش 4 نومبر 1950 بمقام بمبئی اور تاریخ شہادت 9 جولائی 1975ء تہران ہے۔ انہوں نے تہران (ایران) میں 9 جولائی 1975ء کو بوقت دوپہر ہیلی کاپٹر کی ایک تربیتی پرواز کے دوان شہادت پائی۔ ان کی قبر سفید سنگ مرمر سے مزین ہے اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ اس پر آرزو اکبر آبادی کا قطعہ تاریخ وفات درج ہے۔ اس میں سے ایک شعر پیش خدمت ہے۔

روز اڑاتا تھا اک جہاز آرزو کامران عالی نصب
تھا جگر گوشہ دکھی وہ جواں اس کو حاصل تھا ایک حسین منصب

فوجی قبرستان کراچی کے بائیں جانب والے حصے میں ان کا مدفن ہے۔

لیفٹیننٹ مرزا نعیم اللہ بیگ (تمغہ جرأت)

لیفٹیننٹ مرزا نعیم اللہ بیگ (تمغہ جرأت) کی تاریخ شہادت یکم صفر 1413ھ بمطابق یکم اگست 1994ء بمقام سیاچن ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ جو مدھم ہو چکا ہے۔ کتبے کی جانب ایک لوہے کا بورڈ لگا ہے۔ جس پر ان کا نام اور تاریخ شہادت درج ہے۔

لیفٹیننٹ میاندار خان شہید

لیفٹیننٹ میاندار خان شہید نے اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ 9 دسمبر 1971ء کو 03:30 بجے جام شہادت نوش کیا۔ 700160 اظہر حسین، 67009-OD، غلام مرتضٰے 3552-LS، محمد صادق 60105-CPO، محمد شفیع

Marfat.com

630325-REAIV، امان اللہ خان 67987-MEI، فضل کریم 660046-LS، فقیر MEI

ان کا مرقد بھی سنگ مرمر سفید سے مزین ہے اور سرہانے کتبہ پر یہ تمام تحریر درج ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی کے مین گیٹ سے داخل ہوں تو بائیں جانب والے حصے کے درمیان میں تقریباً چوتھی قطار میں بے قریب درخت کھڑا ہے۔

کیپٹن نادر امتیاز سہگل شہید

کیپٹن نادر امتیاز سہگل شہید (پائلٹ گورنر بلوچستان) کی تاریخ پیدائش 10 دسمبر 1955ء ہے اور تاریخ شہادت 6 جولائی 1984ء ہے۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی کی عقبی دیوار کے ساتھ بائیں حصہ میں ہے۔

کیپٹن سید حسن ظہیر شہید (ستارہ جرأت)

کیپٹن سید حسن ظہیر شہید (26 کیولری 14 پنجاب رجمنٹ) 6 دسمبر 1971ء کو چھمب سیکٹر میں نہ صرف بھارت کی مایہ ناز قلعہ نما پوسٹ بورے جال پر قبضہ کرنے کا اعزاز اس جانباز سپاہی کو حاصل ہے۔ بلکہ دشمن کی چار اور نہایت اہم پوسٹ ڈلہ، جھنڈا، ٹکو چک، اور ہنگو ہٹان کو بھی فتح کرنے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ (اکلوتے بیٹے کو سوگوار بدنصیب ماں کی جانب سے) یہ سب کچھ کتبے پر تحریر ہے ان کی آخری آرام گاہ قبرستان کے بائیں جانب والے حصے میں دیوار کے پاس پانچویں قطار میں ہے۔ مرقد پختہ اور سنگ مرمر سے بنا ہے۔

Marfat.com

فلائٹ لیفٹیننٹ محمد وسیم انصاری شہید

فلائٹ لیفٹیننٹ محمد وسیم انصاری ولد محمد عظیم انصاری (تمغہ بسالت) کی تاریخ ولادت 4 دسمبر 1966 ہے اور تاریخ شہادت بمقام سرگودھا 5 دسمبر 1971 ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے ۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

لیفٹیننٹ کمانڈر مرغوب عالم شہید

لیفٹیننٹ کمانڈر مرغوب عالم شہید کی تاریخ پیدائش 5 اکتوبر 1920ء سیالکوٹ ہے اور تاریخ شہادت 29 نومبر 1971ء چٹا گانگ (ڈھاکہ) ہے۔ یہ فوجی قبرستان کراچی کے بائیں جانب والے حصے میں ہیں۔

فلائٹ کیپٹن سید محمد نعیم حضرت جی شہید

فلائٹ کیپٹن سید محمد نعیم حضرت جی شہید ولد محمد سید لطیف حضرت جی کینیا میں ایک حادثہ میں جاں بحق ہوئے بروز بدھ حادثہ کے وقت عمر صرف 27 سال تھی۔ ان کی ابدی آرام گاہ قبرستان سخی حسن کے مین گیٹ سے سیدھے آخر میں ایک مزار کے بائیں جانب چار دیواری میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ کتبے پر یہ خوب صورت شعر درج ہے۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

گروپ کیپٹن الحاج حامد سعید خان شہید

گروپ کیپٹن الحاج حامد سعید خان شہید (تمغہ بسالت) ولد ونگ کمانڈر

Marfat.com

الحاج سعید اللہ خان (ریٹائرڈ) کی تاریخ شہادت 12 رجب 1408ھ بمطابق 2مارچ 1988ء بروز بدھ بمقام پشاور ہے ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی ایک درخت کے نیچے ہے۔ان کے والد گرامی اسلام آباد میں دفن ہیں۔رہائش لاہور میں تھی۔

عدنان زبیری شہید

عدنان زبیری ولد مہر احمد زبیری کی تاریخ شہادت 13 محرم 1411ھ ہے۔ خوست کا محاذ (افغانستان) عمر صرف 18 سال ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔کتبے پر سب سے اوپر لکھا ہے ''جہاد افغانستان کا شہید'' ان کی ابدی آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان کراچی عبداللہ کالج کی جانب دیوار کے پاس ہے۔

لیفٹیننٹ رضوان مسعود شہید

شام کی خبروں میں اٹلانٹک طیارے کی تباہی اور اس میں سوار 16 افسروں اور جوانوں کی شہادت کی تصدیق ہوگئی۔پاکستان کے طول وعرض میں بسنے والے عزیز رشتہ داروں نے کراچی کا رخ کرلیا۔لاہور میں مقیم رضوان شہید کے بھائی اور بہنیں اپنے شہید بھائی کوخراج تحسین پیش کرنے کے لئے جہاز پر سوار ہوگئیں رضوان کی محبت کے آنسو ان سب کی آنکھوں سے چھلک جاتے تھے۔ہر شخص رضوان مسعود کے بارے میں سوچ رہا تھا۔بوڑھے والدین کی حالت بھی اچھی نہ تھی۔چھوٹا ہونے کے ناطے وہ بھی رضوان کوسب سے زیادہ پیار کرتے تھے۔اس موقع پر رضوان شہید کے والد نے بتایا کہ ان کا بیٹا اسلام کا سچا سپاہی تھا بھارت نے کارروائی کرکے میرے بیٹے سمیت اسلام کے 16 مجاہدوں کوشہید کردیا۔

Marfat.com

12 اگست کی صبح اٹلانٹک کے 16 شہیدوں کا جنازہ اکٹھے ایک وسیع گراؤنڈ میں پڑھایا گیا۔ جس میں اس وقت کے وزیر اعظم نواز شریف، بحریہ کے نیول چیف ایڈمرل فصیح بخاری اور دیگر فوجی حکام شریک ہوئے مقامی شہیدوں کو بحریہ کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ جبکہ باقی شہداء کو ان کے آبائی شہروں میں بھیج دیا گیا۔ رضوان مسعود شہید کے والدین اور بہن، بھائی بھی اجتماعی نماز جنازہ میں شریک ہوئے لیکن انہیں اپنے شہید بھائی اور بیٹے کی زیارت نہ کرنے کا اب تک دکھ ہے۔ ان دکھوں کا مداوا اس وقت ہی ہوسکتا ہے جب حکومت اٹلانٹک طیارے کے شہیدوں کو قومی شہید تصور کرے اور ان کے لواحقین اور ورثا کو بھی اسی طرح میڈلز اور مالی مراعات دی جائیں جس طرح معرکہ کارگل کے شہیدوں کے لواحقین کو نوازا گیا ہے۔ لیکن اٹلانٹک کے شہیدوں کے لواحقین کے مطابق حکومت ان کے بچوں کو سیاسی شہید قرار دے رہی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اٹلانٹک کے طیارے میں پاک بحریہ کے افسر اور جوان بھی ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لئے سرگرداں تھے اور حکومت کے تغافلانہ رویے کی وجہ سے ہی انہیں جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ لیفٹیننٹ رضوان مسعود شہید والدین کا نہایت فرمانبردار بیٹا تھا۔ بڑے بھائیوں کا بے حد احترام کرتا تھا اور بہنوں سے خصوصاً ان کو قلبی لگاؤ تھا۔ شہید اپنی بہن نوشابہ کو سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ جبکہ بھائیوں میں یوسف مسعود سے بے حد متاثر تھا۔ بے شک رضوان مسعود شہید قوم کا ایسا فرزند ہے کہ اس پر پوری قوم بلاشبہ ناز کرتی رہے گی۔ جس نے اپنی جان ملک وقوم کی خاطر قربان کر دی ان کی آخری آرام گاہ کراچی کے نیوی قبرستان میں ہے۔

زیبا نور شہید

زیبا نور شہید عرف پیاری گاجی سب انسپکٹر (ASF) نسبت ہادی حسین۔ ان

Marfat.com

کی تاریخ شہادت 28 دسمبر 1992ء قومی فضائی حادثہ کھٹمنڈو ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی مین گیٹ سے داخل ہوں تو سیدھے جانب آخر میں ایک پگڈنڈی کے کنارے واقع ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ اسلامی تاریخ کے مطابق ان کی شہادت 30 ربیع الاول 1413ھ بروز پیر ہے۔ پورے سانحہ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

پی آئی اے کا طیارہ کھٹمنڈو میں گر کر تباہ

کراچی (جنگ نیوز) بروز 28 ستمبر 1992ء کو کھٹمنڈو نیپال میں پی آئی اے کا ایک ایئر بس مسافر طیارہ پہاڑوں پر گر کر تباہ ہو گیا۔ جو کراچی سے روانہ ہوا تھا اس میں کل 167 افراد سوار تھے جو سب ہلاک ہو گئے۔ ان میں کاک پٹ کریو کے چار، کیبن کریو کے آٹھ، ایئر گارڈ چار اور تین ایئر کرافٹ انجینئر شامل ہیں جبکہ باقی مسافروں میں 83 افراد کراچی سے طیارہ میں سوار ہوئے تھے۔ طیارہ سات ہزار پانچ سو فٹ کی بلندی پر تباہ ہوا۔ 12 پاکستانی مسافر اس حادثہ میں جاں بحق ہوئے جبکہ باقی ماندہ مسافروں کا تعلق دیگر ممالک سے ہے ایک پاکستانی غیر ملکی پاسپورٹ پر سفر کر رہا تھا۔ جبکہ زیادہ تر نیپالی باشندے تھے۔ جو تہوار میں شرکت کے لئے مشرق وسطیٰ سے اپنے وطن جا رہے تھے۔ باقی مسافر بین الاقوامی پروازوں سے آنے والے ٹرانزٹ پسنجرز تھے۔ ان کا تعلق برطانیہ، نیپال، ہالینڈ، فرانس، جرمنی، امریکہ، جاپان، بنگلہ دیش، سپین، اٹلی اور سوئٹزر لینڈ سے تھا۔ ملبہ کھٹمنڈو ایئر پورٹ کے قریب لات پور میں تلاش کیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق پی آئی اے کی ایئر بس پی کے 268 کھٹمنڈو ایئر پورٹ پر اترنے سے صرف 6 منٹ قبل اچانک گر کر تباہ ہو گئی۔ یہ کراچی کے بین الاقوامی ہوائی اڈے سے پیر کے روز صبح تقریباً 11 بجے روانہ ہوئی تھی جسے کھٹمنڈو کے ہوائی اڈے پر سہ پہر دو بج کر چالیس منٹ نیپالی

Marfat.com

وقت پر اترنا تھا۔ تاہم کھٹمنڈو پر اترنے سے کچھ دیر قبل طیارے کا رابطہ کھٹمنڈو ایئر پورٹ کے کنٹرول ٹاور سے منقطع ہو گیا۔ یہ بدقسمت طیارہ کھٹمنڈو ایئر پورٹ پر اترنے سے صرف 6 منٹ قبل حادثہ کا شکار ہو کر گر پڑا اور تباہ ہو گیا۔ اے ایف پی کے مطابق نیپالی وزارت داخلہ نے اعلان کیا ہے کہ پی آئی اے کا ایئر بس اے 300 طیارہ بھاٹے ڈانڈا میں گر کر تباہ ہو گیا۔ اس میں سوار تمام 167 افراد ہلاک ہو گئے۔ فوجی ہیلی کاپٹروں نے ملبہ کی تلاش شروع کر دی ہے۔ جبکہ طیارہ کھٹمنڈو کے 15 میل جنوب میں تھا تو ایئر پورٹ سے اس کا رابطے کٹ گیا ڈی پی اے کے مطابق طیارہ کھٹمنڈو کے ''تین پانے بھانجیانگ'' نامی پہاڑی علاقے پر گرا جو ایئر پورٹ سے 10 کلومیٹر جنوب میں ہے۔ نیپال میں یہ بدترین حادثہ ہے اے پی اے کے مطابق پی آئی اے کا طیارہ اس مقام پر تباہ ہوا جہاں تقریباً دو ماہ قبل تھائی ایئرویز کا جیٹ طیارہ راڈار سے غائب ہو کر تباہ ہو گیا تھا۔ کھٹمنڈو ایئر پورٹ کے ڈیوٹی آفیسر ڈی پی بھٹاری نے بتایا کہ پاکستانی طیارے کے پائلٹ نے کسی گڑبڑ خرابی یا خطرے کی کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔ موسم معمول کے مطابق تھا اور خطرہ یا پریشانی کا کوئی سگنل نہیں ملا۔ فضائیہ کے طیارے 30 منٹ بعد ہی اسے تلاش کرنے کے لئے بھیج دیئے گئے تھے۔ رائیٹر کے مطابق کھٹمنڈو میں ایئر بس کا یہ دوسرا حادثہ ہے طیارے کا ملبہ جمع کرنے کا کام شروع کر دیا گیا ہے۔ کھٹمنڈو ایئر پورٹ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ ایئر پورٹ پر ایئر راڈار نہیں ہے اور پاکستان طیارے کے لینڈنگ کرنے کے وقت روشنی انتہائی کم تھی۔

یحییٰ عزیز (پاشا) شہید افغانستان

شہید افغانستان یحییٰ عزیز (پاشا) ولد عبدالعزیز خان کی تاریخ شہادت 14 شوال 1410ھ بمطابق 10 مئی 1990ء بروز جمعرات ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ

Marfat.com

پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنا آج قوم کے کل پر قربان کر دیا اور ہمیشہ کے لئے امر ہو گئے۔

میجر ہارون رشید ڈار شہید

میجر ہارون رشید ڈار شہید ولد میجر عبدالرشید ڈار کی تاریخ شہادت 8 فروری 2009ء ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ کتبے پر شہادت کے متعلق اشعار درج ہیں۔

شہادت ہے مطلوبِ مقصودِ مومن

(مرحوم فوجی افسران)

وائس ایڈمرل افضل الرحمان خان

وائس ایڈمرل افضل الرحمان خان کی تاریخ پیدائش 20 مارچ 1921ء اور تاریخ وفات 27 جون 1983ء ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی میں فرنٹ دیوار اور مین گیٹ کے قریب واقع ہے۔ قریب درخت کھڑا ہے۔ ان کا مرقد سنگ مرمر سے بنا ہے۔ سرہانے کتبہ لگا ہے۔

وائس ایڈمرل احمد ضمیر

وائس ایڈمرل احمد ضمیر (ستارۂ امتیاز، ستارۂ جرأت) ولد نذیر احمد کی تاریخ وفات 7 ستمبر 1985ء بروز ہفتہ ہے ان کی آخری آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی کی فرنٹ دیوار کے پاس ہے مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

Marfat.com

میجر جنرل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر محمد محسن پال

میجر جنرل (ریٹائرڈ) ڈاکٹر محمد محسن پال ولد خان بہادر محمد مسیح پال (ہلال امتیاز، ستارہ بسالت) کی تاریخ پیدائش 19 فروری 1929ء اور تاریخ وفات 26 نومبر 1993 ہے۔ کتبے کے آخری حصے میں ولد خان بہادر محمد مسیح پال۔ امین حزین سیالکوٹی تحریر ہے۔ اور سب سے آخر میں اشعار درج ہیں۔ کتبہ مدھم اور لفظ باریک ہونے کی وجہ سے پڑھے نہیں جاتے۔ ان کی آخری آرام گاہ بھی فوجی قبرستان کراچی میں ہے۔

کمانڈر انچیف ایچ ایم ایس چودھری

پاکستان نیوی کے پہلے کمانڈر انچیف ایچ ایم ایس چودھری 27 فروری 2004ء کو انتقال کر گئے۔ مرحوم کی عمر 92 سال تھی اور دل کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ ان کے سوگواروں میں ریشاد، ثمر چودھری، حمیرا اور ثانیہ، چودھری زید، سعد رائیکہ، ایساء ریان شامل ہیں۔ وائس ایڈمرل (ریٹائر) ایچ ایم ایس چودھری کی رہائش 16۔ اے کے ڈی اے سکیم نمبر 1 کراچی میں تھی اور ان کی ابدی آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

کمانڈر انچیف وائس ایڈمرل (ر) صدیق چودھری

کمانڈر انچیف وائس ایڈمرل (ر) حاجی محمد صدیق چودھری مرحوم نے 1931ء میں رائل انڈین نیوی میں شمولیت اختیار کی اور ستمبر 1933ء میں ایگزیکٹو کیڈر میں کمیشن حاصل کیا۔ 1947ء میں انہیں پاک بحریہ میں ٹرانسفر کر دیا گیا۔ اس وقت مرحوم رائل پاک نیوی کی ایگزیکٹو برانچ میں سب سے زیادہ سینئر تھے۔ دوران سروس بحیثیت کمانڈر انچیف پاک بحریہ انہوں نے رائل پاک بحریہ کو ناقابل تسخیر بنانے

Marfat.com

کے لئے رات دن کام کیا اور بے مثال خدمات انجام دیں اور ان کی مساعی جمیلہ سے پاک بحریہ ایک مثالی بحریہ بن گئی۔ انہی اسباب کے پیش نظر انہیں فادر آف پاکستان نیوی کہا جا سکتا ہے۔ پاک نیوی کی ترقی کے معاملہ پر حکومت کے ساتھ اختلافات کے سبب 1959ء میں وقت سے پہلے ہی انہوں نے ملازمت کو خیرباد کہہ دیا تھا اور کمان ریئر ایڈمرل اے آر خان کے حوالے کر دی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد ایڈمرل چودھری نے انسٹی ٹیوٹ آف میری ٹائم کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ اور اس کی ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ ایڈمرل چودھری تمغہ ہلال پاکستان کے حامل تھے۔ ان کا انتقال 28 فروری 2004ء کو ہوا۔ آرمی قبرستان کراچی میں آسودہ خاک ہیں۔

جنرل (ر) ایف ایس کے لودھی

بلوچستان کے سابق گورنر پنجاب کے سابق قائم مقام گورنر، سابق وفاقی وزیر واخلہ اور ایس ایم اے کالج کے استاد لیفٹیننٹ جنرل (ر) ایف ایس کے لودھی 17 جون 1929ء کو پیدا ہوئے اور 14 ستمبر 2004ء کو وصال فرمایا۔ ان کے سوگواروں میں بیگم ثریا لودھی، فاطمہ لودھی، زینب و یوسف علی سید پوتا احسان اور نور شامل ہیں ان کی ابدی آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔ مرقد پختہ اور سر ہانے کتبہ نصب ہے۔

میجر جنرل (ر) سعد طارق

میجر جنرل (ر) سعد طارق انجینئر انچیف میجر جنرل (ر) سعد طارق پیر کی شب کے روز کراچی میں 23 فروری 2005ء کو انتقال کر گئے ان کی عمر 81 برس تھی وہ 1973ء سے 1976ء تک پاک فوج کے انجینئر انچیف رہے انہیں 1976ء میں چیئرمین واپڈا تعینات کیا گیا تھا۔ بعد ازاں انہیں ارجنٹائن میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا

Marfat.com

گیا تھا۔ میجر جنرل (ر) سعد طارق 1973ء سے 1976ء تک سوئمنگ فیڈریشن آف پاکستان کے صدر اور 1975ء سے 1976ء تک پاکستان گالف یونین کے صدر بھی رہے۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں بیوہ، ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

☆

Marfat.com

فلم
ٹی وی
اور
ریڈیو
کی دُنیا

Marfat.com

ملکہ ترنم نور جہاں

دنیائے موسیقی پر راج کرنے والی ملکہ ترنم نور جہاں کا شمار پاکستان کی امیر ترین شخصیات میں ہوتا تھا۔ انہوں نے 21 ستمبر 1926ء کو قصور میں ایک غریب گھرانے میں آنکھ کھولی۔ ان کا اصل نام اللہ وسائی تھا۔ وہ بچپن سے ہی شوخ و چنچل تھیں۔ محض پانچ چھ سال کی عمر میں کلاسیکل روایتی فوک گیتوں میں دلچسپی دیکھتے ہوئے ان کی والدہ نے انہیں اُستاد غلام محمد (گامے خاں) کے پاس باقاعدہ گلوکاری کی تربیت حاصل کرنے بھیج دیا۔ جب اللہ وسائی 9 برس کی ہوئی تو انہوں نے پنجابی میوزک کے ماہر غلام احمد چشتی (باباجی اے چشتی) کو اپنی سریلی آواز سے بہت متاثر کیا۔ جنہوں نے انہیں لاہور کے ایک تھیٹر میں متعارف کرنے کا فیصلہ کیا۔ گلوکار چشتی نے وسائی کے لئے منفرد گانے، غزل اور نعتیں تحریر کیں۔ جس میں اللہ وسائی نے اپنی آواز کا جادو جگا دیا۔ تھیٹر اور سکول میں اپنے فن کا مظاہرہ کر کے وسائی اب باقاعدہ گلوکاری کے میدان میں قسمت آزمائی کے لئے کوکلکتہ کی نامور سنگر مختار بیگم سے ملیں۔ جنہوں نے وسائی کے فن کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں آغا حشر کشمیری سے ملایا۔ جنہوں نے وسائی کو تھیٹر کی دنیا میں بہت شہرت دلائی۔ جس کی وجہ سے وسائی کو بے بی نور جہاں کا خطاب ملا۔ وسائی کو گلوکاری کے ساتھ ہمیشہ سے اداکاری کرنے کا شوق تھا۔ انہیں 1935ء میں ڈائریکٹر کے ڈی مہرہ کی فلم ''پنڈ دی کڑی'' میں اپنی بہنوں کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ بطور چائلڈ سٹار بے بی نور جہاں کی دوسری فلم ''مصر کا ستارہ'' تھی۔ جس میں انہوں نے موسیقار کے طور پر بھی خدمات سرانجام دیں 1937ء میں بننے والی فلم ''ہیر سیال'' میں نور جہاں نے بچپن کی ہیر کا رول پلے کیا۔ بطور چائلڈ سٹار نور جہاں تھیٹر ورلڈ میں بہت نام کما چکی تھیں۔ تاہم انہیں برصغیر کی انڈسٹری میں شہرت لاہور آنے کے بعد ملی۔ انہوں

Marfat.com

نے 1938ء میں پہلا گانا Sbala Jamariya Mane ریکارڈ کیا۔ جو فلم ''گل بکاؤلی'' میں شامل ہوا۔ جس نے انہیں موجودہ دور کے نامور گلوکاروں میں پہچان دلائی۔ 1945ء میں نور جہاں نے گلوکاراؤں لتا منگیشکر اور آشا بھوسلے کے ساتھ فلم ''بڑی ماں'' میں مرکزی کردار ادا کیا۔ اسی سال نامور قوالی نوازوں کے ساتھ قوالی ''آہیں نہ بھریں شکوہ نہ کئے'' نے نور جہاں کی مقبولیت میں بہت اضافہ کیا۔ وہ جنوبی ایشیا میں پہلی خاتون قوالی نواز بن گئیں۔ تقسیم پاک و ہند سے قبل نور جہاں ہندی انڈسٹری کی سپر سٹار بن چکی تھیں۔ جس کے بعد انہوں نے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا۔ وہ ممبئی سے کراچی منتقل ہو گئیں۔ جہاں انہوں نے 1951ء میں پہلی فلم ''چن وے'' ڈائریکٹ کی۔ ان کے پاس پاکستان کی پہلی خاتون ڈائریکٹر کا خطاب بھی ہے۔ ان کی آخری فلم ''غالب'' تھی جو 1961ء میں ریلیز ہوئی۔ جس کے بعد نور جہاں نے اداکاری ترک کر دی۔ نور جہاں نے 1969ء سے لیکر 35 سال بطور پلے بیک سنگر کام کیا۔ انہوں نے اردو، پنجابی، سندھی سمیت دیگر زبانوں میں دس ہزار سے زائد گیت گائے۔ پاک بھارت جنگوں کے دوران ملی نغمے اور جنگی ترانے ریکارڈ کروائے۔

ملکہ ترنم نور جہاں متحدہ ہندوستان میں بننے والی 14 فلموں میں بطور ہیروئن جلوہ گر ہوئیں۔ چھ فلموں میں بطور چائلڈ سٹار یا سائیڈ ہیروئن بھی کام کیا۔ انہوں نے ہندوستان میں کل 20 فلموں میں اداکاری اور گلوکاری کے جوہر دکھائے۔ نور جہاں نے بھارتی فلموں میں 127 گانے گائے ان کی 55 فلمیں ممبئی میں بنیں۔ 8 کلکتہ 5 لاہور اور ایک رنگون (برما) میں تیار ہوئی۔ 1942ء میں فلم ''خاندان'' کی شوٹنگ کے دوران نور جہاں اور سید شوکت حسین رضوی ایک دوسرے کی محبت میں مبتلا ہو گئے۔ اس محبت کے چرچے ہر جگہ ہونے لگے۔ نور جہاں اور سید شوکت حسین رضوی نے آپس میں شادی

Marfat.com

میں نور جہاں کے گھر والے شامل نہ تھے۔ کیونکہ وہ اس شادی کے خلاف تھے سید شوکت رضوی سے نور جہاں کے تین بچے اکبر حسین رضوی، اصغر حسین رضوی اور ظل ہما ہیں۔

1955ء میں پنجابی فلم ''پاٹے خان'' کی ریکارڈنگ کے دوران وہ فلموں کے تقسیم کار ایم فہیم کے عشق میں گرفتار ہوگئیں لیکن یہ افیئر زیادہ عرصے تک نہیں چلا۔

19 اکتوبر 1959ء کو نور جہاں کی دوسری شادی اداکار اعجاز سے ہوئی۔ اعجاز اس وقت پچیس سالہ نوجوان، جبکہ نور جہاں پختہ عمر کی خاتون تھیں۔ اعجاز سے نور جہاں کے تین بچوں حنا، مینا اور ٹینا نے جنم لیا۔ انہوں نے اعجاز کے ساتھ وفا نبھائی اور طلاق اس وقت لی، جب اعجاز کا اداکارہ فردوس کے ساتھ افیئر شروع ہوا۔

میڈیم نور جہاں کے بچوں میں سے صرف ظل ہما نے اپنی ماں کی راہ اپنائی ہے اور سید اکبر حسین رضوی کی بیٹی سونیا جہاں یعنی میڈم کی پوتی نے اپنا فلمی کیریئر بطور بھارتی فلم ''تاج محل'' سے شروع کیا ہے۔ مرغن غذائیں ٹھنڈا پانی اور کئی ترش چیزیں گلے کے لئے موت تصور کی جاتی ہیں لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ جب میڈم گانے کی ریکارڈنگ کے لئے جاتیں تو پہلے تھوڑا سا اچار کھاتیں اور پھر ٹھنڈا پانی پی کر گانا شروع کرتی تھیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ''ان کا گلا خدا کی دین ہے۔ اور وہ ہی اس کی حفاظت کرتا ہے۔

میڈم نور جہاں غیر ضروری طور پر گھر سے باہر جانا سخت ناپسند کرتی تھیں انہیں تقریبات یا ہوٹلوں میں جانا پسند نہیں تھا نہ ہی انہوں نے کبھی نجی تقریبات میں فن کا مظاہرہ کیا۔ میڈم نور جہاں بھرپور شخصیت کی مالک تھیں۔ بالوں کے بیچ سے مانگ نکال کر جوڑے کی شکل میں باندھنا اور بھاری بھرکم زیورات پہننا انہیں پسند تھا۔ بھاری میک اپ خاص طور سے ہونٹوں اور آنکھوں کا میک اپ اور رنگا رنگ ساڑھیاں ان کا ٹریڈ

Marfat.com

مارک بن چکی تھیں۔ وہ ایک بار استعمال کیا ہوا زیور اور ایک بار پہنی ہوئی ساڑھی بمشکل ہی دوسری بار پہنتی تھیں۔ میڈم نور جہاں نے آخری تقریباً دو سال اپنی بیٹی کے ہاں کراچی میں علالت میں گزارے ان کا انتقال 23 دسمبر 2000ء کو ہوا۔ میڈم کی آخری آرام گاہ (گزری قبرستان) ڈیفنس میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

احمد رشدی

پاکستان فلم انڈسٹری کے عظیم گلوکار احمد رشدی 24 اپریل 1934ء کو حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق جس گھرانے سے تھا اس گھرانے نے متعدد افراد نے علم وادب کی دنیا میں بڑا نام پیدا کیا۔ آپ کے والد حیدرآباد دکن کے نظام کالج کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے اپنی تمام تعلیم حیدرآباد دکن میں ہی حاصل کی۔ احمد رشدی نے حیدرآباد دکن میں میوزک اکیڈمی سے تربیت حاصل کی۔ ان کا پورا خاندان 1954ء میں پاکستان کراچی میں منتقل ہو گیا۔ مرحوم کو بچپن سے ہی گانے کا شوق تھا۔ اس لئے کراچی منتقل ہونے کے بعد وہ ریڈیو پاکستان کراچی سے وابستہ ہو گئے اور 1954ء میں احمد رشدی نے بچوں کے لئے ریڈیو پاکستان کراچی کے پروگرام میں "بندر روڈ سے کیماڑی" گا کر مقبولیت حاصل کی۔ اس گیت کا ریڈیو پاکستان کراچی سے نشر ہوتا تھا کہ احمد رشدی کا نام ہر بچے، جوان اور بوڑھے کی زبان پر تھا۔

احمد رشدی فلم انڈسٹری میں اس وقت جلوہ گر ہوئے جب کئی آوازیں چندگانے گا کر ڈوب چکی تھیں۔ لوگوں کے ذہنوں میں بھارتی گلوکاروں کا غلبہ تھا۔ احمد رشدی نے 1955ء میں فلموں کے لئے گانا شروع کیا تھا۔ پہلی فلم بحیثیت بیک سنگر "کارنامہ" تھی۔ لیکن یہ فلم ریلیز نہ ہو سکی۔ 1956ء میں فلم "بڑا آدمی" اور 1958ء میں فلم "راز" بنی جس میں زبیدہ بیگم کے ساتھ احمد رشدی کا گایا ہوا یہ گیت بہت مقبول ہوا۔

Marfat.com

چھلک رہی ہیں مستیاں .... نشے میں جھوم اٹھا جہاں

شباب کیرانوی مرحوم کی فلم ''سپیرن'' کے مقبول نغمے: چاند سا مکھڑا، گورا بدن، پر رشدی کو پہلی بار ایوارڈ حاصل ہوا۔ پھر فلم مہتاب کا سپر ہٹ گانا ''گول گپے والا آیا گول گپے لایا'' نے رشدی کو کامیابی کے عروج پر پہنچا دیا۔ اس گانے پر انہیں دوسرا نگار پبلک ایوارڈ ملا۔ اور فلم آنچل کا یہ گانا ''کسی چمن میں رہو تم بہار بن کے رہو''۔ ''جس میں دل غمگین ہے'' مگر اشعار دعائیہ ہیں۔ آنسو بھی ہیں اور مسکراہٹ بھی ان کیفیتوں کے لئے احمد رشدی سے بہتر آواز کسی کی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس نغمے کے بعد وحید مراد مرحوم نے اپنی فلم ''جب سے دیکھا ہے تمہیں'' کے لئے آنچل جیسا نغمہ رشدی سے گوایا۔ ''یہ خوشی عجیب خوشی ہے اسے جانے کیا زمانہ...... ابھی زندگی حقیقت ابھی زندگی فسانہ'' احمد رشدی ہر طرح اور ہر کیفیت میں ڈوب کر گانے میں نمایاں کمال رکھتے تھے۔ احمد رشدی نے جب مزاحیہ گیت گائے تو لوگوں نے کہا یہ آواز صرف مزاح کی ترجمان ہے۔ جب وہ رومانی گانوں کی طرف آئے تو محبت بھرے دلوں نے اسے اپنی آواز قرار دیا۔

1966ء میں فلم ''ارمان'' ریلیز ہوئی۔ جس میں رشدی کے گائے ہوئے گانوں نے ملک بھر میں دھوم مچادی۔ ''اکیلے نہ جانا ہمیں چھوڑ کر تم'' 1966ء میں رشدی کو اس گیت پر تیسرا پبلک فلم ایوارڈ ملا۔ اس فلم کے گیت ''میرے خیالوں پر چھائی ہے اک صورت متوالی سی''، ''جب پیار میں دو دل ملتے ہیں''۔ بے انتہا مقبول ہوئے۔ ''اکیلے نہ جانا ہمیں چھوڑ کر تم'' گا کر رشدی فن کی بلندیوں پر پہنچ گئے۔ یہ اپنے زمانے کا شاہکار گیت ہے۔ نغمہ نگار مسرور انور کے بول اور سہیل رانا کی موسیقی نے اسے چار چاند لگا دیئے۔ یہ گیت رشدی نے عمدگی سے گایا کہ اس میں فن گائیکی کی تمام خوبیاں پوری طرح عروج پر نظر آتی ہیں۔ اس گیت کی مقبولیت کے سبب رشدی شہرت کے بام عروج

Marfat.com

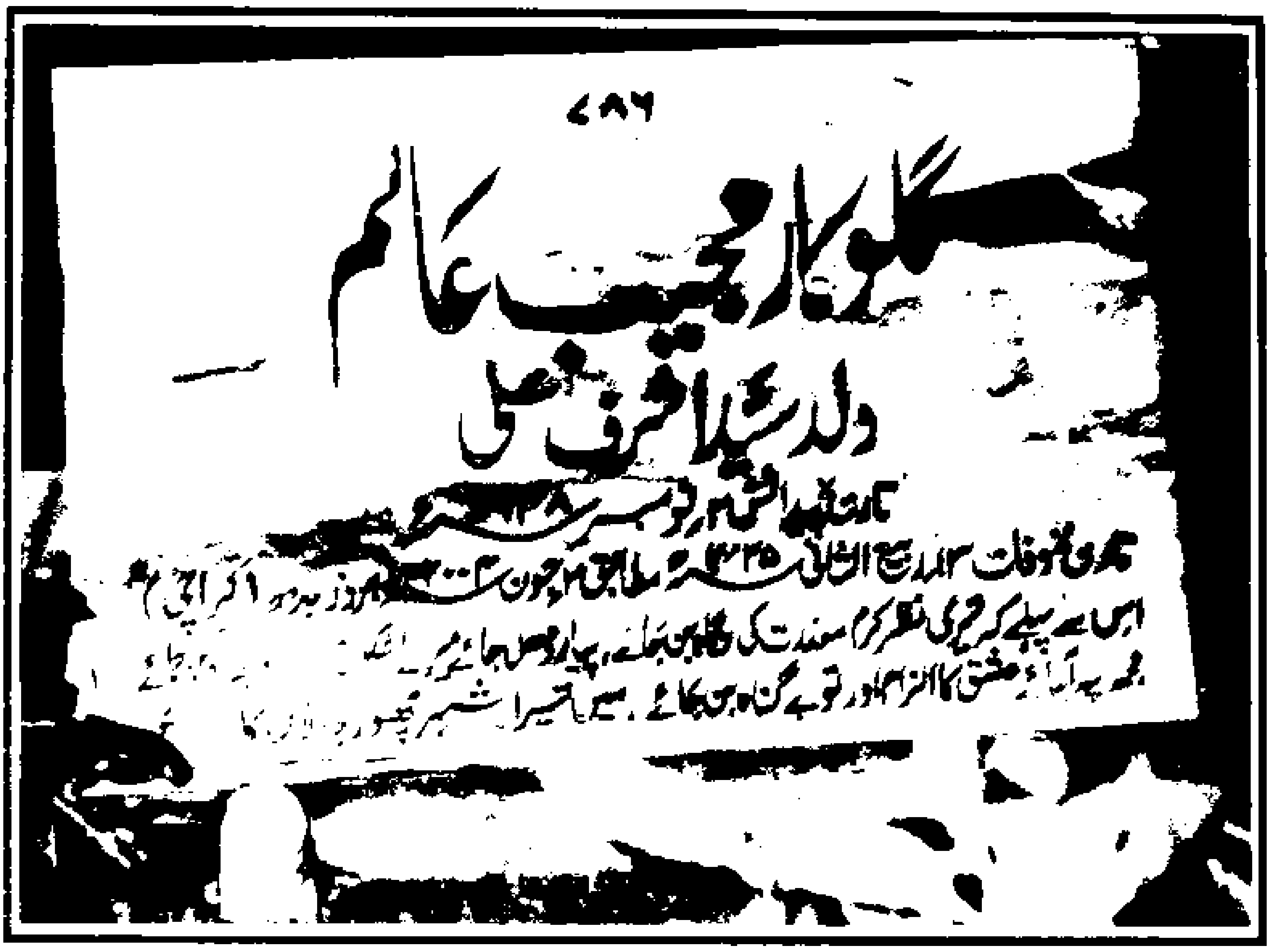

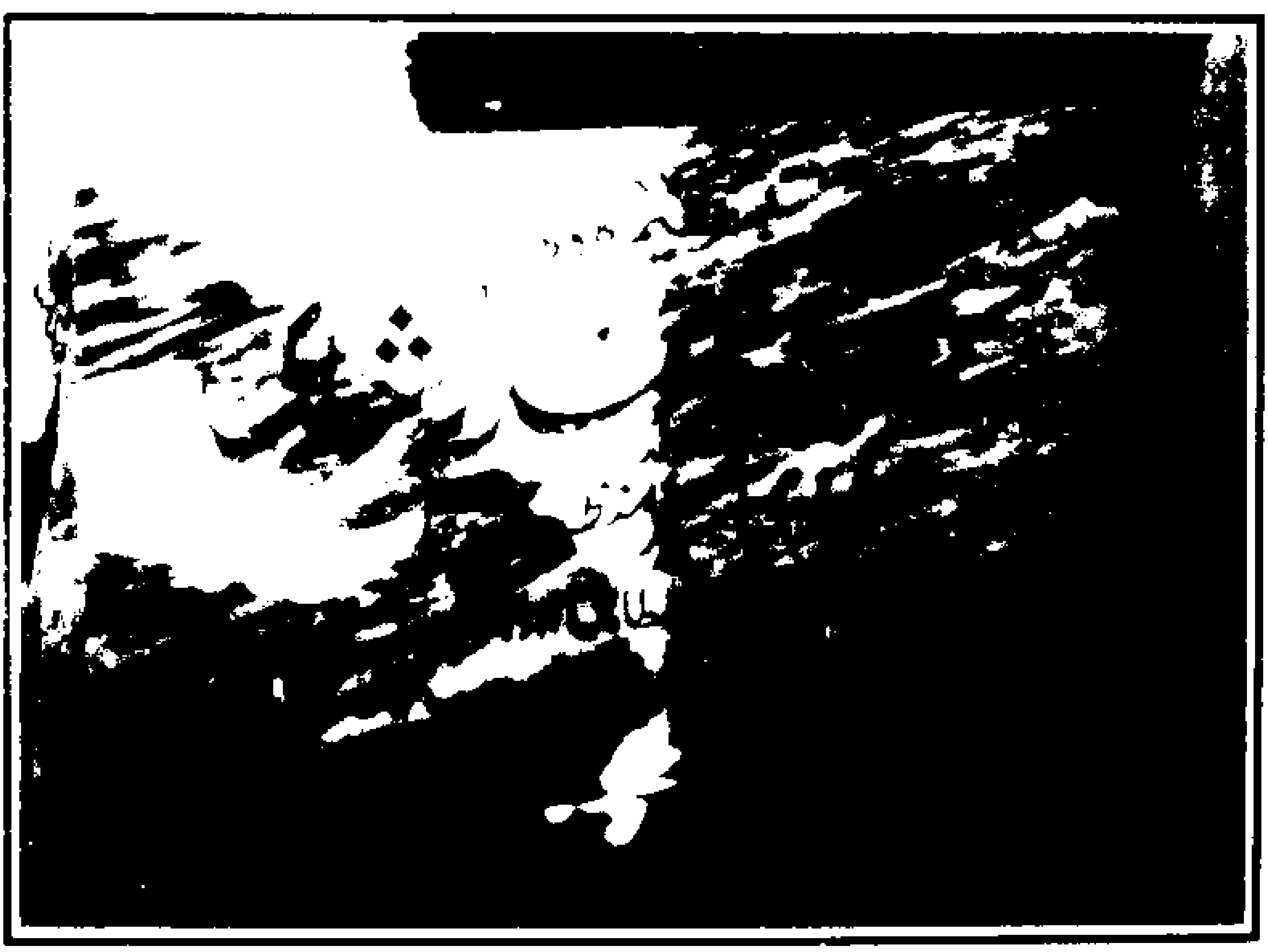

Marfat.com

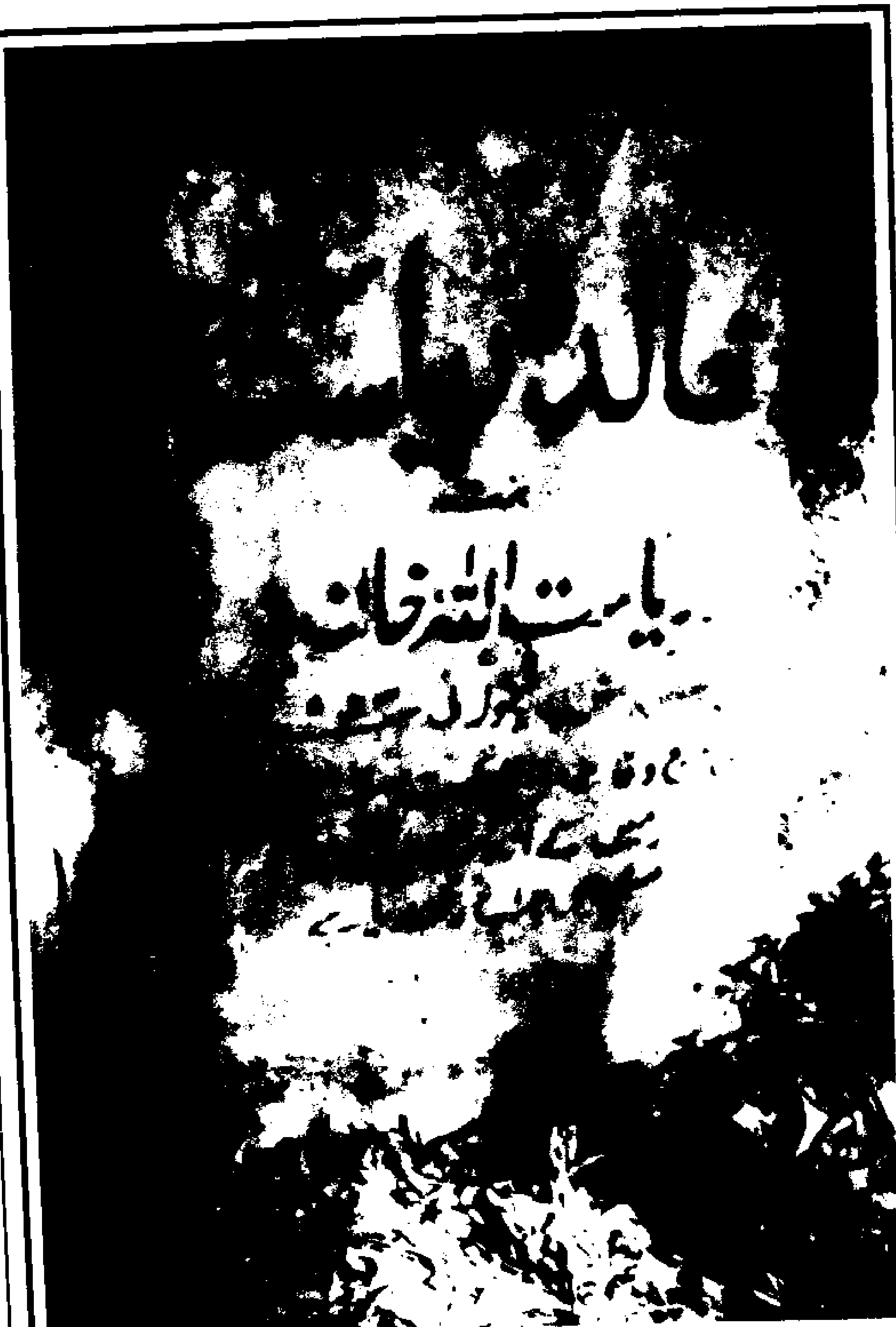

Marfat.com

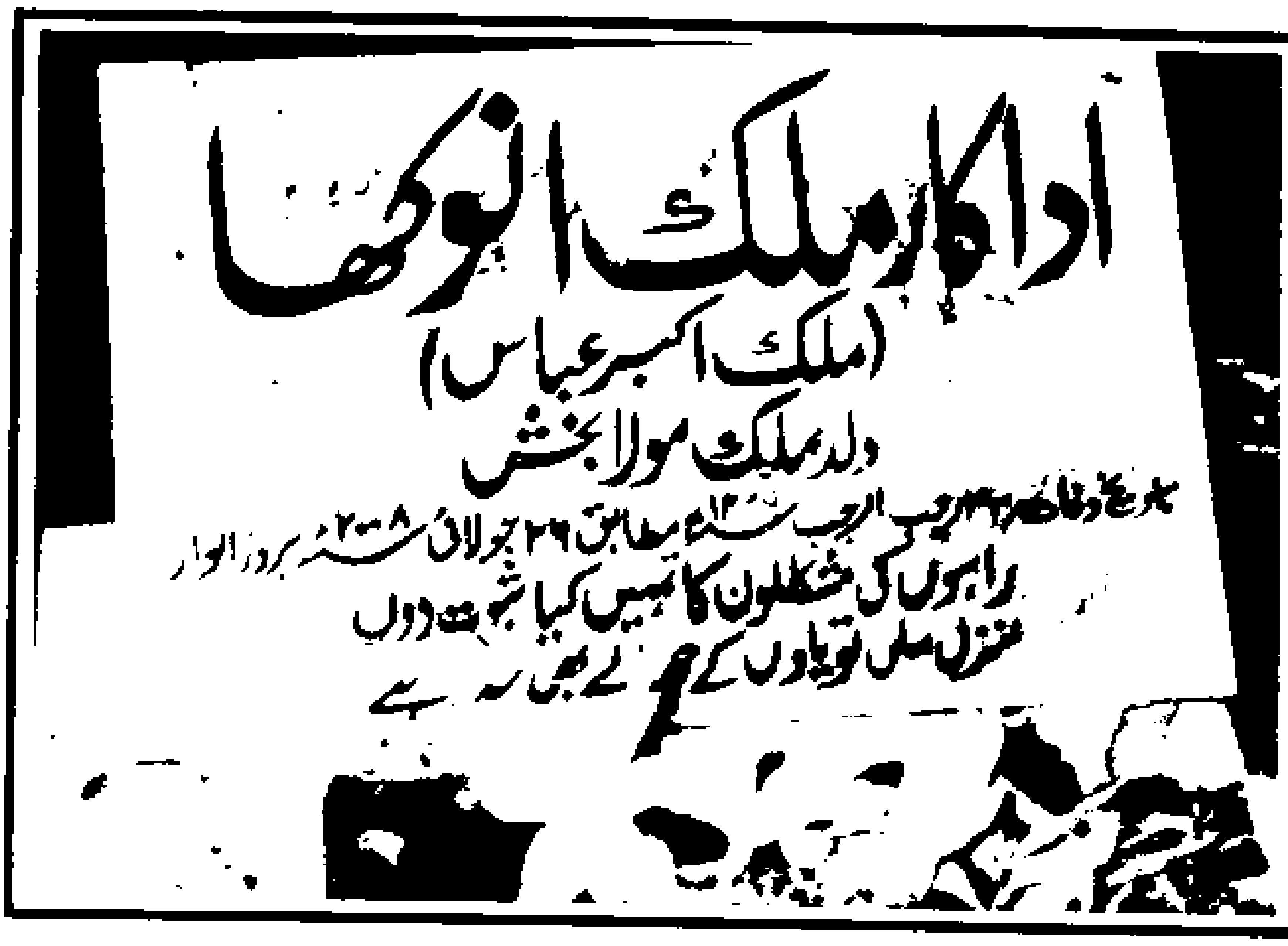
اداکار ملک انوکھا
(ملک اکبر عباس)
ولد ملک مولا بخش

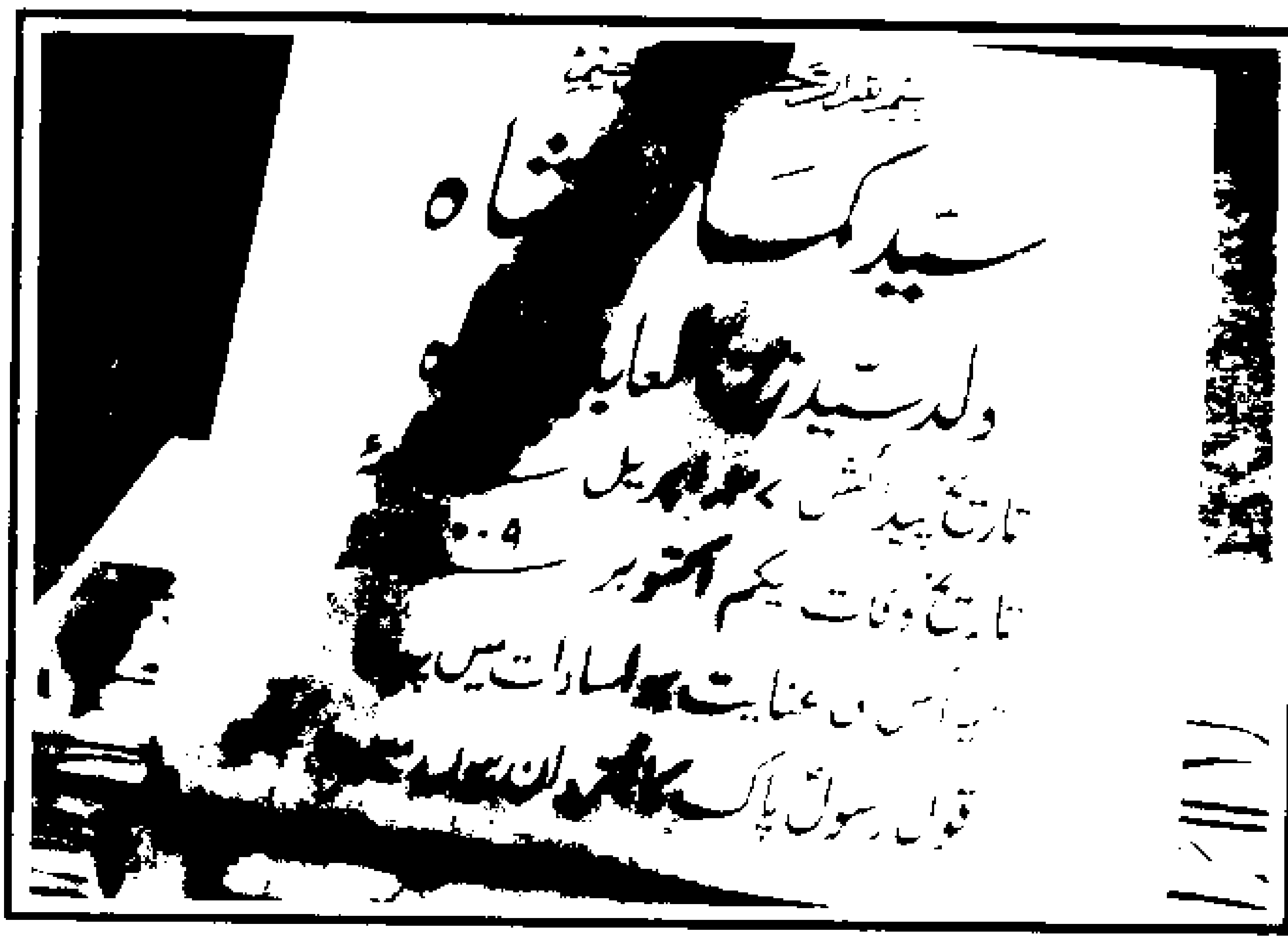
تاریخ پیدائش
تاریخ وفات یکم اکتوبر

مرقد
السید ذوالفقار علی

Marfat.com

Marfat.com

پر پہنچ گئے۔ یہ گانا فلم ''ارمان'' کی زبردست مقبولیت کا سبب بنا۔ اس فلم نے پلاٹینم جوبلی کی اور اس فلم نے وحید مراد کو بھی عروج پر پہنچا دیا۔ 1967ء میں فلم ''احسان'' میں ان کا گایا ہوا مالا کے ساتھ یہ گیت بہت مقبول ہوا ''اے میری زندگی اے میرے ہمسفر'' وحید مراد اور شمیم آراء کی مشہور فلم ''دوراہا'' میں احمد رشدی کی آواز میں ریکارڈ ہونے والے یہ تین گیت بہت پسند کیے گئے۔ ''بھولی ہوئی داستان، گزرا ہوا خیال ہوں ہاں اسی موڑ پر اس جگہ بیٹھ کر تمہیں کیسے بتا دو تم میری منزل ہو'' احمد رشدی کو چوتھا نگار پبلک ایوارڈ 1970ء میں فلم ''نصیب اپنا اپنا'' کے گیت پر ملا۔ جس کے بول تھے۔ ''اے ابر کرم آج اتنا برس...... اتنا برس کے وہ جا نہ سکیں'' شوخی رشدی کے انگ انگ میں رچی ہوئی تھی۔ اسی لئے انہیں شوخ گلوکار کہا جاتا ہے۔ رشدی نے نثار بزمی، سہیل رانا، ماسٹر عنایت حسین، رشید عطرے، تصدق حسین، لعل محمد اقبال، خلیل احمد، اے حمید، ویبو تا شاد، امجد حسین، کمال احمد، کریم شہاب الدین، فیروز نظامی، بی اے چشتی، خواجہ خورشید انور، روبن گھوش اور دیگر کی موسیقی میں ان گنت گیت گائے۔ ان کا گایا ہوا گانا وحید مراد پر یوں فلمایا جاتا جیسے وحید مراد خود گا رہے ہوں۔ رشدی کو کنگ آف کامیڈی کے عوامی خطاب سے نوازا گیا۔ مالا اور احمد رشدی کی جوڑی کو بہت پسند کیا گیا۔ ان دونوں کے گانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ رشدی نے ان کے ساتھ 100 سے زائد گانے گائے ہیں رشدی نے نور جہاں، رونا لیلیٰ، ناہید اختر، مہناز، زبیدہ بیگم، نسیم بیگم، آئرین پروین، ناہید نیازی، فردوس بیگم، اقبال بانو، شہناز بیگم کے ساتھ فلمی گانے گائے اسٹیج پر گانے کے دوران ایکشن دینے کی ابتدا رشدی نے کی تھی۔ ان کا شمار ملک کے ان ممتاز فنکاروں میں ہوتا ہے۔ جن پر فن موسیقی اور روح نغمہ کو ناز ہے۔

احمد رشدی کا انتقال 11 اپریل 1983ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام

Marfat.com

گاہ بخی حسن قبرستان میں ہے۔ مرقد سرمئی پتھر سے مزین ہے۔ سرہانے کتبہ نصب ہے۔

گانے کے بول	فلم
کسی چمن میں رہو تم بہار بن کے رہو	آنچل
اکیلے نہ جانا ہمیں چھوڑ کر تم	ارمان
رات سہانی ہے	ایندھن
اے ابر کرم آج اتنا برس	نصیب اپنا اپنا
جب پیار سے دو دل ملتے ہیں	ارمان
کبھی تو تم کو یاد آئیں گی	چکوری
گول گپے والا آیا	مہتاب
الف سے اچھی گ سے گڑیا	خاموش نگاہیں
جان تمنا خط ہے تمہارا	چاند اور چاندنی
چاند سا مکھڑا گورا بدن	سپیرن
کچھ لوگ روٹھ کر بھی	عندلیب
آج خوشی سے جھوم رہا ہے	باغی سپاہی
جس گھر میں اچھی بھابھی	دیور بھابھی
دل کو جلانا ہم نے چھوڑ دیا	محبت زندگی ہے
اک میں ہی برا ہوں باقی سب	اپنے ہوئے پرائے
بھولا بھالا میرا نام	نادان
تیری جبیں سے چودھویں کا چاند	گھرانہ
پیار پیار کرنے کو تو سب کرتے ہیں	دوراہا

Marfat.com

تمہیں کیسے بتا دوں کہ تم میری منزل ہو	دوراہا
ہاں اسی موڑ پر اس جگہ بیٹھ کر	لاڈلا
سوچا تھا پیار نہ کرینگے	پردے میں رہنے دو

مجیب عالم

ملک کے نامور گلوکار مجیب عالم 2 ستمبر 1948ء کو میانوالی میں پیدا ہوئے۔ بعض مقامات پر ان کی جائے پیدائش منڈی بہاؤالدین لکھی گئی ہے۔ انہوں نے 14 سال کی عمر میں گانے کا آغاز کیا۔ اپنے پورے کیریئر میں انہوں نے تقریباً 2 ہزار فلمی غیر فلمی گانے گائے اور پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں تقریباً 500 کنسرٹ کئے۔ مرحوم نے اردو زبان کے علاوہ بنگلہ، پنجابی اور پشتو زبان میں بھی گانے گائے۔ ان کے تقریباً 12 البم منظر عام پر آئے۔ بنگلہ زبان میں ان کے گانوں کو بھی مقبولیت حاصل ہوئی۔ پلے بیک گائیکی میں منفرد مقام رکھنے والے مجیب عالم باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی حس مزاح بہت اعلیٰ پائے کی تھی۔ دوستوں کو لطیفے سنانا انہیں ہنسانا، اور خود بھی اسے انجوائے کرنا مجیب عالم کا خاصہ سمجھا جاتا تھا۔ 80ء تک وہ فلمی دنیا کے صف اول کے گلوکاروں میں شمار ہوتے تھے۔

مجیب عالم نے اپنے کیریئر کا آغاز جس فلم سے کیا وہ ریلیز نہ ہو سکی۔ 1964ء میں ان کا پہلا فلمی گانا منظر عام پر آیا۔ ابھی شہرت ان سے چند قدم کے فاصلے پر تھی کہ 1967ء میں فلم "چکوری" ریلیز ہوئی تو فلم سپرہٹ رہی لیکن مجیب عالم بھی اس کامیابی میں اہم کردار کے طور پر ابھرے ان کا گانا۔

Marfat.com

وہ میرے سامنے تصویر بنے بیٹھے ہیں
میرے ہر خواب کی تعبیر بنے بیٹھے ہیں

مقبولیت کے تمام ریکارڈ توڑ گیا۔ اور انہیں نگار ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اس فلم کے ہدایت کار احتشام تھے جن کی بیٹی سے اداکار ندیم نے شادی کی۔ موسیقار روبی گھوش کی یہ فلم اپنے دور کی سپر ہٹ قرار پائی۔ ان کے دوسرے مقبول گیتوں میں ''میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا''، ''یوں کھو گئے تیرے پیار میں ہم''، ''ندی کنارے کب سے بیٹھا سوچ رہا ہوں''، ''اے بے قرار تمنا ذرا ٹھہر جاؤ''، ''میں تیرے اجنبی شہر میں''، ''دل تیری یاد میں جب گھبرائے گا، خدا کبھی نہ کرے''، ''تھکی تھکی سی زندگی''، ''میں خوشی سے کیوں نہ گاؤں''، ''اے ماں تیری صورت کے آگے'' شامل ہیں۔ مجیب عالم نے متعدد فلموں کے لئے گانے گائے جن میں چکوری، گھر پیارا گھر، لوری، شمع اور پروانہ میں کہاں منزل کہاں، میں زندہ ہوں، آوارہ، افسانہ، سوغات، حاتم طائی، قسم اس وقت کی، دل دے کے دیکھو، میرے ہم سفر، ماں اور بیٹا شامل ہیں۔ انہوں نے قومی و ملی نغمے بھی گائے۔ اپنی وفات سے چند برس پہلے ریڈیو پاکستان کراچی سے انہوں نے نعتیں بھی ریکارڈ کروائی تھیں۔ مجیب عالم موسیقی کے پروگراموں اور ورائٹی شوز میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا آخری پروگرام مئی 2004ء کے آخری ہفتے میں لائنز کلب کراچی کے تحت کراچی کے ہوٹل میں کیا تھا۔ وفات کے وقت ان کی عمر تقریباً 60 برس کے قریب تھی۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ ایک صاحبزادہ چھوڑا ہے۔

مجیب عالم ایک صاحب طرز گلوکار تھے۔ انہوں نے چالیس برس تک اپنی آواز کا جادو جگایا۔ 60 کی دھائی میں کئی بڑے گلوکاروں کی موجودگی میں اپنا ایک مقام

Marfat.com

بنانے میں کامیاب ہوئے۔ مرحوم نے میڈم نورجہاں، مالا، ناہید نیازی، اور نسیم بیگم کے ساتھ دوگانے بھی گائے اپنی وفات سے تقریباً بارہ برس قبل لاہور سے کراچی منتقل ہوئے اور پلے بیک گانے بند کر دیئے۔ مجیب عالم کا انتقال 2 جون 2004ء کو کراچی میں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کے دائیں جانب والے حصے میں گھنے پیڑوں کی چھاؤں میں ہے۔ ان کے ساتھ والی قبر ٹی وی کے مشہور اداکار انور سولنگی کی ہے۔ دونوں قبریں پختہ اور سرہانے کتبے لگے ہیں۔ کتبے پر لکھا ہے

''میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا''

نثار بزمی

معروف موسیقار لافانی دھنوں کے خالق نثار بزمی تقسیم ہند سے قبل مہاراشٹر کے ضلع خان دیش کے قصبہ نصیرآباد کے ایک سید گھرانے میں 1924ء میں پیدا ہوئے انہیں بچپن ہی سے موسیقی کا شوق تھا۔ اور آواز بہت سریلی تھی 1937ء میں ممبئی سے موسیقی کے استاد امان علی خان کی شاگردی میں موسیقی کی بنیادی تعلیم حاصل کی۔ 1939ء میں آل انڈیا ریڈیو میں مستقل آرٹسٹ کی حیثیت سے ملازمت اختیار کر لی۔ 1944ء میں ممبئی ریڈیو سے ایک ڈرامہ نادر شاہ درانی نشر ہوا۔ اس کے چند گیت انہوں نے کمپوز کئے۔ جنہیں پسند کیا گیا۔ یہ گیت ایک فلم پروڈیوسر کو بہت پسند آئے اور انہوں نے انہیں بطور موسیقار کام کرنے کی پیش کش کی۔

نثار بزمی نے اپنے فلمی کیریئر کا آغاز فلم ''جمنا پار'' سے کیا۔ یہ فلم 1946ء میں ریلیز ہوئی تھی۔ تقسیم ہند سے قبل جمنا پار کے علاوہ جیب کترا، دغا باز، دوست، ایسٹرا گرل اور خوفناک آنکھیں کی انہوں نے موسیقی ترتیب دی۔ ایک اندازے کے مطابق انہوں نے 1962ء تک بھارت میں اپنے قیام کے دوران 40 فلموں کی موسیقی دی۔

Marfat.com

ان میں سے 28 ریلیز ہوگئیں۔نثار بزمی 21 جون 1962ء میں مستقل طور پر پاکستان آ گئے اور دو فلموں کی موسیقی ترتیب دینا شروع کی ایک کا نام ''ہیڈ کانسٹیبل'' دوسری ''ایسا بھی ہوتا ہے'' میں میڈم نور جہاں کا یہ گانا بھی مقبول ہوا۔''ہو تمنا اور کیا جانے تمنا آپ ہیں'' لاکھوں میں ایک، آگ، عندلیب، آس، ناگن اور دیگر کئی فلمیں شامل ہیں۔ چلو اچھا ہوا تم بھول گئے، سن ساجنا دکھی من کی پکار، یوں زندگی کی راہ میں ٹکرا گیا کوئی، اور بیتے دنوں کی یادوں، آپ دل کی انجمن میں حسن بن کر آ گئے اظہار بھی مشکل ہے، اللہ ہی اللہ کیا کرو دکھ نہ کسی کو دیا کرو، لگا ہے حسن کا بازار دیکھو، ان کے مشہور گانے ہیں مرحوم کو 5 نگار ایوارڈز ملے۔ان کے کمپوز کئے گانے رونا لیلیٰ، احمد رشدی، نور جہاں، مہدی حسن نے گائے جو بہت مقبول ہوئے۔مرحوم نے تقریباً 40 برس فلمی صنعت کے لئے خدمات انجام دیں اسی دوران انہوں نے سینکڑوں لازوال گیتوں کی دھنیں دیں اور کئی گلوکاروں کو متعارف کروایا۔وہ مشرقی موسیقی کے عظیم علم برداروں میں سے تھے۔تاہم جدید و قدیم موسیقی کی ہر تان اور لہر لے کے تاثر اور ساز و سنگیت کی عالمی تاریخ سے بھی گہری آشنائی رکھتے تھے۔وہ ہمارے عہد کے بڑے موسیقار تھے۔بقول نثار بزمی کے میری رگ رگ میں سُر کا سمندر ہے۔میری سانسیں موسیقی سے بندھی ہوئی ہیں۔وہ شعر و ادب کا ذوق و شوق بھی رکھتے تھے۔موسیقی ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔عمر کے آخری حصے میں انہوں نے خود کو مذہبی افکار و علوم اور عبادات کے لئے وقف کر لیا تھا۔وہ بلاشبہ ایک جوگی کی طرح زیست بسر کر گئے۔ورنہ موسیقی کے اسرار و رموز اس بادشاہ ساز و سنگیت کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔پاک بحریہ کے ترانے کی دھن بھی نثار بزمی صاحب کی تیار کردہ ہے۔ان کی شخصیت اور فن میں نمایاں پہلوان کی خودداری اور سادگی تھی۔

نثار بزمی کی انڈین فلموں کے لئے ترتیب دی گئی موسیقی میں محمد رفیع، لتا، آشا

Marfat.com

اور منا ڈے کے علاوہ بے شمار گلوکاروں نے گیت گائے۔ انہوں نے 1944ء میں پہلی، 1948ء میں دوسری اور 1953ء میں تیسری شادی کی۔ لیکن وائے قسمت کہ ان کی تینوں بیویاں شادی کے چند سال کے اندر اندر ہی انہیں داغ مفارقت دیتی گئیں۔ بیویوں کے انتقال کے باعث انہوں نے 1954ء میں چوتھی شادی کی۔ اس بیوی سے ان کے ہاں چھ بچوں نے جنم لیا۔ جن میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان کی آخری بیوی کا نام جمیلہ خاتون ہے۔ نثار بزمی کی چھ اولادوں میں سے پانچ حیات ہیں۔ جبکہ ان کی ایک بیٹی کا انتقال ہو چکا ہے وفات کے وقت مرحوم کی عمر 82 سال تھی۔ ان کا انتقال 22 مارچ 2007ء کو کراچی میں دفن ہوا۔

سید کمال

پاکستان فلم انڈسٹری کے اداکار سید کمال 27 اپریل 1937ء کو میرٹھ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے فیض اعظم سکول میرٹھ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ میرٹھ کالج سے گریجوایٹ کرنے کے بعد آگرہ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ اس کے بعد بمبئی کا رخ کیا۔ سراب مودی اور محبوب نے ان کا سکرین ٹسٹ کیا اور ان کو فلم ''مدر انڈیا'' میں ایک کردار آفر کیا۔ انہوں نے وہاں پر چار فلموں میں کام کیا۔ اس دوران ان کی ملاقات راج کپور سے بھی ہوئی۔ سید کمال نے میرٹھ اور گجرات میں فسادات کے بعد پاکستان ہجرت کی۔

سید کمال نے ساٹھ اور ستر کی دہائی میں پاکستان فلم انڈسٹری پر راج کیا۔ انہوں نے اپنے دور میں لاتعداد مشہور فلموں میں کام کیا۔ جس کے باعث ان کے کام کو پاکستان سمیت دیگر ملکوں میں سراہا گیا۔ 1957ء میں ان کی پہلی فلم ''ٹھنڈی سڑک'' ریلیز ہوئی اس کی ہدایات شباب کیرانوی نے دی تھیں۔ یہ مزاحیہ فلم تھی اس میں شباب

Marfat.com

نے کمال کو متعارف کروایا فلم کی کاسٹ میں مسرت نذیر، کمال اور ظریف شامل تھے۔ اس فلم نے اتنا بزنس نہیں کیا تاہم کمال کامیڈی ہیرو کے طور پر مشہور ہو گئے۔ 1957ء میں ہی ان کی فلم ''مرد'' ریلیز ہوئی فلم کی کاسٹ میں یاسمین، کمال، دلجیت مرزا، ظہور شاہ، الیاس کاشمیری شامل تھے۔ 1959ء میں ان کی فلمیں ''اپنا پرایا''، ''سویرا''، ''آج کل ریلیز ہوئیں۔ 1960ء میں ایاز ''دل ناداں''، ''انصاف''، ''خان بہادر''، ''وطن''، سینما کی زینت بنیں۔

1961ء میں فلم گل فروش، صبح کہیں شام کہیں، جادوگر، زمانہ کیا کہے گا، ریلیز ہوئیں 1962ء میں ریلیز ہونے والی فلم ''بنجارن'' ان کی بری فلم ثابت ہوئی۔ اس برس ان کی فلم 'بلبل بغداد اور دال میں کالا' بھی ریلیز ہوئیں اس کے بعد ان کی کامیابیوں کا گراف بلند ہوتا گیا۔ 1964ء میں ان کی ہٹ فلموں میں توبہ، اور آشیانہ، 1965ء میں ایسا بھی ہوتا ہے، سرتاج، 1966ء میں جوکر اور کون کسی کا 1967ء میں ''شب بخیر''، سہاگن، 1968ء، شریک حیات، بہن بھائی، 1969ء، نئی لیلیٰ نیا مجنوں نے باکس آفس پر اچھا بزنس کیا۔ اس کے بعد وہنی مون، لوان یوزپ، روڈ ٹو سوات، فرض، انسان اور گدھا، اج دیاں کڑیاں، یہاں سے وہاں تک، اور ہم دونوں جیسی فلموں میں کام کیا۔ 1980 میں ریلیز ہونے والی فلم ہم دونوں ڈائمنڈ جوبلی فلم تھی۔ 1964ء سے 1970ء میں انہوں نے لاتعداد فلموں میں کام کیا۔ انہوں نے پنجابی فلموں میں بھی بطور ہیرو کام کرنے کی کوشش کی۔ تاہم کامیاب نہیں ہوئے۔ سید کمال نے لگ بھگ 13 فلمیں پروڈیوس کیں۔ بطور پروڈیوسر مصنف ان کی پہلی فلم ''جوکر'' تھی جو 1966ء میں ریلیز ہوئی۔ شہنائی ہنی مون، روپ بہروپ، آخری حملہ، انسان اور گدھا، جٹ کڑیاں توں ڈردا، اج دیاں کڑیاں، کل دے منڈے، جٹ کمالا گیا دوبئی، مشرق و

Marfat.com

مغرب اور سیاست بطور پروڈیوسران کی فلمیں تھیں۔ مرحوم نے صبیحہ خانم، مسرت نذیر، نیر سلطانہ، نیلو، شمیم آرا، زیبا، ریحانہ، دیبا، رانی، عالیہ، حسنہ، بہار، لیلیٰ، مینا، رخسانہ، غزالہ، شبنم، ممتاز، آسیہ، نادیہ حسن سمیت متعدد اداکاروں کے ساتھ کام کیا۔

سید کمال نے فلم انڈسٹری میں بھارتی اداکار راج کپور سے متاثر ہو کر قدم رکھا تھا۔ انہوں نے فلم انڈسٹری کو خیر باد کہنے کے بعد سیاست کے کارزار میں بھی قدم رکھا اور کراچی کے ایک حلقے سے عام انتخابات میں بھی حصہ لیا۔ اس شعبہ میں وہ اداکار کی طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد انہوں نے سیاست کو خیر باد کہہ دیا۔ سید کمال کے بیٹے غالب کمال نے بھی اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شوبز کی دنیا میں قدم رکھا۔ فلم اور ٹی وی میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنی آپ بیتی ''داستان کمال'' کے نام سے لکھی۔ مرحوم نے پی ٹی وی کراچی سنٹر سے ''کمال شو'' کے نام سے ایک پروگرام کی میزبانی کی کراچی اور لاہور میں اداکاروں کی تربیت کے لئے اکیڈمی قائم کی۔ سید کمال نے اپنے پسماندگان میں بیوہ تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہے۔ ان کا انتقال یکم اکتوبر 2009ء کو ہوا۔ آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

اظہار قاضی

فلم اور ٹی وی کے نامور اداکار اظہار قاضی 1957ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 20 سالوں میں 300 فلموں میں کام کیا۔ مرحوم نے کبھی بھی فن کو اپنے معاشی مجبوری کا مسئلہ نہیں بنایا۔ وہ تعلیم یافتہ تھے اس لئے انہیں اپنے اوپر پورا اعتماد تھا۔ اظہار قاضی بنیادی طور پر انجینئر تھے اور سٹیل ملز میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے کہ اداکاری کا شوق چرایا اور سٹیل ملز کا عہدہ چھوڑ کر فن کی دنیا میں آ گئے۔ انہوں نے اداکار کی حیثیت سے پروفیشن کا آغاز فاطمہ ثریا بجیا کی تحریر کردہ ڈرامہ سیریل ''انا'' سے کیا

Marfat.com

تھا۔ چند ڈراموں میں پرفارم کرنے کے بعد بڑی سکرین کی کشش، انہیں لاہور لے آئی یہاں 1986ء میں انہیں ہدایت کار نذیر شہاب نے اپنی فلم روبی میں سری لنکا کی اداکارہ بیتا کے مقابل ہیرو کاسٹ کیا۔ روبی کی کامیابی سے اظہار قاضی کیلئے فلم انڈسٹری کے دروازے کھل گئے۔ انہوں نے 80 کے قریب فلموں میں مرکزی کردار ادا کیے۔

ان فلموں میں ''باغی حسینہ''، ''بنکاک کے چور''، ''منیلا کے چور''، ''نجات''، ''عبداللہ دی گریٹ''، ''بے تاج بادشاہ''، ''آن''، ''دشمن دا کھڑاک''، ''اللہ داد''، ''پھولن دیوی''، ''ملنگا''، ''صنم بے وفا''، ''چراغ بالی''، ''گجرو بادشاہ''، ''میرا انصاف''، ''سہاگ رات''، ''لاہوری بدمعاش''، ''دلاری''، ''نوری''، ''مرد جینے نہیں دیتے''، ''زمین آسمان''، ''انسانیت'' اور دوسری فلمیں شامل ہیں۔ اظہار قاضی اپنے دور کی ہر ہیروئن کے مقابل ہیرو کاسٹ ہوئے۔ ان میں انجمن، ریما، نیلی، نادرہ، گوری، کویتا، بابرا شریف، مدیحہ شاہ، صاحبہ، صائمہ، روبی نیازی، روزینہ، شاہدہ منی شامل ہیں۔

اظہار قاضی آخری دنوں میں پروڈیوسر عزیز میمن کی ایک ڈرامہ سیریل میں مرکزی رول ادا کر رہے تھے۔ پانچ برس قبل وہ لاہور سے کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ ٹی وی پر کام کے علاوہ اُن دنوں پراپرٹی کا بزنس بھی کر رہے تھے۔ اظہار قاضی اپنے بالوں کے سٹائل جسمانی خدوخال اور کی حد تک آواز کے زیر و بم کی بدولت لالی وڈ کے اداکار امیتابھ بچن سے بھی مشابہ قرار دیئے گئے۔ وہ نہایت پرخلوص رودار اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے ان کی ایکٹنگ میں حقیقت کا رنگ دکھائی دیتا تھا۔ ان کی محنت فن سے لگن اور خلوص کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ پنجابی زبان نہیں جانتے تھے لیکن انہوں نے پنجابی زبان پر مکمل دسترس حاصل کی ان کی فلموں میں نصف سے زائد فلمیں پنجابی زبان کی ہیں۔ وہ باکردار انسان تھے۔ زندگی بھر محتاط رہے۔ اپنے کیریئر کے دوران ان کا کوئی

Marfat.com

سکینڈل یا منفی پہلو دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 50 سال تھی۔ انہوں نے دو قومی ایوارڈز بھی حاصل کیے انہیں 1991ء میں فلم بختاور اور 1996ء میں فلم بخی باشاہ پر نگار ایوارڈ دیئے گئے۔ مرحوم کو موسیقی سے بھی گہرا لگاؤ تھا۔ انہوں نے اپنا آڈیو کیسٹ بھی ریلیز کیا تھا۔ وہ شوبز کی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے بعد اپنے کاروبار سے منسلک تھے۔

1988ء میں اظہار قاضی کی شادی ہوئی ان کی چار بیٹیاں ایک بیٹا ہے انتہائی خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔ اظہار قاضی اپنی بیٹیوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ ہمیشہ کہتے تھے کہ میں خوش نصیب ہوں کہ مجھے اللہ نے ایک نہیں چار بیٹوں سے نوازا ہے۔ وہ پاکستان میں بھارتی فلموں کی نمائش کے سخت مخالف تھے۔ متعدد بار انہیں بھارتی فلموں میں کام کرنے کی پیش کش ہوئی۔ لیکن انہوں نے اس پیش کش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ میں اپنے ملک میں بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں۔ مرحوم وفات کے وقت اپنے گھر پر ایک تقریب میں بیٹھے گانا سنا رہے تھے کہ انہیں سینے میں درد محسوس ہوئی ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ ہارٹ اٹیک سے ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی تاریخ وفات 24 دسمبر 2007ء ہے ان کی آخری آرام گاہ گلستان جوہر کے قبرستان میں ہے۔

نگہت سلطانہ

ماضی کی معروف اداکارہ نگہت سلطانہ کا اصل نام "ظفر النساء" تھا۔ انہوں نے فلموں میں آنے سے قبل نرسنگ کی تربیت حاصل کی تھی۔ نرس کی حیثیت سے وہ ملازمت بھی کرتی تھیں۔ ان کی پہلی فلم "تڑپ" تھی اس کے بعد انہوں نے کراچی میں بننے والی فلم "منڈی" میں مرکزی کردار ادا کیا تھا ان کے ایک بھائی لاہور میں اسسٹنٹ فلم ڈائریکٹر تھے۔ جن کی وساطت سے وہ لاہور آ گئیں تو انہیں فلموں میں کام کرنے کی پیش

Marfat.com

کش کی گئی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔

جب ہدایت کار حسن طارق نے فلم ''نیند'' شروع کی تو اس فلم میں نگہت سلطانہ کو ملکہ ترنم نور جہاں کا اہم کردار سونپا جس میں انہوں نے اپنی فنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔اس فلم سے نہ صرف وہ ملکہ ترنم نور جہاں کی سہیلی بن گئیں بلکہ ہدایت کار حسن طارق کے بھی قریب آ گئیں۔''نیند'' کے بعد انہوں نے شمیم آراء کے ساتھ سہاگ کے علاوہ صبیحہ خانم کے ہمراہ اپنے زمانے کی کامیاب ترین فلم ''سات لاکھ' میں اہم کردار ادا کر کے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔پنجابی فلم ''چن ماہی'' اور سپر ہٹ فلم ''شیخ چلی'' میں بھی اہم کردار ادا کیے۔ان فلموں میں ان کے ساتھ اداکارہ بہار بیگم تھیں۔اس کے بعد انہوں نے اداکار علاؤ الدین مرحوم کے ساتھ فلم ''سسرال'' میں کام کیا۔اور بعد کے آنے والی فلموں ''بے گناہ''،''پیار نہ کرنا دان''،''آس پاس'' اور دوسری کئی فلموں میں اداکاری کی اور اپنی صلاحیتوں سے فلم بینوں کے دل موہ لئے۔

نگہت سلطانہ فلموں میں کام کرنے کے دوران حسن طارق کے اس قدر قریب ہوگئیں کہ دونوں نے شادی کر لی۔مگر یہ شادی زیادہ دیر تک نبھ نہ سکی اور پھر دونوں میں علیحدگی ہوگئی حسن طارق سے ان کا ایک بیٹا ہے۔جو امریکہ میں مقیم ہے۔انہوں نے اپنے کیریئر میں پچاس فلموں میں اداکاری کی نگہت سلطانہ ایک باصلاحیت فنکارہ تھیں۔ان کی ایک بیٹی رینا بھی تھی۔جو فلموں،ٹی وی اور سٹیج پر فن کے موتی بکھیرتے بکھیرتے اس دنیا کو خیر باد کہہ گئی تھیں۔اس کی موت کے بعد نگہت سلطانہ ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں اور طلاق کے صدمہ نے بھی انہیں پریشان کر کے رکھ دیا تھا۔جس کی وجہ سے وہ فلمی صنعت کو خیر باد کہہ کر لاہور سے کراچی چلی گئی تھیں۔اور آخری وقت تک وہ انتہائی کسمپرسی کا شکار رہیں۔ان کا انتقال 16 دسمبر 2002ء کو کراچی میں ہوا۔

Marfat.com

ملک انوکھا

ملک کے معروف اداکار ملک انوکھا کا اصل نام ملک اکبر عباسی تھا۔ وہ 1947ء میں سندھ کے شہر میر پور خاص میں پیدا ہوئے۔ ان کے خاندان کا تعلق تحصیل پنڈ دادا خان ضلع جہلم سے ہے۔ ان کے والد مولا بخش (مرحوم) ملک انوکھا کو مولوی بنانا چاہتے تھے۔ ملک انوکھا کے والد اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے۔ انہوں نے تعلیم مقامی گھڑی سکول میں حاصل کی۔ شاہ لطیف کالج سے انٹرمیڈیٹ کیا سکول کے زمانے سے ہی شرارتی مشہور تھے۔ اسی لئے سکول ٹیچر نے ان کا نام انوکھا رکھ دیا۔

منظر اکبر مرحوم کی سفارش پر انہوں نے گانے کا آڈیشن دیا اور بطور گلوکار کامیاب ہوئے اور ریڈیو کے فنکار بن گئے لیکن انڈین اور پاکستانی فلموں کے شوق نے اداکاری کی طرف متوجہ کر دیا۔ آصف جاہ، منور ظریف سے بہت زیادہ متاثر تھے وہ ان کو دیکھ کر مزاح کی دنیا کو آباد کرنے کا فیصلہ کیا۔ 1970ء میں اداکاری کے شوق میں لاہور آ گئے۔ اور اپنے ہمراہ محبوب عالم کو بھی لے گئے۔ اس دور میں غضنفر علی ڈرامہ "وارث" بنا رہے تھے۔ ملک انوکھا نے محبوب عالم کے لیے کام کی سفارش کی اور انہیں چوہدری حشمت کا کردار مل گیا۔ چوہدری حشمت کا کردار اس قدر مشہور ہوا کہ دنیا بھر میں محبوب عالم کی شناخت بن گیا۔ اسی ڈرامے میں ملک انوکھا کا کردار "مونگا" بھی مشہور ہوا۔ "ایک حقیقت ایک افسانہ" اور "جگ بیتی" میں رومانہ اور جمیل بسمل کے ساتھ کام سے ان کو شہرت ملی "دبئی چلو" ملک انوکھا کی فنی زندگی کا ٹرننگ پوائنٹ تھا۔ جس نے ان کی شہرت میں اضافہ کیا۔ پنجابی ڈرامہ "چن ن دا دریا" میں شوکی کا کردار بھی ناظرین میں بے حد مقبول ہوا۔ سٹیج کے ابتدائی دور میں خالد عباس ڈار اور البیلا کا طوطی بولتا تھا۔

ملک انوکھا نے سٹیج پر اپنی اداکاری کا لوہا منوایا۔ اسی دور میں امان اللہ [illegible]

Marfat.com

کے سب سے مقبول اور مشہور اداکار ہیں ملک انوکھا کے گھر پر کام کیا کرتے تھے۔ ملک انوکھا نے امان اللہ کو اقبال آفندی سے ملوایا جو ان دنوں ڈرامہ "سکھر" کر رہے تھے۔ اس ڈرامے میں امان اللہ کو شامل کیا گیا اور پھر ہر طرف امان اللہ کے چرچے سنائی دینے لگے اس مقام تک پہنچانے کی ان کی کوششیں یاد رکھی جائیں گی۔

ملک انوکھا اپنے عروج کے دور میں ہی کراچی آ گئے تھے۔ کیونکہ ان دنوں کراچی میں سندھی فلموں کا دور دورہ تھا اور انہیں سندھی فلموں میں کام کرنے کی بہت سے آفرز تھیں۔ انہوں نے سو سے زائد سندھی فلموں میں کام کیا۔ جن میں، "حاضر سائیں"، "امیر حاکم"، قابل ذکر فلمیں ہیں۔ اسی دوران مرحوم نے پی ٹی وی ڈرامے "باادب باملاحظہ ہوشیار" کیا جو آج بھی ملک انوکھا کے حوالے سے شہرت کے حامل ہیں۔

انہون نے 500 سے زائد ڈراموں میں کام کیا۔ 1996ء میں ملک انوکھا کو معاون اداکار کا پی ٹی وی ایوارڈ دیا گیا۔ ملک انوکھا پاکستان کے ان فنکاروں میں شامل تھے۔ جو پاکستان کی تمام صوبائی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ ان کی شادی 1984ء میں ہوئی ان کا ایک بیٹا اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان کے تین بھائی اور تین بہنیں ہیں۔ انہیں ادب سے بہت لگاؤ تھا۔ احمد ندیم قاسمی، اشفاق احمد، احمد فراز، عبیداللہ علیم، سلیم کوثر، نسیم حجازی ان کے پسندیدہ شاعر وادیب تھے۔ بھارتی اداکار جانی واکر ملک انوکھا سے بہت متاثر تھے۔

دو مرتبہ جانی واکر نے ان سے ملاقات کی ملک انوکھا کا انتقال 26 جولائی 2008ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان میں ہے۔

جمشید انصاری

ملک کے نامور مزاحیہ ٹی وی اداکار جمشید انصاری 31 دسمبر 1942ء کو یو۔ پی بھارت میں پیدا ہوئے۔ 1948ء میں ان کی فیملی پاکستان منتقل ہو گئی انہوں نے بنیادی

Marfat.com

تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول نیو ٹاؤن سے حاصل کی۔ بعد ازاں آپ گورنمنٹ ہائی سکول جیکب لائن آ گئے۔ مزید تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول جیل روڈ سے حاصل کی۔ جہاں طلعت حسین ان کے ہم جماعت تھے۔ بی اے کراچی سے کیا اس کے بعد وہ لندن چلے گئے۔ وہاں انہوں نے بی بی سی میں کام کیا اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں میں اضافہ کے لئے GCE اور ٹی وی پروڈکشن کے سرٹیفکیٹ کورس کئے۔

لندن میں قیام کے دوران جمشید انصاری نے شوکت تھانوی کے تحریر کردہ اپنے پہلے اسٹیج ڈرامے ''سنتا نہیں ہوں بات'' میں کام کیا۔ وہ لندن چار سال تک رہے اور 1968ء میں پاکستان واپس آئے۔ پاکستان واپسی کے بعد انہوں نے لاہور سینٹر سے پہلا ڈرامہ ''جھروکے'' کے نام سے کیا۔ کراچی اسٹیشن سے سید امیر امام نے ان کو ڈرامہ ''گھوڑا گھاس کھاتا ہے'' میں متعارف کراویا اور یہیں سے باقاعدہ طور پر ان کے کیریئر کا آغاز ہوا۔ انہوں نے اپنے کیریئر میں بے شمار ٹی وی ڈراموں میں کام کیا۔ تاہم ان کے یادگار ڈراموں میں ''کرن کہانی''، ''انکل عرفی''، ''تنہائیاں''، ''زیر زبر پیش''، ''ان کہی''، ''ہاف پلیٹ''، ''شوشا'' اور ''سلور جوبلی'' شامل ہیں۔ مرحوم نے اپنے کیریئر میں گریجوایٹ ایوارڈ، قائداعظم ایوارڈ، اور دو بین الاقوامی ایوارڈ سمیت 55 مختلف ایوارڈز حاصل کئے۔

جمشید انصاری نے ستر کی دہائی میں کچھ فلموں ''شرمیلی''، ''دیوار''، ''دیکھا جائے گا'' میں بھی کام کیا۔ تاہم فلموں میں ان کا کام ناظرین کو زیادہ متاثر نہیں کر سکا۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں بیوہ دو بیٹیوں اور ایک بیٹا سوگوار چھوڑا ہے۔ وہ ایک اداکار اور خاص طور پر کامیڈین کی حیثیت سے بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے ٹی وی کے ساتھ ساتھ ریڈیو اور اسٹیج پر بھی کام کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ لوگوں کو

Marfat.com

رلانا آسان ہے تاہم ان کو ہنسانا ایک مشکل کام ہے ان کی شناخت حسینہ معین کے ڈرامے ''کرن کہانی'' سے ہوئی جس میں انہیں ''قطعی نہیں قطعی نہیں'' کے ذریعے پہچانا جانے لگا۔ جمشید انصاری نے 18 جنوری 1974ء میں شادی کی۔ ان کی اہلیہ شاہین انصاری کے ساتھ ان کے نہایت خوشگوار مراسم تھے۔ ان کی بڑی بیٹی غزل انصاری شادی کے بعد بینکاک منتقل ہوگئی۔ ان کے بیٹے غالب انصاری جو ڈینٹسٹ ہیں وہ بھی بیرون ملک مقیم ہیں۔ جبکہ صاحبزادہ کنول انصاری بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ نے لندن میں قیام کے دوران فرانس، جرمنی، کویت، بیروت، مصر سمیت تقریباً پوری دنیا کا دورہ کیا۔ کئی عمرے کیے اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت بھی نصیب کی۔ انہوں نے 1960ء میں ریڈیو سے پہلا ڈرامہ کیا۔ اس دوران انہوں نے ایک ہفتہ وار ڈرامہ ''حامد میاں کے ہاں'' کیا 1960ء سے لیکر 2002ء تک یعنی 40 سال کام کیا۔ اس کے بعد اس کی گولڈن جوبلی ہوگئی۔ اور یہ ڈرامہ بند ہوگیا۔ جمشید انصاری نے طلعت حسین، قاضی واجد، ماجد مرحوم، احسن سلیم مرحوم، ظفر صدیقی مرحوم کے ساتھ کام کیا۔ آپ نے اطہر شاہ خان اور انور مقصود کے ساتھ بہت سے ڈرامے کیے۔ مرحوم دوزان علالت اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

میں گہری نیند سونا چاہتا ہوں
بس اب خاموش ہونا چاہتا ہوں

مرحوم بحیثیت فنکار اور انسان ان گنت خوبیوں کے مالک تھے جس محفل میں شریک ہوتے اپنی گفتگو اور برملا جملوں سے اسے زعفران زار بنا دیتے۔ آخری دنوں میں وہ ڈرامہ سیریل ''چاند بابو'' کے لئے کام کر رہے تھے اسی دوران انہیں برین ہیمبرج ہوا۔ ان کا انتقال 24 اگست 2005ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ خورشید

Marfat.com

پورہ قبرستان کراچی میں ہے۔

رابطہ: غالب جمشید انصاری

35 ڈی بلاک نمبر 8 گلشن اقبال کراچی

شفیع محمد شاہ

ٹی وی ڈراموں اور فلموں کے معروف اداکار شفیع محمد 1950ء میں سندھ کے علاقے کنڈیارو میں پیدا ہوئے اور آپ نے ابتدائی تعلیم حیدر آباد میں حاصل کی۔ بعد ازاں انہوں نے سندھ یونیورسٹی سے پوسٹ گریجوایشن کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ انہیں سیاست میں بھی خاصی رغبت تھی اور انہوں نے اپنی سیاسی دلچسپی کے پیش نظر ایک بار حیدر آباد میں پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کا الیکشن بھی لڑا تھا۔ شفیع محمد شاہ وقتاً فوقتاً مختلف اخباروں میں بطور کالم نگار بھی طبع آزمائی کرتے رہے۔

شفیع محمد شاہ نے اپنے فنی سفر کا آغاز حیدر آباد میں ریڈیو پاکستان سے کیا تھا وہ ریڈیو سے بطور صداکار اور ریڈیو ڈرامہ فنکار وابستہ رہے اور مختلف کرداروں میں ان کی آواز جلد ہی سامعین کے دلوں میں گھر کر گئی۔ بعد ازاں وہ کراچی چلے گئے۔ جہاں انہوں نے پاکستان ٹیلی ویژن کے ذریعے صحیح معنوں میں اپنے فنی کیریئر کو پروان چڑھایا۔ مرحوم نے پانچ سو سے زائد سندھی اور اردو ڈراموں میں اداکاری کے جوہر دکھائے انہوں نے آغاز سندھی ڈراموں سے کیا۔ لیکن انہیں اصل شہرت اور نیک نامی کراچی اور لاہور سینٹرز کے ڈراموں سے ملی۔ آپ کا کراچی سنٹر سے سب سے پہلا ڈرامہ ہدایت کار شہزاد خلیل (مرحوم) کا ڈرامہ ''اڑتا آسمان تھا'' شفیع محمد شاہ کو ملک گیر شہرت لاہور سنٹر سے پیش کیے جانے والے اشفاق احمد کی ڈرامہ سیریل ''ایک محبت سو افسانے'' سے ملی۔

Marfat.com

ان کے دیگر قابل ذکر ڈراموں میں ''چاند گرہن''، ''دائرے''، ''آنچ''، ''بند گلاب''، ''محبت خواب کی صورت''، ''تپش''، ''تیسرا کنارہ'' اور ''جنگل'' شامل ہیں۔

ان کا آخری ڈرامہ سیریل ''سکھاں'' تھا۔ ڈرامہ سیریل چاند گرہن میں شفیع محمد نے یادگار کردار ادا کیا تھا اور دیکھنے والوں پر آج بھی ان کا کردار نقش ہے۔ انہوں نے کئی ایک پاکستانی فلموں میں بھی اداکاری کی۔ جن میں ''بیوی ہو تو ایسی''، ''تلاش''، ''روبی'' اور ایسا بھی ہوتا ہے، شامل ہیں۔ انہوں نے دو بھارتی فلموں میں بھی کام کیا۔

لیکن شفیع محمد کی اصل وجہ شہرت چھوٹی سکرین تھی اور تاحیات وہ اسی کے ساتھ وابستہ رہے۔ ڈراموں میں شاندار اداکاری کے باعث انہیں تین بار بہترین اداکار کا ایوارڈ ملا۔ وہ صدارتی تمغہ حسن کارکردگی بھی حاصل کر چکے تھے۔ ان کی اداکاری کی خاص بات ان کی کردار کی نفسیات سے واقفیت اور رعب دار آواز تھی۔ خاص طور پر کراچی سینٹر سے پیش کیے گئے متعدد ڈراموں میں انہوں نے سرداروں، جاگیرداروں اور وڈیروں کے کردار نہایت خوبی سے ادا کیے۔ ان کرداروں میں ان جیسی اداکاری کسی دوسرے فنکار کے بس کی بات نہیں۔ انہوں نے لاء کرنے کے بعد ماسٹرز کی ڈگری حاصل کی۔ ان کو فن اور آرٹ سے بھی خاص رغبت تھی۔

فلموں میں کام کرنے کے شوق میں لاہور آئے۔ یہاں وہ پانچ چھ سال تک علی زیب کے یہاں قیام پذیر رہے۔ اسی دوران انہوں نے دوسری مختلف فلمیں بھی سائن کیں۔ انہیں ٹی وی پر ہدایت کار شہزاد خلیل اور نصرت ٹھاکر نے متعارف کروایا۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہے۔ شفیع محمد شاہ کا انتقال 17 نومبر 2007ء کو ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

Marfat.com

محمود علی

ریڈیو، ٹیلی ویژن، سٹیج اور فلم کے سینئر اداکار، صداکار محمود علی نے 1945ء میں آل انڈیا ریڈیو سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔ 1947ء میں پاکستان آ گئے 1948ء میں ریڈیو پاکستان کراچی میں ملازمت اختیار کر لی۔ ریڈیو پاکستان سے مقبول پروگرام ''حامد میاں کے ہاں'' 16 اگست 1940ء کو شروع ہوا اور 14 اگست 2000ء میں 50 سال مکمل ہونے پر بند ہوا۔ محمود علی 50 سال اس پروگرام کا حصہ رہے۔

خواجہ معین الدین کے اسٹیج ڈرامہ ''وادی کشمیر''، ''مرزا غالب بند روڈ پر''، ''تعلیم بالغاں''، ''لال قلعہ سے لالو کھیت تک'' کے علاوہ بھی کئی اسٹیج ڈراموں میں فن اداکاری کرتے رہے۔ 1968ء میں ٹی وی کے لئے ریاض فرشوری مرحوم کے ڈرامے ''راستے'' سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ ان کے کریڈٹ پر مقبول ڈرامے سیریز لیلیٰ مجنوں، خدا کی بستی، شہزادی، زیر زبر پیش، آنچ، انا، تصویر، افشاں، تعبیر شامل ہیں۔ 1985ء میں انہیں تمغہ حسن کارکردگی ملا۔ 25 سے زائد فلموں میں کام کیا مگر فلمی ماحول میں خود کو ایڈجسٹ نہیں کر سکے۔

محمود علی کی وفات کے وقت عمر تقریباً 76 سال تھی۔ ان کے بیٹے کا نام سراج علی اور بیٹی کا نام لبنیٰ ہے۔ دوسرے بیٹوں کے نام انور علی، حصام علی ہیں۔ ایک بیٹا ان کی وفات کے وقت عمرے پر گیا ہوا تھا۔ مرحوم محمود علی دمہ کے مرض میں مبتلا تھے۔ وہ ریڈیو پاکستان کے اسٹاف آرٹسٹ تھے۔ ان کے کریڈٹ پر سینکڑوں ریڈیو ڈرامے ہیں۔ جن میں 'حامد میاں کے ہاں' بہت مقبول ہوا۔ ان کا انتقال 11 جولائی 2008ء کو کراچی کے ایک ہسپتال میں ہوا۔ ان کی رہائش R-128 بلاک 5 فیڈرل بی ایریا کراچی میں تھی۔

Marfat.com

عشرت ہاشمی

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ممتاز آرٹسٹ عشرت ہاشمی 30 سال سے زائد عرصہ تک ریڈیو سے وابستہ رہیں۔انہوں نے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ڈراموں میں یادگار کردار ادا کیے۔مرحومہ نے ٹی وی کے کئی ڈراموں میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ان کے یادگار ڈراموں میں ''زیرزبرپیش''، ''شمع''، ''افشاں''، ''انا''، ''آشیانہ''، ''آپ اپنے دام میں''، ''عروسہ''، ''رات ریت ہوا''، ''برگر فیملی''، ''تصویر''، ''تاریخی کھیل''، ''ٹیپو سلطان''، ''خالہ خیرن'' سب سے زیادہ مقبول ہوئے۔عشرت ہاشمی نے اپنے پسماندگان میں چار بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے ہیں۔وفات کے وقت ان کا ایک بیٹا بیرون ملک تھا۔

عشرت ہاشمی کے شوہر الیاس صدیقی ہمیشہ وطن سے باہر رہے۔اللہ نے انہیں بیٹے اور بیٹیوں سے نوازا لیکن ماسوائے ایک بیٹی فرح حامد کے باقی تمام بچے بیرون ملک سیٹل ہیں۔ان کی سب سے بڑی بیٹی کا نام طلعت خورشید ہے۔بیٹوں کے نام اقبال صدیقی، سہیل صدیقی ہیں وہ عرصہ سے اپنے گھر میں تنہا رہا کرتی تھیں۔عشرت ہاشمی نے 1955ء میں ریڈیو سے اپنی فنکارانہ زندگی کا آغاز کیا۔اس وقت بہت کم خواتین اس شعبہ سے وابستہ تھیں لیکن عشرت ہاشمی نے نہ صرف اس وقت کام کا آغاز کیا بلکہ بہت جلد اپنی حیثیت و اہمیت کا لوہا منوایا الفاظ کے اُتار چڑھاؤ پر انہیں قدرت تھی تیرہ سال کے بعد 1964ء میں جب ٹی وی آیا تو انہوں نے ٹیلی ویژن پر کام شروع کر دیا۔

اس کے بعد کیمرے، روشنی اور فن اداکاری سے ان کا رشتہ اتنا مضبوط ہوا کہ اس کے بعد وہ ریڈیو کی جانب توجہ نہ دے سکیں۔انہوں نے ایک فلم میں بھی کام کیا۔ لیکن بعد میں ٹی وی کی مصروفیات نے انہیں کسی اور جانب دیکھنے کی مہلت ہی نہ دی۔ ان کا پہلا ڈرامہ جو پی ٹی وی پر چلا اس کا نام ''پڑوسی'' تھا۔جس کی ہدایات قاسم جلالی نے

Marfat.com

دی تھیں۔اس کے بعد انہوں نے ''زیر زبر پیش'' میں کام کیا۔ان کی زندگی کا آخری ڈرامہ ''ایک اور آسمان'' تھا۔وہ اپنے کام سے انتہائی مخلص تھیں۔ پیشہ ورانہ بددیانتی انہیں سخت ناپسند تھی۔ایک باران کی ٹانگ کا فریکچر ہو گیا۔لیکن وہ وہیل چیئر پر بیٹھ کر رہبرسل کے لئے ٹی وی سنٹر پہنچ گئیں۔ ٹیلی ویژن ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ساتھی اداکاروں کو ان کے ساتھ کام کر کے بہت مزا آتا تھا۔عشرت ہاشمی جہاں ٹی وی کی معروف فنکارہ تھیں وہیں وہ مختلف سماجی اور خواتین کی بہبود سے متعلق تنظیموں سے بھی وابستہ تھیں۔اور جو وقت بھی ملتا وہ انتہائی سرگرمی سے فعال نظر آتیں۔عشرت ہاشمی کا انتقال یکم فروری 2005ء کو ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔

اُستاد واحد حسین

اُستاد واحد حسین خاں کی سارنگی کے سروں کا سرور آج بھی لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے۔مرحوم ریڈیو پاکستان کراچی سے وابستہ رہے۔اور ان کا آبائی شہر ہندوستان کا مراد آباد تھا۔سات آٹھ سال کی عمر میں والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس کے بعد گھر کی ساری ذمہ داری ان پر آن پڑی اور انہوں نے کاغذ کے پھول بنا کر بیچے، ٹیوشن بھی پڑھاتے رہے، محنت مزدوری کے ساتھ ساتھ سارنگی کے رنگوں سے آشنائی کے لئے اساتذۂ فن کی خدمت اور ریاضت میں بھی جُٹے رہے۔اور جوانی ہی میں آل انڈیا ریڈیو سے وابستہ ہو گئے۔پھر جب تحریک آزادی شروع ہوئی تو اس کے بھی سرگرم رکن رہے۔

1947ء میں پاکستان کے وجود میں آتے ہی اپنے اہل خانہ کے ہمراہ پاکستان منتقل ہو گئے اور پھر کبھی لوٹ کر ہندوستان نہیں گئے۔1948ء میں جب ریڈیو پاکستان کراچی کا قیام عمل میں آیا تو کراچی ریڈیو میں ملازمت اختیار کر لی اور 1987ء

Marfat.com

میں ریٹائر ہو گئے۔ ریڈیو پاکستان کی ٹیون میں صرف تین سر شامل ہیں۔ جن میں واحد حسین خاں مرحوم کی سارنگی بھی ہے۔ ریڈیو پاکستان کی ٹیون جب تک رہے گی ان کا نام بھی رہے گا۔ 1952ء میں ریڈیو کراچی سے بحیثیت میوزک کمپوزر بھی خدمات انجام دیں اور ریڈیو میوزک لائبریری کی رپورٹ کے مطابق ریڈیو پاکستان کی غزل، گیت، کلاسیکل، نیم کلاسیکل اور قومی نغموں کی دھنیں بنانے میں اُستاد واحد حسین خاں کی موسیقی ساٹھ فی صد سے زائد ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں کئی مشہور قومی نغمے تخلیق کیے جن میں ''ہم اپنے صف شکنوں کو سلام کرتے ہیں'' بہت مشہور ہوا تھا۔

اُستاد واحد حسین خاں نے اُستاد نزاکت علی خاں، اُستاد سلامت علی خاں، روشن آرا بیگم، اُستاد امانت علی خاں، فریدہ خانم اور دیگر نامور گلوکاروں کے ساتھ کام کیا اور انہیں لاجواب دھنیں بنا کر دیں۔ ملکہ غزل فریدہ خانم، مہدی حسن، شوکت علی، سلامت علی، تاج ملتانی، نگہت سیما، عذرا ریاض، بلقیس خانم کے لئے گیت، غزلیں اور قومی نغمے ترتیب دیئے اُستاد واحد حسین خاں کا انتقال 19 نومبر 2004ء بروز جمعہ شام ساڑھے سات بجے کے قریب ہوا۔ مرحوم نے تین بیٹے اور بیٹیاں سوگوار چھوڑیں ہیں۔ ان کے بڑے بیٹے نذر حسین بحیثیت اداکار، مصنف، ہدایت کار اسٹیج اور ٹیلی ویژن کی جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ ان کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد کراچی میں موجود ہے۔ اور وہ فن موسیقی سے وابستہ ہیں۔ جن میں اسماء احمد، افشاں احمد، عذرا ریاض کے نام نمایاں ہیں۔

انور سولنگی

پاکستان ٹی وی اور ریڈیو کے نامور اداکار انور سولنگی کا تعلق سندھ کے ضلع نواب شاہ سے تھا۔ انہوں نے اپنے کیریئر کا آغاز 1973ء میں ریڈیو پاکستان سے کیا

Marfat.com

تاہم ان کی پہچان 1974ء کے بعد پاکستان ٹیلی ویژن بنا۔ جس کے مختلف ڈراموں میں ان کی اداکاری کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہ پاکستان کے ان گنے چنے سینئر اداکاروں میں سے ایک تھے جنہیں اپنے کردار میں ڈھل جانے کی صلاحیت حاصل تھی۔ انہوں نے ٹی وی اور ریڈیو پر پانچ سو کے قریب ڈراموں میں کام کیا۔ جن میں سندھی اور اُردو ڈرامے شامل ہیں۔ انور سولنگی کے مقبول ڈراموں میں 'رانی کی کہانی' 'چھوٹی سی دنیا' 'دیواریں جنگل' 'ہوائیں' اور 'ماروی' شامل ہیں۔ یہ بات کم لوگ جانتے ہیں کہ انور سولنگی اداکاری کے علاوہ کہانی کار اور شاعر بھی تھے۔ ان کی وفات سے چند ماہ قبل ہی ان کی شاعری اور کہانیوں کا مجموعہ ''زہر بھرے پیالے'' شائع ہوا تھا۔ تاہم انور سولنگی کی اپنی کہانی پاکستان میں زیادہ تر فنکاروں کی کہانیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔

وہ اپنی زندگی میں پاکستانی معاشرے میں فنکار کا احترام نہ ہونے کی وجہ سے ایک حد تک غیر مطمئن بھی رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر انہیں پتہ ہوتا کہ فنکاروں کے ساتھ معاشرے کا ایسا برتاؤ ہوتا ہے تو وہ کبھی بھی اداکار نہ بنتے انور سولنگی کو 1995ء میں ایک بڑا دھچکا اس وقت لگا جب ان کی ایک بیٹی علالت کے باعث انتقال کر گئی۔ جس کی بڑی وجہ ان کی معاشی تنگ دستی تھی۔ انہیں اس کا ہمیشہ ملال رہا کہ وہ اپنے حالات کے باعث اپنی بیٹی کا اچھا علاج نہ کرا پائے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 50 برس تھی۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں دو بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑا ہے انور سولنگی کا انتقال 4 اپریل 2008ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان میں گلوکار مجیب عالم کے ساتھ ہے۔

ماروی

اداکارہ ماروی کے مقدمہ قتل کے سلسلے میں کراچی پولیس کی ایک ٹیم نے ڈیفنس لاہور کی ایک کوٹھی پر چھاپہ مارا۔ تاہم پولیس کو مطلوبہ شخصیت نہ مل سکی۔ مذکورہ گھر

Marfat.com

دوبئ میں ایک فائیو سٹار ہوٹل کے مالک کا بتایا جاتا ہے۔ جو آج کل دوبئ میں ہے کسی مقدمہ میں چار سال قید بھگت رہا ہے۔ پولیس کو شبہ ہے کہ اس کی بیوی نے ماروی کو قتل کرایا ہے۔ مذکورہ خاتون شوہر کی قید کے باعث پاکستان اور دوبئ میں کاروبار کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ ذرائع کے مطابق خاتون کا ہوٹل دوبئ میں مجرے کرانے کے لئے مشہور ہے۔خاتون نے جون 1997ء میں اکتوبر اور نومبر 1997ء کے لئے پندرہ لاکھ روپے میں ماروی سے دوبئ مین ڈانس کا معاہدہ کیا تھا۔ 10 لاکھ روپے ایڈوانس ماروی کو ادا کیے۔مگر ماروی نے ستمبر 1997ء میں ٹمپل روڈ کے رہائشی ایک شخص غلام اکبر سے شادی کرلی۔جس کی عمر 47 سال اور چار بچے ہیں۔ماروی کا نکاح سرور روڈ پر واقع ایک بیوہ کے گھر میں ہوا اور اس کا انتظام غلام اکبر کے دوست سید علمدار شاہ نے کیا۔جو سٹیٹ بینک کے سابقہ افسر اور یونین کے عہدے دار تھے۔

جب نکاح خواں نکاح پڑھنے لگے تو اچانک ماروی نے بتایا کہ دس سال کی عمر میں سندھ کے دیہی رسم و رواج کے مطابق اس کا نکاح اس کے کزن سے کر دیا گیا تھا۔ مولوی صاحب نے نکاح پر نکاح پڑھانے سے انکار کر دیا۔جس پر ماروی نے کہا میں اس نکاح کو نہیں مانتی۔ کیونکہ میں بالغ نہیں تھی۔اب میں بالغ ہوں۔پھر مولوی صاحب نے نکاح پڑھایا 5 لاکھ روپے حق مہر طے ہوا۔ماروی کے شوہر نے پانچ طلائی سیٹ تحفے میں دیئے۔شبہ ہے کہ غلام اکبر کی پہلی بیوی نے یہ قتل کرایا ہو۔جسے خبر ہو چکی تھی قتل ہونے سے پہلے ماروی اپنے شوہر کے ساتھ عمرہ کر کے واپس لوٹی تھی۔انہیں ستمبر 1998ء میں قتل کیا گیا ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

آفرین بیگ

نیشنل ایوارڈ یافتہ ڈرامہ سیریل ''چاند راتیں'' سمیت متعدد ڈرامے بنانے

Marfat.com

والی پروڈیوسر آفرین بیگ گھر کے باتھ روم میں رکھے ہوئے باتھ ٹب میں مردہ حالت میں پائی گئیں۔مرحومہ گزشتہ آٹھ سال سے ملک کے سب سے بڑے ایکسپورٹر کی ٹرافی وصول کرنے والے بیگ گروپ آف انڈسٹریز کے گھرانے سے تعلق رکھنے والی ڈرامہ پروڈیوسر آفرین بیگ کے شوہر فاروق مینگل جو لاہور میں موجود تھے کے بار بار فون کرنے پر کوئی جواب نہ ملا تو فاروق مینگل نے اپنے سسرال والوں کو فون کیا۔جس پر آفرین بیگ کی والدہ اور چھوٹی بہن کلفٹن میں واقع آفرین کی رہائش گاہ پر پہنچیں تو وہاں تمام دروازے کھلے ہوئے تھے۔سامان بکھرا پڑا تھا تمام زیوارت اور نقدی غائب تھی۔

ان کی اطلاع پر فوراً پولیس اور آفرین کے بھائی موقع پر پہنچ گئے۔پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق آفرین بیگ کو دونوں ہاتھ باندھ کر پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا گیا ہے۔ آفرین بیگ کی تقریباً چھ ماہ قبل ٹی وی کے معروف ڈائریکٹر فاروق مینگل سے شادی ہوئی تھی۔اور یہ دونوں کی دوسری شادی تھی۔ان کی اب تک آن آئیر جانے والی سیریلز میں ''چاندنی راتیں''،''پورے چاند کی رات''اور''پیار ہی پیار''شامل ہیں۔جبکہ ان کی زیر تکمیل سیریلز میں تاریخی ڈرامہ''انارکلی''جس پر تقریباً ایک کروڑ روپے لاگت آئی ہے اور''ہمسفر''شامل ہیں۔وہ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل''ہم سفر''کی دبئی میں ریکارڈنگ مکمل کر کے آئی تھیں۔ہنس مکھ اور ہر ایک سے ملنے جلنے والی آفرین بیگ کا حلقہ احباب خاصہ وسیع تھا۔بھارتی فلم سٹار تبو کی فیملی کا ان کے گھرانہ کا بھارت جا کر تبو کے گھر میں قیام کرنا معمول تھا۔آفرین بیگ کا انتقال 14 اکتوبر 2004ء کو ہوا ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

نور محمد اشاری

ریڈیو، ٹی وی اور فلم کے سینئر صداکار، اداکار پرائیڈ آف پرفارمنس نور محمد

Marfat.com

لاشاری 1931ء میں گاؤں لال خان لاشاری سندھ کے ضلع دادو میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ریڈیو اور ٹی وی سے اپنی زندگی کا آغاز بحیثیت صداکار 1970ء میں کیا ان کے والد کا نام گل محمد لاشاری تھا۔ مرحوم نے پی ٹی وی کے لاتعداد سندھی ڈراموں میں کردار نگاری کے علاوہ اُردو کے مقبول ڈراموں میں کام کر کے فن کا سکہ جمایا۔ ان کے معروف ڈراموں میں ''دیواریں''، ''ماروی''، ''جنگ''، ''چھوٹی سی دنیا''، ''سویرا'' اور پرائیوٹ چینل کا ''دشت'' وغیرہ شامل ہیں 65 سالہ نور محمد لاشاری کو حکومت پاکستان نے ان کی فنی خدمات کے اعتراف میں صدارتی ایوارڈ برائے حسنِ کارکردگی سے نوازا۔ ان کی اپنی آخری سیریل لاہور سے سرائیکی زبان میں 'کٹ مالا' تھی۔ نور محمد لاشاری کو جذباتی اداکاری میں خاصی مہارت حاصل تھی عام طور پر نور محمد لاشاری ڈراموں میں غریب اور مظلوم آدمی کا کردار کرتے تھے۔ صرف این ٹی ایم کی ڈرامہ سیریل ''دشت'' میں انہوں نے ایک وڈیرے کا کردار ادا کیا۔ جو منفی نوعیت کا تھا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 66 برس تھی۔ وہ ایک عرصہ سے جگر کے کینسر میں مبتلا تھے۔ بارہا حکومت سے اپیل کی کہ میرا علاج کروایا جائے۔ مگر کسی نے نہ سنی۔ ان کا انتقال یکم فروری 1997ء کو کراچی میں ہوا۔ آپ کی آخری آرام گاہ بلوچ کالونی قبرستان منگھوپیر روڈ کراچی میں ہے۔

رابطہ: بیگم نور محمد لاشاری

مکان نمبر C-347 بلوچ کالونی منگھوپیر روڈ کراچی نمبر 41

محمود صدیقی

ٹیلی ویژن کے ممتاز اداکار محمود صدیقی کا تعلق سندھ کے گاؤں سے تھا۔ انہوں نے 1973ء سے کراچی ٹی وی کے سندھی ڈراموں سے اپنے فنی کیریئر کا آغاز کیا۔

Marfat.com

مرحوم نے لاتعداد اُردو ڈراموں میں بھی کام کیا۔محمود صدیقی نے شہرت ڈرامہ سیریل 'جنگل' سے حاصل کی۔انہوں نے ایک سلسلے وار ڈرامے میں 'فالج زدہ اپاہج شخص کی بے مثال اداکاری کی اور بہت شہرت حاصل کی۔'مقدمہ کشمیر' میں انہوں نے پنڈت جواہر لعل نہرو کا کردار ادا کیا۔ان کی آخری ڈرامہ سیریل 'نہلے پہ دہلا' تھی۔جو انہوں نے خود ہی پروڈیوس کی تھی۔یہ ڈرامہ سیریل این ٹی ایم پر نشر ہوئی۔لیکن انہیں اس کا معاوضہ نہیں دیا گیا۔این ٹی ایم کے بحران سے محمود صدیقی کا 26 لاکھ روپے کا نقصان ہوا اور وہ بیمار ہو گئے۔انہوں نے دھمکی بھی دی تھی کہ ان کی رقم اگر انہیں ادا نہ کی گئی تو وہ خودسوزی کر لیں گے۔لیکن ان کی فریاد کسی نے نہ سنی۔

محمود صدیقی نے 'علی گوہر' کے نام سے ایک فلم بھی پروڈیوس کی تھی۔اپنی وفات سے چند ماہ پہلے سے وہ سخت مایوسی کے عالم میں تھے۔انہوں نے اداکاری کرنا بھی بند کر دیا تھا۔ان کے گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔محمود صدیقی کی کوئی اولاد نہ تھی۔انہوں نے دو شادیاں کی تھیں۔ان کی ایک اہلیہ ان کی کزن ہیں۔

ان کے ڈراموں میں ''دیواریں''، ''جنگل''، ''کارواں''، ''برزخ''، ''سفر''، ''یہ جہاں''، ''ماروی''، ''دانیا''، ''انتہا''، ''نوری جام تماچی'' اور ''اب میرا انتظار کر'' شامل ہیں۔ان کے سندھی ڈراموں میں ''زینت''، ''گلشن وادی چھوکری''، ''دنیا دیوانی''، ''تلاش'' اور ''قربت'' شامل ہیں ڈرامہ سیریل ''کالی چادر'' کے مرکزی کردار نے سفید کفن اوڑھ لیا۔تنگ دستی میں جان سے ہار گئے۔ان کا انتقال 4 اگست 2000ء کو ہوا۔مرحوم کی آخری آرام گاہ ڈالمیا قبرستان کراچی میں ہے۔

لطیف کپاڈیہ

صدارتی ایوارڈ یافتہ اداکار لطیف کپاڈیہ 27 مارچ 1934ء میں بھارت کے

Marfat.com

شہر ممبئی میں پیدا ہوئے اور 1969ء میں انہوں نے پاکستان ٹیلی ویژن کے ڈرامے 'شیشے کا آدمی' سے اپنے فنی سفر کا آغاز کیا۔ اس سے قبل 1953ء میں انہوں نے اپنے فن کا آغاز تھیٹر سے کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فنکارانہ صلاحیتوں کے اظہار کے لئے اس سے زیادہ مؤثر ذریعہ اور کوئی نہ تھا۔ مرحوم کو جنون کی حد تک اداکاری سے لگاؤ تھا۔ اپنے پورے کیریئر کے دوران انہوں نے بھرپور انداز میں اسٹیج ڈراموں اور ٹی وی ڈراموں میں کام کیا۔ وہ وقت کے بہت پابند تھے۔

انہوں نے تقریباً 250 سے زائد ڈرامہ سیریلز میں کام کیا۔ ان کے مشہور ڈراموں میں ''ہاف پلیٹ''، ''چور دروازہ''، ''نامراد''، ''اگر''، ''ففٹی ففٹی'' اور ''ڈھول'' نمایاں تھے۔ جبکہ انہوں نے ایک فلم ''ویری گڈ نیا ویری گڈ لوگ'' میں بھی کام کیا۔ مرحوم نے اسٹیج ڈراموں میں بھی کام کیا۔ وہ کافی عرصے تک علی احمد گروپ کے ساتھ سنجیدہ ڈراموں میں حصہ لیتے رہے۔ وہ کمرشل اسٹیج ڈراموں کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ لطیف کپاڈیہ بہت عرصے تک نیشنل بینک کے سینئر نائب صدر کے عہدے پر فائز رہے۔ اپنی وفات سے 6 برس قبل ریٹائر ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں بیوہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا احمد کپاڈیہ چھوڑا ہے۔ دو بیٹیاں ان دنوں عقیلہ اور طاہرہ امریکہ میں تھیں جو باپ کی تدفین میں شامل نہ ہوسکیں۔ انتقال سے دو دن پہلے مرحوم نے اپنی شادی کی 50ویں سالگرہ منائی تھی۔

لطیف کپاڈیہ کو ملک گیر شہرت اور پہچان دینے کا ذریعہ ساحرہ کاظمی کی سیریل ''نجات'' بنی۔ جس نے انہیں بے پناہ شہرت عطا کی۔ اس کے علاوہ مزاحیہ خاکوں کے سلسلے ''ففٹی ففٹی'' میں اپنی جداگانہ پرفارمنس کے باعث بھی وہ خاصے مقبول ہوئے۔ لطیف کپاڈیہ کو موسیقی سے بے پناہ شغف تھا اور وہ اس کی خاصی آگہی بھی رکھتے تھے بلکہ

Marfat.com

وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر میں اداکار نہ ہوتا تو گلوکار ہوتا۔ تھیٹر سے گہری وابستگی اور اس کا بہتر شعور رکھتے تھے۔ اسی سلسلہ میں انہوں نے باقاعدہ تھیٹر کی تربیت حاصل کی تھی۔ مرحوم اسٹیج اور ٹیلی ویژن کے سینئر اور ممتاز فنکار کی حیثیت سے اپنی جداگانہ صورت اور مقبولیت رکھتے تھے۔ ان کا فنی سفر کئی سال پر محیط رہا۔ ان برسوں میں انہوں نے مختلف النوع کردار عمدگی اور مہارت سے ادا کیے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 68 برس تھی۔ ان کا انتقال 29 مارچ 2002ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی ابدی آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

فرید نواز بلوچ

ٹیلی ویژن کے ممتاز اداکار فرید نواز بلوچ نے ریڈیو حیدرآباد سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا تھا۔ اور ٹی وی ڈرامہ سیریلز "دیواریں" اور "جنگل" سے ملک گیر شہرت حاصل کی۔ مرحوم فرید نواز بلوچ ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان میں منیجر کی حیثیت سے 8 سال پہلے ریٹائرڈ ہو گئے تھے۔ ان کے صاحبزادے یاسر نواز بھی ٹیلی ویژن کے معروف اداکار ہیں۔ جن کی شادی 12 جنوری 2001ء کو پروڈیوسر کاظم پاشا کی صاحبزادی ندا پاشا سے ہونا قرار پائی تھی۔ مرحوم نے دو فلموں "گریبان" اور "دیواریں" میں بھی کام کیا۔ مرحوم فرید نواز بلوچ کو گزشتہ سال پی ٹی وی ایوارڈز کے موقع پر ایوارڈ نہ ملنے پر پی ٹی وی سے سخت شکایات پیدا ہو گئی تھیں۔ مرحوم کا شمار ملک کے منجھے ہوئے فنکاروں میں ہوتا تھا۔ وہ اپنی ذات میں انجمن تھے ان کی دوستی کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ وہ اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھر دیتے تھے۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں بیوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے فرید نواز بلوچ کا انتقال 15 دسمبر 2001ء کو ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ

Marfat.com

قبرستان PECHS طارق روڈ کراچی میں ہے۔

رابطہ: یاسر نواز بلوچ

بنگلہ 29/3 فرمان سوسائٹی نزد بہادر آباد

چورنگی احمد بیرسٹر روڈ کراچی

منی باجی

ملک کے کروڑوں بچوں کے دلوں پر حکمرانی کرنے والی ریڈیو پاکستان کی مقبول ترین صداکار منی باجی جن کا اصل نام اختر النساء تھا۔ 1934ء میں شملہ میں پیدا ہوئیں وہ 1948ء میں ریڈیو پاکستان کراچی کے ساتھ وابستہ ہوئیں اور خاص طور پر بچوں کے پروگرام کے لئے 42 سال تک خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ وہ تادم مرگ پرائیڈ آف پرفارمنس کے ایوارڈ سے مرحوم رہیں مرحومہ نے سوگواروں میں لاکھوں پرستاروں کے ساتھ ساتھ اپنی دو بہنوں اور دو بھائیوں کو چھوڑا ہے۔ ایک جگہ ان کا اصل نام پروین اختر بتایا گیا ہے۔ وہ پانچ بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے اپنی شدید خواہش پر اپنے چھوٹے بھائی مقصود حسن کی شادی بھی کی تھی۔

منی باجی نے 1944ء میں آل انڈیا ریڈیو سے اپنے فنی کیریئر کا آغاز کیا۔ ریڈیو پر انہیں نامور شاعر بہزاد لکھنوی نے متعارف کروایا تھا۔ بھارت میں قیام کے دوران ہی منی باجی نے ادیب فاضل کیا۔ بعد میں پاکستان پہنچنے کے بعد گریجوایشن کیا۔ ریڈیو پر بچوں کے مقبول ترین پروگرام ''بچوں کی دنیا'' سے انہیں غیر معمولی شہرت ملی۔ جو آخری دم تک ساتھ رہی۔ منی باجی نے ریڈیو پاکستان کے اہم صداکاروں میں ایم سلیم، قاضی واجد، عرش منیر، ظفر صدیقی اور محمود علی کے ساتھ اہم کردار ادا کئے۔ منی باجی ریڈیو پاکستان کی سٹاف آرٹسٹ کی حیثیت سے 1991ء میں ریٹائر ہوئیں۔ وفات کے وقت

Marfat.com

ان کی عمر 78 سال تھی۔

مرحومہ بچوں کی مزاح شناس تھیں۔اپنی کمپیئرنگ میں بچوں کی سطح پر سوچ ان کی زبان اوران کی پسند کا پورا پورا خیال رکھتی تھیں ان کے بولنے میں مٹھاس اور شفقت کا لہجہ بچوں کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔منی باجی کی تاریخ وفات 14 مئی 2007ء ہے۔ان کی آخری آرام گاہ گلشن اقبال قبرستان کراچی میں ہے۔

عرش منیر

ریڈیو، ٹی وی کی نامورسینئر فنکارہ عرش منیر 1920ء میں بھارت کے شہر لکھنو میں پیدا ہوئیں۔ماں باپ کا سایہ بچپن سے ہی ان کے سر سے اٹھ گیا تھا۔جس کے بعد ان کی خالہ نے ان کی پرورش کی۔جن کی مالی حالت بھی بہتر نہ تھی۔انہوں نے جب جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا تو اپنے خالو، خالہ کا سہارا بننے کی خاطر آل انڈیا، ریڈیو کی معروف شخصیت اور ممتاز مصنف شوکت تھانوی کی جانب سے کام کی آفر قبول کر لی۔

عرش منیر کو ریڈیو پر کام کرنے کے دوران خاندان کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور ریڈیو پر کام کرنے کی وجہ سے ان کے رشتے داروں نے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔اس موقع پر انہیں ایک ساتھی کی ضرورت تھی اور انہوں نے شوکت تھانوی سے شادی کر لی۔عرش منیر شوکت تھانوی کی دوسری بیوی تھیں۔شوکت تھانوی کے عرش منیر سے چار بچے ہیں۔جس میں دو بیٹیاں ریحانہ، عرفانہ اور دو بیٹے ہیں۔شوکت تھانوی نے پاکستان آمد کے بعد تیسری شادی کر لی اور عرش منیر سے علیحدگی اختیار کر لی۔عرش منیر کی صاحبزادی ریحانہ کہتی ہیں کہ ہمارے والد نے ہمیں اس وقت چھوڑ دیا۔جب میں چار برس کی تھی۔ہماری والدہ نے بڑی محنت سے ہماری پرورش کی۔اداکارہ سلمیٰ آغا کے نانا احمد سلمان نے عرش منیر سے کہا کہ جب تمہیں نوکری ہی کرنا ہے تو پاکستان آجاؤ۔اور

Marfat.com

والد کا منفی رول انہی کی بنائی ہوئی فلم ’’فٹ پاتھ‘‘ میں کیا اور دلیپ کمار نے اپنے بیڈ روم میں جس فلم کی تصویر لگا رکھی ہے۔ وہ بھی فلم ’’فٹ پاتھ‘‘ کی ہے۔ ضیاء سرحدی نے شہرہ آفاق فلموں ’’بیجو باورا‘‘ اور ’’مدر انڈیا‘‘ کے ڈائیلاگ اور سکرین پلے بھی لکھے۔ ضیاء سرحدی 56ء میں پاکستان میں منتقل ہو گئے۔ سیاسی لیڈر ولی خان کا چچازاد بھائی ہونے کی وجہ سے انہیں بھی سرخ پوش رہنماؤں کا ساتھی خیال کر کے جیل میں ڈال دیا گیا۔ وہ کافی دیر تک جیل میں رہے۔ مگر کافی دباؤ اور سفارشوں کے بعد انہیں رہائی ملی۔ پاکستان میں بھی انہوں نے ایک فلم ’’راہ گزر‘‘ بنائی لیکن 58ء میں ایوب خان کے مارشل لاء کی وجہ سے وہ جو کہنا چاہتے تھے۔ اس کی انہیں اجازت نہ ملی۔ سات آٹھ سال پاکستان میں قیام کے بعد وہ لندن شفٹ ہو گئے۔ ضیاء سرحدی کے سات بیٹے بیٹیاں ہیں۔ جن میں سب سے بڑی بیٹی کا نام کوثر ہے۔ جو بیرون ملک قیام پذیر ہیں کوثر سے چھوٹے بھائی کا نام بلال سرحدی ہے۔ جو آرکیٹکٹ انجینئر اور ٹی وی اداکار ہیں۔ تیسرے نمبر پر خیام سرحدی، چوتھے نمبر پر، بہن سحر انجینئر پانچویں نمبر پر بھائی بہزاد سرحدی جو امریکہ میں بزنس کرتے ہیں۔ چھٹے نمبر پر شہزادہ بھی بیرون ملک میں ہیں۔ ساتویں نمبر پر بہن صباء ہے جو کراچی میں رہائش پذیر ہیں۔ مرحوم نامور اداکارہ سلمیٰ آغا کے سگے خالو بھی تھے۔ سلمیٰ آغا کے والد لیاقت گل بھی ان کے قریبی عزیز تھے۔ ولی خان کی ایک بہن بھی ضیاء سرحدی کے ماموں یحییٰ کے ساتھ بیاہی ہوئی ہے۔ ضیاء سرحدی کا انتقال 27 جنوری 1997ء کو سپین میں ہوا۔ ان کی تدفین کراچی میں ہوئی۔

خورشید بیگم

ماضی کی مشہور گلوکارہ و اداکارہ خورشید بیگم نے تقسیم برصغیر سے پہلے 1930ء میں ممبئی سے اپنی فنی زندگی کا آغاز اس وقت کے نامور گلوکار کے ایل سہگل کے ساتھ

Marfat.com

پرنٹنگ پریس میں کام کر کے بچوں کا پیٹ پالتے رہے۔ ابراہیم راز کا انتقال 4 فروری 2003ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

خالدہ ریاست

فنکار کو ہر دور میں اپنے فن کی آبیاری کے لئے نت نئے مسائل اور آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے ہم جس فنکار کو ریڈیو، ٹی وی یا بڑی سکرین پر ہنستے کھیلتے اور لوگوں کو تفریح مہیا کرتے دیکھتے ہیں کون جانے ان میں سے کتنے فنکار ذاتی مسائل الجھنوں اور اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں کچھ ایسا ہی معاملہ ہماری اس سینئر آرٹسٹ کے ساتھ پیش آیا جواب اس دنیا میں نہیں لیکن ان کی یادیں ہمیشہ زندہ رہیں گی کیونکہ ایک سچا اور کھرا فنکار کبھی نہیں مرتا جب بہت سی پریشانیوں غموں اور آہوں، ہچکیوں کو اکٹھا کیا جائے تو ایک خاص فنکارہ وجود میں آتی ہے اور وہ فنکارہ ہے ٹی وی کی معروف آرٹسٹ خالدہ ریاست جو بہت سے غموں اور آنسوؤں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر اپنی ریاست کو ویران کر گئی وہ ریاست جو کبھی خواہشات اور تمناؤں کی آماجگاہ تھی۔

زندگی بھاگ چلی موت کے دروازے سے
اب قفس کون سا ایجاد کرے گی دنیا

ریڈیو، ٹیلی ویژن کی نامور اداکارہ خالدہ ریاست سال 96ء میں طویل علالت کے بعد کراچی کے آغا خان ہسپتال میں انتقال کر گئی تھیں وفات کے وقت ان کی عمر 38 برس تھیں وہ دو سال کینسر کے مرض میں مبتلا رہیں بالآخر بیماری کا مقابلہ کرتے کرتے دم توڑ گئیں موت جیت گئی خالدہ ریاست ہار گئی اس ہاری ہوئی ریاست کی ملکہ کو سخی حسن قبرستان میں منوں مٹی تلے اُتار دیا گیا۔

معروف صحافی ریاض بٹالوی کے لکھے ہوئے کھیل ''ایک حقیقت ایک افسانہ''

Marfat.com

میں بھی اہم نوعیت کے کردار ادا کیے انہوں نے لاہور مرکز سے زیادہ ڈرامے محمد نثار حسین کی ڈائریکشن میں کیے۔ جبکہ کراچی سے ''نامراد''، ''ٹاپ پسٹ''، ''کھویا ہوا آدمی''، ''مائی''، ''ہاف پلیٹ''، ''بندش''، ''ڈیڈ لائن''، ''میری سادگی دیکھ''، ''چٹان پر گھونسلا'' جیسے کئی ڈراموں میں بھی مرکزی کردار کیے خالدہ ریاست کا تعلق کراچی سے تھا لیکن وہ 1984ء سے 1988ء تک لاہور میں ہی مقیم رہیں پھر 1994ء میں انہوں نے اسلام آباد مرکز سے ڈرامہ سیریل 'پڑوسی' میں کام کیا وہ ایک ورسٹائل اداکارہ تھیں اس نے اپنے فنی کیریئر میں ٹیلی ویژن کے تین سو سے زائد ڈراموں میں اہم نوعیت کے کردار ادا کیے۔

خالدہ ریاست ایک طویل عرصہ سے خون کے سرطان جیسے موذی مرض میں مبتلا تھیں حکومت پاکستان سے بھی ان کے علاج کے لئے ٹیلی ویژن کے کچھ آرٹسٹوں نے بہتر کوشش کی مگر انہیں حکومت نے اپنے خرچ پر علاج کے لئے بیرون ملک نہیں بھجوایا خالدہ ریاست سے پہلے بھی ٹیلی ویژن کے کئی ایک اور نامور اداکارہ طاہرہ نقوی، ناصر سلیم، ظل سبحان، نور محمد لاشاری بھی بیرون ملک علاج نہ کروانے کے باعث انتقال کر گئے اور اب روحی بانو بھی ایسے بھی حالت سے دوچار ہیں......

خالدہ ریاست اپنے انداز کی منفرد فنکارہ تھیں۔ جنہوں نے تقریباً دو عشروں تک اپنی خوبصورت کردار نگاری کے انمٹ نقوش چھوڑے اس نے اپنے فنی سفر کا آغاز لاہور ٹی وی سے 1970ء میں کیا اور ''ایک محبت سو افسانے''، ''لازوال''، ''دو کنارے اور دروازے'' جیسے ڈرامے کیے ''ہاف پلیٹ'' میں انہوں نے معین اختر کے مقابل خوبصورت پرفارمنس دی خالدہ ریاست کی بڑی بہن عائشہ خان بھی ٹی وی کی منجھی ہوئی فنکارہ ہیں......

موت سے چند گھنٹے پہلے خالدہ ریاست کی وصیت کے مطابق ''کسی فنکار کو

Marfat.com

میرے مرنے کی اطلاع نہ دی جائے'' اس نے کہا تھا ''میری زندگی اور بیماری کے ایام میں کسی نے میری عیادت نہیں کی لہٰذا کسی بھی فنکار کو نہ بلایا جائے جن لوگوں نے مجھے نظر انداز کیا انہیں میرے جنازے میں آنے کی تکلیف نہ دی جائے۔ اگر کسی نے شرکت کرنا ہوگی تو میرے سوئم میں شریک ہو جائے گا۔ ناظرین کیا جانیں فنکار کتنا حساس ہوتا ہے۔ وہ زندگی میں پے در پے حادثات کا شکار ہوتی رہیں۔ میری زندگی یہ ہے کہ جب مجھے ٹھوکر لگی تو نئے عزم کے ساتھ سفر کا آغاز کیا ایک حادثہ گزر گیا تو پھر نیا حادثہ تلاش کیا فنکار سب کے لئے ہوتا ہے اس کا کسی علاقے رنگ و نسل سے تعلق نہیں ہوتا مگر لاہور میں میری راہ میں کانٹے بچھانے کے لئے طرح طرح کی مشکلات پیدا کی گئیں......

ظل سبحان

ٹی وی کے معروف ورسٹائل اور حقیقت پسندانہ اسلوب کے مالک فنکار ظل سبحان کو اس دنیا سے منہ پھیرے 15 سال کا عرصہ بیت رہا ہے۔ وہ آرٹسٹ کے علاوہ ایک ماہر دست شناس بھی تھے۔ بڑے بڑے فنکار انہیں اپنا ہاتھ دکھاتے تھے ان کے بتائے ہوئے حساب سچ ثابت ہوا کرتے تھے۔ لیکن انہیں اپنا اتنی جلدی جانے کا حال معلوم نہ تھا ظل سبحان نے سو سے زائد ٹی وی ڈراموں میں کام کیا۔ ان میں ''زیتون گری، ''فاریسٹ گارڈ''، ''شیر شاہ سوری''، ''شاہین''، ''سورج کے ساتھ ساتھ''، ''عجائب گھر'' اور ''بہادر علی'' میں ان کے یادگار رول تھے۔ ظل سبحان نے بے شمار سٹیج ڈراموں میں بھی کام کیا۔ وہ بہت جذباتی قسم کے فنکار تھے۔ کردار کی گہرائی میں گم ہو کر رول ادا کرتے جس سے حقیقت کا گمان ہوتا تھا ان کی زندگی طویل جدوجہد سے عبارت تھی۔

وہ لاہور میں پیدا ہوئے چند سال فوج کی ملازمت میں رہے۔ ان نے

Marfat.com

بزرگوں کا تعلق کابل (افغانستان) سے تھا جو سالوں پہلے لاہور میں آ کر آباد ہوئے۔ ان کی مادری زبان فارسی تھی وہ گھر میں اکثر فارسی بولتے تھے ان کا سب سے چھوٹا بھائی زاہد کراچی میں ایڈووکیٹ ہے۔ جبکہ ایک بہن ہے۔

وہ سٹیج ڈراموں میں مزید کام کرنا چاہتے تھے لیکن وہ حقیقت پسند اداکار تھے اس لئے انہیں آجکل کی سٹیج کی جگت بازی پسند نہ تھی۔ انہوں نے سٹیج کے لئے تین ڈرامے پروڈیوس بھی کیے'' آغوش وداع'' کے بعد لاہور سینٹر کے علاوہ کراچی، پشاور، کوئٹہ سنٹر سے انہوں نے کئی ڈرامے کیے۔ ''نشانِ حیدر'' کے سلسلے کے ڈراموں میں میجر طفیل شہید نشانِ حیدر کا کردار نہ صرف ظل سبحان بلکہ پی ٹی وی ڈراموں میں بھی ایک کلاسیکل کردار کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے اس کردار کو پورے پروفیشنل سیاق وسباق فنکارانہ اسلوب کے ساتھ پرفارم کیا۔

وہ 2 سال تک سرطان کے مرض میں مبتلا رہے۔ انہیں تین دفعہ ہسپتال داخل کیا گیا ایک دفعہ تو انہیں جناح ہسپتال کراچی میں مردہ سمجھ کر مردہ خانے میں ڈال دیا گیا تھا۔ جہاں وہ تقریباً 3,2 گھنٹے پڑے رہے۔ اس دوران ڈیوٹی پر مامور ایک ملازم نے ان کی سانس چلتی دیکھ کر شور مچا دیا یعنی ایک دفعہ تو وہ موت کو چکر دینے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن موت کا ایک وقت متعین ہے جو آج ہے اسے کل اپنے خالق حقیقی کے پاس جانا ہے۔ یہی نظامِ قدرت اور حکم خداوندی ہے۔ انہوں نے اپنے پیچھے 5 بیٹے اور پانچ بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ظل سبحان نے نہایت کسمپرسی میں اپنے آخری ایام حیات گزارے۔ وہ مالی طور پر شدید بحران کا شکار تھے۔

اِن کا آخری ڈرامہ ''زمین'' تھا یاد رہے کہ ظل سبحان نے بین الاقوامی فلم ''بلڈ آف حسن'' میں بھی کردار ادا کیا تھا۔ انہیں ہالی وڈ کے بعد ہدایت کاروں نے بھی اپنی فلم

Marfat.com

میں کام کرنے کی پیشکش کی تھی لیکن وہ اس سے قبل ہی شدید بیمار ہو گئے تھے۔آخر کار موت کے بے رحم پنجوں نے انہیں دبوچ لیا اور وہ فن کی دنیا سے بہت دور نکل گئے جہاں سے کوئی لوٹ کر واپس نہیں آیا انہیں پاپوش نگر کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا ان کی تاریخ وفات 29 مئی 1996ء ہے۔

ان کے چھوٹے بھائی غیور اختر بھی ریڈیو اور ٹی وی کے نامور فنکار ہیں۔مگر دونوں بھائیوں کے سٹائل میں فرق تھا۔غیور اختر کو ہلکے پھلکے اور مزاحیہ کردار ادا کرنے میں ملکہ حاصل ہے۔جبکہ ظل سبحان سنجیدہ اداکاری میں خاص مہارت رکھتے تھے اور خاص طور پر تاریخی کرداروں میں انہوں نے بے مثال اداکاری کا مظاہرہ کیا۔

موت سے کوئی ایک سال پہلے راقم جب وہ لاہور میں تھے تو ایک دن شام کے وقت اپنے گھر کے سامنے کھڑا تھا تو سامنے سے ہمارے سابق پی آر او حسیب پاشا کاظمی اور ظل سبحان موٹر سائیکل پر سے گزرنے لگے تو میں نے انہیں اشارے سے روک لیا چائے پانی کا پوچھا تو کہنے لگے یار ہم نے ایک دوست کو ''خبریں'' اخبار کے دفتر میں 6 بجے ملنا ہے۔وقت ہو چکا ہے کہیں وہ نکل نہ جائے مسئلہ یہ ہے ورنہ ہم آپ کے پاس ضرور رکتے۔علیک سلیک کے بعد وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے اور میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو ایک دم ان کا میجر طفیل شہید کا کردار میری آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔آج وہ ہم میں موجود نہیں لیکن ان کی یادیں ہمیشہ زندہ رہیں گی۔

حمید وائیں

ٹی وی، فلم اور اسٹیج کے اداکار حمید وائیں نے 1950ء کی دہائی میں فنی سفر کا آغاز کراچی سٹیج سے کیا اور اُردو ڈراموں کے ساتھ ساتھ متعدد انگلش ڈراموں میں بھی کام کیا۔60ء کی دہائی میں فلموں میں کام کرنے کے شوق میں وہ کراچی سے لاہور

Marfat.com

آئے۔ انہوں نے سب سے پہلے کمال احمد رضوی کی فلم ''کرائم اینڈ پنشمنٹ' میں جج کا کردار ادا کیا۔ لیکن انہیں فلم ''بدنام'' میں ولن کے کردار سے بہت مقبولیت ملی۔ پی ٹی وی کے تمام سینٹرز کے متعدد ڈراموں میں کام کیا۔ ڈرامہ سیریل ''کاوش''، ''سنہرے دن''، ''پل دو پل'' اور ''دھوپ کنارے'' ان کے مقبول سیریل تھے۔ حمید وائیں نے اپنی زندگی میں سب سے پہلی ملازمت ایکسٹرنل سروس میں بطور ٹا کر آفیسر کے بعد میں سٹیٹ بینک میں ڈائریکٹر پبلک ریلیشن کے طور پر کام کیا ان کا انتقال 3 جون 1999ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ ڈیفنس (گزری) قبرستان میں ملکۂ ترنم نور جہاں کی قبر کے پاس ہے۔

یوسف علی

ٹیلی ویژن ڈرامہ سیریل ''نجات'' کا ''قادر بخش'' اور سندھی فلموں کے اداکار یوسف علی مرحوم کی عمر تقریباً 50 برس تھی۔ یوسف علی نے ٹیلی ویژن کے بے شمار سیریل میں کام کیا۔ جن میں ''خدا کی بستی''، ''چھوٹی سی دنیا''، ''نجات'' وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے بڑی تعداد میں فلموں میں فائٹر اور سٹنٹ مین کے رول بھی ادا کئے۔ وفات کے روز ڈرامہ سیریل ''نجات'' کی ٹیم کے اعزاز میں حیدرآباد میں حیدرآباد آرٹس پروموٹرز کی جانب سے استقبالیہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ مرحوم کو بھی ٹیم کے ہمراہ جانا تھا۔ اسی کی تیاری کے لئے وہ کپڑے استری کر رہے تھے کہ اچانک طبیعت خراب ہوگئی۔ ہسپتال لے جایا جا رہا تھا کہ 22 اکتوبر 1993ء کو راستے ہی میں دم توڑ گئے۔

اسد جعفری

ملک کے ممتاز اداکار اور فلمی صحافی اسد جعفری الٰہ آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں

Marfat.com

نے اپنے فلمی کیریئر کا آغاز ہدایت کار ضیاء سرحدی کی فلم 'آخری شب' سے کیا اس کے بعد لگ بھگ 70 فلموں میں اداکاری کی ان کی یادگار فلموں میں ''ہم سفر''، ''ڈاکٹر''، ''نیند''، ''ان داتا''، ''دیور بھابی''، ''بدنام''، ''جوکر''، ''جوش'' اور 'سیاست'' کے نام قابل ذکر ہیں۔ مرحوم نے 1960ء میں فلمی صحافت کا آغاز کیا اور ملک کے بے شمار اخبارات رسائل سے وابستہ رہے۔ 1963ء میں مشہور فلمی میگزین ''ایسٹرن ٹائمز'' سے بطور نمائندہ لاہور وابستہ ہوئے۔ بعد ازاں اسی پرچے کے چند برس مدیر بھی رہے۔ اس کے علاوہ ''جنگ'' اور ''اخبارِ جہاں'' کے فلمی صفحات کے لئے ان کی گراں قدر خدمات ہیں۔ اسد جعفری نے دو شادیاں کیں پہلی بیوی کو چار سال کے بعد طلاق دے دی تھی۔ اس سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ دوسری بیوی سے چار بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے وفات کے وقت ان کی عمر 67 سال تھی۔ ان کا انتقال 20 ستمبر 1995ء کو ہوا۔

اقبال قریشی

ریڈیو، ٹیلی ویژن کے سینئر اداکار اقبال قریشی بھوپال میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے چائلڈ سٹار کی حیثیت سے اداکارہ صبیحہ خانم کے ہمراہ ایک فلم میں اداکاری کا مظاہرہ کیا تھا۔ انہوں نے ریڈیو سے اپنے فنی سفر کا آغاز کیا۔ اور بے شمار ریڈیو ڈراموں اور کمرشلز میں صداکاری کی جبکہ 1970ء میں انہوں نے ٹیلی ویژن سے ڈراموں کی ابتداء کی۔ ان کے مشہور ڈراموں میں ''سات رنگ''، ''پروفیسر''، ''کافی ہاؤس''، ''باادب با ملاحظہ ہوشیار'' اور ''ففٹی ففٹی'' قابل ذکر ہیں۔ بختیار احمد کے ڈرامے ''پروفیسر'' میں ان کا کردار اور مکالمہ 'پان کم چھالیہ' زیادہ بہت مشہور ہوا۔ انہوں نے مختلف فلموں میں فنکاروں کی ڈبنگ بھی کی۔ عالمی اُردو کانفرنس کراچی آرٹس کونسل میں کمپیئرنگ کے دوران 19 دسمبر 2009ء کو انتقال کر گئے۔ ان کی آخری آرام گاہ اسحاق

Marfat.com

آباد قبرستان کراچی میں ہے۔

نرالا

پاکستان کے سینئر اور ممتاز اداکار نرالا 9 دسمبر 1990ء کو انتقال کر گئے۔ مرحوم شوگر کے مرض میں مبتلا رہے۔ ان کے گردوں نے آخری وقت میں کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ نرالا جو مظفر احمد نرالا اور نرالا چچا کے نام سے مشہور تھے نے ایک سو سے زائد فلموں اور پچاس سے زائد اسٹیج ڈراموں کے علاوہ ٹیلی ویژن پر کام کیا۔ مظفر نرالا 8 اگست 1937ء کو دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ بہت سی فلمیں نرالا کے مزاحیہ پن سے کامیاب ہوئی وہ اداکاری میں حقیقت کا رنگ بھر دیتے تھے۔ مرحوم نے پاکستان کے نامور ہیروز اور ہیروئنز کے ساتھ کام کیا اور ان کے فن کو ہر جگہ سراہا گیا۔

تانی بیگم

ممتاز فنکارہ خورشیدہ ارشاد بیگم جو تانی بیگم کے نام سے مشہور تھیں۔ کی عمر 70 برس تھی۔ مرحومہ کا بچپن شاعر مشرق اقبالؒ کے پڑوس میں گزارا۔ مرحومہ علامہ اقبال کے گھر باقاعدگی سے جاتی تھیں۔ ان کے حقہ کی چلم تازہ کرتی تھیں 1930ء کی دہائی کے آخر میں مرحومہ بمبئی چلی گئیں۔ جہاں انہوں نے کئی فلموں میں کام کیا۔ جن میں ''مسافر''، ''شادی''، ''شہنشاہ بابر''، اور ''تان سین'' شامل ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد تانی بیگم کراچی منتقل ہوگئیں۔ انہوں نے دو فلموں ''منڈی اور فنکار'' میں کام کیا۔ شادی کے بعد انہوں نے فلموں میں کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ تانی بیگم نے بڑے جاندار رول ادا کیئے۔ اور اپنی اداکاری کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ ان کا انتقال 19 اپریل 2001ء کو کراچی میں ہوا۔

Marfat.com

سبحانی بایونس

پاکستان کے معروف اداکار سبحانی بایونس 1931ء میں حیدرآباد دکن میں پیدا ہوئے۔انہوں نے 60 کے عشرے میں مرزا غالب کا کردار ادا کر کے شہرت پائی۔مرحوم نے ریڈیو، ٹی وی اور تھیٹر کے بے شمار ڈراموں میں کام کیا۔وہ ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ان کے آباؤ اجداد حضرموت (یمن) سے ایک صدی پہلے ہندوستان آئے تھے۔اگست 1949ء میں یہ خاندان ہجرت کر کے کراچی میں مقیم ہوگیا۔خواجہ معین الدین نے انہیں ریڈیو سے متعارف کرایا اور وہی سے انہیں ٹی وی میں لے گئے۔ "لال قلعے سے لالوکھیت تک" اور "تعلیم بالغاں" جیسے شہرہ آفاق ڈراموں کی مقبولیت نے سبحانی بایونس کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔ٹی وی میں انہوں نے "خدا کی بستی"، "میرا نام منگو"، "انتظار فرمایئے"، "جینے دو"، "انسان اور آدمی"، "باادب باملاحظہ ہوشیار"، "آخری چٹان" اور "لبیک" میں اہم کردار ادا کئے ریڈیو، ٹی وی اور تھیٹر میں اداکاری کے جوہر دکھانے والے سبحانی بایونس کے دو بچے ہیں ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔ دونوں تعلیم یافتہ ہیں سبحانی بایونس کا انتقال یکم جون 2006ء کو کراچی میں ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ یٰسین آباد قبرستان کراچی میں ہے۔

انور بہزاد لکھنوی

انور بہزاد فرزند عاشق رسول حضرت بہزاد لکھنوی نیازی 1929ء میں لکھنو میں پیدا ہوئے۔انٹر تک لکھنو یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی۔ان کا ریڈیو کی اہم ترین آوازوں میں شمار ہوتا تھا۔آل انڈیا ریڈیو سے اپنے کیریئر کا آغاز کیا۔بعد میں ریڈیو پاکستان سے وابستہ ہو گئے اور اپنے وقت کے اہم ترین نیوز ریڈرز میں شمار ہونے لگے۔

Marfat.com

ریڈیو پاکستان کی قومی نشریاتی رابطے پر خبریں اور ورلڈ سروس کے لئے خبریں پڑھتے رہے۔ بعد ازاں اپنی خدمات کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے پاکستان ٹیلی ویژن سے بھی منسلک رہے۔ آپ سچے محب وطن تھے۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ کی خبروں نے عوام میں حب الوطنی کے جذبات کو شدت سے جگایا۔ بعض جگہ تو یہ دیکھنے میں آیا کہ انور بہزاد کی آواز میں خبریں سننے کے بعد خاصی دیر تک نعرۂ تکبیر اللہ اکبر بلند کرتے رہے۔ انور بہزاد مرحوم کو اُردو دنیا کی معروف ریڈیو سروسز بی بی سی، وائس آف امریکہ اور ریڈیو جرمنی سے بڑی پرکشش پیش کشیں بھی ہوئیں۔ مگر انہوں نے وطن کی خاطر کہیں جانا گوارا نہ کیا۔

انور بہزاد نے ایک سپاہی کی طرح اپنی زندگی بسر کی، زندگی نے ان کے لئے مصیبتوں اور پریشانیوں کے سینکڑوں مورچے اور بیسیوں محاذ کھولے مگر انور بہزاد نے اسے ہر جگہ سینہ تان کر شکست دی اور ہمیشہ مسکراتے رہے۔ آٹھ برس کی عمر میں وہ اپنے والد کے ساتھ دہلی گئے۔ بہزاد صاحب آل انڈیا ریڈیو کے ملازم تھے۔ دہلی کے قیام میں انہوں نے بچوں کے پروگرام میں کئی بار حصہ لیا۔ ان کا انتقال 1979ء میں کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ احاطہ مزار مبارک حضرت بہزاد لکھنوی نیازی، سخی حسن چورنگی نارتھ ناظم آباد کراچی میں ہے۔

یاسمین اسماعیل

ٹی وی، تھیٹر اور فلم کی معروف اداکارہ یاسمین اسماعیل 28 مارچ 1950ء کو کراچی میں پیدا ہوئیں۔ مختلف سکولوں سے تعلیم حاصل کی اور والد گرامی کرنل کو مختلف علاقوں میں اپنی ٹرانسفر کروانے کا کہتی رہیں۔ انہوں نے گریجوایشن کی تعلیم ہوم اکنامکس کالج سے حاصل کیا۔ وہ 1971ء میں اپنے والد کی وفات کے فوراً بعد کراچی میں منتقل

Marfat.com

ہو گئیں۔انہوں نے 1974ء میں شادی کی۔مگر ٹی وی پر وہ 1960ء سے کام کر رہی تھیں۔1980 میں تھیٹر میں کام کرنا چھوڑ دیا۔اور کراچی میں گرپس تھیٹر کی سربراہ کے طور پر سامنے آئیں۔

مرحومہ نے تقریباً 24 ڈراموں میں بطور ڈائریکٹر فرائض سرانجام دیئے اور ان کے زیادہ تر ڈرامے مشہور رائٹر عمران اسلم نے تحریر کیے۔جو عوام میں بے حد مقبول ہوئے۔ماہ رمضان کے کچھ عرصہ پہلے انہوں نے ایک ڈرامہ ''اوسامہ ہو تو سامنے آئے'' میں بطور ہدایت کار کام کیا اس کو بھی عمران اسلم نے تحریر کیا تھا۔وہ اپنی بیماری سے تقریباً 5 سال تک لڑتی رہیں۔وفات کے وقت ان کی عمر 52 سال تھی۔ان کا بیٹا رمل اسماعیل جوان ہے اور بزنس مین ہے۔جبکہ ان کی بیٹی صلہ اسماعیل ہیں اور دونوں بچے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ان کے شوہر طارق اسماعیل ایک پرائیوٹ فارمیسی کمپنی میں چیف ایگزیکٹو ہیں یاسمین اسماعیل کا انتقال 21 جنوری 2002ء کو ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔یاسمین اسماعیل کو پی ٹی وی کے مشہور ڈرامے ''ففٹی ففٹی'' سے شہرت ملی۔ڈرامہ سیریل ''تنہائیاں'' میں بھی ان کی اداکاری پسند کی گئی۔ان کے باقی مقبول ڈراموں میں ''راشد منہاس''،''انا''،''عجائب خانہ''،''زینت''،''تپش'' شامل ہیں۔ انہوں نے فلموں میں بھی اداکاری کے جوہر دکھائے۔سید نور کی فلم ''دیوانے تیرے پیار کے'' میں ان کی اداکاری بہت پسند کی گئی۔مرحومہ نے بے شمار سٹیج ڈراموں سے ہدایت کاری بھی کی۔اپنی وفات سے ایک سال قبل لاہور کے ایک فائیو سٹار ہوٹل میں انہوں نے ایک ڈرامہ ''مغل اعظم'' سٹیج کیا۔جو بہت پسند کیا گیا۔

رابطہ: طارق اسماعیل

7-B فرسٹ مشرقی سٹریٹ ڈیفنس فیز وان کراچی

Marfat.com

آصف علی

پاکستان کے مشہور غزل، گیت کے گلوکار آصف علی جو نیشنل بینک میں ملازم تھے اور گزشتہ چالیس سال سے موسیقی کے شعبہ سے وابستہ تھے۔گلوکاری ان کا جنون اور شوق تھا اور غزل گائیکی میں انہوں نے اپنی خوبصورت غزلوں سے شہرت پائی۔ مثلاً ''اب کے سال پونم میں جب تو آئے گی ملنے''، ''دروازہ کھلا رکھنا''، ''دیواروں سے باتیں کرنا اچھا لگتا ہے'' اور ایسی ہی بے شمار غزلوں سے انہیں شہرت حاصل ہوئی۔

آصف علی کے 13 البم مارکیٹ میں آئے انہوں نے تقریباً 200 سے زائد گیت اور غزلیں گائیں۔ جبکہ انہوں نے سب سے زیادہ غیر ملکی دورے کئے۔ آصف علی ہاکی کے بھی بہترین کھلاڑی تھے اور سابق اولمپین صلاح الدین کے ہمراہ ہاکی کھیلتے رہے۔ چند سال قبل وہ امریکہ چلے گئے تھے پاکستان آنے کے بعد ایک سال قبل گلے کے کینسر کے موذی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ ان کا آپریشن بھی کیا گیا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ وہ ایک سال تک اس مرض میں مبتلا رہے بیماری کا مقابلہ کرتے رہے مگر اسے شکست نہ دے سکے۔ ان کا انتقال 8 مئی 2010ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ گلشن اقبال قبرستان کراچی میں ہے۔

شہزادی

مشہور اداکارہ شہزادی، جنہوں نے فلم، ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے ڈراموں میں تقریباً چار دہائیوں تک کام کیا۔ ان کا اصل نام نسرین بلوچ تھا۔ انہوں نے گلوکاری اور اداکاری کا آغاز حیدرآباد ریڈیو پاکستان سے کیا۔ جب وہ طالبہ تھیں۔ انہیں ریڈیو میں ایک ڈرامہ میں شہزادی کے نام سے کام کرنے کو کہا گیا جو کہ ان کے نام کے ساتھ تمام

Marfat.com

زندگی رہا۔

ان کی آواز میں ایک کشش تھی اور گہرائی تھی۔ جس نے سندھی پروڈیوسرز کو اپنی طرف مائل کیا۔ ان کی پہلی فلم ''پنوں'' تھی۔ جس کے بعد ان کی بہت سی فلمیں چھوٹے پردے پر نمایاں ہوئیں، سندھ میں بہت کم خواتین ایسی تھیں جنہوں نے ٹیلی ویژن میں کام کرنے کے بعد چھوٹی سکرین پر کام کیا۔ غزالہ رفیق، روشن عطاء، ممتاز کنول اور قیصر نقوی نے کراچی کے تمام اہم ڈراموں میں کراچی ٹیلی ویژن اسٹیشن پر کام کیا۔

بعد میں سکینہ سموں، نزہت عباسی، شہناز سومرو اور پروین اکبر نے بھی ان کی ٹیم میں شمولیت اختیار کی۔ جنہوں نے مل کر بہت عمدہ ڈراموں کی سیریز بنائی۔ شہزادی کے ڈراموں نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ وہ نہ صرف پروڈیوسرز بلکہ عوام کی بھی ہر دل عزیز اداکارہ تھیں۔ مرحومہ نے اُردو اور سندھی دونوں زبانوں کے ڈراموں میں کام کیا۔ لیکن ڈرامہ ''زینت (1967)'' میں انہیں سب سے زیادہ مقبولیت ملی۔ انہوں نے اپنی اداکاری کا لوہا منوایا۔ وہ کسی بھی کردار کو ادا کرنے سے پہلے اس کا مطالعہ کرتیں اور پھر اس اصل کو ادا کرتیں۔ ''ناتا''، ''تانبہ''، ''ڈونگی منج دریا'' ڈرامے سیریل نے ٹیلی ویژن کے دوسرے ڈراموں کو بھی مات دے دی۔ شہزادی کے ہم عصروں میں نور محمد لاشاری، محمود صدیقی، شفیع محمد شاہ، قربان گیلانی، فرید نواز بلوچ، انور سولنگی، منظور قریشی اور مشتاق مغل شامل ہیں۔ جہاں انہوں نے اپنے سینئرز سے سیکھا وہاں نئے اداکاروں کو بھی بڑی شفقت سے سمجھاتی تھیں۔ اداکاری کے بعد انہوں نے گارمنٹس کی دکان کھول لی تھی اور اتوار بازار میں سٹال لگایا، انہوں نے عورتوں کے خلاف روایتی عداوت کو بھی دیدہ دلیری سے برداشت کیا۔

وفات کے وقت ان کی عمر 62 سال تھی۔ ان کا انتقال 24 اپریل 2003ء

Marfat.com

میں کراچی میں ہوا۔ مرحومہ کے بھائی سجاد شاہ صاحب ہیں۔

ایس ایم یوسف

ایس ایم یوسف (فلم ساز، ہدایتکار) صدارتی ایوارڈ یافتہ ولد شیخ احمد 20 جون 1907ء کو پیدا ہوئے۔ اور ان کی تاریخ وفات 26 مئی 1988ء ہے۔ قبرستان ڈیفنس کے نشیبی حصے میں سب سے نمایاں قبران کی ہے۔ مگر کتبے پر لکھے الفاظ سے کالی سیاہی مٹ چکی ہے۔ قریب سے پڑھا جا سکتا ہے۔ مرحوم نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بھارت میں گزارا۔ لیکن وفات سے چند سال پہلے پاکستان ہجرت کر آئے تھے۔ قبر پختہ ہے۔

اُستاد امراؤ بندو خان

اُستاد امراؤ بندو خان (صدارتی تمغہ حسن کارکردگی) ولد بابائے موسیقی اُستاد امراؤ بندو خان صاحب مرحوم کی عمر 53 برس تھی۔ ان کی تاریخ وفات 4 اکتوبر 1979ء بمطابق ذیقعد 1399ھ بروز جمعرات بوقت ساڑھے گیارہ بجے اچانک حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے۔ ان کی تاریخ وفات جناب رئیس امروہوی کا نتیجہ فکر ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ قبرستان لالوکھیت میں ہے۔ باب وارثی کے ذریعے داخل ہوں تو بائیں ہاتھ مشہور موسیقار اُستاد امراؤ بندو خان کی قبر دکھائی دیتی ہے۔ ان کا دہلی کے ایک موسیقی کے گھرانے سے تعلق تھا۔ وہ پہلے سارنگی بجایا کرتے تھے۔ بعد ازاں وہ گانے لگے، ریڈیو پاکستان لاہور کے میوزک سیل کے سربراہ شیخ مسعود صاحب کے بقول وہ خوب گاتے تھے۔ اور ان کی فن موسیقی پر بڑی گہری نظر تھی اس صلہ میں انہیں تمغہ حسن کارکردگی بھی ملا تھا۔

Marfat.com

سید ذوالفقار علی بخاری

سید ذوالفقار علی بخاری کی تاریخ وفات 12 جولائی 1975ء بمطابق یکم رجب المرجب 1395ھ بروز ہفتہ ہے۔ان کی آخری آرام گاہ سوسائٹی قبرستان طارق روڈ پر ہے۔موصوف فن موسیقی کے اُستاد، اہل فن کے صحیح قدردان اور نشریات کے ماہر تھے۔ان کے حالات پر ''یادیاد'' کے عنوان سے ایک کتاب بھی چھپ چکی ہے۔مرحوم زیڈ اے بخاری ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل تھے۔ان کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

نور محمد چارلی

الحاج نور محمد چارلی (اداکار) ولد حاجی علی محمد کی تاریخ پیدائش 7 جنوری 1911ء اور تاریخ وفات 18 رمضان المبارک 1403ھ بمطابق 30 جون 1983ء بروز جمعرات ہے۔سوسائٹی قبرستان کراچی کے شمال مشرقی گوشے میں ایک چھتری کے نیچے برِاعظم پاک و ہند کے نامور فلمی اداکار چارلی آرام فرما ہیں۔چارلی اپنے دور میں مزاحیہ اداکاری کے لئے مشہور تھے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

ظفر احمد

ریڈیو آفیسر ظفر احمد ولد مشتاق احمد کی تاریخ وفات 7 شعبان 1410ھ بمطابق 4 مارچ 1990ء ان کی آخری آرام گاہ قبرستان سخی حسن کراچی ملا جیون مرحوم کی قبر سے جانب شمال مغرب پندرہ میٹر کے فاصلے پر ہے۔مرحوم ریڈیو پاکستان میں ایک آفیسر تھے۔ان کا انتقال عرشہ جہاز میں اٹلی کے قریب ہوا تھا۔تدفین کراچی میں ہوئی۔

مرزا مرتضٰی حسین چنگیزی

مرزا مرتضٰی حسین چنگیزی (فلم ڈائریکٹر، پروڈیوسر) ولد مرزا قزلباش چنگیزی

Marfat.com

کی تاریخ پیدائش 21 مارچ 1935ء بمقام (لکھنو) اور تاریخ وفات 5 جولائی 1992ء ہے۔ان کی آخری آرام گاہ قبرستان سخی حسن برلب مین راستہ دیوار کے قریب واقع ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کالے رنگ کا کتبہ لگا ہے۔مرحوم نے مشہور زمانہ فلمیں پروڈیوس کیں اور بہت سے فنکاروں کو متعارف کروایا۔

مسز پرویز دستور

ممتاز کلاسیکل غزل اور لوک گلوکارہ مسز پرویز دستور کراچی میں 12 نومبر 2009ء کو وفات پا گئیں۔ان کی عمر 86 برس تھی۔وہ ریڈیو پاکستان سے گزشتہ 48 برس سے منسلک تھیں۔

قدیر خان

معروف فلم ساز قدیر خان کی تاریخ وفات 11 ستمبر 2007ء ہے۔مرحوم فلم انڈسٹری کے بڑے معروف پروڈیوسر تھے۔انہوں نے بے شمار فلمیں بنائیں جو کامیاب رہیں۔ان کی وفات کراچی ڈیفنس میں ہوئی ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس کراچی کے قبرستان میں ہے۔مرحوم کی فلم نگری کے لئے خدمات قابل ذکر ہیں۔

جہاں آراءسعید

ریڈیو پاکستان کی پہلی خاتون انگریزی نیوز ریڈر جہاں آراءسعید 21 نومبر 2007ء کو کراچی میں انتقال کر گئیں۔ان کی عمر 80 سال تھی۔جہاں آراءسعید سرطان کے مرض میں مبتلا تھیں۔

نسیم اختر

ٹیلی ویژن اور سٹیج فنکار،نسیم اختر 26 جون 2007ء کو کراچی میں انتقال کر

Marfat.com

گئے۔وہ جگر کے عارضہ میں مبتلا تھے۔ان کے جگر نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔مرحوم نے سوگواروں میں ایک بیوہ اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

شہریار قدوس

عالمی شہرت یافتہ براڈ کاسٹر اور 45 سال سے ریڈیو پاکستان سے وابستہ ممتاز شخصیت صاحبزادہ شہریار قدوس کینسر کے مرض میں مبتلا رہ کر 25 جولائی 2008ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔مرحوم کی عمر 64 برس تھی۔ان کی ابدی آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان میں ہے۔وہ انڈیا کے شہر سہارن پور میں پیدا ہوئے مرحوم نے اپنے سوگواروں میں بیوہ، ایک بیٹی اور دو بیٹے چھوڑے ہیں وہ اپنے عہد کے سب سے کامیاب اور ہر دلعزیز براڈ کاسٹر تھے۔انہوں نے جیوٹی وی کے شعبہ مذہبی امور کے لئے متعدد پروگرام ریکارڈ کرائے۔

زرینہ گل آغا

ممتاز گلوکارہ و اداکارہ سلمیٰ آغا، روبی اور سلیمان آغا کی والدہ زرینہ گل آغا قالینوں کے ممتاز تاجر لیاقت گل آغا کی اہلیہ تھیں۔طویل علالت کے بعد لندن میں 5 جولائی 2004ء کو انتقال کر گئیں۔مرحومہ نجیب زوانی اور سکوائش کے شہرت یافتہ بین الاقوامی کوچ رحمت خان کی خوش دامن تھیں۔ان کے والد محترم احمد سلمان ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل رہ چکے ہیں۔زرینہ گل آغا بھارتی اداکارہ تھیں۔جن کا انتقال لندن میں ہوا۔اور دفن 8 جولائی 2004ء کو پاکستان کے شہر کراچی میں ہوئیں۔

معین اختر

معین اختر 24 دسمبر 1950ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔1966ء میں پہلے

Marfat.com

یوم دفاع پاکستان کے موقع پر پاکستان ٹیلی ویژن پر جلوہ گر ہوئے۔ اسٹیج، ٹی وی، ریڈیو اور فلم کے شعبوں میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ انہوں نے فن میزبانی میں بھی اپنا الگ مقام پیدا کیا۔ مرحوم نے کئی سربراہان مملکت وحکومت کے سامنے اپنے اس فن کا مظاہرہ کیا۔

معین اختر نے اسٹیج پر بھی اپنی صلاحیتیں منوائیں۔ جب اسٹیج کا ماحول ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگیا تو انہوں نے اپنا فن ٹی وی اور مختلف پروگراموں کی میزبانی کے لئے وقف کر دیا۔ فلم کا مزاج بھی ان کے مزاج سے ہم آہنگ نہ ہو سکا۔ اور انہوں نے چند فلمیں مثلاً ''راز''، ''سب کے باپ''، ''تابعدار''، اور ''مسٹر کے ٹو'' کرنے کے بعد فلمی صنعت سے کنارہ کشی کر لی۔

پی ٹی وی کے لانگ پلے ''روزی'' میں مس روزی کے نسوانی کردار سے معین اختر کی مقبولیت دو چند ہوگئی۔ انور مقصود کے لکھے ہوئے مزاحیہ لانگ پلے ''ہاف پلیٹ'' میں انہوں نے ایک مفلوک الحال شاعر کی شاندار اداکاری کرتے ہوئے شائقین سے ڈھیروں داد سمیٹی، انور مقصود اور معین اختر کی جوڑی شائقین میں ہردلعزیز تھی۔ ان کا فنی کام سراہتے ہوئے انہیں وقتاً فوقتاً ایوارڈز سے نوازا گیا۔ ان اعزازات میں تمغہ حسن کارکردگی، ستارہ امتیاز، نگار ایوارڈ، گریجوایٹ ایوارڈ، مصور ایوارڈ، عوامی ایوارڈ اور اس کے علاوہ چھ پی ٹی وی ایوارڈز شامل ہیں۔

معین اختر نے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لاتعداد افراد کی پیروڈی کی سندھی، پنجابی، پشتو، بلوچی، گجراتی زبان کا لب ولہجہ اپنانے میں انہیں کمال حاصل تھا۔ انہوں نے فن گائیکی میں بھی اپنے جوہر دکھائے، ڈرامے تحریر کیے۔ فلم پروڈکشن اور ڈائریکشن بھی کی۔ مرحوم اپنے منفرد انداز اور خصوصاً آواز اور انداز کے نقل

Marfat.com

کرنے کی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے فن اداکاری میں منفرد مقام رکھتے تھے۔

معین اختر کا مزاح دلیپ کمار جیسے سنجیدہ اور عہد ساز اداکار کو بھی بھایا۔ اور وہ ان کی اداکاری کی حیثیت مانتے تھے ٹی وی پر ''انتظار فرمایئے'' ان کا پہلا ڈرامہ تھا۔ اس ڈرامے سمیت 70ء کے عشرے کے معروف ڈراموں میں لیڈنگ رول ادا کیا یہ کہنا درست ہے کہ وہ بہروپ بھرنے میں اپنی مثال آپ تھے عوام کے ساتھ ساتھ حکمرانوں میں یحییٰ خان، غلام اسحاق خان، ذوالفقار علی بھٹو، پرویز مشرف، نواز شریف اور فنکاروں میں دلیپ کمار، راج ببر، انیل کپور، سلمیٰ آغا، لتا منگیشکر، دیو آنند دھرمیندر سمیت بڑی تعداد میں ملکی اور غیر ملکی فنکاران کے مداح تھے۔ ان کے سوگواروں میں بیوہ، تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 61 برس تھی۔ ان کا انتقال 22 اپریل 2011ء کو کراچی میں ہارٹ فیل سے ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ ماڈل کالونی قبرستان کراچی میں ہے۔

لیاقت سولجر

سٹیج اور ٹی وی کے مشہور مزاحیہ اداکار لیاقت سولجر کی وفات ایک المیہ ہے۔ ہوا یوں کہ وہ ایک نجی چینل پر پاکستان اور بھارت کے درمیان کھیلے جانے والے سیمی فائنل کے لائیو پروگرام میں موجود تھے۔ اسی دوران بھارتی کرکٹر وریندر سہواگ جب آؤٹ ہوئے تو انہوں نے زوردار نعرہ لگایا۔ وقفہ میں باہر آئے تو ان کو دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا۔ ان کی تاریخ وفات 30 مارچ 2011ء ہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 56 سال تھی۔

لیاقت سولجر کراچی میں پیدا ہوئے۔ سٹیج ڈراموں سے انہیں جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ 1973ء میں انہوں نے آدم جی آڈیٹوریم میں پیش کیے جانے والے سٹیج

Marfat.com

ڈرامے ''چلتا پرزہ'' سے اپنے فنی کیریئر کا آغاز کیا۔ کراچی میں سٹیج کے سینئر اداکار نذر حسین نے انہیں تھیٹر میں متعارف کروایا۔ انہوں نے اس دور میں ہونے والے میمن زبان کے ڈراموں سے شہرت حاصل کی۔

ہدایت کار عثمان میمن کے بہت سے میمی ڈراموں میں اداکاری کا مظاہرہ کیا۔ کراچی میں کمرشل ڈراموں کا دور شروع ہوا تو لیاقت سولجر نے اپنی بہترین اداکاری سے کمرشل ڈراموں میں بھی شہرت حاصل کی۔ انہوں نے 400 سے زائد سٹیج ڈراموں میں اداکاری کا مظاہرہ کیا۔ جبکہ 250 سٹیج ڈراموں میں بطور مصنف اور ہدایت کار خدمات انجام دیں۔ ان کے مشہور ڈراموں میں ''دولہا گھر بھولا''، ''قربانی جو بکرو''، ''شادی ہو تو ایسی''، ''بہروپیہ معین اختر''، ''عیدی دو''، ''ہیلو ہیلو نو''، ''عید ائیر پورٹ پر''، ''بہروپیہ'' اور دیگر ڈرامے شامل ہیں۔ لیاقت سولجر نے عمر شریف کے ساتھ بہت سے ڈراموں میں کام کیا انہوں نے اپنے دیرینہ دوست شہزاد رضا کے ساتھ اپنی جوڑی بنائی اور دونوں فنکاروں نے متعدد کامیاب سٹیج ڈرامے کیے۔ حال ہی میں مرحوم نے سکندر صنم کی پیروڈی فلم ''دبنگ'' میں اہم کردار ادا کیا۔ جبکہ وہ نجی چینل سے پیش کیے جانے والے کامیڈین شو ''کامیڈی کنگ'' میں اداکاری کے ساتھ جج کے فرائض بھی انجام بھی دے رہے تھے۔ ان کے تین بیٹے، ایک بیٹی اور بیوہ سوگواروں میں شامل ہیں۔ ان کی ابدی آرام گاہ دھوبی گھاٹ میوہ شاہ قبرستان کراچی میں ہے۔ جہاں اور بھی کراچی کے بہت مشاہیر مدفون ہیں۔ جو اپنے اپنے حصے کا کام کر کے آرام کی چادر اوڑھ کر ابدی نیند کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ ان میں لیاقت سولجر بھی شامل ہیں۔

برکت اللہ

پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن ریڈیو راولپنڈی کے سابق پروگرام منیجر اور پی

Marfat.com

ٹی وی کے سینئر ناموراداکار برکت اللہ مرحوم نے پسماندگان میں تین بیٹے اور بیوہ سوگوار چھوڑی ہیں۔ برکت اللہ کی عمر 76 برس کے قریب تھی۔ مرحوم نے 1950ء کی دہائی میں ریڈیو پاکستان راولپنڈی سے بطور پروڈیوسر کیریئر کا آغاز کیا تھا۔ وہ مختلف اسٹیشنوں پر کام کرتے رہے۔ اس کے علاوہ انہیں اداکاری کا بھی شوق تھا۔ اور طفیل کمال نے انہیں پی ٹی وی راولپنڈی سے متعارف کروایا تھا۔ آپ نے ریڈیو اور تھیٹر پر بھی کام کیا۔ ان کے مشہور ٹی وی ڈراموں میں ''دلہن''، ''اب کیا ہوا''، ''انفرادی کھیل'' اور متعدد ڈرامہ سیریلز تھے، برکت اللہ ریڈیو پاکستان لاہور سنٹر میں بھی پروگرام منیجر رہے۔ ان کا انتقال 30 مئی 2011ء کو کراچی میں ہوا۔ اور مقامی قبرستان میں ان کی ابدی آرام گاہ ہے۔

ناظم

ماضی میں اپنے عہد کے مقبول ہیرو فلم سٹار ناظم نے جن فلموں میں اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ان میں ''شمع پروانہ''، ''جب سے دیکھا ہے تمہیں''، ''شرمیلی''، ''محمد بن قاسم'' اور دیگر فلمیں شامل ہیں۔ ان کی اداکاری میں حقیقت کا گمان ہوتا تھا۔ وہ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے اور 21 جون 2011ء کو انتقال کر گئے۔ ماضی کی یادوں کے دریچے ان کی موت سے بند ہو گئے۔ ان کی ابدی آرام گاہ یاسین آباد قبرستان کراچی میں ہے۔

............☆............

Marfat.com

ماہرِ طُب

Marfat.com

کراچی میں مدفون ماہر طب

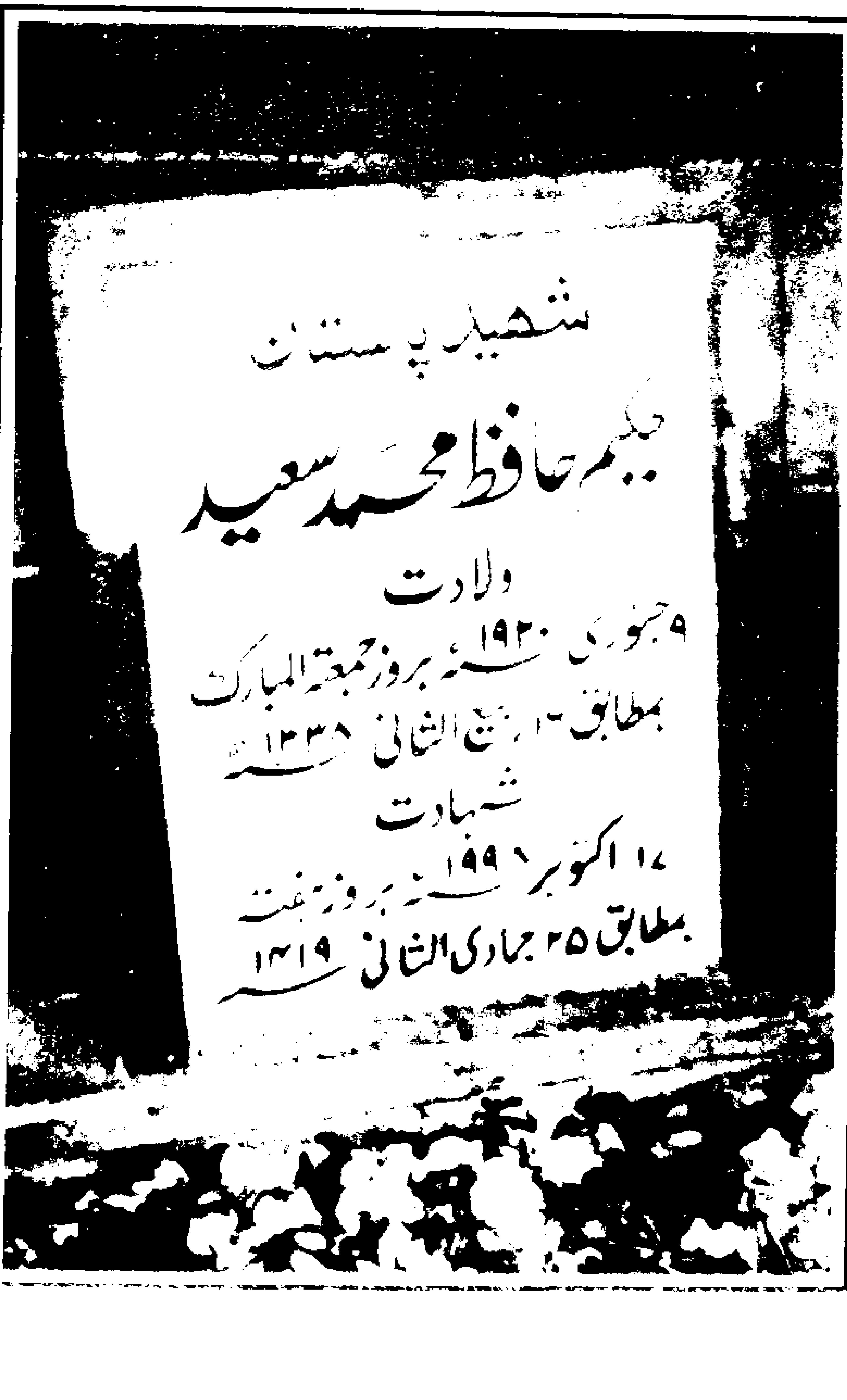

Marfat.com

Marfat.com

حکیم محمد سعید دہلوی ''شہید پاکستان''

براعظم پاک و ہند کے مفکر و مصلح حکیم عبدالمجید نے 1902ء میں ''ہمدرد دواخانہ'' کی بنیاد رکھی جس میں ان کی رفیق و عظیم اہلیہ رابعہ ہندی بھی شریک رہیں۔ خاندان ہمدرد نے چینی ترکستان سے ہجرت کی اور سب سے پہلے پشاور (صوبہ سرحد) میں قیام کیا اور پھر ہجرت کر کے دہلی میں آباد ہوئے 1947ء میں جب آزادی ہند اور ملک کی تقسیم ہوکر (ہندوستان اور پاکستان) دو ریاستیں عالم وجود میں آئیں تو حکیم محمد سعید نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی۔ حکیم محمد سعید 9 جنوری 1920ء کو دہلی میں پیدا ہوئے آپ بچپن ہی سے نہایت ذہین اور اعلیٰ صلاحیت کے مالک تھے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی کم سنی میں والدہ کا انتقال ہوگیا اس لئے آپ کے والد بزرگوار حکیم حاجی عبدالحمید نے آپ کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی سب سے پہلے آپ کو قرآن مجید حفظ کروایا 9 سال کی عمر میں آپ نے حفظ قرآن کے بعد نماز تراویح میں قرآن پاک سنایا اس کے بعد عربی اور فارسی کی تعلیم مولانا قاضی سجاد حسین سے حاصل کی ماسٹر ممتاز حسین اور حکیم اقبال حسین سے انگریزی پڑھی 1923ء میں آپ نے مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے قائم کردہ آیورویدک اور یونانی طبیہ کالج دہلی میں داخلہ لیا اور 1939ء میں آپ نے طب کا اعلیٰ امتحان پاس کرلیا۔

حکیم محمد سعید نے اپنے ادبی سفر کی ابتداء پہلے افسانہ ''تسبیح'' سے کی جو 1933ء میں ''اخبار وطن دہلی'' میں شائع ہوا آپ کے والد محترم نے 1902ء میں

Marfat.com

ہمدرد دواخانہ کی داغ بیل ڈالی تھی جس کا انتظام وانصرام آپ کے برادر بزرگ اور مشہور طبیب حازق حاجی عبدالحمید سنبھالے ہوئے تھے چنانچہ 1939ء میں طب سے فارغ ہو کر آپ نے بھی بردار بزرگ کے ساتھ دواخانہ میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا اور دونوں بھائیوں نے دن رات محنت کر کے ہمدرد کو ترقی اور وسعت دینا شروع کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمدرد کا نام اور کام برصغیر کے گوشے گوشے میں روشناس ہو گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد دونوں بھائیوں نے اپنی والدہ کے تعاون سے ہمدرد دواخانہ کو اپنی ذاتی ملکیت سے نکال کر ایک وقف کی شکل دے دی وقف کے مقاصد میں جہاں طب مشرقی (یونانی) کی ترقی اور تحقیق شامل تھی وہیں طبی مراکز کا قیام طب مشرقی کی تعلیم و تربیت کے لئے طبیہ کالجوں کا قیام طب مشرقی کی اشاعت و ترویج کے لئے کتابوں رسالوں کی اشاعت کے علاوہ ملک کے علمی، ادبی، تعلیمی اور صنعتی اداروں کی امداد و اعانت، سلیبس، ادب یا تاریخ اور طب پر معیاری مطبوعات کی اشاعت بھی تھا۔ قیام پاکستان کے بعد حکیم محمد سعید اپنے وسیع کاروبار کو چھوڑ کر پاکستان آ گئے اور اس سرزمین کو ہی اپنی اُمیدوں اور آرزوؤں کا مرکز بنا لیا۔ کیونکہ آپ شروع ہی سے تحریک پاکستان سے گہری دلچسپی اور قائداعظم سے دلی عقیدت رکھتے تھے ابتدائی دنوں میں انہیں انتہائی صبر آزما حالات سے دوچار ہونا پڑا لیکن قدرت نے حکیم محمد سعید کو غیر معمولی حوصلہ ہی عطا نہیں کیا تھا بلکہ انہیں مثالی حد تک عزم و ہمت، جفاکشی، اصول پسندی اور ثابت قدمی جیسی صفات سے بھی نوازا تھا چنانچہ انہوں نے نہایت صبر و استقلال اور نظم و ضبط کے ساتھ ہمدرد دواخانے کو دن رات سعی و کاوش کے بعد ایسا ادارہ بنا دیا جس کی مثال دنیائے اسلام میں شاید ہی ملے ہمدرد کی داستان تو عزم و ہمت کی ایک اچھوتی داستان ہے جو تاریخ طب میں حکیم سعید کے نام اور مثالی کام کو سنہری حروف میں تابندہ و درخشاں رکھے گی۔ پاکستان میں آج ہمدرد

Marfat.com

دواخانہ (وقف) ہمدرد لائبریری اپنی گوناگوں خصوصیات کی بناء پر پورے پاکستان میں طب مشرق، علم وادب، دین، اخلاق، سائنس وتاریخ کی مثالی خدمات کے لئے شہرت دوام رکھتی ہے۔

حکیم محمد سعید ان خوش نصیبوں میں شامل تھے جنہوں نے مسلسل محنت وریاضت سے تاریخ میں نام لکھوایا جو ہمدرد کا پودا لگایا۔ وہ اب ایک تناور درخت کی صورت میں ضرورت مندوں کے لئے سایہ فگن ہے یہ سب کچھ حکیم سعید نے اپنی زندگی میں ہی محض اپنی خداداد صلاحیت سے کر دکھایا حکیم سعید اوقات کار کے جتنے پابند تھے شاید ہی کوئی ایسا فرد نظر آئے وہ اپنے ایک ایک لمحے کو محفوظ رکھتے تھے مختلف شہروں میں مختلف اوقات مقررہ میں مطب کرنا تصنیف وتالیف میں رہنا طب مشرق تاریخ ثقافت اور سائنس وغیرہ سے متعلق دنیا کی کئی کانفرنسوں میں شریک ہونا اور پاکستان آنے کے بعد اپنے اداروں کی کارکردگی کا جائزہ لیتے رہنا۔ کتابوں اور رسالوں کی بروقت اشاعت کی نگرانی کرنا اور فرصت کے کچھ لمحوں میں ٹینس وغیرہ سے صحت وتندرستی برقرار رکھنا ان کے پسندیدہ مشغلے تھے اور سفید پوشی، خوش اخلاقی، خوش گفتاری اور دردمندی ان کی ذاتی صفات تھیں حکیم محمد سعید تقریباً پوری دنیا کی سیر وسیاحت کر چکے تھے اور اکثر ملکوں کے سفر نامے بھی ان کا سرمایہ سفر ہیں ملکی وغیر ملکی بے شمار اداروں سے حکیم سعید بحیثیت چیئرمین صدر یا رکن وابستہ تھے اور تقریباً ہر ماہ کسی نہ کسی کانفرنس میں شرکت کے لئے بیرون ملک جاتے رہتے تھے۔

حکیم محمد سعید کی چند اہم تصنیفات وتالیفات:

''میڈیسن ان چائنا'' (انگریزی) '' یورپ نامہ'' (سفر نامہ، ترکی، یوگو سلادیہ، آسٹریلیا اور سوئٹزرلینڈ) ''جرمنی نامہ (سفر نامہ وفاقی جمہوریہ جرمنی)'' عجائبات

Marfat.com

جسم انسانی (ترجمہ انگریزی)''، ''مقالات شام ہمدرد (تین جلدیں)''، ''ابن الہیثم (انگریزی میں)''، ''ابن الہیثم کی روداد اور مقالات'' (روس کا سفرنامہ) ''سوئٹزرلینڈ میں میرے چند شب وروز''، ''ایک مسافر چار ملک''۔ ''کوریا کہانی''، ''تجربات طبیب''، ''اخلاقیات نبوی''، ''خودی''، حکیم محمد سعید دہلوی کی زیر ادارت جو قابل ذکر رسالے مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں ''ہمدرد صحت''، ''جمہور نونہال (بچوں کے لئے)''، ''اخبار الطب''، ''ہمدرد (انگریزی میں)'' بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حکیم محمد سعید کو ان اعلیٰ خدمات کے صلہ میں 1966ء میں ستارہ امتیاز ملا تھا۔ اوراس کے بعد کویت فاؤنڈیشن برائے ترقی سائنس نے ''کویت پرائز برائے طب اسلامی'' 22 مئی 1983ء کو کویت میں علماء دین کے ایک بین الاقوامی اجتماع میں حکیم محمد سعید کو عطا کیا اوراس طرح پاکستان کا نام سربلند ہوا حکیم صاحب نے کافی عرصہ تک صدر پاکستان کے مشیر (وفاقی وزیر) کی حیثیت سے بھی اعلیٰ خدمات انجام دیں اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کو سندھ کا نگران گورنر مقرر کیا گیا۔ بطور گورنر بھی ان کی روزمرہ کی مصروفیات علم وطب میں کوئی فرق نہ آیا وہ چاروں صوبوں میں ہر ماہ جاتے رہے ان کی خوب صورت شاموں میں پاکستان کی نامور شخصیات جن میں علمی وادبی تعلیمی شخصیات شامل ہیں ان کی اعلیٰ خدمات کے اعتراف میں شیلڈ اور انعامات سے نوازتے رہے۔

حکیم محمد سعید نے پاکستان کو اپنا وطن بنایا اور اپنی تمام جائیداد و اثاثے وقف کر کے پاکستان میں قیام کا آغاز کر دیا غریب حکیم محمد سعید کو اس کی مملکت میں شدید مسائل کا سامنا ہوا ناداری کا عالم یہ تھا کہ اسے ایک وقت کا کھانا چھوڑنا پڑا کہ وہ اوراس کی اہلیہ اور ایک بچی دو وقت کا کھانا تیار کرنے کے لئے مطلوبہ رقم نہیں رکھتے تھے۔ حکیم محمد سعید نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ ہمدرد انڈیا کے فلاحی کاموں میں کوئی رخنہ ڈالتے اور انہوں

Marfat.com

نے خود کو غربت کے امتحان میں ڈال کر ہمدرد پاکستان کی بنیاد ڈال دینے کا عزم کر لیا۔

9 جنوری 1948ء کو ہجرت کر کے پاکستان آنے والے حکیم محمد سعید نے 18 نومبر 1948ء کو ایک کونے میں ہمدرد پاکستان کا آغاز کر دیا یہ آغاز کسی طرح اس آغاز سے مختلف نہ تھا کہ جو 1906ء میں ہمدرد انڈیا کا تھا اور حوض قاضی (پرانی دلی) کی ایک دکان میں صرف دو سو روپے قرض سے اس کی بنیاد پڑی تھی۔

شہادت سے چند سال پہلے حکیم محمد سعید نے اسے ہمدرد مجلس شوریٰ کا نام دے دیا تھا جس میں ہر ماہ ملکی سطح پر کسی نہ کسی موضوع پر اظہار خیال کی دعوت دی جاتی تھی اور یہ سلسلہ اب تک قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گا۔ اب اس ادارے کی سرپرستی ان کی اکلوتی صاحبزادی سعدیہ راشد کر رہی ہیں اسی طرح شام میں آج بھی بڑے علماء بزرگ اور دانشور آتے ہیں اور حکیم محمد سعید کی جلائی ہوئی شمع کی لو کو بڑھا رہے ہیں۔ مگر اس میں حکیم صاحب کی کمی ہمیشہ محسوس کی جاتی ہے۔ ان کے قتل سے نہ صرف دنیا بھر میں پاکستان کی بدنامی ہوئی بلکہ اس ملک کو نا قابل تلافی نقصان بھی پہنچا ہے ان کی موت سے ملک ایک دردمند دل رکھنے والے عالم طبیب سے محروم ہو گیا۔ انہیں کافی عرصے سے قتل کی دھمکیاں مل رہی تھیں اور وہ اس کا برملا اخبارات اور شام ہمدرد میں اظہار بھی کر چکے تھے۔

ان کا نام ہٹ لسٹ میں شامل ہو چکا تھا لیکن وہ ان تمام باتوں سے بے نیاز ہو کر اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہے ان کے قتل سے کراچی میں عوام کے تحفظ کا احساس مزید گہرا ہو گیا ہے جب ایک حکومت اپنے ایک سابق وزیر اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والی شخصیت کی حفاظت نہیں کر سکتی تو ایک عام آدمی حکومت سے کیا امید رکھ سکتا ہے جہاں کسی شخص کو بھی جان و مال اور عزت کا تحفظ حاصل نہیں ہے۔ انہیں 17 اکتوبر 1998ء کو مطب جاتے ہی گولیوں کی بوچھاڑ سے شہید کر دیا گیا۔

Marfat.com

مقبرے کی یادگار تختی

حکیم محمد سعید شہید

۱۹۹۸ء ۱۹۲۰ء

عہدے

- ☆ وقف متولی، چیئر مین ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
- ☆ صدر، ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان
- ☆ بانی صدر، مدینۃ الحکمۃ و چانسلر جامعہ ہمدرد
- ☆ طبیب (طبِ مشرق)
- ☆ صدر انجمن برائے فروغ و ترقی کتب خانہ جات
- ☆ صدر، انسٹی ٹیوٹ آف ہیلتھ اینڈ طبی ریسرچ
- ☆ صدر، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی
- ☆ صدر، انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرا اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز
- ☆ وفاقی وزیر/مشیر صدر پاکستان برائے طب 1979ء تا 1982ء
- ☆ گورنر سندھ، جولائی 1993ء تا جنوری 1994ء

ڈاکٹر عبدالحمید (ہومیو پیتھک)

ڈاکٹر عبدالحمید ہومیو پیتھک ولد حکیم عمر الدین مرحوم کی تاریخ پیدائش 14 فروری 1898ء اور تاریخ وفات 15 جون 1960ء بمقام کراچی ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ قبرستان ماڈل کالونی ملیر کی مغربی دیوار کے قریب ایک خاندانی احاطہ قبور

Marfat.com

میں بابائے ہومیو پیتھک ڈاکٹر عبدالحمید ابدی نیند سو رہے ہیں ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ جو جرمن ہومیو پیتھی کے بانی ہیں انہوں نے بھی ڈاکٹر صاحب کی خدمات کا لوہا مانا ہے۔ مرحوم کا آبائی وطن دارا پور ضلع ہوشیار پور تھا۔ ان کے نام پر ہومیو پیتھی کے کئی ادارے چل رہے ہیں۔ ان کے مرقد کے جانب مشرق ان کی اہلیہ محترمہ وزیر بیگم کی ابدی آرام گاہ ہے۔

ڈاکٹر میر رحمٰن علی ہاشمی

ملک کے مشہور دانشور اور جمہوری طلباء تنظیم کے بانیوں میں شامل ڈاکٹر میر رحمٰن علی ہاشمی 1929 میں انڈیا کے شہر حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے 1948ء میں تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں ہجرت کر کے آ گئے تھے۔ اسی سال انہوں نے میڈیکل کالج میں داخلہ لیا۔ اور کافی لمبے عرصے تک سیاسی سرگرمیوں میں مصروف رہے۔

1950ء میں ڈاکٹر میر رحمٰن علی ہاشمی نے چند قابل دوستوں سے مل کر جمہوری طلباء تنظیم کی بنیاد رکھی۔ کمرہ نمبر 29 اب جمہوری طلباء تنظیم کا ہیڈ کوارٹرز بن چکا ہے۔ جس ہاسٹل میں آپ کی رہائش تھی۔ ڈی ایس ایف پر حکومت کی طرف سے 1954ء میں پابندی عائد کر دی گئی۔

مسٹر ہاشمی 1954ء کو ڈی ایم سی طلباء کی تنظیم کے پہلے صدر بنے۔ گریجوایشن کا امتحان پاس کرنے کے باوجود بھی انہوں نے DMC کی سرگرمیوں میں شرکت جاری رکھی۔ وہ پاکستان میڈیکل کالج ایسوسی ایشن کے ساتھ بھی منسلک رہے۔

1960ء میں PMA کی ڈھاکہ میں ہونے والی کانفرنس میں آپ سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے وہ پندرہ سال سے زائد اس عہدے پر فائز رہے وفات کے وقت آپ کی عمر 74 برس تھی۔ ان کا انتقال 3 دسمبر 2003ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کے مزار

Marfat.com

میں ایک بیوہ اور دو بچے شامل ہیں۔مرحوم کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان میں ہے۔

وہ کافی عرصہ تک PMA کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر بھی رہے۔انہوں نے ایک عرصہ کے لئے جناح پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل سنٹر میں کام کیا۔جہاں پر انہوں نے شہر کا سب سے بڑا بلڈ بنک سنٹر 1958ء میں قائم کیا۔وہ سندھ انسٹی ٹیوٹ آف یورالوجی اور ٹرانسپلانٹ کے بورڈ آف گورنر کے ممبر بھی رہے۔وہ گردہ سنٹر کے بھی بورڈ میں شامل رہے۔1973ء میں مرحوم نے سندھ میڈیکل کالج کی تعمیر میں بھی حکومت کا ساتھ دیا۔ حکومت نے ڈاکٹر ہاشمی کو JMPC سے سیاسی وجوہات کی بناء پر فارغ کر دیا۔جس کے خلاف انہوں نے سروس ٹربیونل میں اپیل کی۔جس پر انہیں نوکری پر دوبارہ بحال کر دیا گیا۔ JMPC سے ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے پتھالوجی کی لیبارٹری قائم کی۔ انہوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس تک سماجی فلاحی بہبود کے لئے کام کیا۔

پروفیسر حکیم علی احمد عباسی

طبیہ کالج دہلی کے سابق پرنسپل اور ممتاز عالم دین بابائے طب حکیم نوید احمد عباسی مرحوم کے بڑے صاحبزادے پروفیسر علی احمد عباسی مرحوم تحریک پاکستان کے ممتاز کارکن تھے۔انہوں نے علی گڑھ یونیورسٹی سے نمایاں پوزیشن میں ایم ایس سی کیمسٹری کیا تھا۔علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم کے دوران آپ مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔علی گڑھ یونیورسٹی کے سائنسی اور ادبی مجلے کے ایڈیٹر رہے آپ سرسید احمد خان اور علامہ اقبال کے افکار سے بے حد متاثر تھے۔علی گڑھ یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد دہلی تشریف لے آئے۔ جہاں آپ نے طبیہ کالج سے فاضل طب والجراحت کی سند نمایاں حیثیت میں حاصل کی۔

تحریک پاکستان کے دوران آپ مسلم لیگ کے نمائندہ جریدہ منشور کے شعبہ

Marfat.com

ادارت سے منسلک رہے۔ منشور میں آپ کے اداریوں اور مضامین نے مسلمانان ہند میں جذبہ جہاد پیدا کیا۔ آپ نے تحریک پاکستان کے مقاصد کو نہایت مربوط اور مدلل انداز میں پیش کیا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے پنجاب یونیورسٹی کے تحت اسلامی انسائیکلوپیڈیا کی تدوین میں نمایاں کردار ادا کیا۔ چند برسوں تک زمیندارہ کالج گجرات میں اُستاد کی حیثیت سے خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

بعد ازاں والیٔ سوات کے بے حد اصرار پر آپ جہاں زیب کالج سوات میں کیمسٹری کے پروفیسر مقرر ہوئے اور بعد میں اسی شعبے کے سربراہ مقرر ہوئے۔ آپ تقریباً پینتالیس برس تک درس و تدریس سے منسلک رہے۔ پروفیسر حکیم علی احمد عباسی مرحوم ایک منفرد لب و لہجے کے شاعر تھے۔ آپ بیک وقت اُردو عربی اور فارسی میں شعر کہتے تھے۔ مرحوم نہایت اعلیٰ پائے کی حمد نعت اور منقبت کہتے تھے اور ان کے کلام میں اُردو فارسی اور عربی اساتذہ کے کلام کی نمایاں جھلک موجود ہے۔ مرحوم اردو میں غزلیں اور نظمیں کہتے تھے۔ جو معیاری جرائد میں شائع ہوتی تھیں۔ انہوں نے مختلف زبانوں میں شعری مجموعے شائع کرائے۔

پروفیسر علی احمد عباسی مرحوم نہایت اعلیٰ طبیب اور فیاض تھے۔ کراچی میں عباسی دواخانے میں ملک بھر اور بیرون ملک کے لاتعداد مریض علاج کے لئے آپ کے پاس آتے اور شفایاب ہوتے تھے۔ پروفیسر حکیم علی احمد عباسی شرافت کا پیکر تھے۔ آپ علم و فضل میں یکتا تھے قرآن و حدیث اور تاریخ اسلام کے مطالعہ اور تحقیق سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی۔ انہوں نے متعدد معرکۃ الآراء کتب تحریر کیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 97 سال تھی۔ ان کا انتقال 1999ء میں کراچی میں ہوا۔

Marfat.com

ماهر
تعليم

Marfat.com

دینا مستری

تعلیمی دنیا کی ایک اہم شخصیت محترمہ دینا مستری (Deena Mistri) 27 جنوری 2011ء کو جمعرات کے روز اپنی 87 ویں سالگرہ سے ایک ماہ قبل ہم سے جدا ہو گئیں۔ مس مستری دینو آنٹی کے نام سے اپنی ایک الگ پہچان رکھتی تھیں۔ وہ اپنی وفات سے دو روز پہلے تک تعلیمی کاموں میں مصروف رہیں۔ ہسپتال میں داخل ہونے سے پہلے وہ ویسٹ منسٹر سکول اور کالج میں کام کرنے آتی رہیں۔ یہاں وہ چیئر پرسن کے عہدہ پر فائز رہیں۔ اس دن وہ کافی متعد اور خوش نظر آرہی تھیں۔

مسز عبدالرزاق جو کہ سکول کی پرنسپل ہیں بتاتی ہیں کہ جب مس دینا مستری BVS پارسی سکول کی پرنسپل تھیں۔ وہاں پر انہوں نے 60 سال تعلیمی سرگرمیوں میں گزارے۔ وہ اپنی موت تک کراچی کے اس سکول کی مشیر تھیں۔ مرحومہ کے شاگردوں کی بہت بڑی تعداد ہے۔ جو ان کی محبت بھری شخصیت کے بہت مداح تھے۔ اس طویل فہرست میں ڈاکٹر فیروز اسماعیل بھی شامل ہیں۔ جو ہر وقت ان کے حکم کے منتظر رہتے تھے۔

دینا مستری کے اپنے طالب علموں کے والدین سے بہت اچھے دوستانہ تعلقات تھے۔ وہ ان کے بارے میں بچوں سے پوچھنا کبھی نہ بھولتی تھیں شاگردوں سے ملتے ہی ان سے خیریت دریافت کرتیں۔ مرحومہ کے شوہر Peston Ji ایک مشہور ماہر تعمیرات تھے۔ دونوں کا 57 سال ساتھ رہا۔ وہ کینسر جیسی مہلک مرض میں مبتلا رہ کر وفات پا چکے ہیں۔ 23 مارچ 2002ء کو مس مستری کو صدارتی تمغہ حسن کارکردگی سے نوازا گیا۔ ان کے دو بیٹے ہیں۔ جن کے نام فرہاد مستری اور افشاد مستری ہیں۔ جو امریکہ میں قیام پذیر ہیں۔ ان کی رہائش ڈی فور آواری کالونی محمود آباد پارسی گیٹ کراچی میں تھی۔

Marfat.com

ڈاکٹر پروفیسر احسان رشید

ڈاکٹر پروفیسر احسان رشید ایک ممتاز ماہر معاشیات اور کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے۔ مرحوم کو الفاظ کے استعمال میں کمال حاصل تھا۔ ان کے والد کا نام پروفیسر رشید احمد صدیقی تھا۔ ان کے بیٹے ڈاکٹر احسان علی گڑھ یونیورسٹی کے ایک ذہین طالب علم تھے۔ یہاں پر انہوں نے اپنی ایم اے معاشیات کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد کچھ دیر تک پڑھایا بھی۔ آپ نے پی ایچ ڈی کی ڈگری بون یونیورسٹی سے 1956ء میں حاصل کی۔

پاکستان آنے کے بعد انہیں کراچی یونیورسٹی میں ریڈر تعینات کیا گیا اور بعد میں انہیں شعبہ معاشیات کا ہیڈ بنا دیا گیا۔ 1970ء میں ڈاکٹر پروفیسر احسان رشید نے AERI کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور اس کے پہلے ڈائریکٹر بنے۔ 1976ء میں ان کو کراچی یونیورسٹی کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔ وائس چانسلر بننے کے بعد انہوں نے یونیورسٹی کے تعلیمی معاملات میں اپنی مداخلت کو محدود رکھتے ہوئے اس کو خود مختار ادارہ بنانے کی جدوجہد کی۔ جب وہ اس مداخلت کا سامنا نہ کر سکے تو انہوں نے استعفیٰ دے دیا۔ وہ بہت پڑھے جانے والے مصنف تھے اور وہ فارسی اور انگریزی کے ساتھ ساتھ اُردو میں بھی ماہر تھے۔ 1980ء میں وہ ہارورڈ یونیورسٹی (Hawvard University) میں سفری پروفیسر بنے اور ہارورڈ سے واپسی کے بعد انہیں اردن میں سفیر مقرر کیا گیا۔ جہاں انہوں نے چار سال تک خدمات سرانجام دیں۔ وہ PIDE کے ممبر رہے۔ 1988ء میں وہ پاکستان کی اسلامی کمیشن کے چیئرمین مقرر ہوئے۔ اس سے قبل وہ PE&BC اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین بھی رہے۔ ان کی آخری تعیناتی اسلامی یونیورسٹی کے ریکٹر (Rector) کے طور پر تھی۔ مرحوم کی وفات کے وقت عمر 75 سال تھی۔ انہوں

Marfat.com

نے اپنے پسماندگان میں بیوہ اور ادب کرنے والے ہزاروں طلباء اور ماہر تعلیم کا ایک وسیع حلقہ چھوڑا ہے۔ ان کی موت دل کا دورہ پڑنے سے واقع ہوئی۔ ڈاکٹر پروفیسر احسان رشید کا انتقال 13 فروری 2002ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

رابطہ: بیگم ڈاکٹر پروفیسر احسان رشید

A-34 خیابان مجاہد سٹریٹ نمبر 17 فیز V ڈیفنس کراچی

ترکی زبان کے ماہر ڈاکٹر صابر

ڈاکٹر صابر جو پاکستان میں ترکی زبان کی تعلیم کے بانی تھے۔ ان کے کام میں برصغیر کی پہلی اُردو، ترکی لغت جو کہ انہوں نے پاکستان اور ترکی دانشوروں کے اشتراک سے 1968ء میں ترتیب دی وہ شامل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کراچی یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے چیئرمین فیکلٹی آف آرٹس کے ڈین تھے۔ مرحوم نے استنبول یونیورسٹی سے علی شیر نوئی کی مثنوی پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی کی تھی۔ انہوں نے بہت سی مشہور کتب تصنیف کیں۔ جس میں بابر بادشاہ کا ترک دیوان، ترک شاعر محمد عاکف کی زندگی اور نظم کا اُردو میں ترجمہ اور مصطفیٰ کمال پاشا جو کہ جدید ترکی کے بانی تھے اس کے حالات زندگی کا اُردو میں ترجمہ کیا۔

ان کی وسطی ایشیاء کی تاریخ کے متعلق کتاب مکمل نہ ہوسکی۔ کیونکہ روس نے انہیں ویزا دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ترکستان کے مرحوم صدر سپہ مورات نیازوف نے انہیں اس کتاب پر کام کرنے کیلئے اپنے ملک میں آنے کی دعوت دی تھی۔ لیکن خرابی صحت نے انہیں اس سفر پر جانے سے روکے رکھا۔ جب عصمت اناتو ترکی کے وزیر اعظم بنے اور جنہیں ڈاکٹر صابر اچھی طرح جانتے تھے۔ ان سے انہوں نے ترک دانی پر شعبہ

Marfat.com

قائم کرنے کے لئے مدد لی۔ اگرچہ حکومت کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوئے اور کراچی یونیورسٹی میں ترک زبان کا شعبہ نہ قائم کر سکے۔ باوجود اس کے کہ ڈاکٹر صابر ترکی کا رومن رسم الخط میں لکھنے کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ کیونکہ وہ عربی رسم الخط میں ترکی لکھنے کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ جن لوگوں نے ان کے ساتھ کام کیا۔ ان میں کچھ دنیا کے سرکردہ دانشور تھے۔ جن میں ڈاکٹر ذکی ولیدی توگان جو کہ ایک تاتاری تھی۔ جنہوں نے ابتداء میں لینن کے ساتھ کام کیا۔ لیکن جب اس نے تاتاریوں کی آزادی کا اعلان کیا تو اس نے ترکی میں پناہ لے لی۔ ڈاکٹر توگان ترکی کے ایک عظیم تاریخ دان تھے اور وہ ترک تاریخی سوسائٹی اور اسلام ریسرچ انسٹی ٹیوٹ استنبول یونیورسٹی کے ہیڈ تھے۔

جن لوگوں کے ساتھ ڈاکٹر صابر نے کام کیا۔ ان میں ہنگری کے ازبک ترکی کے دانشور پروفیسر بیز نگ، جرمن کے ترک ماہر ڈاکٹر حمید اللہ جو کہ استنبول یونیورسٹی اور اتاترک یونیورسٹی اور دیگر یونیورسٹیوں میں پروفیسر تھے۔ جن شخصیات سے ڈاکٹر صابر ملے ان میں ترکی کی آزادی کی سرکردہ خاتون خالدہ ادیب خانم، ترکی کے سابق وزیر اعظم نجم الدین اربگان اور کیپٹن ظفر حسن ایبک جو مولانا عبید اللہ سندھی کے پیروکار تھے اور جنہوں نے برطانوی فوج کے خلاف جنگ لڑی اور اپنے دستے سمیت ترک فوج کے ساتھ مل گئے۔ جب ترکی کے صدر کنعان ایورن نے پاکستان کا دورہ کیا تھا تو ڈاکٹر صابر اس وقت سرکاری ترجمان تھے۔ مرحوم نے آخری وقت تک اپنے معمولات زندگی جاری رکھے۔ آپ کا انتقال 10 نومبر 2009ء میں کراچی میں ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ نیو کراچی کے قبرستان میں ہے۔

صاحبزادی بیگم آمنہ مجید

وزیر اعظم سابق ریاست بہاولپور کی صاحبزادی بیگم آمنہ مجید ایک معروف

Marfat.com

سماجی کارکن PECHS سکول اور PECHS کالج کی بانی تھیں اور ایک عظیم ماہر تعلیم تھیں۔ان کے والد ملک محمد دین ریاست بہاولپور کے وزیراعظم تھے۔مرحومہ تیرہ سال کی عمر میں پورے ہندوستان میں میٹرک میں ٹاپ کرنے والی وہ پہلی مسلمان لڑکی تھیں۔ان کی پیدائش لاہور میں ہوئی۔انہوں نے ممبئی یونیورسٹی میں فلسفہ میں ماسٹر کیا اور 1955ء میں کراچی میں پی ای سی ایچ ایس گرلز سکول اور 1961ء میں گرلز کالج قائم کیا۔

بیگم آمنہ مجید ملک آرٹ کی سرپرست تھیں۔انہوں نے بہت سے ثقافتی اداروں کی مدد کی۔جن میں ادارہ یادگار غالب بھی شامل ہے وہ اس ادارے کی بانی صدر بھی تھیں۔وفات کے وقت ان کی عمر 91 برس تھی۔انہوں نے اپنے سوگواروں میں ایک بیٹا چار پوتے، پوتیاں اور بہت سے پرستار چھوڑے ہیں۔ان کا انتقال 4 اکتوبر 2004ء میں ہوا۔ان کی ابدی آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی میں ہے۔جہاں ان کی پیاری بیٹی آسودہ خاک ہے۔ماں بیٹی دونوں ہم آغوش ہیں۔

رابطہ: صاحبزادہ بیگم آمنہ مجید ملک

21 اے سنٹرل ایونیو فیز II ڈیفنس کراچی

شفیقہ فقری

شفیقہ فقری سینٹ جوزف کانونٹ ہائی سکول کی ایک قابل فخر استاد تھیں۔۔۔ بمشکل پانچ فٹ قد کی مالکہ تھیں۔لیکن اپنے کام کی وجہ سے وہ ایک بڑی قد آور شخصیت کی مالک تھیں۔وفات کے وقت ان کی عمر 76 برس تھی۔دو سال قبل فوزیہ فقری کی والدہ اور ان کی بہن داغ مفارقت دے گئی تھیں۔اس خاندان کے لئے دو سال میں دوسرا بڑا صدمہ تھا۔

Marfat.com

مس نقری 1933ء میں ایران میں پیدا ہوئیں ان کے والد محمد عقیل ابراہیم ایک تاجر تھے ان کی بیوی کا تعلق ایران کے ایک قصبے سے تھا۔ایک بیٹے کے علاوہ اس جوڑے کی چھ بیٹیاں،گلزار، رقیہ، فاطمہ، حفصہ،ام ہانی اور شفیقہ تھیں۔ جب شفیقہ نقری چھ برس کی ہوئیں تو یہ خاندان ایک وبائی مرض کے پھیلاؤ کے ڈر سے کراچی منتقل ہو گیا۔ ان کے والد کو ڈر تھا کہ یہ جرمنی والے ایران پر قبضہ کرلیں گے کیونکہ یہ ایک برٹش کالونی تھی۔اس کے باوجود یہ خاندان قومیت پسند تھا۔

مس نقری نے 1962ء میں سینٹ جوزف کانوونٹ کو بحیثیت جغرافیہ استاد جوائن کیا۔وہ اپنے جدید فیشن ایبل لباس کی وجہ سے بہت مشہور تھیں۔ وہ اپنے بالوں کو ہمیشہ سیٹ رکھتیں اور ناخنوں پر ہمیشہ نیل پالش لگی ہوتی تھی۔ یہ بہت بعد کی بات ہے کہ انہوں نے شلوار قمیض پہننا شروع کردی تھیں۔لیکن یہ بھی چھوٹے بازو کی ہوتی تھی۔ان کے شاگردوں نے کبھی بکھرے بال اور دوپٹے پر سلوٹ نہ دیکھی تھیں۔ وہ تمام عمر نظم وضبط کی پابند رہیں۔لیکن یہ نظم وضبط ان کی پوری زندگی کے ہر شعبے میں پایا جاتا ہے انہیں سکول میں بڑی نقری کے نام سے پکارا جاتا تھا۔وہ اپنے آرام اور خوراک کا خاص خیال رکھتی تھیں۔ساری زندگی انہوں نے اپنی سمارٹ نس کو قائم رکھا۔ان کے نزدیک شادیوں میں شرکت وقت کا ضیاع ہے۔زیادہ تر وہ فارغ وقت میں اپنی کلاس کی تیاری میں مصروف رہتیں۔مرحومہ ہمیشہ دھیمی آواز میں بات کرتی تھیں۔انہوں نے اپنے آپ کو پڑھائی تک محدود کرلیا تھا اور اپنے ایک سیکشن کے لئے ایک چھوٹی سی لائبریری بھی قائم کررہی تھی۔وہ وفات کے وقت ہیڈ مسٹریس کے عہدے پر فائز تھیں۔مس نقری نے کبھی کسی اصول سے انحراف نہ کیا۔وہ ہمیشہ سیکھنے کے عمل سے گزرتی رہتیں۔ان کے ہونہار طلباء و طالبات انہیں ہمیشہ مس کریں گے۔وہ اپنے سٹاف کا احترام کرتیں اور

Marfat.com

مشاورت کرتی تھیں۔

مس فقری تختہ سیاہ پر درست دائرے بنانے کے لئے اپنا رومال استعمال کر لیتی تھیں۔ ان کی ساتھی ٹیچر کہتی ہیں کہ وہ ہمارے درمیان ایک سیفٹی پن کا کام کرتی تھیں۔ انہوں نے ہمیں اکٹھا کیا ہوا تھا۔ ان کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا۔ ان کا انتقال 23 نومبر 2009ء کو کراچی میں ہوا۔

ڈاکٹر ارشد سعید

حیاتیاتی سائنس (2001ء) کی بنا پر ڈاکٹر ارشد سعید کو بلال امتیاز حکومت پاکستان نے ان کی خدمات کے صلہ میں دیا۔ پروفیسر ڈاکٹر شیخ ارشد سعید کی وفات کے وقت عمر 70 برس تھی۔ وہ روزنامہ ڈان کے ''سائنس وٹیکنالوجی کی دنیا'' کے شعبے میں پروفیسر کے حصہ میں سائنسی دریافتیں کرتے تھے۔ مرحوم نے نیو کیسٹل یونیورسٹی انگلستان سے پی ایچ ڈی اور کیمبرج یونیورسٹی سے FI بیالوجی FSC کی ڈگری حاصل کی۔ اس عظیم انسان نے بہت تحقیقاتی کام سرانجام دیئے۔ ان کا انتقال دسمبر 2009ء کو کراچی میں ہوا۔

پیر علی محمد راشدی

پیر علی محمد راشدی 5 اگست 1905ء کو بمقام بہمن ضلع لاڑکانہ میں پیدا ہوئے۔ ان کی تاریخ وفات 14 مارچ 1987ء ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ احاطہ سندھی قبرستان میوہ شاہ میں ہے۔ پیر صاحب نے اپنی زندگی کا آغاز بطور صحافی کیا اور ترقی کرتے ہوئے ''سندھ آبزور'' کے مدیر اعلیٰ بن گئے۔ جب سیاست میں قدم رکھا تو پہلے صوبائی کابینہ کے رکن بنے اور پھر وفاقی کابینہ میں عہدہ وزارت پر فائز ہوئے۔ مرحوم

Marfat.com

فلپائن اور چین میں سفیر بھی رہ چکے ہیں ۔ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

اختر حسین

اختر حسین (سابق گورنر مغربی پاکستان) ولد میاں بھائی ولد عبدالحسین کی تاریخ پیدائش 26 ربیع الاول 1322ھ بمطابق یکم مارچ 1902ء اور تاریخ وفات ... شوال 1403ء بمطابق 15 جولائی 1983ء بروز جمعہ ہے۔قبرستان میوہ شاہ کا ایک احاطہ ''نور باغ'' کے نام سے موسوم ہے۔ جو صرف داؤدی بوہروں کے لئے وقف ہے۔ یہ اس قبرستان میں سب سے زیادہ صاف اور سرسبز خطہ ہے۔اس قبرستان کی شمالی دیوار کے ساتھ مشہور بینکار اور ماہر امور مالیات حاتم اے علوی کی قبر ہے۔اس کے چند قدم کے فاصلے پر اختر حسین کی ابدی آرام گاہ ہے۔انہوں نے علی گڑھ اور کیمبرج میں تعلیم پائی اور 1926ء میں انڈین سول سروس میں شامل ہوئے۔مرحوم نے سالہا سال تک محکمہ تعلیم، محکمہ مال اور محکمہ صحت میں خدمات انجام دیں۔مرحوم پنجاب کے فنانشل کمشنر اور وفاقی حکومت میں سیکرٹری وزارت دفاع میں بھی رہے۔ 1957ء تا 1960ء موصوف مغربی پاکستان کے گورنر رہے۔آخری ایام میں وہ انجمن ترقی اُردو پاکستان کے صدر تھے۔

پروفیسر ظفر عمر زبیری

پروفیسر ظفر عمر زبیری کی تاریخ وفات 8 شعبان 1428ھ بمطابق 22 اگست 2007ء ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان میں ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔مرحوم کی علمی خدمات قابل ذکر ہیں۔

پروفیسر سید حسن علی شطاری

سید حسن علی شطاری اردو جامعہ ملیہ کالج ملیر کراچی کے پروفیسر تھے۔ان کے

Marfat.com

والد بزرگوار کا نام سید علی شطاری تھا۔ مرحوم کی جائے پیدائش پٹنہ (بہار) انڈیا ہے اور تاریخ وفات 18 رجب 1424ھ بمطابق 16 ستمبر 2003ء بروز منگل ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ کتبے پر آخر میں لفظ "حسنو" درج ہے۔ مرحوم کی علمی خدمات قابل ذکر ہیں۔ ان کی آخری آرام گاہ نیو کراچی قبرستان میں ہے۔

پروفیسر علی محمد شاہین

ممتاز دانشور، محقق اور ادیب پروفیسر علی محمد شاہین کی تاریخ وفات 11 فروری 2010ء ہے۔ مرحوم 40 سال سے درس و تدریس سے وابستہ تھے۔ ان کی عمر 73 سال تھی۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر بہت سی کتابیں بھی لکھیں۔ ان کی علمی ادبی خدمات قابل ذکر ہیں۔ مرحوم کو وہ پذیرائی حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ مستحق تھے۔ معاشرے کی بے حسی حکومت کی عدم توجہی کا شکار رہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

عظیم مذہبی سکالر و روحانی پیشوا پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کراچی میں 29 اپریل 2008ء کو انتقال کر گئے۔ مرحوم سینکڑوں کتابوں کے مصنف اور اہم کارنامہ حضرت مجدد الف ثانی کی حیات پر عظیم الشان انسائیکلو پیڈیا، جو امام ربانی کے نام پر بارہ جلدوں پر مشتمل ہے۔

پروفیسر خلیق الزماں

پروفیسر خلیق الزماں ولد قمر الزماں کی تاریخ وفات 7 صفر 1396ھ بروز ہفتہ بمطابق 2 مارچ 1976ء ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی مین گیٹ پر پتھروں کی دکان کے پیچھے واقع ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر نسیمہ ترمذی

برصغیر کے نامور ادیب ڈپٹی نذیر احمد کی پوتی پروفیسر ڈاکٹر نسیمہ ترمذی 11 مارچ 2005ء کو کراچی میں وفات پاگئیں۔ وہ جامعہ کراچی کے سابق وائس چانسلر سید معصوم علی ترمذی کی اہلیہ تھیں۔ ڈاکٹر نسیمہ ترمذی 1933ء میں دہلی میں پیدا ہوئیں وہ جامعہ کراچی کے کلیات علوم کی سابق رئیسہ تھیں۔ طویل عرصہ تک درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ رہیں۔ ان کی آخری آرام گاہ جامعہ کراچی کے قبرستان میں ہے۔

☆

Marfat.com

ماهر
قانون

Marfat.com

چیف جسٹس محمد حلیم

جسٹس محمد حلیم 1925ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد قانون کے شعبے سے وابستہ ہونے کے بعد عدلیہ میں عزت کمائی۔ جنرل ضیاء الحق کے دور حکومت میں متعدد بار قائم مقام صدر بھی رہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 82 برس کے قریب تھی۔

انہیں سپریم کورٹ کے سینئر ترین سابق چیف جسٹس کی حیثیت سے اسلام آباد میں جاری سپریم کورٹ کی گولڈن جوبلی تقریبات میں بطور مہمان خصوصی مدعو کیا گیا تھا تاہم وہ ان تقریبات میں شرکت سے پہلے ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وہ جنرل ضیاء الحق کے 5 جولائی 1977ء کے ماورائے آئینی اقدام کو نظریہ ضرورت کے تحت تحفظ دینے والے سپریم کورٹ کے فل کورٹ بنچ میں شامل تھے۔ تاہم انہوں نے نواب محمد احمد خان کے قتل کے مقدمہ میں سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کی سزائے موت کے خلاف اپیل میں ان کی سزائے موت سے اختلاف کیا تھا اور وہ سپریم کورٹ کے سات رکنی فل بنچ کے ان تین ججوں میں شامل تھے۔ جنہوں نے مرحوم بھٹو کو اس مقدمہ سے بری کرنے کا نوٹ صادر کیا تھا۔

مسٹر جسٹس محمد حلیم قتل کے اس مقدمہ میں اپنے اختلافی نوٹ کے باوجود چیف جسٹس آٹھ سال تک اس منصب پر فائز رہے۔ 1988ء میں انہوں نے پولیٹکل پارٹیز ایکٹ کے خلاف پیپلز پارٹی کی رہنما بے نظیر بھٹو کی دائر کردہ آئینی درخواست بھی سپریم کورٹ کے متعلقہ فل بنچ کے سربراہ کی حیثیت سے منظور کی تھی۔ چیف جسٹس پاکستان کے منصب سے ریٹائر ہونے کے بعد انہوں نے کراچی میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جسٹس

Marfat.com

حلیم نے پسماندگان میں ایک بیوہ اور ایک بیٹا اکمل وسیم ایڈووکیٹ کو سوگوار چھوڑا ہے۔

جسٹس محمد حلیم سادہ طبیعت کے مالک تھے۔انہوں نے سادگی اور انکساری کے ساتھ زندگی گزاری۔ان کا انتقال 11 اگست 2006ء میں کراچی میں ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ قبرستان (گزری) ڈیفنس میں ہے۔

رابطہ: اکمل وسیم ایڈووکیٹ
سی سٹریٹ 17-A/2 خیابان تنظیم ڈی ایچ اے کراچی

جسٹس صبیح الدین احمد

جسٹس صبیح الدین احمد 1949ء میں حیدرآباد میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم ملک کے مختلف حصوں سے مکمل کی اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے جبکہ کراچی یونیورسٹی سے ایل ایل بی کی ڈگری حاصل کی۔وہ عدالتی سروس میں 23 سال تک بطور وکیل بھی اپنے پیشہ ورانہ فرائض سرانجام دیتے رہے۔28 اپریل 2000ء کو سندھ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے اور 5 اپریل 2005ء میں انہوں نے چیف جسٹس کا عہدہ سنبھالا۔ ان کا تعلق ملک کے سیاسی اور ادبی گھرانے سے تھا۔

جسٹس صبیح الدین احمد ان جج حضرات میں شامل تھے۔جنہوں نے 3۔نومبر 2007ء کو سابق صدر پرویز مشرف کی جانب سے ایمرجنسی کے نفاذ کے بعد پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔مرحوم نے بعض آئینی مقدمات میں اہم فیصلے دیئے۔انہوں نے ہمیشہ اصولوں کی پاسداری کی۔وہ ملک میں قانون کی حکمرانی کا خواب دیکھنے والے ججز اور وکلاء کی جدوجہد کے دوران ہراول دستے میں شامل رہے۔ ان کا شمار ہم قانون پرست شخصیات میں کر سکتے ہیں۔انہیں وکلاء اور عدالتی حلقوں نے

Marfat.com

ساتھ ساتھ عوام میں بے حد احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ انسانی حقوق کمیشن پاکستان کے بانی اراکین میں شمار ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی خدمات لائق تحسین ہیں۔ انہوں نے 1987ء تا 1990ء انسانی حقوق کمیشن کے نائب صدر کی حیثیت سے اپنے فرائض تندہی اور ایمانداری سے انجام دیئے۔ بلکہ متعدد عالمی سیمینارز میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ اس سلسلے میں انہوں نے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ جن کا احاطہ کرنا آسان نہیں۔

مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ، دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ ان کا انتقال 19 اپریل 2009ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ PECHS سوسائٹی قبرستان طارق روڈ پر ہے۔

آفتاب اقبال

علامہ اقبال کی پہلی شادی گجرات کے ایک رئیس خان بہادر حافظ ڈاکٹر شیخ عطاء محمد کی بیٹی کریم بی بی سے ہوئی۔ جس وقت اقبال کی شادی ہوئی اس وقت ان کی عمر 15 سال اور کریم بی بی کی عمر 18 سال تھی۔ ان کے بطن سے ان کی بیٹی معراج بیگم 1895ء میں پیدا ہوئی۔ معراج سے علامہ محمد اقبال کو بہت محبت تھی۔ لیکن وہ کم عمری میں ہی وفات پا گئیں۔ پھر 23 جون 1998ء کو ان کے ہاں آفتاب اقبال پیدا ہوئے۔ 1893ء سے 1895ء تک محمد اقبال سیالکوٹ میں ہی مقیم رہے۔ 1895ء سے 1900ء تک دوران ملازمت جب ان کا بھاٹی گیٹ میں قیام تھا۔ والدہ آفتاب اقبال ان کے ساتھ لاہور نہیں آئیں۔ سیالکوٹ ہی میں رہیں یا پھر گجرات اور گجرات سے سیالکوٹ آنا جانا رہتا۔ محمد اقبال بھی لاہور سے سیالکوٹ جاتے بلکہ گجرات بھی جاتے اس زمانے کی ایک غزل کا شعر ہے۔

Marfat.com

ہو گیا اقبال قیدی محفلِ گجرات کا
کام کرتے ہیں یہاں انسان بھی صیاد کا

معلوم ہوتا ہے۔ بیوی سے کشیدگی کی ابتداء انہی دنوں میں ہوگئی تھی۔ یورپ سے واپسی کے بعد اگرچہ وہ احیاناً لاہور آتیں۔ علامہ اقبال ان کا بڑا خیال رکھتے مگر ایک دوسرے سے کشیدگی بڑھتی چلی گئی۔ تا آنکہ باپ اور بھائی کی کوششوں کے باوجود علیحدگی کی نوبت آ گئی۔ یہ زمانہ محمد اقبال کے بڑے اضطراب کا تھا۔ بغیر طلاق کے چارہ کار نہ تھا۔ لیکن والدہ آفتاب اقبال کی عزت نفس نے گوارا نہ کیا۔ محمد اقبال کفالت کے ذمہ دار ٹھہرے، فرمایا شرعاً میرے سامنے دو ہی راستے تھے طلاق یا کفالت کی ذمہ داری والدہ آفتاب طلاق پر راضی نہ ہوئیں۔ علامہ نے بخوشی کفالت کی ذمہ داری قبول کر لی۔ چنانچہ ایک مقررہ رقم ہر مہینے بھیج دیتے۔ حتیٰ کہ آخری علالت کے دوران میں بھی یہ رقم باقاعدہ روانہ کی جاتی۔ پھر جب علالت نے طول کھینچا تو مالی دشواریاں بڑھیں تو اس میں تخفیف کرنا پڑی۔ لیکن رقم کی ترسیل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ (بحوالہ داناے راز، از سید نذیر نیازی) یہ والدین کی پسند کی شادی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے اس پہلی بیوی سے اقبال کا نباہ نہ ہو سکا۔ دونوں بچے زیادہ تر ننھیال ہی میں رہے۔

آفتاب اقبال نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ کے سکول گندم منڈی میں حاصل کی۔ جہاں شمس العلماء مولوی میر حسن سے فارسی پڑھنے کا موقع ملا۔ علامہ میر حسن کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ تقریباً 60 سال تک اسی ادارے سے وابستہ رہے۔ انہوں نے 1916ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے میٹرک کیا۔ پھر سٹیفن کالج دہلی سے بی اے کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے لندن چلے گئے۔ جہاں سے آپ نے 1924ء میں تحقیقات فلسفہ میں ماسٹر آف آرٹس کی ڈگری حاصل کی۔ ایم اے [illegible]

Marfat.com

کے شعبہ السنہ شرقیہ میں 1926ء سے 1929ء اُردو لیکچرار کی حیثیت سے ملازمت کر لی۔ 1931ء میں لنکن ان لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کیا اور اپنے وطن واپس لوٹ آئے بعد ازاں 1936ء تک اسلامیہ کالج کلکتہ میں فلسفہ کے لیکچرار رہے۔ دوسری عالمگیر جنگ کے دوران گورنمنٹ آف انڈیا کے سپلائی کے دفتر میں دو سال تک ڈائریکٹر رہے۔ پھر آپ 1941ء تک اسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی زبان و ادب کے لیکچرار کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے رہے۔ 1942ء میں لاہور ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتے رہے آفتاب اقبال کی شادی محترمہ رشیدہ بیگم کے ساتھ ہوئی۔ جن سے تین صاحبزادے آزاد اقبال، نوید اقبال اور وقار اقبال پیدا ہوئے۔ ان میں سے وقار اقبال وفات پا چکے ہیں۔ آفتاب اقبال نے اپنے والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اعلیٰ تعلیمی مدارج طے کیے۔ جب ان کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر گئی تو انہیں پہلی مرتبہ 1950ء میں دل کا دورہ پڑا۔ دوسرا 1963ء میں اور تیسرا 1967ء میں چوتھا 1977ء میں پانچواں 1978ء میں گھر پر ہی اس عارضے میں مبتلا ہوئے اور کراچی کے ہلال ہسپتال میں زیر علاج رہے ان کے معالج ڈاکٹر مسعود صاحب تھے۔ 1979ء میں آخری اور چھٹا دورہ پڑا اور انہیں لندن کے ایک کلینک میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں وہ کچھ روز ہشاش بشاش رہے اور پھر اچانک 13 اگست 1979ء کو لندن کے وقت کے مطابق ساڑھے دس بجے رات اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ان کی میت 15 اگست کو صبح کراچی پہنچی اور اسی دوپہر بعد از نماز ظہر انہیں سخی حسن قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اس احاطہ چار دیواری میں تین قبریں ہیں۔ آفتابِ اقبال، رشیدہ بیگم اور وقار اقبال یہ قبرستان کی عقبی دیوار کے پاس احاطہ ہے۔ قبریں پختہ اور درمیان سے کچی ہیں۔ اردگرد کھڑے پیڑ فرزند اکبر آفتاب اقبال کی عظمت کو سلام پیش کر رہے ہیں۔

Marfat.com

خالد اسحاق

ملک کے ممتاز قانون دان، عظیم مفکر اور دانشور خالد اسحاق 16 اگست
192ء کو سندھ (شکار پور) میں پیدا ہوئے۔ مرحوم کا شمار پاکستان کی تاریخ کے نامور
قانون دانوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے گریجوایشن 1945ء میں کی بمبئی یونیورسٹی میں
ماسٹر ڈگری میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔ مرحوم کو بہت سی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔
انہوں نے ان زبانوں کے لٹریچر کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔ ایل ایل بی شہانی لاء کالج سے کیا
اور 1948ء سے وکالت شروع کر دی۔ طبیعت میں محنت، لگن اور شوق کا جذبہ موجود
تھا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 77 برس تھی۔ ملک کے کئی ممتاز سیاسی رہنما ان سے آئینی
قانونی امور پر مشورے لیتے تھے۔ انہوں نے ایوب خان کے دور میں اس وقت مغربی
پاکستان کے ایڈووکیٹ جنرل کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ جب ایوب خان نے
جماعت اسلامی کو غیر قانونی قرار دیا۔ مرحوم نے کئی سیاسی رہنماؤں کے مقدمات کی
پیروی کی اور یہ مقدمات جیتے۔ نواز شریف کی پہلی حکومت کی برطرفی کا مقدمہ بھی انہوں
نے جیتا۔ ان کے جونیئرز میں سے کئی وکلاء ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج بنے۔ اور
انہوں نے انسانی حقوق کے تحفظ کے لئے کام کرنے والی کئی تنظیموں کے لئے بھی کام
کیا۔ مرحوم نے پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں مرحوم کی دیانتداری کا یہ
عالم تھا کہ وہ ملک میں سب سے زیادہ انکم ٹیکس دینے والے وکیل تھے۔ اگرچہ انہوں نے
خود سیاست میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن نامور سیاستدان ہمیشہ ان سے مشاورت کرتے رہے۔

مرحوم کی ذاتی لائبریری میں قانون اور عمومی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ جسے
انہوں نے رفاہ عامہ کے لئے کھول رکھا تھا۔ ان کی ذاتی لائبریری پاکستان کی سب سے
بڑی لائبریری مانی جاتی ہے۔ جس میں تاریخ، فلسفہ، مذہب، قانون و آئینی کتب کے

Marfat.com

علاوہ فقہ، قرآن، حدیث اور عربی اور ادب کی نایاب کتابیں موجود تھیں۔ وہ ہر سال 3 لاکھ روپے کی کتابیں خریدتے تھے اتنی بڑی تعداد میں کتابوں کو جمع کرنے والے کی کوئی اپنی کتاب موجود نہیں۔ ان کے ہاں ہر اتوار کو ممتاز افراد کی محفل جمتی تھی۔ انتقال سے پہلے سید محمد تقی، میجر ابن الحسن، صلاح الدین شہید اس محفل میں علم کے موتی بکھیرتے تھے۔ خالد اسحاق کا انتقال 7 فروری 2004ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ PECHS سوسائٹی قبرستان میں ہے۔

جسٹس عبدالرحیم محمد صالح کھرل

جسٹس عبدالرحیم محمد صالح کھرل مشہور قانون دان تھے۔ اُن کی تاریخ وفات 18 ربیع الثانی 1384ھ بمطابق 8 جولائی 1966ء بروز جمعہ ہے۔ ان کی عمر 62 سال تھی۔ ان کا مزقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہوا ہے۔ اور ایک شعر درج ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ عبداللہ شاہ غازیؒ کے مزار کی سیڑھیوں کے ساتھ احاطہ میں ہے۔

جسٹس محمد حسین عادل کھتری

جسٹس محمد حسین عادل کھتری ولد محمد اسماعیل کھتری کی وفات کے وقت عمر 62 سال تھی۔ ان کی تاریخ وفات 14 شوال 1416ھ بمطابق 4 مارچ 1994ء بروز بدھ ہے۔ مرحوم ملک کے معروف قانون دان تھے۔ ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

جسٹس فخر الدین شیخ

جسٹس فخر الدین شیخ ملک کے معروف قانون دان تھے۔ ان کے والد کا نام حاجی حلیم دین شیخ تھا۔ مرحوم کی تاریخ پیدائش 20 اپریل 1923ء اور تاریخ وفات 16

Marfat.com

ستمبر 1993ء ہے۔ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی کے مین راستے سے ہٹ کرلب پگڈنڈی واقع ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

بیرسٹر عزیز اللہ شیخ

ممتاز قانون دان بیرسٹر عزیز اللہ شیخ 20 جولائی 2007ء کو بروز جمعہ سندھ ہائی کورٹ میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ان کی عمر 80 سال تھی۔مرحوم نے نواز شریف، مرتضیٰ بھٹو، اور اختر مینگل کیس کی پیروی سے کافی شہرت حاصل کی۔ان کا انتقال کراچی میں ہوا۔

سید اظہار حیدر رضوی

ملک کے ممتاز قانون دان اور دانشور سید اظہار حیدر رضوی ایڈووکیٹ حرکت قلب بند ہو جانے سے 9 مئی 2005ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔مرحوم ایک درجن سے زائد قانونی و ادبی کتابوں کے مصنف تھے۔جن میں ''معاشرہ اور جرائم'' ان کی بہترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔مرحوم اظہار حیدر اردو کالج کے شعبہ قانون کے سربراہ تھے۔وفات کے وقت ان کی عمر 70 سال تھی۔مرحوم سید علی اختر رضوی ایڈیٹر 'جانباز''، ''کائنات' 'اور''اپنا چینل'' کے ڈائریکٹر نیوز کے بڑے بھائی تھے۔

............☆............

Marfat.com

کھلاڑی

Marfat.com

یعقوب قمبرانی

سندھ میں یعقوب قمبرانی آخری شخص تھے جو قیام پاکستان سے ابتک باکسنگ کی تاریخ سے مکمل واقفیت رکھتے تھے۔اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مرحوم نے 1937ء میں باکسنگ گھرانے میں آنکھیں کھولی ان کے والد مرحوم علی محمد قمبرانی اپنے وقت کے بہترین باکسر، آل انڈیا چیمپئین تھے۔انہوں نے 1940ء میں مسلم آزاد باکسنگ کلب کی بنیاد رکھی۔یہ کلب لیاری لیبر ویلفیئر سنٹر کے بعد باکسنگ کا دوسرا بڑا کلب تھا۔ 1947ء میں مسلم آزاد باکسنگ کلب کراچی کے علاقے کھارادر کے تاریخی گراؤنڈ مولانا محمد علی جوہر پارک (ککری گراؤنڈ) میں منتقل ہوگیا۔ابتک اسی گراؤنڈ میں قائم ہے۔

یعقوب قمبرانی نے باکسنگ کی تربیت اپنے والد سے انتہائی کمسنی میں چھ سات برس میں لینی شروع کی۔ان کی والدہ باکسنگ سے جنون کی حد تک لگاؤ رکھتی تھیں۔وجہ یہ تھی کہ اُستاد علی محمد قمبرانی خود باکسر تھے اور یعقوب قمبرانی نے باکسنگ گھرانے میں آنکھیں کھولی تھیں۔1962ء میں اپنے والد کے انتقال کی وجہ سے پانچ بہنوں اور تین بھائیوں کی ذمہ داری بڑے بھائی کی حیثیت سے یعقوب قمبرانی پر آگئی۔اس لئے باکسنگ کھیلنا چھوڑ دیا اور درس وتدریس کے پیشے سے منسلک ہوگئے مسلم آزاد باکسنگ کلب کی ذمہ داری بھائی بہنوں کی ذمہ داری اور سندھ باکسنگ کی ذمہ داری سمیت یعقوب قمبرانی نے تمام ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دیا۔کراچی، سندھ اور پاکستان باکسنگ فیڈریشن کے قیام میں ان کا بہت بڑا عمل دخل ہے۔مرحوم نے پانچ بہنوں، تین بھائیوں کی پرورش اور ان کی شادیوں سمیت والدہ کے پسندیدہ گیم باکسنگ کی بھی تمام ذمہ داریاں بخوبی انجام دیں۔کراچی باکسنگ ایسوی ایشن کے طویل عرصے تک سیکرٹری رہے۔وہ باکسنگ کے ٹیکنیکل اُمور کے ماہر تھے۔بحیثیت انٹرنیشنل ریفری جج مختلف

Marfat.com

ممالک میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ پاکستان میں ہونے والے تمام قومی اور بین الاقوامی باکسنگ مقابلوں میں جیوری اور چیئر مین جیوری کے فرائض انجام دے چکے تھے۔ یعقوب قمبرانی اپنے کھیل باکسنگ اور اپنے پیشے (درس وتدریس) اور اپنے شوق شاعری تینوں میں مخلص تھے۔ مشاعروں میں شرکت کرتے خود بہت اچھے اُردو، سندھی زبان کے شاعر تھے اور کامل ابن اسیر تخلص تھا۔ باکسنگ سے جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔

یعقوب قمبرانی کے دو بیٹے موسیٰ قمبرانی اور عبیداللہ قمبرانی انٹرنیشنل باکسر ہیں۔ ان کے چھوٹے بھائی صدیق قمبرانی انٹرنیشنل باکسر، ان کے بھتیجے علی محمد قمبرانی، عبداللہ قمبرانی، ولی محمد قمبرانی اور بہت سے اس کھیل سے وابستہ ہیں۔ 1935ء سے 2010ء تک قمبرانی خاندانِ نسل درنسل باکسنگ کی آبیاری کررہا ہے۔ قمبرانی صاحب کا انتقال 3 جنوری 2009ء کو ہوا۔ ان کی ابدی آرام گاہ موڑو قبرستان میں ہے۔

روشن خان

سابق برٹش اوپن چیمپئین روشن خان پشاور کے نواحی گاؤں نواکلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 1957ء میں برٹش اوپن چیمپئین شپ جیت کر دنیائے سکوائش کو حیران کردیا۔ ان سے پہلے ہاشم خان، برٹش اوپن جیتنے والے پہلے پاکستانی کھلاڑی بنے۔ اس کے بعد 1960ء میں روشن خان نے برٹش اوپن کے فائنل کے لئے کوالیفائی کیا۔ لیکن وہ ہاشم خان کے ہاتھوں شکست کھا گئے روشن خان نے 3 باریو ایس اوپن اور 2 بار کنیڈین اوپن جیتنے کا بھی اعزاز حاصل کیا۔ اپنے خوبصورت سٹروکس کی وجہ سے روشن خان اپنے حریفوں کو زیر کرنے کے لئے مشہور تھے۔ 80ء کے عشرے میں ان کے بیٹے جہانگیر خان نے اپنے کھیل کی وجہ سے دنیائے سکوائش پر راج کیا۔ سکوائش کی دنیا میں روشن خان اور جہانگیر خان واحد باپ بیٹے ہیں جنہوں نے برٹش اوپن کا اعزاز

Marfat.com

حاصل کیا۔ ملک میں کسی اور گھرانے نے کسی بھی کھیل میں اس قدر نام پیدا نہیں کیا۔ جس قدر پشاور کی اس فیملی نے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کیا۔ اسی طرح اس پٹھان خاندان کے ہاشم خان اور اس کے بھائی اعظم خان اس کے کزن روشن خان اور بھتیجے محب اللہ نے سکوائش کی دنیا میں برسوں تک پاکستان کے جھنڈے گاڑے رکھے۔ اب یہ کھیل پاکستان میں نظرانداز ہو رہا ہے۔

1958ء اور 1959ء میں ٹانگ کی تکلیف اور سرجری کی وجہ سے وہ برٹش اوپن سمیت کسی ٹورنامنٹ میں شرکت نہ کر سکے۔ تاہم 1960ء میں وہ فٹ ہو کر دوبارہ سکوائش کورٹس میں آئے اور کامیابیاں حاصل کرتے چلے گئے۔ ان کا انتقال 5 جنوری 2006ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ نیول قبرستان کراچی میں ہے۔

کے۔ سی ابراہیم

بمبئے کرکٹ کے ہیرو کے سی ابراہیم 26 جنوری 1919ء کو بمبئی کی خوجہ کمیونٹی میں پیدا ہوئے سکول اور کالج کی طرف سے کرکٹ کھیلی اور وہ بمبئے یونیورسٹی کی کرکٹ ٹیموں کے کپتان اوپننگ بلے باز تھے اور ہر قسم کی شارٹ کھیلنے کی مہارت رکھتے تھے۔ 1938ء سے 1950ء کے دوران انہوں نے بمبئے کی طرف سے 60 فرسٹ کلاس میچ اور انڈیا کی طرف سے چار ٹیسٹ میچ کھیلے۔ 1967ء میں اپنے خاندان کے ہمراہ کراچی منتقل ہو گئے۔

کے۔ سی ابراہیم کا سرگرم اور مشہور لوگوں میں ایک اہم مقام تھا۔ کے۔ سی ابراہیم کی 61.24 کی اعلیٰ اوسط کی وجہ سے ان کا نام دنیا کے بہترین کھلاڑیوں میں حنیف محمد، گواسکر ٹنڈولکر اور جاوید میاں داد سے پہلے ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے بمبئے کی طرف سے کھیلتے ہوئے متواتر اننگز میں 709 رنز سکور (77,234,36,218) بغیر

Marfat.com

آؤٹ ہوئے گئے۔ 48-1947ء کے سیزن میں انڈین کرکٹ بورڈ نے انہیں سال کے بہترین کھلاڑیوں میں شامل کیا۔ کے۔سی ابراہیم نے 1948ء میں انڈیا کی طرف سے اپنے ابتدائی ٹسٹ میں ویسٹ انڈیز کے خلاف 85 رنز کی اننگ کھلی۔لیکن ان کے اصل جوہر ٹسٹ کرکٹ میں ظاہر نہ ہو سکے۔ جبکہ انہوں نے ٹسٹ کرکٹ میں صرف 21.12 کی اوسط حاصل کی۔ 1944ء میں ابراہیم نے اپنے کیریر کی سب سے نا قابل فراموش اننگز 137 رنز سکور کر کے بمبئے پینٹگولہ میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مقابلے کا فائنل تھا 1940ء کے اس دور میں گروہ بندی اپنے عروج پر تھی۔ پاکستان کرکٹ ٹیم کے سابقہ کپتان عبدالحفیظ کاردار لکھتے ہیں کہ جس طرح جاوید میاں داد کے شارجہ میں چھکے نے انڈیا کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔اسی طرح کے۔سی ابراہیم کی اننگز نے ہندوؤں کے حوصلے پست کر دیئے تھے۔ ایک شریف النفس انسان اور باحوصلہ کھلاڑی کے۔سی ابراہیم کرکٹ چھوڑنے کے بعد ایک کامیاب بزنس مین بنے۔وفات کے وقت ان کی عمر 80 برس تھی۔ان کا انتقال 12 نومبر 2007ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی اور بہت سے پوتے پوتیاں،نواسے نواسیاں چھوڑے ہیں۔

فیروز خان

دنیا کے سب سے عمر رسیدہ اولمپئین پاکستانی فیروز خان جنہوں نے ہاکی میں تمغہ جیتا تھا۔ جالندھر (انڈیا) میں پیدا ہونے والے فیروز خان نے ہاکی کا آغاز درخت کی شاخ سے کھیل کر کیا۔ بعد میں وہ 1928ء کی اولمپک گیمز میں حصہ لینے والی ٹیم کے ممبر بنے۔مرحوم نے اپنے پیچھے دو بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔اگر چہ فیروز خان انڈیا کی طرف سے کھیلے تھے لیکن پاکستانی ٹیم کی اولمپک ایشنز گیمز اور دوسرے بڑے بڑے

Marfat.com

مقابلوں میں جیت میں ان کا بڑا اہم کردار تھا۔

فیروز خان ایک بہترین سلیکٹر تھے اور یہ ان کی کاوشوں کا اثر تھا کہ پاکستان نے اولمپک اور ایشین گیمز میں سونے کے تمغے حاصل کئے سابقہ ان سائیڈ رائٹ جو کہ ہندوستان ہاکی ٹیم جس نے 1928ء میں ایمسٹرڈم کی اولمپک گیمز میں سونے کا تمغہ حاصل کیا تھا۔ نے 9 ستمبر 2004ء کو اپنی سوویں سالگرہ منائی اور کہا کہ مجھے فخر ہے کہ میں نے 100 سال عمر پائی اور چل پھر رہا ہوں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ جو لوگ اپنی زندگی میں نظم وضبط رکھتے ہیں اور کھیلوں سے وابستہ رہتے ہیں وہ زیادہ دیر زندہ رہتے ہیں۔

یہ سنہری الفاظ فیروز خان نے اپنی آخری سالگرہ پر کہے تھے۔ امریکہ کے جیمز کون فلر کی پچھلے سال وفات کے بعد وہ دنیا کے عمر رسیدہ اولمپک چیمپئن بن گئے تھے۔ جیمز نے 1924ء میں پیرس اولمپک میں کشتی رانی میں سونے کا تمغہ جیتا تھا اور بین الاقوامی اولمپک کمیٹی کے ریکارڈ کے مطابق وہ دنیا کے عمر رسیدہ ترین زندہ اولمپئین تھے اور فیروز خان کا دوسرا نمبر تھا۔ فیروز خان کا انتقال 20 اپریل 2005ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی ابدی آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

آفاق حسین

اپنے دور کے بہترین بیٹسمین باؤلر آفاق حسین نے صرف 2 ٹیسٹ میچ کھیلے پہلا انگلینڈ کے خلاف لاہور میں 1961ء میں کھیلا گیا۔ اور آسٹریلیا کے خلاف بیرون ملک میں 65-1964 میں کھیلا گیا۔ جس میں انہوں نے عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ جس میں انگلینڈ کے کپتان بھی ان کی گیند کا شکار ہوئے۔

مرحوم آفاق حسین ایک اچھے بلے باز بھی تھے۔ انہوں نے چار ٹیسٹ میچوں میں 66 سکور بنائے جو 10 ویں وکٹ پر کھیلنے والے کھلاڑی کے سب سے زیادہ رنز مانے

Marfat.com

جاتے ہیں۔آپ بہت اچھے فیلڈر بھی تھی انہوں نے 52 کیچ پکڑے،ان کیچز میں 67 انٹرنیشنل ون ڈے میچز کے کیچ بھی شامل ہیں۔مرحوم آفاق حسین نے کراچی کے مختلف شعبوں کی طرف سے کرکٹ میں نمائندگی کی جن میں کراچی یونیورسٹی، پاکستان کی مشہور یونیورسٹیز، پی آئی اے اور پی ڈبلیوڈی شامل ہیں۔

آفاق حسین نے ملکی سطح پر کھیلی جانے والی کرکٹ میں 214 کھلاڑیوں کوآؤٹ کیا۔اور 1448 رنز بنائے۔24-54 کے تناسب سے جس میں سے ان کا سب سے بڑا سکور 122 رنز پر ناٹ آؤٹ شامل ہیں۔وفات کے وقت ان کی عمر 62 سال تھی۔انہوں نے اپنے سوگواران میں ایک بیوہ ایک بیٹااور دو بیٹیوں کو چھوڑا ہے۔ان کا انتقال 25 فروری 2002ء کو کراچی میں ہوا۔مرحوم کی ابدی آرام گاہ قبرستان ڈیفنس کراچی میں ہے۔

رابطہ: ٭ بیوہ آفاق حسین (کھلاڑی)

مال سکوائر اپارٹمنٹ نزد کیپٹل ریسٹورنٹ زم زم ڈیفنس کراچی

شجاع الدین

ملک کے معروف ٹیسٹ کرکٹر شجاع الدین 1930ء میں لاہور میں پیدا ہوئے۔اورصرف بارہ سال کی عمر میں 47-1946ء میں تقسیم ہند سے پہلے شمالی انڈیا میں پہلا فرسٹ کلاس کرکٹ میچ کھیلا۔انہوں نے پنجاب یونیورسٹی، بہاولپور اور راولپنڈی کی طرف سے میچز کھیلے۔مرحوم نے اپنے 101 فرسٹ کلاس میچز میں 25.28 کے تناسب سے 3490 رنز بنائے۔69 کیچز پکڑے اور 319 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔شجاع الدین نے بہترین گیند بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف 53 رنز دے کر 8 بلے بازوں کو ڈھیر کر دیا۔

انہوں نے پاکستان آرمی کے پبلک ریلیشنز ڈیپارٹمنٹ میں ملازمت کر لی۔

Marfat.com

اور جلد ہی لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے پر ترقی پائی اور 1971ء کی پاک بھارت جنگ میں قیدی بھی رہے۔ 1954ء میں انگلینڈ میں ہونے والے میچوں میں حصہ لیا۔ لیکن 1952-53ء کی انڈیا سیریل میں انہوں نے 68 وکٹیں حاصل کیں۔ ان کے کیریئر کا بہترین دور 1961-62ء تھا۔ جب انہوں نے صرف 15.22 کے تناسب سے 68 وکٹیں حاصل کیں۔

شجاع الدین نے 1960-61ء کے دور میں بھی عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 21 وکٹیں حاصل کیں۔ لیکن ان کو کسی بھی پانچ ٹیسٹوں کے لئے منتخب نہیں کیا گیا۔ مرحوم نے پاکستانی کرکٹ کی تاریخ پر کئی کتابیں بھی لکھیں۔ آپ بہترین اوپنر اور دائیں ہاتھ کے بلے باز اور رمال کے بائیں بازو کے گیند باز اور بہترین فیلڈر تھے۔

انہوں نے اپنی زندگی کی آخری سانس برطانیہ کے شہر لندن میں گزاریں۔ ... سال پہلے پاکستان آئے تھے۔ ان کا شمار پاکستان کے بہترین آل راونڈر کھلاڑیوں میں ہوتا تھا۔ مرحوم 29 ٹیسٹ میچوں میں 1954-62ء تک شریک ہوئے انہوں نے 15.18 کے تناسب سے 395 رنز بنائے۔ ان کے سب سے زیادہ سکور 47 تھے۔ انہوں نے 40 سکور کے حساب سے 20 وکٹیں بھی حاصل کیں۔ ان کی بہترین کارکردگی میں 18 سکور پر 13 کھلاڑیوں کو آؤٹ کرنا ہے۔ ان کا انتقال 7 فروری 2006ء ہوا۔ ان کی تدفین لندن میں ہوئی۔

خان محمد

سابق ٹیسٹ فاسٹ باولر خان محمد نے پاکستان کرکٹ کے شروع کے دنوں میں مایہ ناز کرکٹر فضل محمود کے ساتھ کھیلی۔ گیند پر بڑی یادگار پارٹنرشپ بنائی فضل محمود کا انتقال 2005ء میں لاہور میں ہوا۔ خان محمد نے اپنے ٹیسٹ ... جو کہ ...

Marfat.com

1952ء سے مارچ 1958ء تک محیط ہے۔ 13 ٹیسٹوں میں 54 وکٹیں 23.45 رنز اوسط سے حاصل کیں۔ جو کہ 5 وکٹیں ایک انگز تھی۔ خان محمد رائٹ آرم فاسٹ میڈیم باؤلر تھے ان کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ انہوں نے پاکستان ٹیسٹ کرکٹ کا پہلا اوور دیا۔

خان محمد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے پاکستان ٹیسٹ کرکٹ کی سب سے پہلی وکٹ حاصل کی جب انہوں نے انڈین اوپنر کھلاڑی پنکج رائے اور اس کے ساتھی اوپنر وینومنکو کو بھی آوٹ کیا۔ آپ نے انگلینڈ کے افتتاحی دورے میں 1954ء میں انگلینڈ کے کپتان لین ہٹن کو لارڈز ٹیسٹ میں صفر پر آوٹ کیا۔ خان محمد نے اپنے کیریئر کی سب سے بہترین پرفارمنس 56-1955ء میں ڈھاکہ ٹیسٹ میں نیوزی لینڈ کے خلاف 21 رنز کے عوض 6 کھلاڑیوں کو آوٹ کیا۔

خان محمد کرکٹر یکم جنوری 1928ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے 54 ٹیسٹوں میں 214 وکٹیں حاصل کیں۔ لکڑی کی تجارت کرنے والے باپ کا بیٹا 1950ء کی دہائی میں انگلینڈ میں شفٹ ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے سوگواروں میں بیوی ایک بیٹا اور بیٹی چھوڑے ہیں۔ خان محمد کا انتقال 81 برس کی عمر میں 5 جولائی 2009ء کو ہوا۔ ان کی تدفین لندن میں ہوئی مرحوم کینسر جیسے مہلک مرض میں مبتلا تھے۔

میجر عبدالشکور

میجر عبدالشکور ولد عبدالغفور کی تاریخ وفات 14 ربیع الثانی 1395ھ بمطابق 26 اپریل 1975ء ہے عمر صرف 51 سال پائی۔ ان کا مرقد سخی حسن قبرستان کراچی کے درمیان جو سڑک گزرتی ہے۔ اس کے کنارے ہاکی کے ایک معروف کھلاڑی میجر عبدالشکور ابدی نیند سو رہے ہیں۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ اسی قبرستان میں ملک کی بڑی اہم علمی ادبی اور ثقافتی شخصیات آسودہ خاک ہیں۔

Marfat.com

محمود الحسن

محمود الحسن ولد عبدالوحید (ہاکی اولمپیئن) 52 تا1948ء کی تاریخ پیدائش 8اگست 1923ء ساہیوال اور تاریخ وفات 8 فروری 1988ء کراچی ہے۔ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ کتبے پر ایک شعر درج ہے۔

حاجی سردار خان

حاجی سردار خان (ورلڈ چیمپئین) سائیکلسٹ ولد مجید اللہ خان 27 ذوالحجہ 1423ھ بمطابق 2003ء عمر 56 سال میں وفات پائی۔ان کا مرقد سخی حسن قبرستان کراچی میں ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

زاہد شیخ

پاکستان ہاکی ٹیم کے سابق اولمپیئن شہناز شیخ کے چچا سابق اولمپیئن زاہد شیخ 29 جنوری 2010ء کو کراچی میں انتقال کر گئے۔ان کی عمر 62 سال تھی۔مرحوم نے اولمپک ایشین گیمز اور ورلڈ کپ ہاکی میں ملک کی نمائندگی کی۔کھیلوں کی دنیا میں ان کی خدمات قابل ذکر ہیں۔

محمد عمر بلوچ

پاکستان کے فٹ بال لے جنڈ محمد عمر بلوچ 69 برس کی عمر میں 22 مارچ 2004ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔وہ طویل عرصے سے علیل تھے۔انہوں نے بیوہ کے علاوہ چھ بیٹے اور تین بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔انہیں میوہ شاہ قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔

محمد علی جعفری

پاکستان کے سینئر کرکٹ سکورر محمد علی جعفری کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ [illegible] ایک

Marfat.com

گراؤنڈ پر سب سے زیادہ ون ڈے انٹرنیشنل میچوں میں سکورنگ کرنے والے آفیشل سکورر تھے۔ شارجہ کرکٹ گراؤنڈ نے سب سے زیادہ ایک روزہ 198 بین الاقوامی میچوں کی میزبانی کی ہے اور محمد علی جعفری ان تمام میچوں میں سکورر کی حیثیت سے موجود رہے۔ دبئی میں ایک روزہ بین الاقوامی میچوں کا انعقاد شروع ہوا تو محمد علی جعفری نے پاکستان اور آسٹریلیا سیریز کے دو میچوں میں سکورنگ کر کے متحدہ عرب امارات میں سکورر کی حیثیت سے ڈبل سنچری بھی مکمل کی۔ عبدالرحمٰن بخاطر نے شارجہ کے بعد مراکش میں بھی بین الاقوامی کرکٹ کا انعقاد کیا تو وہاں کھیلے گئے واحد سہ فریقی ٹورنامنٹ میں بھی محمد علی جعفری سکورر تھے۔ شارجہ کرکٹ کا ایک ایک میچ اور اس کا ایک ایک حساب کتاب انہوں نے رقم کیا۔ بلکہ یوں کہیے کہ ان تمام اعداد و شمار کو سکورنگ بک میں درج کرتے کرتے وہ خود ریکارڈ بک میں اپنا نام درج کرانے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کے انتقال سے یہ سکورنگ بک ہمیشہ کے لئے بند ہو گئی۔

محمد علی جعفری نے ستر کی دہائی میں کراچی کرکٹ کلب سے سکورنگ کا آغاز کیا۔ انہیں نا صرف روایتی سکورنگ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ بلکہ رن ریٹ اور اعداد و شمار کے دیگر گورکھ دھندوں کو بھی سلجھانے میں ان کا جواب نہ تھا۔ ایک مرتبہ آئی سی سی میچ ریفری وشوانا تھ کو رن ریٹ کا مسئلہ حل کرنے کے لئے ان کی خدمات حاصل کرنا پڑیں، محمد علی جعفری کا انتقال 23 اپریل 2011ء کو کراچی میں ہوا۔

............☆............

Marfat.com

خطاط
مصور
مجسمہ ساز

Marfat.com

اسماعیل گل جی

اسماعیل گل جی کو عام طور پر صرف گل جی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ انہوں نے پاکستان کے لئے نام بھی کمایا اور عزت بھی۔ وہ بلاشبہ ایک غیر معمولی آرٹسٹ تھے اور روائتی اسلامی خطاطی سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے اپنے برش اور رنگوں سے ایسے ایسے شاہکار تخلیق کیے جن کی مثال نہیں مل سکتی۔ وہ ایک پیدائشی فنکار تھے۔

اسماعیل گل جی 25۔ اکتوبر 1926ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ ویسے تو انہوں نے امریکہ سے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی۔ مگر تجریدی آرٹ اور پورٹریٹ آرٹ انہوں نے اپنی ذاتی دلچسپی سے سیکھا تھا۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے امریکہ جانے سے پہلے گل جی علی گڑھ گئے تھے۔ جہاں سے انہوں نے سول انجینئرنگ کی حاصل کی۔ لیکن انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنے سے بہت پہلے گل جی کے اندر کا فنکار بیدار ہو چکا تھا۔ اور وہ پینٹنگ کا آغاز کر چکے تھے۔

1959ء کے ابتدائی زمانے میں انہوں نے افغانستان کے پورے شاہی خاندان کے پورٹریٹ بنائے تھے۔ 1960ء سے پہلے تک وہ ایک تجریدی مصور کے طور پر جانے جاتے تھے اور روائتی اسلامی خطاطی سے بہت متاثر تھے۔ وہ امریکہ کے ایکشن پینٹنگ اسٹائل میں بھی کام کرتے تھے۔ 1950ء میں ان کے فن پاروں کی پہلی نمائش ہوئی۔ گل جی اپنی آئل پینٹنگز میں دیگر میٹریل، مثلاً شیشہ اور سونے چاندی کی پتیاں بھی استعمال کرتے تھے۔ 1960ء کی دہائی کے شروع میں گل جی نے مجسمے بھی بنائے۔ جن میں کانسی کے پیس شامل تھے۔ جو ان کی پینٹنگز کی طرح خطاطی کی شکل میں تھے۔ انہوں نے قرآنی آیات کو بھی بڑی مہارت اور خوب صورتی سے پینٹ کیا۔ گل جی کی پینٹنگز خوش رنگ اور روشن ہیں ان پر رنگوں کا استعمال بڑی مہارت سے کیا گیا ہے۔ گل جی کی

Marfat.com

پینٹنگز کو عالمی سطح پر بڑی پذیرائی ملی۔ سعودی شاہی خاندان نے بھی ان سے فرمائش کر کے متعدد پینٹنگز بنوائیں۔ اسلام آباد میں ایوان صدر کے لئے بھی گل جی نے کام کیا۔ گل جی کے کئی کام اسلام آباد کی فیصل مسجد میں رکھے گئے ہیں۔ انہیں پاکستان، سعودی عرب، جاپان اور فرانس کی جانب سے متعدد انعامات اور اعزازات سے نوازا گیا۔ گل جی کے لئے کراچی میں ایک آرٹ گیلری بھی قائم کی گئی ہے۔ گل جی کی موت بڑے المناک انداز میں ہوئی۔ 19۔ دسمبر 2007ء کو گل جی، ان کی شریک حیات، زرین گل جی اور ایک ملازمہ کو پراسرار حالات میں قتل کر دیا گیا۔ ملزموں کے خلاف مقدمے کی سماعت جاری ہے۔ گل جی کو حکومت پاکستان سے صدارتی تمغہ حسن کارکردگی کا اعزاز بھی ملا اور دو بار ستارہ امتیاز کا ایوارڈ بھی حاصل کیا۔ اس کے علاوہ وہ ہلال امتیاز کے بھی حق دار قرار دیے گئے۔ ان دونوں میاں بیوی کی آخری آرام گاہ قبرستان میوہ شاہ میں ہے۔

صادقین

نامور مصور و خطاط صادقین 1930ء میں امروہہ (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔ ان کا تعلق ایسے خاندان سے تھا جو نقاشی اور خطاطی کے کام میں نامور مانا جاتا تھا۔ ان کے والد بھی خطاطی کے فن میں ماہر تھے اسی بناء پر صادقین کہا کرتے تھے کہ "خطاطی میرے خون میں شامل ہے"۔ انہوں نے آگرہ سے گریجوایشن کیا۔ پاکستان آنے کے بعد کچھ عرصہ انہوں نے ریڈیو پاکستان میں ملازمت بھی کی۔ مگر جلد ہی ملازمت وخیرباد کہا اور کل وقتی مصوری میں مصروف ہو گئے۔ 1954ء سے 1960ء تک انہوں نے اپنے فن پاروں کی بہت سی نمائشیں کیں اور کئی سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں میں میموریل بنائے۔ ان کو پہلا ایوارڈ 1960ء میں دیا گیا۔ جو تمغہ امتیاز تھا۔ 1961ء میں انہوں نے پیرس میں Biennale Paris کی نمائش میں حصہ لیا اور انہیں تین

Marfat.com

الاقوامی جیوری نے Lakrate of Bienale ale Paris کا ایوارڈ عطاء کیا۔ 1962ء میں ان کی مشہور عالمی نمائش Marison du calture le Harre منعقد ہوئی۔ جو فرانس کی مصوری کی دنیا میں ایک بڑا اعزاز سمجھا جاتا ہے۔ 1999ء میں حکومت پاکستان نے انہیں صدارتی تمغۂ حسن کارکردگی سے نوازا۔ پیرس سے وطن واپسی کے بعد انہوں نے منگلا پاور اسٹیشن کے لئے بہت بڑے میموریل تخلیق کئے اور پھر یہ سلسلہ عمر بھر چلتا رہا۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں بھی وہ کراچی کے فریئر ہال میں جہاں صادقین گیلری قائم کی تھی وہ اس پرشکوہ عمارت کی چھت اور دیواروں پر میموریل بنانے میں مصروف تھے۔ سید صادقین احمد نقوی عالمی سطح کے ایک ممتاز پاکستانی آرٹسٹ تھے۔ جو ایک خطاط اور مصور کی حیثیت سے جانے جاتے تھے اور اس شعبے میں ساری دنیا ان کی صلاحیتوں کی معترف تھی۔ آپ کو پاکستان کا ایک نفیس ترین مصور اور غیر معمولی خطاط قرار دیا گیا ہے۔ صادقین نے کلاسیکی ادب کو بھی پینٹ کیا، انہوں نے غالب، اقبال اور فیض کی شاعری کو بڑی مہارت اور سلیقے سے پینٹ کیا ہے۔ انہوں نے پاکستان میں خطاطی کو آرٹ کی شکل میں منتقل کر کے ایک نئی جہت کی بنیاد ڈالی۔

صادقین بڑی طرح دار اور دلچسپ شخصیت کے مالک تھے۔ عام لوگوں کے لئے اگرچہ ان کی محبت بہت پرکشش نہ تھی، سچی بات تو یہ ہے کہ جہاں تک اس کی کمپنی کا تعلق ہے وہ ایک بور آدمی تھے۔ اس کے تین اسباب تھے۔ پہلا تو یہ کہ بہت کم موضوعات ایسے تھے جن پر صادقین گفتگو کرنا پسند کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ ایک خود پسند انسان تھے۔ اور موضوع سخن عام طور پر خود ان کی شخصیت اور ان کا فن ہوتے تھے اور تیسری بات یہ کہ شام ڈھلنے کے بعد کہ جو سوشل ملاقات کا سب سے مناسب وقت ہوتا ہے۔ اس وقت ان کی کیفیت کچھ اور ہو چکی ہوتی تھی۔ اور وہ ایک فقرے اور ایک بات کو

Marfat.com

بار بار دہرانا شروع کر دیتے تھے۔

صادقین کا انتقال 10 فروری 1987ء میں کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کے مین گیٹ کے دائیں جانب برلب سڑک ایک احاطہ میں ہے۔ قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

احمد سعید ناگی

ملک کے نامور مصور احمد سعید ناگی 2 فروری 1916ء کو پیدا ہوئے امرتسر، لاہور، دہلی اور پیرس میں تعلیم حاصل کی۔ تحریک آزادی کے مصور کے طور پر جانی جانے والی مشہور شخصیت احمد سعید ناگی کی وفات کے وقت عمر 90 سال تھی۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔ انہیں 1944ء میں قائداعظم محمد علی جناح کا پورٹریٹ بنانے کا اعزاز حاصل ہوا۔ ان کا نام دنیا کی مشہور کتاب ''انسائیکلو پیڈیا'' میں شامل کیا گیا ہے۔

بطور مصور آپ کی بہترین کارکردگی کو سراہتے ہوئے انہیں بہترین مصور کے خطاب سے نوازا گیا۔ ان کے فن پاروں کی نمائش پیرس، لندن، یونان، نیویارک، بحرین، دہلی، شملہ، لاہور اور کراچی کے علاقوں میں کی گئی۔ ناگی صاحب نے قائداعظم اور لیاقت علی خان کے کہنے پر لاہور اور برصغیر کے دیگر علاقوں میں 1944-47ء تک تحریک آزادی کے لئے کام کیا۔

بلوچستان کے گورنر ہاؤس اور زیارت کے رہائشی علاقوں کے علاوہ کراچی گورنر ہاؤس سندھ، گورنر ہاؤس پشاور (سرحد) اور پنجاب اسمبلی میں ان کی مصوری کے شاہکار کا منہ بولتے ثبوت موجود ہیں۔ موہاٹہ محل، قیصر ناز میں بھی ان کے فن پارے آویزاں ہیں انہوں نے وزارت کامرس میں کام کیا اور بین الاقوامی سطح پر ہونے والی کراچی میں

Marfat.com

نمائشوں کے سٹال سجائے۔

مرحوم نے برآمدات اور سیر و تفریح کے شعبے میں سونے کے تمغے حاصل کیے۔ احمد سعید نے پاکستان، ایران، ترکی اور افغانستان کی ثقافتی نمائشوں کو بھی اپنے رنگوں سے 1950ء میں سجایا۔ انہوں نے سابق وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو اور سیر و سیاحت کے ایڈوائزر راجہ تری دیورائے (Raja Tridav Ray) کی گزارش پر ظہور کلب کو ڈیزائن کیا۔ ان کا انتقال یکم ستمبر 2006ء کو ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ طارق روڈ قبرستان میں ہے۔

عزیز زوبی

ملک کے معروف نقاش، پینٹر اور کاتب عزیز زوبی پنجاب سکول آف پینٹنگ کی پہچان تھے۔ آپ 1922ء میں قصور میں پیدا ہوئے زوبی کا دور کارکردگی تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔ مرحوم نے مجسمہ سازی (سنگتراشی) اور کتابت میں بے مثال شہرت حاصل کی۔ آپ نے لاہور کالج آف آرٹس سے ڈپلومہ حاصل کیا۔ اس کے بعد آپ 1950ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے اٹلی چلے گئے۔ اور اپنے چار سالہ دورہ قیام میں پورا یورپ گھوما۔ اسی سفر کے دوران ہنیری مور سے ملے۔ جسے موجودہ نقاشی کا جادوگر سمجھا جاتا ہے۔ یورپ سے واپسی پر آپ نے کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ عزیز زوبی آرٹس کونسل میں انسٹی ٹیوٹ آف آرٹس اینڈ کرافٹس کے بانی پرنسل تھے۔ بعد میں مرحوم نے اپنا ذاتی سکول کھول لیا۔ آپ نے تقریباً 50 قابل ذکر شخصیات کے مجسمے بنائے۔ ان میں فیض احمد فیض، احمد ندیم قاسمی، محمد حسن عسکری، ممتاز مفتی، پروفیسر احمد علی، رئیس امروہوی، ظہیر کاشمیری، حجاب امتیاز علی، فیاض محمود، سعادت حسن منٹو شامل ہیں۔

ان کے علاوہ دوسری معروف شخصیات جن کی شبیہ انہوں نے تراشی ان میں

Marfat.com

محترمہ فاطمہ جناح، خان لیاقت علی خان اور ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی شامل ہیں۔ آپ نے سینکڑوں کتابوں کے سرورق بھی ڈیزائن کیے۔ یکم ستمبر 2001ء کو آپ اپنے کام میں مصروف تھے کہ شدید ہارٹ اٹیک ہوا اور انتقال کر گئے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 80 برس تھی۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں دو بیٹے دانش اور ذوالفقار اور ایک بیٹی زیبا علی چھوڑے ہیں۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

اے آر ناگری

اے آر ناگری کا پورا نام عبدالرحیم ناگری تھا۔ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی میں فائن آرٹ کی تعلیم کے بعد اپنا اکثر وقت سندھ یونیورسٹی میں تدریس میں گزارا۔ کئی نوجوانوں کو اس فن کی تربیت دی۔ ان کا کام کلاس روم کی حد تک نہیں تھا۔ انہوں نے کئی مضامین شائع کیے جو تاریخ اور فن کے جدید موضوعات پر تھے۔ ہذا اپنے تصورات کو وسیع انداز میں اور نوجوانوں کی رہنمائی کے لئے کھلے انداز میں پیش کیا۔

اے آر ناگری کے پاس نہ صرف مقصد کی سنجیدگی تھی۔ بلکہ ذہانت کی حس بھی تھی جو کہ ہر چیز کو مشکوک بنا دیتی ہے۔ اس کے مقصد کو بھی اس نے ایک دفعہ بیان کیا کہ کس طرح کام کی نمائش ملٹری آمریت کے ردعمل کے طور پر پیدا ہوئی۔ جس کا افتتاح اعلیٰ فوجی افسر نے کیا۔ تاہم اس نے نہ صرف اعلیٰ حکمران طبقے کی ذہانت کا مذاق اڑایا۔ بلکہ مزاحمتی فن کی اہمیت اور افادیت کا بھی ذکر کیا۔

ناگری نے ملکی اور غیر ملکی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں حصہ لیا اور اپنے وطن کی ثقافت کی نمائندگی کی۔ ان کے اکثر تبصرے ذہانت پر مبنی ہوتی اور دلچسپی کی حد تک تعمیری ثابت ہوئے۔ ان جیسے فنکار ہماری فن کی دنیا میں کم کم ہیں۔ وہ ایک بے باک گفتگو کرنے والے، انتھک محنت کرنے والے پیشہ ور فرد تھے۔ ان کی تعریف ان لوگوں نے

Marfat.com

بھی کی۔ جن کا ان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا۔ ان کے تصورات اور خیالات کی صداقت کو مانا گیا۔ ان کے بنائے ہوئے شاہکار ہمارے سماجی رویوں اور ثقافتی طرز، جس کی جڑیں ہمارے ماضی کے ساتھ جڑی ہیں عکاسی کرتے ہیں۔ ان کا انتقال 14 جنوری 2011ء کو کراچی میں ہوا۔

..........☆..........

Marfat.com

اهم سیاسی
اور
سماجی شخصیات

Marfat.com

قائداعظم محمد علی جناحؒ

سیاسی مبصرین کے نزدیک قائداعظم محمد علی جناحؒ کی انتھک محنت، یقین اور ثابت قدمی ہی تھی، جس کے باعث دنیا کے نقشے پر پاکستان کی آزاد ریاست کے نشانات اُبھرے۔ اُن کی اعلیٰ بصیرت اور غیر معمولی قائدانہ صلاحیت نے پراگندہ حال مسلمانوں کو ایک منظم گروہ کی صورت میں ڈھالا۔ جس نے اتحاد کی قوت سے حریفوں کو شکست دی۔ ان کو سیاسی زندگی کی بالادستی پر مکمل یقین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مسلم لیگ کی مستقل صدارت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عہد جدید میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں، جب رہنماؤں نے اپنی قوم کو پستی اور غلامی سے نجات دلائی۔ لیکن قائداعظمؒ یوں منفرد ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو یکجا کر کے ایک نئی ریاست کی بنیاد رکھی۔

25 دسمبر 1876ء کو کراچی میں پیدا ہونے والے محمد علی جناحؒ نظم و ضبط کے پابند اور اعتدال پسند سوچ کے حامل تھے۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد 1892ء میں لندن چلے گئے۔ اور وہاں "لنکن اِن" سے قانون کی تعلیم حاصل کی اسی عرصے میں انہوں نے سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کیا۔ ہندوستان واپس آنے کے بعد انہوں نے ممبئی (بمبئی) میں رہائش اختیار کی۔ اور جلد ہی بطور وکیل خود کو منوا لیا۔ 1908ء میں ہندوستان کی سیاست میں قدم رکھنے والے جناح ابتداء میں کانگرس کا حصہ رہے۔ تاہم 1913ء میں انہوں نے اس جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی اور اپنی تمام صلاحیتیں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دیں۔ قائداعظمؒ نے ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کے لئے چودہ نکات پیش کیے۔ 1940ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری اور 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی کامیابی انہی کی ولولہ انگریز قیادت کا نتیجہ تھی۔ تقسیم سے قبل دہلی میں ہونے والے مسلم لیگ کے آخری

Marfat.com

اجلاس میں جب کارکنان نے ان کے لئے شہنشاہ پاکستان زندہ باد کے نعرے لگائے تو وہ سخت برہم ہوئے۔اُس موقع پر انہوں نے خود کو خادم پاکستان اور تحریک کا ایک سپاہی قرار دیا۔وہ برصغیر کی سیاست میں راست گوئی اور عزم و استقلال کی علامت تھے۔یہی وجہ ہے کہ اُن کے حریفوں نے بھی اُن کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا۔وہ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل تھے۔

مؤرخین کے مطابق اپنے سیاسی کیریئر کے ابتدائی دور میں محمد علی جناح ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار کے طور پر سامنے آئے۔تاہم کانگرس کے سخت گیر رویے کے باعث انہیں یہ محسوس ہوا کہ مسلمانوں کے لئے ایک الگ ملک کا قیام ضروری ہے۔ان کی محنتوں سے 14 اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آیا۔مگر ہم قائد اعظم اور پاکستان کی قدر نہ کر سکے۔قائداعظم 11 ستمبر 1948ء کو دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ ان کا مزار کراچی میں ہے۔جو قابل دید ہے۔

مزارِ قائد اعظمؒ

بانیء پاکستان حضرت قائداعظمؒ کا خوب صورت ترین مزار شہر کے لئے دل کی حیثیت رکھتا ہے۔مزار قائد تقریباً چھ لاکھ مربع گز کے رقبہ پر شہر کے قلب میں واقع ہے۔ اس کا احاطہ چھ ہزار سوفٹ طویل چھوٹی چار دیواری پر مشتمل ہے۔اس چار دیواری پر لوہے کی خوبصورت جالیاں نصب ہیں۔

مزار قائد کے احاطہ میں داخل ہونے کے لئے چار بڑے گیٹ ہیں۔ان میں دو مین گیٹ ہیں ایک گیٹ صرف غیر ممالک کے سربراہوں اور اعلیٰ حکام کی آمد پر کھولا جاتا ہے۔دوسرا مین گٹ جو ایم اے جناح روڈ پر واقع ہے صبح 9 بجے سے 10 بجے شب تک کھلا رہتا ہے۔اس مین گیٹ سے طویل سیڑھیوں تک 15 تالاب ہیں۔ہر تالاب

Marfat.com

28 فٹ چوڑا ہے۔ اور 50 فٹ لمبا ہے۔ ہر ایک کی گہرائی تین فٹ ہے۔ ہر تالاب میں دو خوبصورت فوارے ہیں۔ ہر فوارے کی لمبائی چار فٹ ہے۔

تالابوں کے دائیں بائیں چھوٹے بڑے 125 درخت ہیں۔ ہر درخت کے نیچے دائیں بائیں دو چھوٹی سرچ لائیٹیں نصب ہیں۔ مزار قائد کا خوبصورت نمونہ بمبئی کے مشہور ماہر تعمیرات مسٹر یحییٰ مرچنٹ نے تیار کیا۔ مزار قائد کا سنگ بنیاد 18 فروری 1960ء میں رکھا گیا۔ مزار کی تعمیر کے پہلے مرحلے میں اڑھائی سو فٹ وسیع چبوترا تعمیر ہوا۔ جس کے تہہ خانے میں اصل مزار محفوظ کر دیا گیا۔ یہ تہہ خانہ ایک سو چودہ فٹ گہرا ہے۔ مقبرے کی بنیادوں میں 23 مارچ 1940ء کی قرارداد پاکستان کی دستاویزات اور قائداعظم کی مختصر سوانح عمری بھی لکھ کر دفن کر دی گئی ہے۔

مزار قائد کا گنبد سطح زمین سے 125 فٹ بلند ہے۔ آپ کی اصل قبر سنگ مرمر کی ہے۔ جس پر قرآنی آیات کندہ ہیں۔ مزار کے چار بڑے اور چار چھوٹے دروازے ہیں۔ مقبرے کے گنبد کی تعمیر پر تقریباً چھ لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ مقبرے کے مرکزی ہال میں ٹھوس چاندی کا 13 فٹ لمبا اور 10 فٹ خوبصورت جالیوں کا بنا ہوا کٹہرا ہے جس سے تقریباً دو فٹ کے فاصلے پر پیتل کی خوبصورت جالیوں کا 21 فٹ 8 انچ لمبا اور 17 فٹ چار انچ چوڑا کٹہرا چاندی کے کٹہرے کی حفاظت کے لئے اس کے اطراف میں نصب کیا گیا ہے۔ چاندی کے کٹہرے کا وزن 18 ہزار تولہ اور مالیت 2 لاکھ 25 ہزار روپے ہے۔

مزار کے مرکزی ہال میں گنبد کے بیچ ایک انتہائی خوبصورت فانوس لگایا گیا ہے۔ یہ فانوس پاکستان کے دوست ملک چین کے سابق وزیراعظم چواین لائی نے اپنی عوام کی طرف سے خاص طور پر مزار قائد کے لئے یہ تحفہ حکومت پاکستان کو 20 جنوری

Marfat.com

1971ء کو پیش کیا۔ فانوس کی لمبائی تقریباً 15 فٹ ہے اور وزن تقریباً تین ٹن ہے فانوس کے نچلے حصے میں لگے ہوئے ستاروں کی تعداد سترہ ہے۔ یہ فانوس صحیح معنوں میں اپنی مثال آپ ہے۔

مزار قائد کا اندرونی قطر 72 فٹ اور بیرونی قطر 75 فٹ ہے۔ مزار پر روشنی پھینکنے کے لئے سرچ لائٹ کے تقریباً 90 فٹ بلند لوہے کے چار ٹاور ہیں۔ دو ٹاوروں میں بارہ سرچ لائٹیں اور دوسرے دو ٹاوروں میں سات سات سرچ لائٹیں ہیں۔ چاروں ٹاور مزار کے چاروں کونوں پر تقریباً سو فٹ کے فاصلے پر نصب ہیں۔ مزار قائد پر بری، بحری اور فضائی افواج کے دستے باری باری چار چار ماہ تک پہرہ دیتے ہیں۔ 15 جنوری 1971ء کو سب سے پہلے پاک بحریہ کے محافظ مزار قائد پر متعین کیے گئے۔

مادر ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ

خاتون پاکستان مادر ملت محترمہ فاطمہ جناحؒ کی زندگی، خدمت، ایثار اور وفا کی اقدار سے اٹوٹ اور فعال وابستگی سے عبارت تھی۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اپنے بھائی قائداعظمؒ کے لئے وقف کردی۔ فاطمہ جناحؒ 31 جولائی 1893ء کراچی میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے 1910ء میں دندان سازی کا ڈپلومہ حاصل کیا۔ بمبئی میں ڈینٹل کلینک 1923ء سے 1929ء تک چلایا۔ غریبوں کا علاج مفت کیا کرتی تھیں۔ پھر اپنا کلینک بند کردیا اور بھائی کی خدمت میں مصروف ہوگئیں۔ فاطمہ جناح قائد کی چھوٹی بہن تھیں۔ ان سے بڑی کا نام شیریں بائی تھا۔

محترمہ فاطمہ جناحؒ نے قائداعظمؒ کے گھر کی نگرانی و انتظام 1929ء سے 1948ء تک سنبھالے رکھا۔ قائداعظمؒ کے آخری اوقات میں جاں نثارانہ تیمارداری کی۔ قائداعظمؒ کا ساتھ بطور مشیر، دوست، قابل اعتماد ساتھی، سیاسی امور میں صلاح کار

Marfat.com

میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے تحریک پاکستان کے دوران مسلم ویمن سٹوڈنٹس فیڈریشن کے سالانہ جلسوں میں باقاعدگی سے شمولیت اختیار کی اور تعلیم نسواں اور تعلیم بالغاں کے مراکز کا اجراء کیا قائداعظمؒ کے مشن کو دیہاتوں اور شہروں میں پہنچانے کے لئے متواتر دورے کیے۔

قائدؒ کی وفات کے بعد پاکستان کے تمام صوبوں میں نظریہ پاکستان کی تشریح اور تعمیر پاکستان کے لئے انتھک جدوجہد کی۔ عوام کے حقوق جمہوریت اور آزادی اظہار کے حوالے سے مختلف حکومتوں پر مسلسل نکتہ چینی بھی کی۔ اور آئین پاکستان کی بلا تاخیر تیاری اور بالادستی کے لئے پرزور بیانات جاری کیے۔ مہاجرین کی آبادکاری کے لئے انجمنوں کی تشکیل اور سرپرستی، کشمیری مہاجرین کی دست گیری کی۔ نیشنل کمیٹی برائے شعبہ اطفال (اقوام متحدہ) کی صدر فاطمہ جناح میڈیکل کالج لاہور کی بانی تھیں۔ انہوں نے تعلیمی دورے بھی کیے اور خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے مفید مشورے اور تجاویز دیں بحالی جمہوریت کے لئے تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ 1965ء کے صدارتی الیکشن میں فوجی آمر ایوب خان کے مقابلے میں اپوزیشن کے صدارتی امیدوار کی حیثیت سے نامزدگی ہوئی۔ اس دوران طوفانی انتخابی دورے کیے مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام نے والہانہ استقبال کیا۔ انتخابات میں ایوب خان نے دھاندلی کرائی اور فاطمہ جناحؒ ظاہری طور پر ہار گئیں لیکن جمہوریت کے قافلے کو اس طرح رواں دواں رکھا کہ ایوب حکومت کا چند سالوں کے بعد خاتمہ ہوگیا۔

مادر ملتؒ نے تمام قومی اور دینی تہواروں پر قوم کا حوصلہ بلند کرنے والے اور سیاسی بصیرت سے لبریز پیغامات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اپریل 1967ء میں بڑی عید کے موقع پر اپنے آخری پیغام میں تین مطالبات کو پیش کیا۔ خودمختار پارلیمنٹ، آزاد پریس

Marfat.com

اور آزاد عدلیہ، ان کے حصول تک عوام کو اپنی جدوجہد جاری رکھنے کی تلقین کی۔ ان کی دینی خدمات بھی قابل ستائش ہیں۔ انگریزی تعلیم کے باوجود ایک سچی مسلمان خاتون، مشرقی اخلاقی اقدار کی علم بردار تھیں۔ گھریلو اور پبلک زندگی میں اسلامی شعار کی پابندی عالم اسلام کے اتحاد کی زبردست حامی تھیں۔ انسانی مساوات، اخوت اور انصاف پر متواتر زور دیا اور قرآنی تعلیمات کو نصاب کا حصہ بنانے کی بار بار تلقین کی۔ دینی اور سماجی اداروں کی مالی امداد پر زور دیا۔ فاطمہ جناح حق گو اور بے باک رہنما، محب وطن اور بلند کردار کی حامل شخصیت جمہوریت پسند لیڈر، خوشحالی ء پاکستان کی داعی قائداعظم کے کردار اور افکار کا عکس، آزادی کشمیر کی سرگرم مجاہدہ اتحاد اسلام کی شیدائی تھیں۔ ان کا انتقال 9 جولائی 1967ء میں ہوا ان کی آخری آرام گاہ قائد کے مزار کے پہلو میں ہے۔

نواب زادہ لیاقت علی خان

نواب زادہ لیاقت علی خان پاکستان کے پہلے وزیراعظم تھے۔ انہوں نے 14 اگست 1947ء کو یہ منصب سنبھالا اور 16 اکتوبر 1951ء کو لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک جلسہ عام میں شہید کر دیئے گئے۔ بوقت وفات ان کی عمر 55 سال تھی۔ لیاقت علی خان 2 اکتوبر 1896ء کو متحدہ ہندوستان کے علاقے کرنال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام نواب رستم علی خان اور والدہ کا نام محمودہ بیگم تھا۔ لیاقت علی خان نے 1918ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج (علی گڑھ یونیورسٹی) سے گریجوایشن کیا۔ اسی سال ان کی شادی ان کی کزن جہانگیر بیگم سے ہوگئی۔ اپنے والد کی وفات کے بعد لیاقت علی خان انگلستان چلے گئے جہاں کے ایکیٹر کالج سے انہوں نے 1921ء میں ماسٹرز کی سند حاصل کی اس کے بعد وہ واٹر ٹیمپل سے وابستہ ہو گئے۔ جو لندن کے Inns of count کی ایک عدالت تھی۔ 1922ء میں انہیں بار میں مدعو کیا گیا۔ 1930ء کی

Marfat.com

دہائی میں مسلم لیگ کے ایک بڑے رہنما اور قائداعظم کے دست راست بن کر سیاسی منظر نامے پر ابھرے 1932ء میں وہ یوپی قانون ساز کونسل کے بلا مقابلہ نائب صدر منتخب ہوئے۔اسی سال دسمبر میں انہوں نے دوسری شادی کی۔ان کی دوسری اہلیہ رعنا لیاقت علی خان پاکستان میں سماجی خدمات کے حوالے سے ایک شخصیت بن کر ابھریں۔لیاقت علی خان اوران کی بیگم نے مل کرتحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

1940ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری کے بعد لیاقت علی خان نے قائد اعظم کے ساتھ مل کر پاکستان کے قیام کے لئے دن رات کوششیں کیں۔قیام پاکستان کے بعد ابتدائی اور کٹھن برسوں میں نوزائیدہ اسلامی مملکت کو مستحکم کرنے کے لئے دن رات جدوجہد کی۔قائداعظم کی وفات کے بعد لیاقت علی خان نے حکومت کو بڑی عمدگی اور سلیقے سے چلایا اور قرارداد مقاصد منظور کروائی۔

16 اکتوبر 1951ء کو نواب زادہ لیاقت علی خان راولپنڈی سے میوچل پارک میں جلسے سے خطاب کے دوران (جسے اب لیاقت باغ کہا جاتا ہے) ایک اہم اعلان کرنے والے تھے کہ حاضرین میں موجود سید اکبر ببرک نامی ایک شخص نے ان پر گولی چلا دی۔لیاقت علی خان کو فوری طور پر ہسپتال پہنچایا گیا۔لیکن وہ جاں بر نہ ہو سکے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے بوقت شہادت ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔''خدا پاکستان کی حفاظت کرے''ان کی آخری آرام گاہ کراچی میں مزار قائد کے پہلو میں ایک کمرے میں ہے۔ جہاں ان کی بیگم رعنا لیاقت علی خان، نورالامین، محترمہ فاطمہ جناح، اور سردار عبدالرب نشتر آسودہ خاک ہیں۔ان کے مزارات سنگ مرمر سے مزین ہیں اور ہر وقت آنے والے زائرین کی نگاہوں کا مرکز بنے رہتے ہیں۔

Marfat.com

کراچی میں مدفون اہم شخصیات

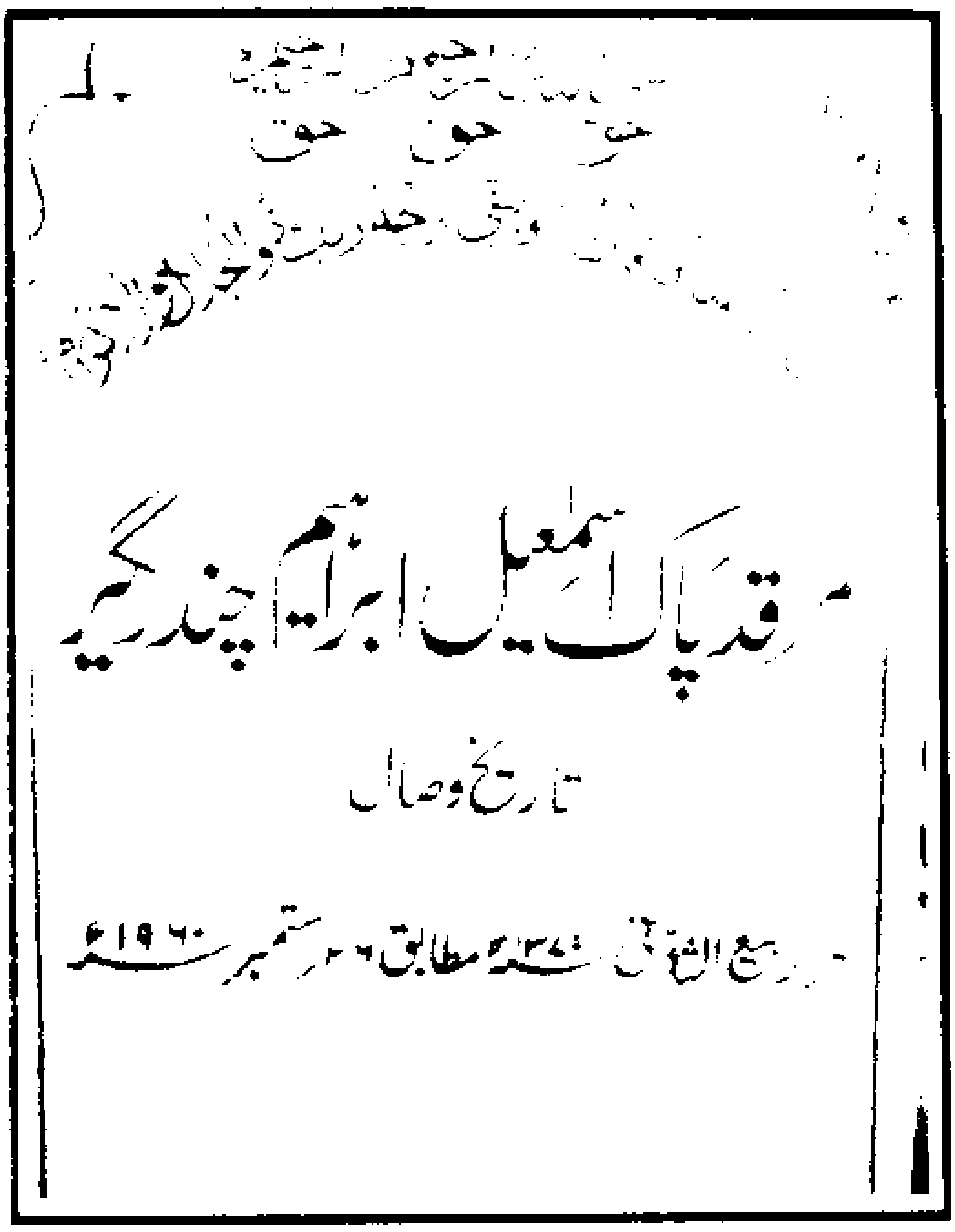

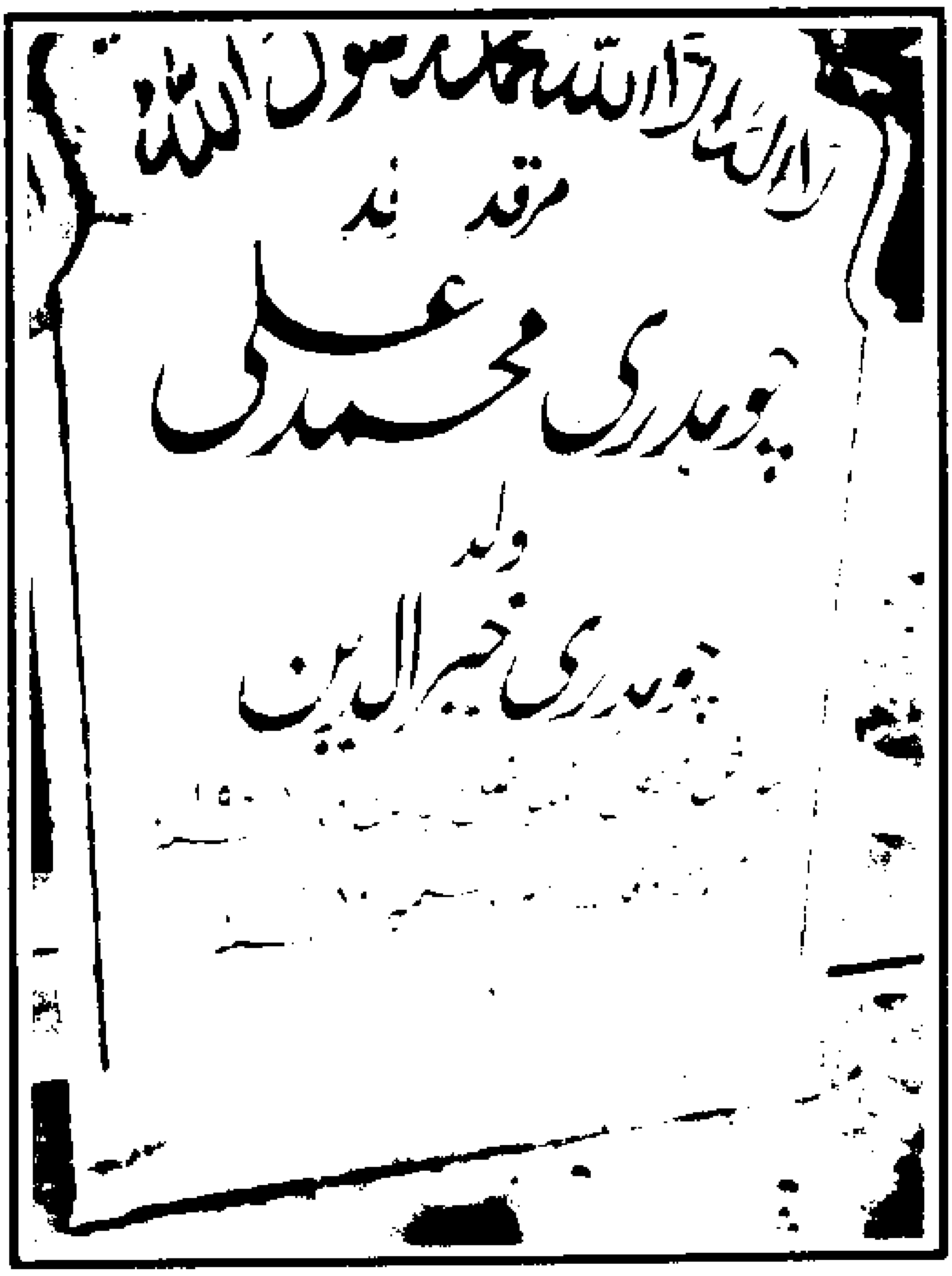

Marfat.com

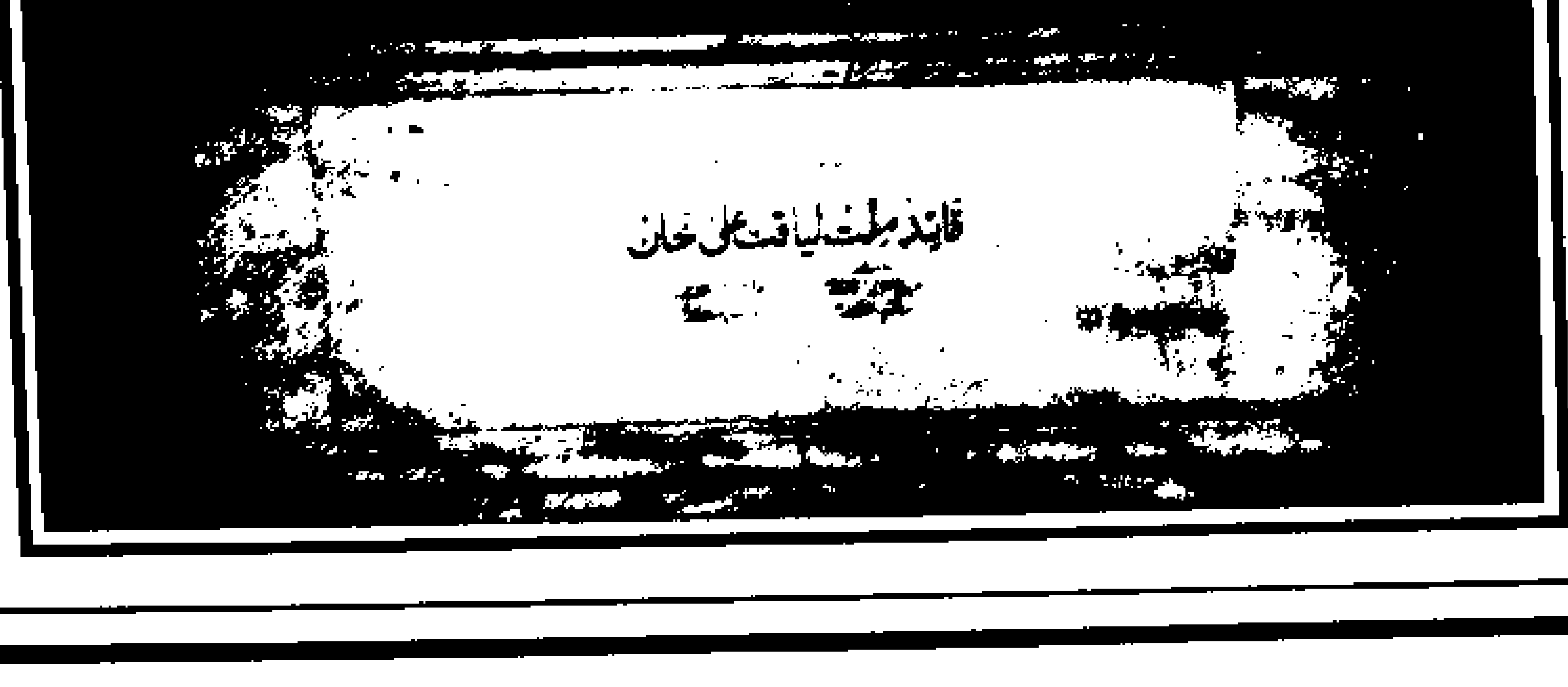

Marfat.com

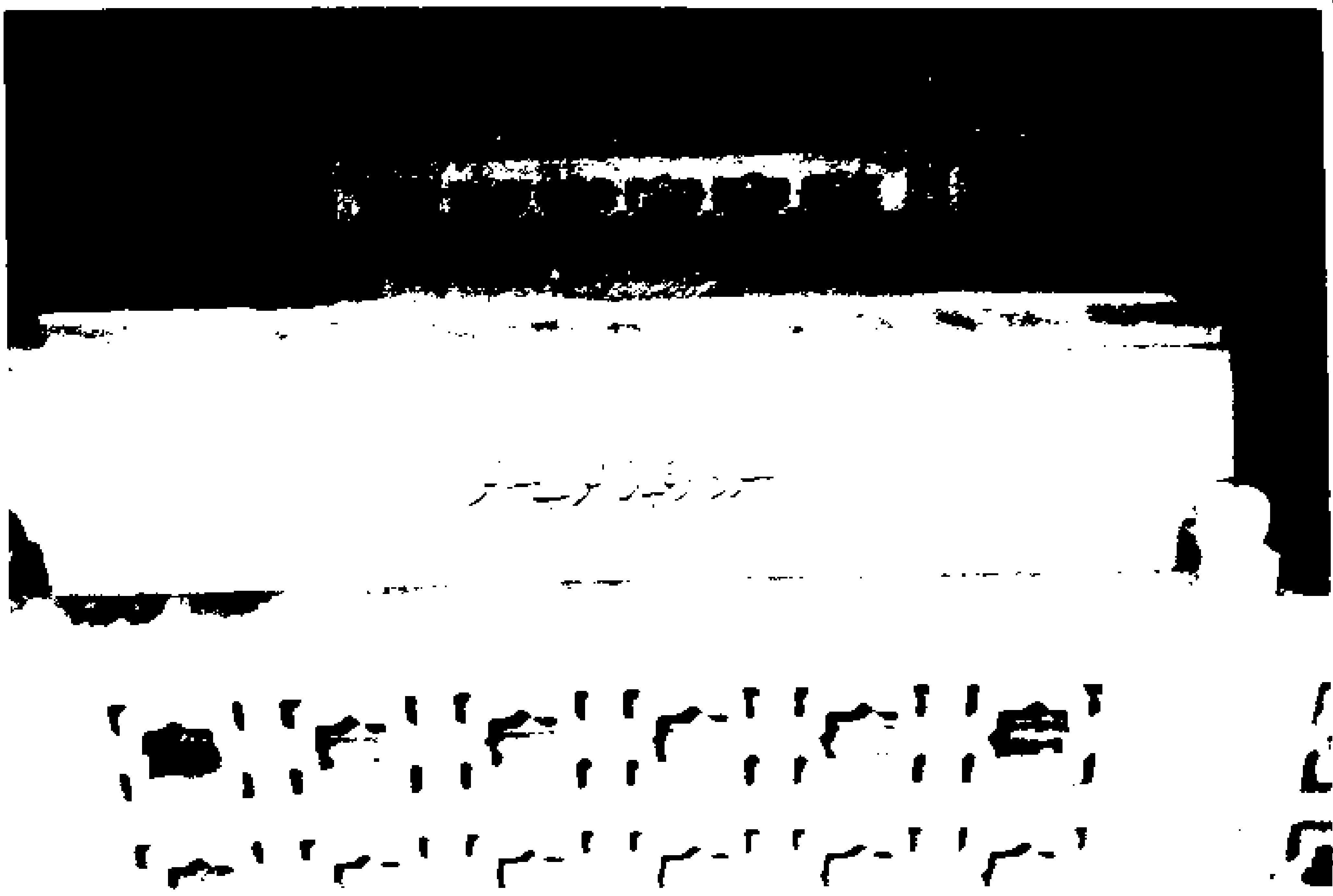

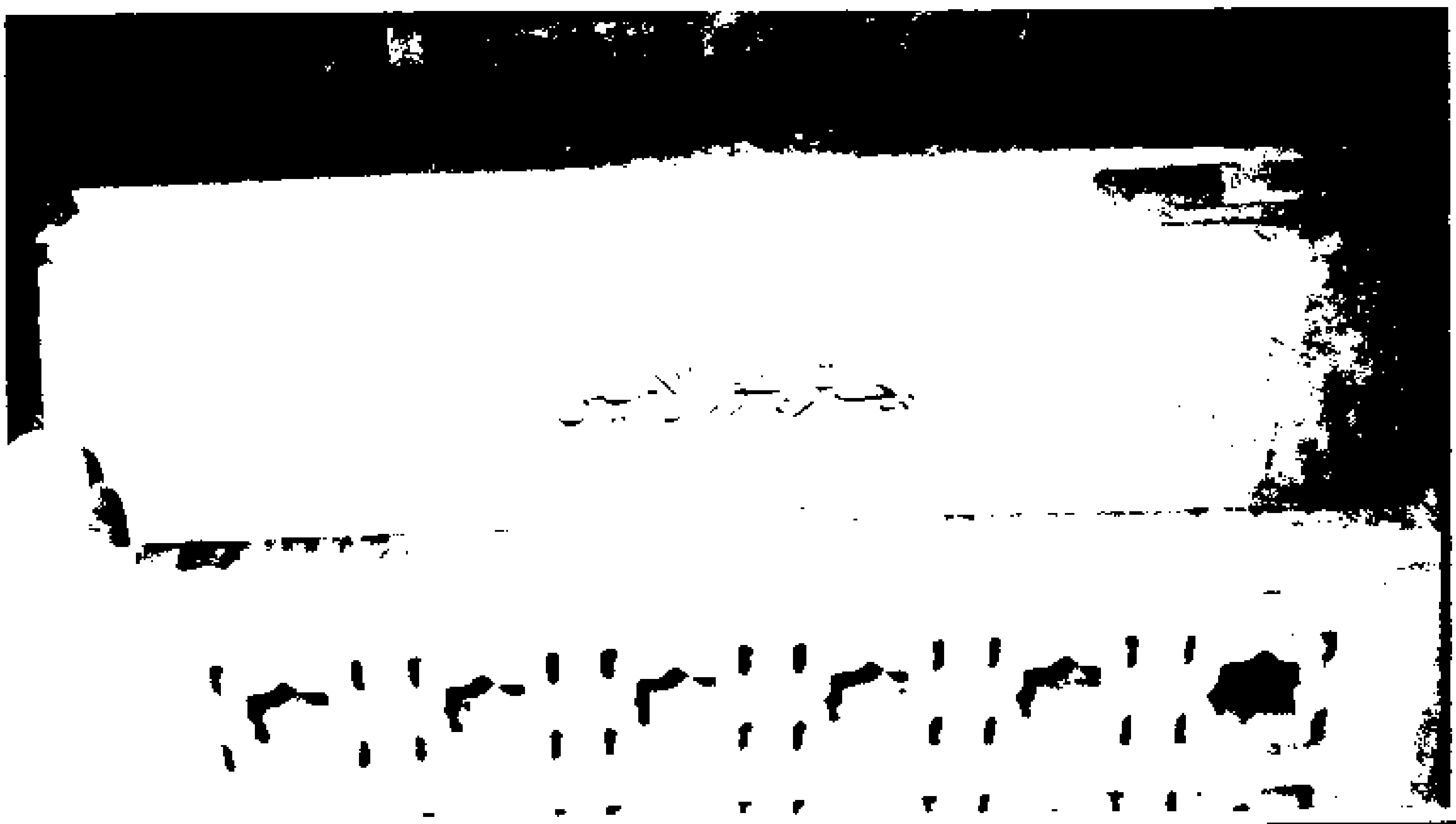

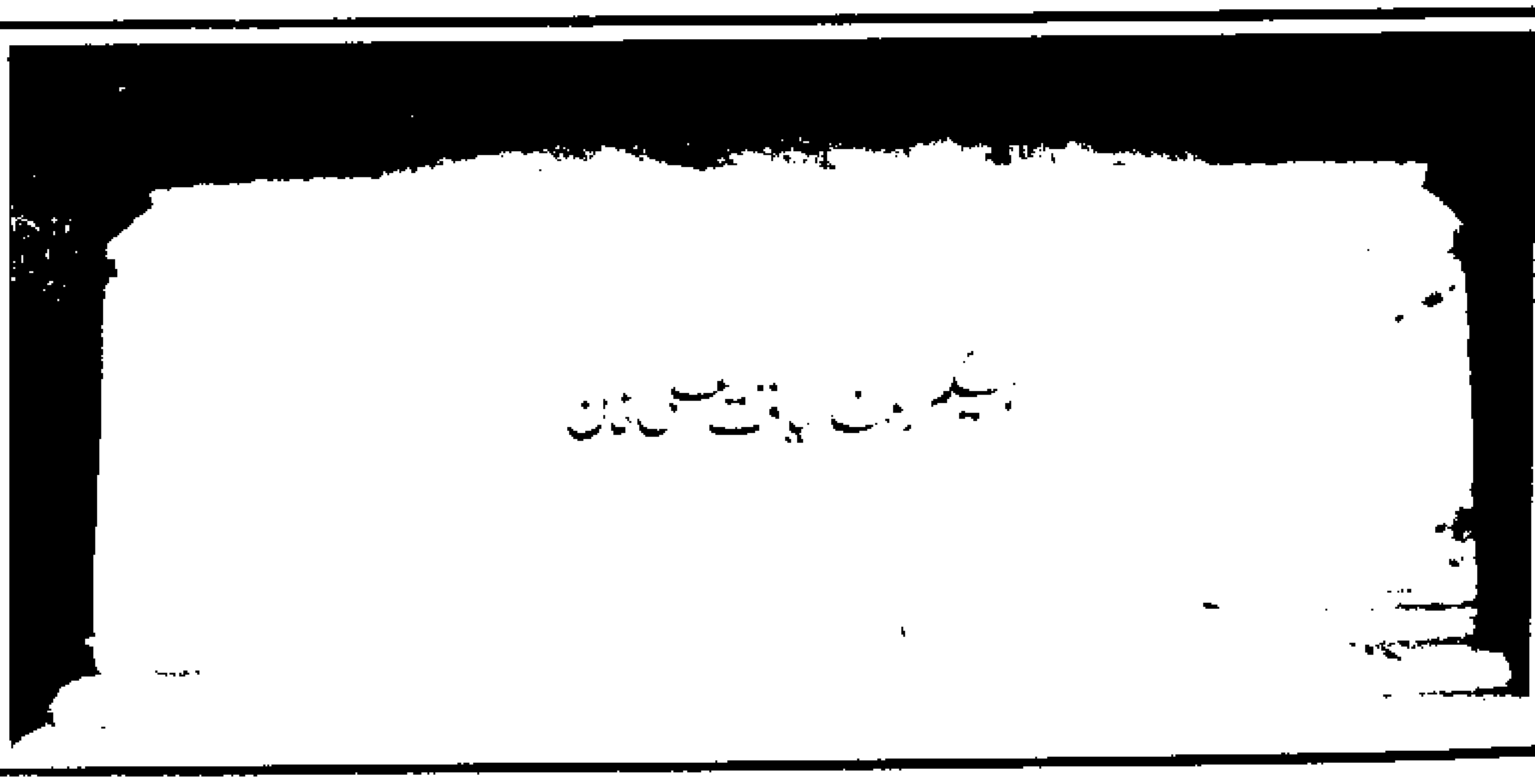

Marfat.com

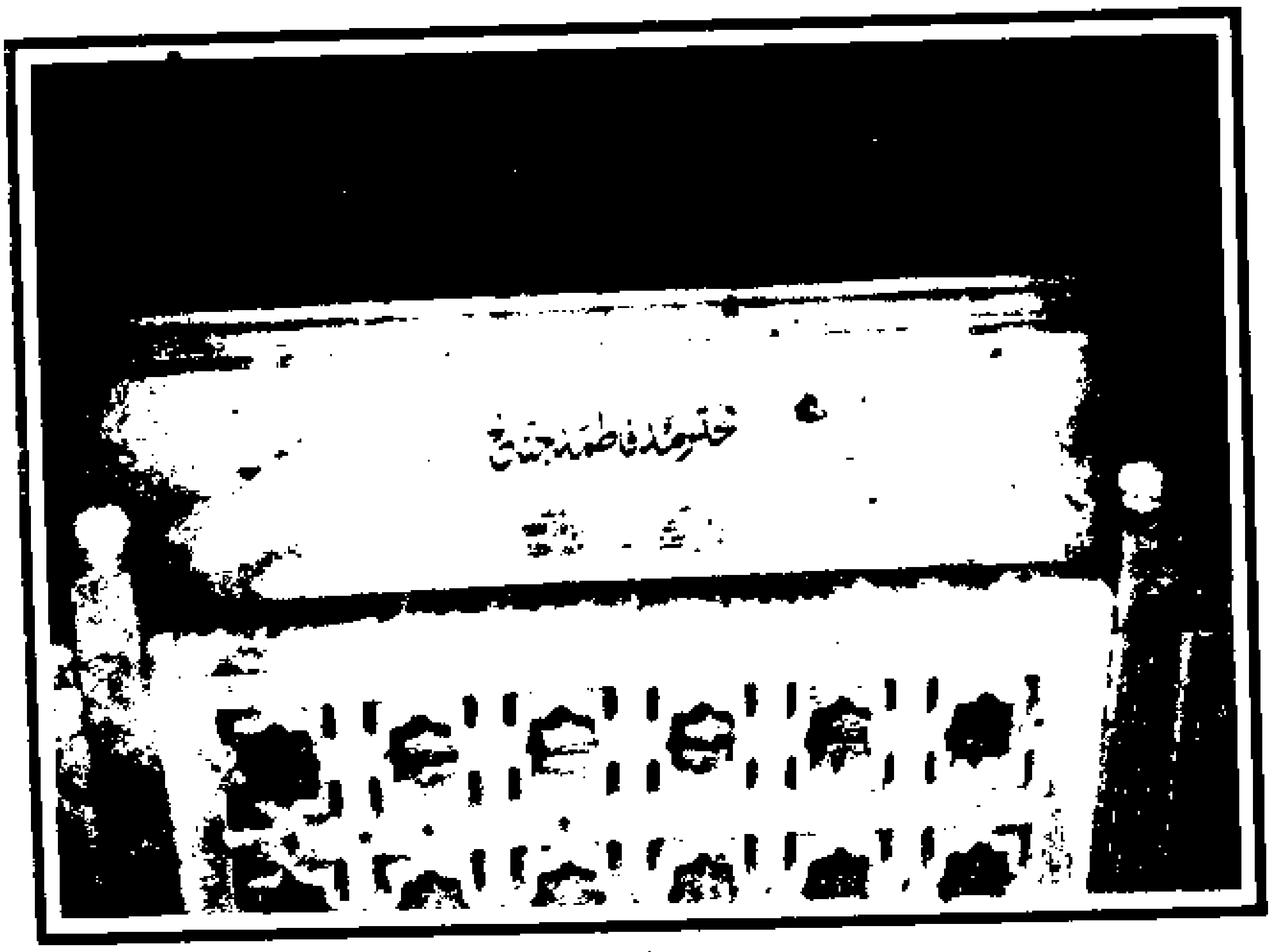

Marfat.com

بیگم رعنا لیاقت علی خان

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم شہید ملت خان لیاقت علی خان کی اہلیہ بیگم رعنا لیاقت علی خان کا شمار ان خواتین میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے نہ صرف خواتین کے مسائل کے حل کے لئے تگ و دو کی بلکہ ان کے لئے ترقی کی راہیں بھی استوار کیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں اعلیٰ خدمات سرانجام دیں، وہ اعلیٰ ترین منتظم تھیں اور سفارت کار بھی رہی ہیں۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان 13 فروری 1905ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئیں۔ وہیں سے بی اے کیا۔ معاشیات اور عمرانیات میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد اندر پرست کالج دہلی میں معاشیات کی لیکچرار مقرر ہوئیں۔ 23 برس کی عمر میں نواب زادہ لیاقت علی خان سے شادی ہوئی۔ شادی سے پہلے اسلام قبول کیا۔ تحریک پاکستان کے زمانہ عروج میں اپنے شوہر کے شانہ بشانہ کام کیا۔ تحریک پاکستان کے بعد مہاجرین کی آباد کاری اور دوسرے سماجی فلاحی کاموں میں پیش پیش رہیں۔ نیشنل سروس میں خواتین رضا کاروں کو بھرتی کیا۔ 1949ء میں آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن (اپوا) کی بنیاد رکھی۔ جو اس وقت پاکستان کی سب سے بڑی خواتین کی انجمن ہے۔

شہید ملت نے قیام پاکستان کے بعد جب ملک کے پہلے وزیر اعظم کا قلم دان سنبھالا تو بیگم رعنا لیاقت علی خان نے اپنے شوہر کے ہمراہ ملک و قوم کی خدمت کے لئے دن رات ایک کر دیا۔ آپ نے ملک کے مختلف علاقوں کے دورے کیے اور عوام کی خوشحالی کے لئے اعلیٰ منصوبوں پر کام کیا۔ مرحوم نے تحریک پاکستان میں بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ نے ہمیشہ انسانیت کی بقا کے لئے کام کیا۔

16۔ اکتوبر 1951ء کو اپنے شوہر کی شہادت کے بعد ایک طرف مطالعہ قرآن روزمرہ کا معمول بن گیا اور دوسری طرف معاشرتی، فلاحی کاموں اور خصوصاً

Marfat.com

آزادیِ نسواں اور حقوق انسانی کے لیئے زندگی وقف کردی۔ انہوں نے متعدد تنظیموں کی بنیاد رکھی جن میں پاکستان ویمن نیشنل گارڈ، پاکستان ویمن نیشنل ریزرو، پاکستان کاٹیج انڈسٹریز شاپ، رعنا لیاقت علی خان ماڈل کالونی برائے کرافٹس، گل رعنا نصرت انڈسٹریل سنٹر کراچی، گل رعنا نصرت کمیونٹی سنٹر، فیڈریشن آف یونیورسٹی ویمن اور انٹرنیشنل ویمن کلب قابل ذکر ہیں۔

بیگم رعنا لیاقت علی خان، لیاقت نیشنل ہسپتال کمیٹی کی صدر اور مختلف بین الاقوامی تنظیموں مثلاً ریڈ کراس، سینٹ جان ایمبولینس سوسائٹی نیشنل ہیلتھ سوسائٹی کی رکن تھیں۔ وہ پاکستان کی پہلی خاتون سفیر تھیں۔ 1954ء سے 1961ء تک ہالینڈ میں پاکستان کی سفیر رہیں اور وہاں اس قدر تندہی اور خلوص سے سفارتی خدمات انجام دیں کہ مقبولیت اور ہردلعزیزی میں ملکہ جولیانہ کے بعد ان کا نام نمایاں ہوا۔ آپ نے 1961ء سے 1966ء تک اٹلی میں پاکستانی سفارت کا حق ادا کیا۔ ہلال احمر پاکستان کی چیئرمین بھی رہیں۔ 1973ء سے 1976ء تک صوبہ سندھ کی گورنر رہیں۔ ان کی قومی اور انسانی فلاحی خدمات کے اعتراف میں بے شمار ایوارڈ، اعزازات ملے 1950ء میں مدر آف پاکستان میڈل، 1951ء میں جین ایڈمز میڈل، اسی سال ویمن آف اچیومنٹ میڈل حاصل کیا۔

11 دسمبر 1978ء ان کی زندگی کا ایک یادگار دن تھا۔ جب اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں انہیں بین الاقوامی ''انسانی حقوق ایوارڈ'' عطا کیا گیا۔ ان کا انتقال 13 جون 1990ء کو ہوا۔ آپ کی آخری آرام گاہ مزار قائد کے پہلو میں ہے۔ جہاں ان کے شوہر خان لیاقت علی خان آسودہ خاک ہیں۔

سردار عبدالرب نشتر

سردار عبدالرب نشتر کا شمار تحریک پاکستان کے صف اول کے قائدین میں ہوتا

Marfat.com

ہے۔وہ قائداعظم کے انتہائی معتمد، مخلص جان نثار اور بڑے بے باک وندر ساتھی تھے۔
سردار عبدالرب نے 13 جون 1899ء کو ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو مشرقی تمدن کا پرستار، اسلامی اقدار کا دلدادہ اور جدید تعلیم سے آراستہ تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے علی گڑھ یونیورسٹی میں داخلہ لیا۔ وہاں کے ماحول نے ان کے قومی جذبات کو خوب گرمایا اور مرحوم نے اپنی زندگی اسلام کے لئے وقف کرنے کا عہد کرلیا۔ انہوں نے اس عہد کو پوری طرح نبھایا۔ علی گڑھ سے ایل ایل بی کرنے کے بعد مرحوم نے وکالت کے پیشہ کو ذریعہ معاش بنایا اور سیاست میں بھی دلچسپی لینے لگے۔

سردار عبدالرب نشتر نے اوائل شباب میں ہی ملی تحریکوں کی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ 1930ء میں قصہ خوانی بازار (پشاور) میں نہتے پٹھانوں کے جلوس پر زبردست فائرنگ کی گئی۔ جس کے نتیجے میں سینکڑوں مسلمان مارے گئے۔ سردار نشتر نے اسی ظلم وتشدد کے خلاف احتجاجی جلوس میں شرکت کی تو انہیں گرفتار کر کے ایک سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔ ان دنوں وہ کانگرس میں شامل تھے۔ چنانچہ مولانا محمد علی جوہر کے نقش قدم پر چلتے ہوئے انہوں نے بھی ہمیشہ کے لئے کانگرس سے ناطہ توڑلیا اور باقی زندگی مسلم لیگ کی خدمت کرتے ہوئے گزاردی۔

سردار عبدالرب نشتر پہلے میونسپل کمیٹی کے رکن منتخب ہوئے پھر 1933ء میں سرحد اسمبلی کے ممبر بنے۔ 1943ء میں سردار اورنگ زیب خان کی قیادت میں مسلم لیگ نے وزارت بنائی تو انہیں اس میں شامل کیا گیا۔ اس دوران انہوں نے پنجاب مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کی صدارت بھی کی۔ نشتر نے مسلم لیگ کو منظم کرنے اور فعال بنانے کے لئے ملک بھر کے دورے کیے۔ بڑے بڑے جلسوں میں اپنی خطابت سے

Marfat.com

جوہر دکھائے اور سامعین کے دلوں کو گرمایا۔ اہل زبان بھی ان کے حسن بیان کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ کیونکہ وہ تقریر میں برمحل اشعار استعمال کر کے اس کی لذت کو چار چاند لگا دیتے تھے۔ 1948ء میں عبوری حکومت قائم ہوئی تو انہیں وزارت مواصلات کا قلمدان سونپا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد لیاقت علی خان کی سربراہی میں جو کابینہ بنی اس میں بھی وزیر مواصلات کے طور پر شامل تھے۔

1949ء میں ممدوٹ وزارت برطرف کر کے صوبہ پنجاب میں گورنر راج نافذ کیا گیا تو لوگوں میں زبردست بے چینی پھیل گئی۔ اس نازک موقع پر قائد کے یہ معتمد ساتھی آگے آئے۔ انہیں پنجاب کا گورنر مقرر کیا گیا۔ نشتر نے گورنری کے فرائض اس خوبصورتی اور مستعدی سے ادا کئے کہ دوست دشمن سب تعریف کرنے لگے۔ انہوں نے بڑی خوش اسلوبی سے پنجاب کو جمہوریت کی راہ پر ڈالا اور مرکزی حکومت میں واپس چلے گئے۔ اکتوبر 1951ء میں نواب زادہ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد خواجہ ناظم الدین ان کے جانشین بنے اور غلام محمد نے گورنر جنرل کا منصب سنبھالا۔

پارلیمانی نظام حکومت میں اختیارات کا اصل سرچشمہ وزیر اعظم ہوتا ہے اور گورنر جنرل محض آئینی سربراہ کی حیثیت رکھتا ہے غلام محمد کو یہ صورت حال راس نہیں آئی۔ چنانچہ 1953ء میں خواجہ ناظم الدین کی کابینہ کو اس حالت میں برطرف کر دیا جبکہ خواجہ ناظم صاحب کو ایوان کا بھرپور اعتماد حاصل تھا۔ نشتر نے گورنر جنرل کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے ایک نظم کہی۔ جس کا یہ شعر بہت مشہور ہوا۔

بس اتنی سی خطا پر راہبری چھینی گئی ہم سے
کہ ہم سے قافلے منزل پر لٹوائے نہیں جاتے

وزارت سے کنارہ کشی اختیار کرنے کے بعد انہیں مسلم لیگ کا صدر چن لیا

Marfat.com

گیا۔انہوں نے مسلم لیگ کو صحیح معنوں میں ایک عوامی جماعت بنا دیا۔ان کی کوششوں سے مسلم لیگ کو مشرقی و مغربی دونوں حصوں میں یکساں مقبولیت حاصل ہو گئی۔ وہ کارکنوں کو جماعت کا بنیادی سرمایہ سمجھتے اور ان کی دل سے قدر کرتے تھے۔ اپنے دور صدارت میں انہوں نے مسلم لیگ کے لئے جو خدمات انجام دیں وہ قابل ستائش ہیں۔

عارضہ قلب کے پرانے مریض ہونے کے باوجود مسلم لیگ کے لئے شب و روز کام کرتے رہے۔آخر کار وہی مرض جان لیوا ثابت ہوا اور 14 فروری 1958ء کو انتقال کر گئے۔ان کی میت پشاور سے کراچی لائی گئی اور انہیں قائداعظم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ جہاں محترمہ فاطمہ جناح، نورالامین، لیاقت علی خان بیگم لیاقت علی خان آسودہ خاک ہیں۔

نورالامین

16 دسمبر 1971ء کو جب ننگی جارحیت کے ذریعے بھارت نے ہم سے مشرقی پاکستان کو الگ کر دیا تو اس وقت جن رہنماؤں نے اپنے ہی وطن میں ہجرت کی اور مشرقی و مغربی پاکستان کے کروڑوں عوام کی طرح اس ننگی جارحیت کو تسلیم نہیں کیا ان میں سرفہرست جناب نورالامین تھے جو تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور عظیم محب وطن شخصیت تھے۔نورالامین 1897ء میں میلا میں پیدا ہوئے۔میمن سنگھ میں تعلیم حاصل کی اور بعد ازاں کلکتہ یونیورسٹی سے 1942ء میں قانون کا امتحان پاس کیا اور اسی سال میمن سنگھ میں وکالت شروع کی نورالامین نے اوائل عمر سے سیاست میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔

1906ء میں نواب سلیم اللہ خان کی کوششوں سے ڈھاکہ میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔مسلمانوں بالخصوص پڑھے لکھے مسلمانوں نے اس میں شمولیت اختیار

Marfat.com

کرنی شروع کی۔ اسی ماحول میں انہوں نے بھی چھوٹی عمر میں سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور میمن سنگھ ڈسٹرکٹ بار کے صدر اور میمن سنگھ ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیئر مین بھی منتخب ہوئے قیام پاکستان کی تحریک کے دوران انہوں نے گاؤں گاؤں جا کر تحریک کو منظم کیا۔ 1942ء میں آپ بنگال کی مجلس قانون ساز کے رکن منتخب ہوئے اور 1946ء کے تاریخ ساز انتخابات میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر آپ نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی اور صوبائی مجلس قانون ساز کے سپیکر منتخب ہوئے اس انتخاب میں بنگال کی 97 فیصد عوام نے پاکستان کے حق میں ووٹ دے کر انگریز سامراج اور ہندو بنیا کو حیران کر دیا۔

قیام پاکستان کے بعد خواجہ ناظم الدین مرحوم مشرقی صوبے کے وزیر اعلیٰ بنے تو نور الامین کو ان کی کابینہ میں وزیر رسد و سپلائی کا عہدہ سونپا گیا۔ قائداعظم کی وفات کے بعد خواجہ ناظم الدین مرحوم پاکستان کے گورنر جنرل بن گئے اور جناب نور الامین ان کی جگہ مشرقی پاکستان کے وزیر اعلیٰ منتخب ہوئے اور 1954ء تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ 1954ء کے عام انتخابات میں ایک طالب علم کے مقابلے میں ہار گئے۔ لیکن ایک جمہوری رہنما ہونے کے ناطے آپ نے اپنی ہار کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ 1960ء میں آپ نے اقوام متحدہ کی سماجی اور اقتصادی کونسل کے اجلاس میں پاکستانی وفد کی قیادت کی۔

9 مارچ 1964ء کو آپ کو متحدہ جمہوری محاذ کا سربراہ منتخب کیا گیا۔ اس کے بعد آپ نے ایوب خان کے خلاف مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کی قیادت میں بحالی جمہوریت کی تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اس مہم میں مادر ملت مشرقی پاکستان میں جہاں بھی گئیں ان کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ بدقسمتی سے صدارتی انتخابات میں عوام کی

Marfat.com

خواہشات کے برعکس مادر ملت کو زبردستی ہرا دیا گیا جناب نورالامین نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اکثر ان خیالات کا اظہار کیا کہ اگر مادر ملت ملک کی باگ دوڑ سنبھال لیتیں تو پاکستان کبھی دولخت نہ ہوتا۔ مئی 1965ء میں نورالامین پاکستان کی قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور آپ کو متفقہ طور پر حزب اختلاف کا قائد چن لیا گیا فروری 1966ء میں جب شیخ مجیب الرحمٰن نے چھ نکات پیش کیے تو نورالامین نے ان کی بھرپور مخالفت کی اور ملک کے ہر گوشے میں جا کر انہوں نے چھ نکات کے پس پردہ محرکات کو بے نقاب کیا اور عوام کو متحد رہنے کی تلقین کی۔ 1970ء میں انہوں نے اس وقت کے حکمرانوں کو مشورہ دیا تھا کہ 1956ء کا متفقہ آئین بحال کر کے اس کے تحت انتخابات کرا دیئے جائیں۔ آپ نے 1970ء کے انتخابات میں حصہ لیا اور عمر رسیدہ ہونے کے باوجود جگہ جگہ انتخابی جلسوں سے خطاب کیا۔ آپ واحد رکن قومی اسمبلی تھے جو عوامی لیگ کے مقابلے میں کامیاب ہوئے۔ 1971ء کے پر آشوب حالات میں نورالامین پاکستان کی بقا کی جنگ لڑتے رہے۔ مگر اپنوں کی کوتاہیوں اور غیروں کی سازشوں کے باعث جب پاکستان دولخت ہوا تو آپ اس وقت راولپنڈی میں تھے۔ آپ نے بقیہ زندگی یہیں بسر کرنے کا فیصلہ کیا 2 دسمبر 1971ء کو جب ذوالفقار علی بھٹو نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے نورالامین کو نائب صدر کا عہدہ سنبھالنے کی دعوت دی آپ نے ملکی حالات کے باعث اپنے دوستوں کے مشورے سے یہ ذمہ داری قبول کر لی۔ یہ ذمہ داری سنبھالنے کے بعد آپ کراچی گئے تو ائیرپورٹ سے سیدھے مزار قائداعظم پر گئے اور وہاں گریہ وزاری کی کہ اے قائد ہم تیرے پاکستان کی حفاظت نہ کر سکے تو ہمیں معاف کر دے۔

نورالامین 2 اکتوبر 1974ء کو خالق حقیقی سے جا ملے اور کراچی میں بانی پاکستان حضرت قائداعظم کے مزار کے پہلو میں دفن ہونے کی سعادت حاصل کی۔ نور

Marfat.com

الامین اگر 1971ء کے بعد مشرقی پاکستان میں رہتے تو انہیں اعلیٰ عہدہ مل سکتا تھا۔مگر انہوں نے اصولوں کی خاطر گھر بار چھوڑ دیا۔جس کے نتیجے میں دسمبر 1971ء میں ان کا گھر بار لوٹ کر نذر آتش کر دیا گیا۔''ان کی زندگی مسلسل جہاد تھی اور ہمارے لئے روشن مینار ہے''۔(جناب شاہد رشید کے مضمون سے اقتباس)

سابق گورنر جنرل پاکستان ملک غلام محمد

سابق گورنر جنرل پاکستان ملک غلام محمد جو کہ 29 اگست 1885ء کو پیدا ہوئے اور 29 اگست 1956ء کو انہوں نے وفات پائی۔ان کی قبر گورا قبرستان سے متصل فوجی قبرستان میں موجود ہے اور قبر کے اوپر چھوٹا سا مقبرہ بنا ہوا ہے اور حیرت انگیز امر یہ ہے کہ شاہانہ جاہ و جلال والے اس گورنر جنرل جس کی آمد پر شہر کی سڑک کو عوام کے لئے غیر ممنوع بنا دیا جاتا تھا اور چاروں اطراف صرف اور صرف حفاظتی دستے سرگرداں نظر آتے تھے۔آج وہی شخص منوں مٹی تلے دبے بے بس اور لاچار پڑے ہیں اور ان کی قبر پر بجائے حفاظتی دستوں کے صرف اداسیوں اور ویرانیوں کا ڈیرہ ہے۔اکثر اس قبرستان میں آنے والے اس بات سے بے خبر ہیں کہ اس قبر میں کون ابدی نیند سو رہا ہے۔لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ شاہانہ تمکنت والے حکمران اسے دیدہ عبرت سمجھتے ہوئے نہ صرف سبق حاصل کریں بلکہ سادگی اپناتے ہوئے عوام اور اپنے درمیان کے فاصلے ختم کریں اس بات میں ان کی اور عوام کی بھلائی پوشیدہ ہے۔

اس شہر میں جنہوں نے سادگی سے زندگی بسر کی اور اللہ کے دین کو پھیلایا ان میں عبداللہ شاہ غازیؒ اور بہت سے بزرگان دین شامل ہیں۔ جہاں اداسیوں اور ویرانیوں کی بجائے ہر وقت میلہ لگا رہتا ہے۔ جہاں دیئے جلتے اور پھول چڑھتے ہیں۔ اللہ کا پاک کلام پڑھا جاتا ہے۔ان کے سالانہ عرس منائے جاتے ہیں۔لوگ جھولیاں بھر

Marfat.com

بھر کر فیوض و برکات کی لے کر جاتے ہیں۔

چودھری محمد علی

محنت انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے اور کوشش کے ذریعے سے انسان معمولی درجے سے ترقی کر کے کیسے اعلیٰ مقام پر پہنچ سکتا ہے۔ اس کا بہترین نمونہ پاکستان کے سابق وزیراعظم چودھری محمد علی تھے۔ انہوں نے اپنی کوشش اور جدوجہد سے اپنے آپ کو بڑا بنایا۔ ان کی زندگی کی کہانی پڑھیے۔

چودھری محمد علی ضلع جالندھر (مشرقی پنجاب) انڈیا کی تحصیل نکودر میں ایک جفاکش، مگر خوددار کسان چودھری خیرالدین کے گھر 15 جولائی 1905ء کو پیدا ہوئے۔ ہوش سنبھال کر انہوں نے عیش وعشرت کے سامان اور زر و جواہر کے انبار نہیں دیکھے، بلکہ انہوں نے اپنے گھر، اپنی برادری اور اپنے ماحول سے جو سبق سیکھا، وہ یہ تھا کہ ایمان داری، شرافت اور اخلاق انسان کے اصلی زیور ہیں۔ ان کے بغیر بڑائی انسان سے دور ہی رہتی ہے۔ کامیابی، ترقی اور خوش حالی کی کنجی محنت اور صرف محنت ہے۔ چنانچہ انہوں نے بچپن ہی سے محنت شعاری اختیار کی۔ وہ اسکول میں نہایت توجہ سے سبق پڑھتے اور گھر پر بھی پورے انہماک سے مطالعہ کرتے اور ہر امتحان میں اوّل آتے۔ کتابوں سے انہیں کس قدر لگاؤ تھا، اس کا ایک واقعہ سے اندازہ کیجیے۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال کی مشہور فارسی مثنوی "اسرارِ خودی" جب پہلی بار چھپ کر بازار میں آئی تو چودھری محمد علی کی جیب خالی تھی، لیکن اس غیر معمولی کتاب کا پڑھنا اور اس سے فائدہ اُٹھانا بھی چاہتے تھے۔ اس مسئلے کا حل انہوں نے اپنی محنت کی عادت سے ڈھونڈ نکالا اور ایک دوست سے کتاب مانگ کر راتوں رات اس کو پورا نقل کر ڈالا۔ صبح کتاب دوست کو واپس کر دی۔ ہر موقع پر اسی طرح انہوں نے مصیبت اور

Marfat.com

مشکل حالات اور مشکلات کا مقابلہ کر کے اپنی شخصیت کو نکھار لیا۔ 1927ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ایس۔سی کی ڈگری حاصل کی اور اسلامیہ کالج لاہور میں کیمیا (کیمسٹری) کے لیکچرار ہو گئے۔ان کا ارادہ تھا کہ علم کیمیا کی تحقیق و ترقی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی اور سائنس کے ذریعے سے انسانیت کی خدمت کریں، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کی رہنمائی و نگرانی انہیں سونپی جانے والی تھی۔ 1928ء میں انڈین آڈٹ اینڈ اکاؤنٹس کے محکمے میں ملازم ہوئے اور 1932ء میں بہاولپور کے محتسبِ اعلیٰ مقرر ہوئے۔ 1938ء میں مالیاتِ دفاع کے ڈپٹی فنانشل ایڈوائزر چنے گئے۔ 1943ء میں محکمہ جنگ کے معاون مشیرِ خزانہ مقرر ہوئے۔ پہلے ہندوستانی سر بھوپندر ناتھ مترا تھے۔ 1942ء کے خراب دنوں میں حکومت ہند نے چودھری محمد علی کو مشرقِ وسطیٰ کے محاذِ جنگ کے معائنے کے لئے بھیجنا تھا، جہاں انہوں نے العالمین، طبروق اور ایران کے کچھ حصوں کا دورہ کیا۔ 1945ء میں ''حیدری مشن'' کے رکن کی حیثیت سے انگلستان گئے۔ 1942ء میں ''ادھار پٹہ مشن'' کے رکن ہو کر ریاست ہائے متحدہ امریکہ گئے۔

جون 1947ء میں چودھری صاحب کو ہندوستان، پاکستان کی تقسیم کونسل کی رہبر کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا اور چودھری صاحب کی موجودگی سے پاکستان کو بہت فائدہ پہنچا۔ قائداعظم محمد علی جناح اور قائد ملت لیاقت علی خاں، چودھری صاحب کی صلاحیتوں سے باخبر تھے۔ چنانچہ انہوں نے چودھری صاحب کو پاکستان کا پہلا سیکرٹری جنرل مقرر کیا۔ 1951ء تک چودھری صاحب اسی عہدے پر رہ کر پاکستان کے دفتری نظام کو مضبوط کرتے رہے۔ قائدِ ملت کی شہادت کے بعد خواجہ ناظم الدین نے اپنی وزارت میں وزیر خزانہ کی حیثیت سے شامل کر لیا۔ 11 اگست 1955ء چودھری صاحب

Marfat.com

پاکستان کے وزیراعظم بنے اور 13 ستمبر 1956ء تک اس عہدے پر فائز رہے۔

(یہاں تک یہ مضمون ہم نے ''ہمدرد نونہال'' اکتوبر 1955ء سے لیا ہے)

اس وقت چودھری صاحب وزیراعظم تھے۔ ان سے پہلے پاکستان کے تین لیڈر وزیر اعظم ہو چکے تھے۔ چودھری صاحب نے ایک اہم کام یہ کیا کہ 1956ء میں پاکستان کا پہلا دستور بنوایا۔ اب تک پاکستان بے دستور ہی تھا، لیکن آپس کے اختلافات کی وجہ سے چودھری صاحب نے وزیر اعظم کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ 1958ء میں چودھری غلام محمد اور جنرل ایوب خاں نے دستور منسوخ کر کے فوجی حکومت قائم کر لی۔ چودھری صاحب سیاست دانوں کے اعمال سے خوش نہیں تھے۔ 1969ء میں وہ سیاست سے الگ ہو کر گوشہ نشین ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی۔ اس کا اُردو میں ترجمہ ہوا، جس کا نام ''ظہور پاکستان'' تھا۔

یکم دسمبر 1980ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ PECH سوسائٹی قبرستان طارق روڈ پر ہے۔ اس احاطہ چار دیواری میں بانی جامعہ اشرفیہ مولانا محمد حسن آسودہ خاک ہیں۔ دونوں کے مرقد پختہ اور سرہانے کتبے نصب ہیں۔

آئی۔آئی چندریگر

اسماعیل ابراہیم چندریگر کی تاریخ وصال 4 ربیع الثانی 1376ھ مطابق 24 ستمبر 1960ء ہے۔ ان کے ساتھ ہی ان کی اہلیہ بیگم حلیمہ چندریگر تاریخ وفات 16 اکتوبر 1965ء ابدی نیند سو رہی ہیں اور ان کے فرزند عبداللہ اسماعیل تاریخ وفات 31 مارچ 1972ء کی قبر ہے۔ ان قبروں کے اوپر ایک چھتری بنی ہوئی ہے۔ آئی۔آئی چندریگر کا مرقد سوسائٹی قبرستان طارق روڈ پر چودھری محمد علی سابق وزیراعظم پاکستان کی قبر سے کوئی تیس چالیس قدموں کے فاصلے پر ہے۔ اسی قبرستان میں پاکستان کے دو

Marfat.com

سابق وزیراعظم ابدی نیند سو رہے ہیں۔

ظہور الحسن بھوپالی

شہید وطن حضرت ظہور الحسن بھوپالی قائد استحکام پاکستان کونسل کی عمر بوقت شہادت صرف 36 سال تھی۔ ان کی تاریخ شہادت 24 ذیقعدہ 1402ھ بمطابق 13 ستمبر 1982ء بروز پیر ہے۔ ان کی آخری آرام گاہ ایم اے جناح روڈ پر بندو خان کباب پراٹھہ والوں کے قریب الحمراء ریسٹورنٹ کے عقب میں ہے۔ یہ پاکستان کے ایک نیک نام سیاستدان اور قائد استحکام پاکستان ظہور الحسن بھوپالی کا مقبرہ ہے۔ اس کے ساتھ اب ایک جدید طرز کی مسجد بھی بن گئی ہے۔ مرحوم کو چند غنڈوں نے دفتر میں بیٹھے ہوئے گولیوں کا نشانہ بنادیا تھا۔

نواب صدیق علی خان

نواب صدیق علی خان کی تاریخ وفات 14۔ ذوالحجہ 1394ھ بمطابق 9 جنوری 1974ء ہے نواب صاحب کی قبر کے کتبے پر تاریخ وفات درج نہیں لیکن چار دیواری کے شمال مشرقی کونے میں سنگ مرمر کی ایک سل نصب ہے۔ سوگوار: خورشید آرا بیگم اہلیہ نواب صدیق علی خان مرحوم، نواب صدیق علی خان کی قبر، سے جانب مشرق ان کی اہلیہ محترمہ خورشید آرا بیگم کی ابدی آرام گاہ ہے مرحومہ بڑی اچھی شاعرہ تھیں اور انہوں نے دو کتابیں اپنی علمی وراثت چھوڑی ہیں۔ انہوں نے مولانا محمد علی جوہر مرحوم (1931ء) کی وفات پر ایک زوردار مرثیہ لکھا تھا۔ جس میں ان کیلئے ''قائداعظم'' کا لقب استعمال کیا گیا تھا۔ بیگم صاحب نے PECHS میں ایک کالج قائم کیا تھا۔ جو اُن کے نام کی مناسب سے خورشید گرلز کالج کہلاتا ہے۔

Marfat.com

سی۔بی اینڈ برار ہاؤسنگ سوسائٹی کے بلاک نمبر 3 کی جامع مسجد کے جنوب مغربی گوشے میں ایک چار دیواری کے اندر تین قبریں ہیں۔ان میں سے درمیانی قبر قائد ملت نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم کے دستِ راست اور ''بے تیغ سپاہی'' جیسی بلند پایہ کتاب کے مصنف نواب صدیق علی خان کی ہے۔مرحوم ناگپور کے رؤسا کے خاندان کے فرد اور مسلم لیگ کے مخلص کارکن تھے۔ان کا روحانی تعلق حضرت بابا تاج الدین ناگپوری (مرحوم 1925ء) سے تھا۔ان کے لوح مزار پر جو اشعار کنداں ہیں۔وہ ان کی رفیقہ حیات بیگم خورشید آرا کے کہے ہوئے ہیں۔

نواب زادہ صداقت علی خان

نواب زادہ صداقت علی خان پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کے بھائی تھے۔انہیں سیاست سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔لیکن اس کے باوجود وہ مسلم لیگ کی مالی امداد کرتے رہے۔انہوں نے مسلم لیگ پاکستان کی تب مالی امداد فرمائی جب جب ان کے بھائی لیاقت علی خان نے ایسا کرنے کے لئے انہیں کہا۔قیام پاکستان سے پہلے کی ریاست (اتر پردیش) مظفر نگر کے وہ بہت بڑے زمیندار تھے۔

مرحوم کو گھڑ سواری اور شکار کرنے کا شوق تھا۔انہوں نے کم از کم تین شہروں میں شکار کیا۔نواب زادہ صداقت علی خان کو خان لیاقت علی خان سے بہت محبت تھی۔وفات کے وقت ان کی عمر 91 سال تھی۔آپ نے اپنے سوگواروں میں دو بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ان کے بیٹوں کے نام نواب زادہ مبارک علی خان ،نواب زادہ جاوید علی خان ،مرحوم کے چچا کا نام نواب زادہ سجاد علی خان تھا۔جو بی بی پاک دامناں قبرستان لاہور میں مدفون ہیں۔

نواب زادہ صداقت علی خان کے ایک بھائی نواب زادہ خورشید علی خان تھے۔

Marfat.com

نواب زادہ لیاقت علی خان کی والدہ میانی صاحب قبرستان لاہور میں دفن ہیں۔نواب زادہ صداقت علی خان کا انتقال یکم ستمبر 2005ء کو کراچی میں ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

آغا ہلالی

ممتاز سفارت کار آغا ہلالی 20 مئی 1911ء کو بنگلور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ مدراس اور کیمبرج سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1936ء میں انہوں نے انڈین سول سروس کو جوائن کیا۔ وہ گورنمنٹ آف بنگال میں بطور فنانس سیکورٹری نامزد ہوئے۔ 1941ء سے 1947ء کے دوران تقسیم ہند سے پہلے انڈین گورنمنٹ میں بطور انڈر سیکرٹری زراعت، خوراک اور کامرس تعینات رہے۔ تقسیم کے بعد 1947ء تا 1951ء تک پاکستان فارن منسٹری میں بطور انڈر سیکرٹری کام کیا۔ 55-1951ء تک اسی منسٹری میں بطور جائنٹ سیکرٹری کام کرتے رہے۔ مرحوم نے کئی انٹرنیشنل کانفرنسز میں بطور وفد کے سیکرٹری جنرل حصہ لیا۔ آغا ہلالی نے پاکستان کے قیام کی جدوجہد کو بحیثیت سرکاری ملازم انتہائی قریب سے دیکھا۔ بعد ازاں انہوں نے قائداعظم کے دست راست ہونے کی حیثیت سے 24 سال تک متعدد اعلیٰ ملکی و غیر ملکی مقامات پر پاکستان کی بھرپور نمائندگی کی۔ آغا ہلالی نے پاکستانی سفیر وہائی کمشنر کی حیثیت سے سویڈن، ڈنمارک، فن لینڈ، بھارت، نیپال، برطانیہ، آئرلینڈ اور امریکہ میں خدمات انجام دیں۔ آپ نے بہت سے ملکی اور غیر ملکی ایوارڈز حاصل کئے۔ جن میں ہلال قائداعظم، گرینڈ کراس آف آرڈر (سویڈن) آغا صاحب یو این کے ورکنگ گروپ (لاپتہ افراد) کے سربراہ بھی رہے اس کے علاوہ مرحوم سٹیٹ بنک آف پاکستان کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ممبر بھی رہے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 90 سال تھی۔ انہوں نے سوگواروں میں

Marfat.com

3 بیٹے چھوڑے ہیں۔ ایک بیٹا ظفر علی ہلالی اٹلی میں پاکستان کے سفیر ہیں باقی دو بیٹے ناصر ہلالی اکاونٹنٹ اور یاور ہلالی بینکار ہیں۔ ان کا انتقال 8 فروری 2001ء کو کراچی میں ہوا۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان میں ہے۔

شہزادی عابدہ سلطان

شہزادی عابدہ سلطان 28 اگست 1913ء کو بھوپال میں پیدا ہوئیں۔ وہ متحدہ ہندوستان میں ریاست حیدر آباد کے بعد دوسری بڑی مسلم ریاست بھوپال کے حکمران نواب حمید اللہ خان کی تین بیٹیوں میں سب سے بڑی تھیں۔ شہزادی عابدہ سلطان کی پرورش ان کی دادی سلطان جہاں بیگم نے کی۔ جو بھوپال کی مشہور فرمانروا تھیں۔ وہ تقریباً ایک صدی تک بھوپال پر حکمرانی کرتی رہیں۔ سلطان جہاں بیگم نے اپنی پوتی کو دینی تعلیم دلائی جس کے نتیجے میں شہزادی عابدہ سلطان نے صرف آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک کا لفظی ترجمہ پڑھ لیا۔

نواب حمید اللہ خان 1926ء میں جب بھوپال کے حکمران بنے۔ اس کے بعد شہزادی کو 1928ء میں پندرہ سال کی عمر میں تخت کا وارث قرار دے دیا۔ اس عرصے میں انہیں اُمور سلطنت چلانے کی خصوصی تربیت دی گئی شہزادی عابدہ کو کھیلوں میں بہت دلچسپی تھی۔ انہوں نے آل انڈیا ویمن سکواش چیمپئن شپ جیتی وہ ہاکی اور ٹینس بھی کھیلتی تھیں۔ شہزادی عابدہ اپنے والد کی پولوٹیم میں بھی شامل رہیں۔ مرحومہ کو 1930ء میں نواب کا چیف سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ بعد میں وہ اپنے والد کے بیرون ملک قیام کے دوران کابینہ کے اجلاس کی صدارت بھی کرتی رہیں۔ انہوں نے ہوابازی بھی سیکھی اور 1942ء میں انہیں فلائنگ لائسنس دیا گیا۔ وہ شکار بھی کھیلا کرتی تھیں اور انہوں نے بھوپال میں 73 شیر مارے تھے۔

Marfat.com

شہزادی عابدہ سلطان برصغیر کی تقسیم کے بعد اپنے بیٹے شہریار کے ہمراہ 1950ء میں ہجرت کر کے پاکستان آگئیں۔اس وقت ان کا سامان صرف ایک سوٹ کیس پر مشتمل تھا۔اٹھارہ ماہ بعد انہیں برازیل میں پاکستان کا سفیر مقرر کیا گیا۔بعد میں وہ کونسل مسلم لیگ میں شامل ہوگئیں۔اور 1964ء کے صدارتی انتخابات میں محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی۔مرحومہ پاکستانی اخبارات اور جرائد کے لیے مستقل مضامین لکھتی رہیں۔جن میں جمہوریت اور اسلامی تعلیمات کے مطابق خواتین کے حقوق پر زور دیا جاتا قرآن کریم کا گہرا مطالعہ کرنے کی وجہ سے وہ متعصب ملاؤں پر ہمیشہ تنقید کرتیں۔اپنی وفات سے چند ماہ پہلے مرحومہ نے اپنی سوانح حیات مکمل کی جو Memmories .of a Rehal Princess کے نام سے ہے وہ پاکستانی سیاست کے بارے میں بے لاگ تبصرے کرتیں جو ٹیلی ویژن کے ذریعے پیش کیے جاتے اور قومی اخبارات میں شائع ہوتے۔

ان کے صاحبزادے شہریار خان نے پاکستان فارن سروس میں شمولیت اختیار کی اور سیکرٹری خارجہ کے عہدے سے ریٹائر ہوئے۔انہوں نے اردن امریکہ، فرانس میں سفیر کی حیثیت سے بھی فرائض انجام دیئے۔شہریار خان کو 1994ء میں روانڈا میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کا خصوصی نمائندہ بھی مقرر کیا گیا۔شہزادی کا انتقال 12 مئی 2002ء کو کراچی میں ہوا۔ان کی ابدی آرام گاہ بھوپال ہاؤس ملیرسٹی میں ہے۔

رابطہ: شہریار خان

بھوپال ہاؤس ملیرسٹی کراچی

وقار اقبال

وقار اقبال ولد آفتاب اقبال پوتا علامہ اقبال کی تاریخ ولادت 4 ستمبر

Marfat.com

1948ء اور تاریخ وفات 22 دسمبر 1988ء ہے۔ کتبہ اُردو اور انگریزی دو زبانوں میں تحریر ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں ان کے آبائی احاطہ میں ہے اس میں تین قبریں ہیں۔ آفتاب اقبال، رشیدہ آفتاب اور وقار اقبال تینوں قبریں اندر سے کچی اور سائیڈوں سے پکی ہیں۔ کتبے لگے ہوئے ہیں۔ قریب پیڑ کھڑے ہیں۔ یہاں ہروقت چھاؤں رہتی ہے۔ علامہ اقبالؒ کے پوتے ہونے کے باوجود وقار اقبال نے نام پیدا نہیں کیا۔

وحیدہ روش

وحیدہ روش دختر مرزا روش بیگ جالندھری سابق ہیڈمسٹریس سردار محمد گرلز ہائی سکول، بانی دارالقرآن (فی سبیل اللہ) لاہور مرحومہ بہت خوبیوں کی مالک تھیں۔ ان کی تاریخ پیدائش 10 اپریل 1920ء تاریخ وفات 14 جون 1989ء ہے ان کے سوگواروں میں رشیدہ بیگم، آزاد اقبال، نوید اقبال شامل ہیں۔ ان کی آخری آرام گاہ سخی حسن قبرستان کراچی میں احاطہ آفتاب اقبال کے قریب جانب قبلہ ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ مرحومہ نے عورتوں کی تعلیم اور تربیت کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔

اکبر جعفر بھائی

اکبر جعفر بھائی محترمہ شیریں جناح کے فرزند اور حضرت اعظم کے بھانجے تھے۔ ان کی تاریخ وفات 15 مارچ 1979ء ہے۔ شیریں جناح اپنے فرزند کی موت کا صدمہ برداشت کر کے 2 دسمبر 1980ء کو فوت ہوئی تھیں۔ ماں بیٹا ساتھ ساتھ دفن ہیں۔ شیریں جناح کی قبر پر کتبہ نہ ہے۔ یہ دونوں عبداللہ شاہ غازی شہید کے مزار کے

Marfat.com

پاس ایک احاطہ چار دیواری میں دفن ہیں۔

جمیل النساء بیگم

عبداللہ شاہ غازی شہیدؒ کے مزار کے قریب احاطہ چار دیواری میں مدفون شیریں جناح اور اکبر جعفر بھائی کے قریب ہی جمیل النساء بیگم زوجہ سید محمد ہادی مچھلی شہری آسودہ خاک ہیں۔ان کی تاریخ وفات 2 فروری 1985ء بمطابق 11 جمادی الاول 1405ھ ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

مسرت حسین زبیری

عبداللہ شاہ غازی شہیدؒ کے مزار کی سیڑھیوں کے ساتھ پاکستان کے ایک لائق اور نیک نام آفیسر مسرت حسین زیدی کی ابدی آرام گاہ ہے۔ان کی خدمات جلیلہ کے صلے میں انہیں ہلال قائداعظم، ستارہ پاکستان اور ستارہ قائداعظم جیسے اعزازات سے نوازا گیا۔مرحوم کے R.C.D نے سیکرٹری جنرل اور وفاقی سیکرٹری کی حیثیت سے بڑی شائستہ خدمات انجام دی ہیں ان کا انتقال 7 نومبر 1987ء کو ہوا تھا۔مرقد پختہ اور ان کی قبر کا تعویذ بڑا قیمتی ہے۔لیکن اس پر تاریخ وفات درج نہیں۔

ڈاکٹر سید محمد عبدالعزیز قریشی

ڈاکٹر سید محمد عبدالعزیز قریشی بن ڈاکٹر سید محمد غالب شیر میسور فتح علی سلطان ٹیپو کے پڑنواسے ہیں۔ان کی تاریخ پیدائش 1865ء وفات 1958ء ان کی قبر کلفٹن عبداللہ شاہ غازی شہیدؒ کے مزار مبارک کی سیڑھیاں چڑھیں تو بائیں ہاتھ ایک چبوترے پر ان کی پختہ قبر ہے۔کتبہ نصب ہے۔قبر پر سبز چادر اور پھولوں کی چادریں پڑی ہیں۔ان کے سرہانے لگے کتبے پر فارسی کا ایک شعر درج ہے۔

Marfat.com

اگر بگور غریباں گزر کنی یاد داد
دُعاءِ خیر برمیت کہ ہم ترا جراست

فردوسی بیگم

فردوسی بیگم زوجہ محمد محمود مرحوم سابق جنرل سیکرٹری آل انڈیا مسلم لیگ کی تاریخ وفات 27 مئی 1999ء بمطابق 11 صفر 1440ھ ہے۔ قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔ کتبہ ان کے بچوں کی جانب سے لگایا گیا ہے۔ سب سے اوپر لکھا ہے۔ پیاری امی جان اور نیچے ایک شعر درج ہے۔

خدا کی رحمت ہو محمد ﷺ کی شفاعت ہو
دُعا میری سدا یہ ہے تمہیں جنت کی راحت ہو

میجر جنرل محمد احمد اشرف

میجر جنرل محمد احمد اشرف ولد ڈاکٹر محمد اشرف مرحوم کی تاریخ پیدائش 10 جولائی 1901ء ہے۔ اور تاریخ وفات 5 جمادی الاول 1395ھ بمطابق 17 مئی 1975ء ہے۔ ان کا مرقد خواجہ حسین نظامی کی قبر سے جانب مشرق تیس میٹر کے فاصلے پر ایک خاندانی احاطہ قبور ڈیفنس قبرستان کے اندر پاک فوج کے ایک قابل جرنل اور بہادر سپاہی محمد احمد اشرف محوخواب ابدی ہیں۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

پرنس خورشید جاہ

پرنس خورشید جاہ ولد پرنس دارا جاہ 2 جنوری 1894ء کو پیدا ہوئے اور یکم جنوری 1949ء کو کراچی میں وفات پا گئے۔ قبرستان میوہ شاہ میں حیدری باغ احاطہ میں اودھ کے حکمران خانوادے کا ایک فرد پرنس خورشید جاہ ابدی نیند کے مزے لے رہا ہے۔

Marfat.com

ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

غلام حسین ہدایت اللہ

غلام حسین ہدایت اللہ کو (صوبہ سندھ کے پہلے مسلمان گورنر) کا اعزاز حاصل ہے۔ان کی تاریخ وفات 30 ذیقعد 1365ھ عمر 69 سال تھی۔ان کی آخری آرام گاہ ایم اے جناح روڈ پر عید گاہ کے صحن میں ہے۔مرحوم مسلم لیگ کے صف اوّل کے رہنما تھے۔ان کا انتقال 4 اکتوبر 1948ء کو کراچی میں ہوا۔مرحوم کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

ڈاکٹر بابر حمید

ملک کے معروف آرکیٹیکٹ ڈاکٹر بابر حمید 23 اگست 2010ء کو انتقال کر گئے۔ان کی عمر 75 سال تھی۔لاہور کی مسجد شہداء اور کراچی کی ڈیفنس مسجد کے ڈیزائن ڈاکٹر بابر نے تیار کئے تھے اور اس پر انہیں وزیر اعظم بے نظیر بھٹو شہید نے ستارہ امتیاز عطا کیا تھا۔مرحوم نے اٹلی سے آرکیٹیکچر میں پی ایچ ڈی کی تھی۔انہوں نے اپنے پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑی ہے۔ان کی آخری آرام گاہ کراچی کے ڈیفنس قبرستان میں ہے۔ان کی رہائش سی ویو اپارٹمنٹس ڈیفنس کراچی میں تھی۔

سید اکبر مسعود

سید اکبر مسعود ولد سر راس مسعود کی ولادت 19 ذیقعد 1335ھ بمطابق 6 ستمبر 1917ء کو ہوئی اور ان کی تاریخ وفات 30 محرم 1391ھ بمطابق 28 مارچ 1971ء ہے ان کے کتبے پر فارسی کے اشعار درج ہیں۔جو علامہ اقبالؒ کے ہیں۔ ڈیفنس قبرستان کے بڑے دروازے سے داخل ہوتے ہی تقریباً پچاس میٹر کے فاصلے پر

Marfat.com

جنوبی دیوار کے ساتھ اسلامیان پاک و ہند کے محسن سر سید احمد خان کے پڑپوتے آسودہ خاک ہیں۔ مرقد پختہ اور سنگ مرمر سے مزین ہے۔ اردگرد لوہے کا جنگلا لگا ہے۔

شاہ بانو بیگم

شاہ بانو بیگم اہلیہ خواجہ ناظم الدین بنت خواجہ محمد اشرف کی تاریخ پیدائش 1906ء وفات 1982ء ہے۔ ڈیفنس قبرستان میں حسن نظامی کی قبر سے جانب شمال مشرق پندرہ میٹر کے فاصلے پر پاکستان کی خاتون اول خواجہ ناظم الدین گورنر جنرل پاکستان کی اہلیہ کا آخری مسکن ہے۔ قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

سکینہ خانم

یہاں ایک عظیم خاتون ابدی نیند سو رہی ہیں۔

محترمہ سکینہ خانم زوجہ کے مصطفےٰ بے

والدہ کے مراد بے

وفات 1970ء

یہ کتبہ ڈبل زبان میں ہے۔ اس کے نیچے انگلش میں تحریر ہے۔ لیکن اس میں ایک غلطی ہے۔ اُردو میں وفات 1970ء کی ہے اور انگریزی میں 1971ء درج ہے۔ یہ قبر PECHS طارق روڈ قبرستان میں ہے۔

مولانا عبدالکریم پڑھیار

مولانا عبدالکریم پڑھیار (فاضل دیوبند) ریشمی رومال تحریک کے کارکن 17 ربیع الاول 1387ھ بمطابق 26 جون 1967ء کو وفات پا گئے۔ ان کی آخری آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔ قبر پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

Marfat.com

سید محمد قاسم رضوی

سید محمد قاسم رضوی ولد سید احمد خان رضوی مجاہد اعظم، صدیق رکن کی تاریخ پیدائش 31 مئی 1902ء (حیدر آباد دکن) تاریخ وفات 15 جنوری 1970ء کراچی ہے۔ان کی آخری آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

حاجی محمد یوسف پٹیل (ڈیسائی)

حاجی محمد یوسف پٹیل (ڈیسائی) فرزند محمد اسماعیل پٹیل (ڈیسائی) سابقہ باڈی گارڈ و ڈرائیور قائداعظم محمد علی جناحؒ ان کی تاریخ پیدائش 15 اکتوبر 1932ء اور تاریخ وفات 2 رمضان المبارک 1424ھ بمطابق 29 اکتوبر 2003ء ہے مرحوم کی آخری آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔یہ عبداللہ کالج والی سائیڈ اور دیوار کے قریب درختوں کے نیچے ہے۔قبر کا کتبہ بہت بڑا ہے۔اور سیاہ پتھر کا ہے۔

سیٹھ احمد داؤد

پاکستان میں صنعتوں کا جال بچھانے والے ممتاز صنعت کار، سماجی کارکن سیٹھ احمد داؤد 1906ء میں بھارتی صوبے گجرات میں پیدا ہوئے۔تاجر برادری سے تعلق رکھنے والے احمد داؤد نے جلد ہی تاجر برادری میں اہم مقام حاصل کر لیا تھا۔قیام پاکستان کے بعد وہ پاکستان میں اپنا تمام سرمایہ لے کر آ گئے اور بھارت کے بڑے بڑے شہروں میں اپنے کاروباری اداروں کو چھوڑ کر پاکستان میں سرمایہ کاری کو ترجیح دی۔قائد اعظم محمد علی جناح نے ان کے فیصلے کو پسندیدگی سے دیکھا۔

سیٹھ احمد داؤد کے ہمراہ ان کے اہل خانہ جن میں ان کے چار دوسرے بھائی

Marfat.com

بھی شامل تھے پاکستان آگئے۔ سیٹھ احمد داؤد کے اسی قدم کی پیروی دیگر میمن تاجر رہنماؤں نے بھی کی۔ جس کے نتیجے میں جلد ہی کراچی میں مختلف نوعیت کی صنعتیں لگنا شروع ہوگئیں۔ جس کے اثرات تمام ملک پر اس طرح کے پڑے کہ 1947ء کے وقت کسی طرح کی کوئی صنعت نہ ہونے کے کے باوجود دیکھتے ہی دیکھتے تمام ملک میں چھوٹی بڑی صنعتوں کا جال پھیل گیا سیٹھ احمد داؤد کی وفات پر تاجر برادری کی اہم شخصیات نے افسوس کا اظہار کیا وفات کے وقت ان کی عمر 97 سال تھی۔

مرحوم کے قائم کردہ اداروں میں داؤد کاٹن، داؤد ہرکولیس، ڈالکن لمیٹڈ، بورے والا ٹیکسٹائل، سنٹرل انشورنس، لارنس پور وولن مز، ہرنائی وولن مز شامل ہیں۔ مرحوم نے سوگواروں میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹوں حسین داؤد اور عبدالعزیز داؤد اور ایک بیٹی امینہ داؤد کو چھوڑا ہے۔ مرحوم نے 1961ء میں 25 ملین روپے کے سرمائے سے داؤد فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی۔ جس کے تحت متعدد معروف تعلیمی ادارے بھی کام کر رہے ہیں۔ ان کا انتقال 2 جنوری 2002ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

رابطہ: حسین داؤد، عبدالعزیز داؤد

داؤد کالونی بنگلہ نمبر 5 شہید ملت روڈ کراچی

حاجی سلیمان داؤد

سابق وفاقی وزیر رزاق داؤد کے والد ڈاؤلینس گروپ کے چیئرمین حاجی سلیمان داؤد میمن برادری کے ممتاز صنعت کار اور داؤد گروپ آف کمپنیز کے بانی سیٹھ احمد داؤد کے چھوٹے بھائی تھے۔ جنہوں نے داؤد گروپ کے تحت ملک بھر میں صنعتیں قائم

Marfat.com

کیں۔ان کا شمار صنعتی فروغ کے بانیوں میں کیا جاتا ہے۔سلیمان داؤد کے بڑے بھائی سیٹھ احمد داؤد کی عمر 97 سال تھی اور وہ کاروبار چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ان کے ایک بھائی بشیر داؤد ابھی صنعتیں چلا رہے ہیں۔وہ گردوں کے مرض میں مبتلا تھے۔ان کے گردوں نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔حاجی سلیمان داؤد کا انتقال 18 ستمبر 2001ء کو کراچی میں ہوا۔اُن کی آرام گاہ قبرستان میوہ شاہ میں ہے۔

ریاض احمد ٹاٹا

وفاق ایوان ہائے تجارت وصنعت پاکستان اور ایوان تجارت کراچی کے سابق صدر ریاض احمد ٹاٹا ملک کے ممتاز صنعتکار اور تاجر تھے ریاض احمد ٹاٹا نے پولیٹیکل سائنس میں ایم اے کیا اور تجارت سے وابستہ ہو گئے انہوں نے سخت محنت سے نوینا گروپ کی بنیاد رکھی۔اور ملک کے ممتاز صنعت کار کی حیثیت اختیار کر گئے۔وہ ایوان تجارت کراچی کے سینئر نائب صدر اور صدر منتخب ہوئے جبکہ 2003ء میں وہ دو سال کے لئے فیڈریشن پاکستان چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری کے صدر منتخب ہوئے اور انہوں نے دو سال تک ملک کے اس بڑے اور نمائندہ چیمبر کے صدر کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔مرحوم نے اپنے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ 3 بیٹوں کو سوگوار چھوڑا ہے ان کا انتقال 19 دسمبر 2006ء کو کراچی میں ہوا۔ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس قبرستان کراچی میں ہے۔

ناظم جیوا

فاطمید فاؤنڈیشن کے سربراہ ناظم جیوا نے خون کے سرطان اور خون کی دیگر بیماریوں میں مبتلا مریضوں کی خدمت کے لئے 1980ء میں فاطمید فاؤنڈیشن قائم کی جس کی کراچی، لاہور، ملتان اور پشاور میں شاخیں قائم کیں۔انہوں نے اس کام کی

Marfat.com

ابتداء فٹ پاتھ سے کی تھی۔ لیکن اب اس کی شاخیں ملک کے تمام بڑے شہروں میں قائم ہیں اور غریب اور نادار مریضوں کا علاج فری کیا جا رہا ہے۔ جن میں تھیلیسمیا کے ہزاروں مریض زیر علاج ہیں۔ ناظم جیوا میڈیکل ایمرجنسی سروس شروع کرنے کے منصوبے پر عملدرآمد اور سامان وغیرہ کی فراہمی کے سلسلے میں اپنی وفات سے ڈیڑھ ماہ قبل برطانیہ گئے تھے اور اتوار کی صبح کراچی ایئر پورٹ پر امیگریشن کاؤنٹر پر کھڑے تھے کہ اچانک طبیعت خراب ہوئی اور ابتدائی طبی امداد ملنے سے قبل ہی 12 ستمبر 1999ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 53 سال تھی ان کے پسماندگان میں بیوہ اور دو بیٹے سوگوار ہیں۔ ان کی اہلیہ استقبال کرنے کے لئے ایئر پورٹ آئی ہوئی تھیں اور وہ ان کی میت لیکر واپس گھر لوٹیں یہ کتنا افسوس ناک واقعہ ہوگا۔ ناظم جیوا نے تمام عمر انسانی خدمت میں گزاری۔ دکھی انسانیت کی خدمت کرنا ہی ان کی زندگی کا مقصد تھا۔ ایسے عظیم لوگ صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں اور صدیاں ان پر فخر کرتی ہیں۔ ان کی آخری آرام گاہ کلفٹن کے قبرستان میں ہے۔

رابطہ: بیگم ناظم جیوا

چیئر مین فاطمید فاؤنڈیشن پاکستان

42 ایف بلاک 7 کلفٹن کراچی

ڈاکٹر محمد سرور

ڈاکٹر محمد سرور پاکستان کی پہلی دائیں بازو کی سٹوڈنٹ طلبہ تنظیم ڈیموکریٹک سٹوڈنٹس فاؤنڈیشن (DSF) کے بانی تھے الہٰ آباد (یوپی) انڈیا میں پیدا ہوئے اور 1942ء میں پاکستان منتقل ہوگئے۔ آپ نے ڈاؤ میڈیکل کالج سے گریجوایشن کیا اور اپنا پرائیویٹ کلینک گل بہار (پرانا گولی مار) کراچی میں 40 سال تک کرتے رہے۔

Marfat.com

پرانے سیاسی کارکن بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد سرور نے ملک کی مشہور ترین طلبہ سیاسی تحریک کی بنیاد رکھی جو کہ 8 جنوری 1953ء میں شروع ہوئی۔ اس تنظیم کی بدولت کالجوں میں داخلہ فیس کم ہوئی۔ نئے کالج کھولے گئے اور طلبہ کو سفری رعایت کے ساتھ دیگر کئی سہولیات منظور ہوئیں۔ مرحوم کی (DSF) پاکستان کی پہلی مشہور تنظیم تھی۔ جس پر سابقہ وزیراعظم محمد علی بوگرہ کی حکومت نے پابندیاں عائد کردی تھیں۔

جب حکومت نے اس تنظیم پر پابندی عائد کی تو ڈاکٹر محمد سرور اور ان کے ہم خیالوں نے پاکستان سٹوڈنٹس فیڈریشن کی بنیاد پاکستان کے کچھ دائیں بازو کے طبقوں کی مدد سے رکھی اور ملک میں طلبہ تحریک کو جاری رکھا۔ کراچی میں ایک احتجاجی ریلی کے دوران پولیس نے ڈائریکٹ فائر کھول دیا۔ جس میں سات طالب علم مارے گئے۔ جبکہ ڈاکٹر محمد سرور بری طرح زخمی ہوئی آپ کو گرفتار کرلیا گیا اور ایک سال جیل میں رہے۔ آپ کے بڑے بھائی محمد اختر جو کہ ایک پیشہ ور صحافی تھے بھی گرفتار کر لئے گئے۔ اس موقع پر شریف الدین پیزادہ نے ڈاکٹر محمد سرور اور دوسرے گرفتار طلبہ رہنماؤں کو قانونی مدد مہیا کی۔ ڈاکٹر صاحب پاکستان میڈیکل ایسوسی ایشن (PMA) کے بنیادی ممبروں میں سے تھے اور دو مرتبہ جنرل سیکرٹری رہے۔ ان کا انتقال 26 مئی 2009ء کو ہوا۔

بیگم نجم النساء

ملک کی مشہور سماجی کارکن اور انسان دوست بیگم نجم النساء عبدالقادر ایک پرنسی سٹیٹ جنجرہ کی ممبر اور ایک معروف و ممتاز سول سرونٹ خان بہادر عبدالقادر محمد حسین شکار والے کی بیوی تھیں اور پوری عمر اپنی انسان دوستی کی سرگرمیوں میں شامل رہیں۔ آپ نے مشہور شخصیات جن میں قائداعظم، فاطمہ جناح اور جواہر لعل نہرو سے اپنے سماجی اور سیاسی تعلقات کو استعمال کیا وہ اپنے انسان دوست اقدامات کی وجہ سے مشہور تھیں۔

Marfat.com

انتہائی مہذب اور خوبصورت بیگم نجم النساء اپوا آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن کے بنیادی ممبروں میں سے ایک تھیں۔ اس کے علاوہ آپ نے غریب اور مستحق، یتیم بچیوں کے لئے ایک ادارہ ''کاشانہ اطفال'' کی بنیاد رکھی اور ساتھ ہی کاروان حیات جو کہ دماغی معذور افراد کے لئے ایک ادارہ ہے بھی قائم کیا۔ آپ اس کے ساتھ ساتھ بن ماں باپ کے بچوں کی تنظیم ''نونہال'' کے لئے ساری عمر متحرک رہیں۔ مرحومہ نے دیہاتی خواتین کے لئے بھی کئی ووکیشنل سنٹرز اور نادار بچوں کے لئے پرائمری سکول قائم کئے۔

بیگم نجم النساء کا انتقال 18 جون 2000ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی عمر 89 برس تھی۔ مرحومہ کے سوگواروں میں پانچ بچے کئی پوتے اور پڑپوتے شامل ہیں۔

بیگم گھمبر اصفہانی

ایم۔ ایچ اصفہانی کی بیوہ اور قائداعظم کی قریبی ساتھی بیگم گھمبر کا شمار بھی لڑکیوں کے لئے بنائی گئی تنظیم ''کاشانہ الطاف'' (یتیم خانہ) کے بانیوں میں ہوتا ہے۔ وہ آخری وقت تک یتیم خانہ کی صدر رہیں۔ مسز اصفہانی کو پاکستان کے سب سے بڑے سول اعزاز ستارہ امتیاز سے نوازا گیا۔ وہ مجلس شوریٰ کی ممبر بھی رہیں اور پاکستان کی نیشنل کونسل میں بچوں کی فلاح و بہبود کی نمائندگی بھی کی انہوں نے ہمیشہ غریبوں کے ساتھ اپنی زندگی گزاری اور کوڑھ کے مریضوں کے لئے بھی کافی خدمات سرانجام دیں۔

بیگم اصفہانی 30 سال کی عمر میں ایران سے پاکستان آئیں اور پاکستان کو ہی اپنا آبائی وطن جانا، حالانکہ ان کے خاوند نے اپنی وفات سے قبل کہا تھا کہ تم میری وفات کے بعد واپس ایران چلی جانا۔ لیکن وہ واپس نہیں گئیں اس وطن کی مٹی سے پیار، یہاں کے لوگوں کے لئے زندگی وقف کی اور اسی وطن میں خاک کی چادر اوڑھ کر ابدی نیند سو گئیں۔ انہوں نے مرتے دم تک پاکستان کو ہی اپنا سب کچھ تصور کیا۔ مرحومہ کو کتابیں پڑھنے کا

Marfat.com

بہت شوق تھا۔لیکن وہ زیادہ تر بچوں کی فلاح و بہبود سے متعلق کتابیں پڑھتی تھیں۔

بیگم اصفہانی کو اگر ان کی گلی میں کوئی بچہ گندا، میلا نظر آجاتا تو وہ اس کو صاف ستھرا کر کے گھر بھیج دیتیں۔ وہ آخری وقت تک یتیم خانہ میں اپنی ڈیوٹی انجام دیتی رہیں۔ان کے بیٹے ضیاء اصفہانی پیپلز پارٹی کے سپورٹر سوئٹزرلینڈ اور اٹلی کے سابقہ سفیر بھی رہ چکے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ان کی والدہ محترمہ کہتی تھیں کہ یہ یتیم بچے ہی میرا گھرانہ ہیں۔بیگم اصفہانی کا انتقال 13 مئی 2007ء کو کراچی میں ہوا۔انہوں نے اپنے سوگواروں میں دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہیں ان کی آخری آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی میں ہے۔

بیگم دولت خانم

بیگم دولت خانم بیسویں صدی کی عینی گواہ کی حیثیت رکھتی تھیں۔مرحومہ 15 ستمبر 1915ء کو پیدا ہوئیں۔وہ سر عبداللہ ہارون اور لیڈی نصرت ہارون کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔جس کی وجہ سے وہ اپنے والدین کے زیادہ قریب تھیں۔سینٹ جوزف کالج کراچی سے گریجوایشن کرنے کے بعد انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ 1932ء میں امپریل اکنامکس کانفرنس میں شرکت کی۔ جہاں حاجی سر عبداللہ ہارون نے انڈیا کے مسلم بزنس مین کی نمائندگی کی۔

انہوں نے سندھ مسلم لیگ اور ایک سماجی تنظیم کے لئے کام کیا جس کی بانی ان کی والدہ تھیں اور جہاں وہ اکثر اپنی والدہ کے ساتھ شرکت کیا کرتی تھیں۔بیگم ہدایت اللہ آل پاکستان ویمن ایسوسی ایشن کے بانی ممبران میں سے تھیں۔بعدازاں بیگم رعنا لیاقت علی خان کی وفات کے بعد وہ اس کی صدر منتخب ہوئیں۔اس کے علاوہ وہ مسلم لیڈیز انڈسٹریل ہوم، انجمن خواتین حسینی اور شعبہ خواتین، رضویہ شہید کربلا ٹرسٹ کی صدر رہیں

Marfat.com

1938ء میں ان کی شادی انور حسین ہدایت اللہ جو کہ مرحوم سر غلام حسین ہدایت اللہ جو سابق وزیر اعلیٰ سندھ 38-1937ء اور سابق گورنر سندھ 43-1942ء رہ چکے ہیں۔ ان کے شوہر انور حسین ممبر سندھ اسمبلی اور برازیل، مراکش اور تنزانیہ کے سفیر بھی رہ چکے ہیں۔ مرحومہ نے اپنے سوگواروں میں دو بیٹے دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ان کا بڑا بیٹا زین 1983ء میں ابوظہبی میں فضائی حادثہ میں شہید ہو گیا تھا۔ مرحومہ کے دو بھائی یوسف اور محمود ہارون جبکہ تین بہنیں زینت راشد، افسر پاشا، اور لیلیٰ سرفراز خان حیات ہیں۔ بیگم دولت خانم کا انتقال 8 مارچ 2004ء کو ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ علی باغ لیاری قبرستان میں ہے۔

سسٹر بیرنس وارگس

میکسیکو میں پیدا ہونے والی سسٹر بیرنس وارگس کا تعلق ایک فلاحی گروپ سے تھا۔ جس کی وجہ سے وہ 1955ء میں پاکستان آئیں وہ ایک سینئر ساجی کارکن، معلمہ اور میری ایڈلیڈ کوڑھ سنٹر کی بانی تھیں۔ انہوں نے پاکستان میں کوڑھ کے مریضوں کے لئے دن رات محنت کی۔ 1956 میں مرحومہ نے کوڑھ کے مریضوں کے لیے میری ایڈلیڈ کوڑھ سنٹر قائم کیا۔ بعد میں اس سنٹر کو دنیا کے کوڑھ سنٹروں سے منسلک کر دیا۔

1956ء میں کراچی میں کوڑھ سنٹر، کوڑھ کے مریضوں کے فنڈز اور میکسلکو کی سسٹر کی انتھک محنت سے وجود میں آیا۔ فارماسٹ ہونے کے ناطے وہ میری ایڈلیڈ کوڑھ سنٹر کے فامیسٹ محکمہ سے بھی منسلک رہیں۔ وہ ایم اے ایل سی کے ساتھ بھی جڑی رہیں اور بورڈ آف گورنرز کی مستقبل ممبر بھی رہیں۔ مرحومہ تعلیم کے شعبہ سے بھی وابستہ رہیں اور کوڑھ کے مریضوں کے لئے دوا بنانے والے سکولوں کو لیکچر بھی دیتی تھیں۔ سسٹر بیرنس وارگس بانی اور ہیڈ مسٹریس کے عہدہ پر بھی خدمات سرانجام دیتی رہیں۔ مریم گارڈن

Marfat.com

سکول جگر مراد آبادی روڈ کی ہیڈ مسٹریس تھیں۔ وہ میری فلاحی ادارے کی بیٹی کے طور پر اسی ادارے کے ہاسٹل میں قیام پذیر رہیں۔ اپنی تمام عمر مریضوں کی بے لوث خدمت کرتے گزار دی۔

اس عظیم خاتون کا انتقال 15 دسمبر 2005ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ گورا قبرستان کراچی میں ہے۔ وہ کئی سالوں سے شوگر اور بلڈ پریشر کے مرض میں مبتلا رہیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 79 برس تھی۔

ارتضیٰ حسین

سابقہ سفیر ارتضیٰ حسین اکتوبر 1923ء کو میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے گریجوایشن اور ماسٹر انگلش لٹریچر میں الہ آباد سے پاس کرنے کے بعد میڈ ویکٹورین میں ریسرچ کی۔ مرحوم نے مشہور انگریزی شاعروں کو بھی پڑھا۔ لیکن اپنے تھیسز مکمل کرنے کے بعد وہ ایران میں انگلش کے اُستاد اور کلچر ریلیشنز آفیسر مقرر ہوئے۔ یہ 1944-46ء کے دور کی بات ہے۔

ارتضیٰ حسین نے 1947ء میں پبلک سروس کمیشن کا امتحان پاس کیا اور خارجہ پالیسی امور میں آفیسر مقرر کیے گئے اور پاکستانی سفیر کی حیثیت سے کابل، تہران، ٹوکیو میں خدمات سرانجام دیں اور کونسل جنرل کی حیثیت سے اوتاوا اور نیویارک میں بھی کام کیا۔ وہ ڈائریکٹر جنرل کے عہدے پر رہتے ہوئے وزارت خارجہ امور میں سفیر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ یہ 1966ء کی بات ہے۔

مرحوم نے بطور سفیر ملیشیاء میں 1970-73ء تک خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے انسٹی ٹیوٹ آف سٹرٹیجکل سٹڈیز کو اسلام آباد میں مستحکم بنایا اور کام کیا 1978ء تک اور بعد میں وہ برما اور سنگاپور میں بھی سفیر تعینات ہوئے آپ 1982ء

Marfat.com

میں ریٹائر ہوئے۔ مرحوم نے سوگواران میں پانچ بچے چھوڑے ہیں۔ ان کا انتقال 22 جولائی 2007ء کو کراچی میں ہوا۔

آئی اے خان

سینئر سرکاری افسر اکرام احمد خان جو آئی اے خان کے نام سے جانے جاتے تھے۔ ان کی عمر 86 برس تھی۔ وہ 1915ء میں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد نواب اسماعیل خان مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر تھے اور وہ تحریک پاکستان کے سرکردہ لیڈر تھے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد انہوں نے 1939ء میں انڈین سول سروس جوائن کی۔ ان کے بیج میں ایس ایس جعفری، مسعود کھدر پوش اور جسٹس انوار الحق شامل تھے۔

آئی اے خان کراچی کے پرانے کمشنر جی اے خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ انہوں نے اپنے تین عشروں پر پھیلے ہوئے سول سروس کیریئر میں بہت سے عہدوں بشمول سیکرٹری اکنامک اور چیئرمین واپڈا کے طور پر بھی کام کیا۔ مرحوم نے اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کرکٹ کنٹرول بورڈ کے چیئرمین کے طور پر بھی کام کیا۔ کرکٹ ٹیم کے سلیکٹر کے طور پر بھی خدمات انجام دیں اور 1967ء میں انگلینڈ کا دورہ کرنے والی پاکستانی ٹیم کے بطور منیجر دورہ کیا۔ شاید وہ واحد سرکاری افسر تھے جو ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے دوران باعزت طور پر ریٹائر ہوئے۔

آئی اے خان کا انتقال 7 ستمبر 2001ء میں کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ پی ای سی ایچ ایس کراچی قبرستان میں ہے۔

میاں اعجاز شیخ

میاں اعجاز شیخ (سابق ایم این اے) پی ایم ایل (این) 1945ء میں

Marfat.com

چنیوٹ میں پیدا ہوئے۔ شیخ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم ممبئی اور کلکتہ سے حاصل کی۔ کیونکہ ان کے والد شیخ محمد شفیع (مرحوم) کی ایک فیکٹری ہندوستان میں تھی۔ اوائل عمری میں ہاکی سے بالخصوص اور کرکٹ و فٹ بال سے بالعموم رغبت رکھتے تھے۔ 1968ء میں پوری فیملی نے پاکستان ہجرت کی اور اپنا پرانا کاروبار بھی جاری رکھا۔ ابتداء سے ہی ان کے والد نے انہیں فیکٹری کے معاملات میں شامل رکھا۔

1984ء میں سائٹ ایسوسی ایشن کراچی کے چیئرمین منتخب ہوئے۔ صنعتکار اور فیکٹری مالکان اکثر اپنی مشکلات کے حل کے لئے ان کے پاس آتے اور انہیں اپنا مددگار پاتے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک ترقی یافتہ معاشرہ اس وقت تشکیل پاتا ہے جب صنعتکار بغیر کسی مشکل کے اپنے معاملات سرانجام دیتا ہے اور یہ حکومتی سرپرستی کے بغیر ناممکن ہوتا ہے۔ 1986ء میں حکومتی ایماء پر "Simphipication of sales tax rulls" کا نظام متعارف کروایا گیا۔ انہوں نے اس معاملہ پر تمام صنعت کاروں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر لیا اور حکومت کو وہ قوانین واپس لینا پڑے۔ بعد میں ان میں ترامیم کر کے 1996ء میں سیلز ٹیکس ایکٹ متعارف کروایا گیا۔ میاں اعجاز شفیع کے بارے میں سی بی آر کے چیئرمین آئی اے امتیاز نے کہا تھا کہ آپ سیلز ٹیکس پر ایک چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا ہیں۔ کیونکہ سیلز ٹیکس کے تمام معاملات پر آپ کی نظریں بڑی گہری تھی۔ وہ واقعی لاثانی قابلیت رکھتے تھے۔ 1988ء میں بہادر آباد کراچی سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ لیکن ناکام ہوئے۔ 1997ء کے الیکشن میں دوبارہ اس حلقہ سے رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ اب تک ان کی صلاحیتیں تمام ملک پر آشکار ہو چکی تھیں۔ لیکن بیوروکریسی اور سی بی آر کو ایک آنکھ نہ بھاتے تھے اسی وجہ سے نواز شریف عندیہ دینے کے باوجود انہیں وزیر خزانہ نہ بنا سکے۔ وزیر خزانہ اسحاق ڈار کو بنا دیا گیا جب آدم جی گروپ کے ایک

Marfat.com

بزرگ کو ذاتی عناد میں ساری رات حراست میں رکھا گیا تو آپ نے کہا کتنے شرم کی بات ہے کہ جس فیملی نے پاکستان کے لئے بلینک چیک دے ڈالا۔ اس کے سربراہ کو ذلیل کر کے ہم کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

اس واقعہ سے اسحاق ڈار سے ان کی سرد جنگ جاری ہوگئی۔ سی بی آر کے افسران نے ان کے کاروباری حریفوں کو وہ مراعات دے کر انہیں کاروبار میں سخت نقصان پہنچایا سیاسی معاملات میں وہ بہت واضح خیالات کے حامل تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 60 برس تھی۔ ان کا انتقال 16 دسمبر 2004ء کو کراچی میں ہوا۔

مسرور حسن خان

مسرور حسن خان جو کہ ایک سابقہ سرکاری افسر تھے جو بہت سے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ وہ ڈاکٹر حمید حسن خان جنہوں نے دونوں عالمی جنگوں میں خدمات انجام دی تھیں کے چھ بچوں میں سے ایک تھے۔ مسرور حسن خان 1923ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے اور انہوں نے قانون کی ڈگری کے علاوہ سینٹ جوزز کالج سے ایم اے انگلش کی ڈگری بھی حاصل کی۔ مرحوم نے 1948ء سے پاکستان میں سول سروس اختیار کی اور بہت سے اہم عہدوں پر فائز رہے۔

انہوں نے وفاقی سیکرٹری انٹریئر، چیف سیکرٹری پنجاب، کمشنر حیدرآباد و پشاور اور وفاقی سیکرٹری برائے امور کشمیر کے طور پر خدمات انجام دیں مرحوم نے کراچی کے چیف کمشنر اے ٹی نقوی کے سیکرٹری کے طور پر کام کیا۔ وہ مقامی حکومت کی ٹریننگ لینے کے لئے لاس اینجلس امریکہ بھی گئے۔ مسرور حسن خان نے نیپا کے ادارے کے قیام کے لئے بہت کام کیا اور وہ اس کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ وہ 1983ء میں پاکستان صنعتی ترقی کارپوریشن سے ریٹائر ہوئے۔

Marfat.com

وہ اپنی نوکری کے دوران فیلڈ مارشل ایوب خان اور مغربی پاکستان کے گورنر آف کالا باغ کے بہت قریب رہے۔ انہوں نے اتفاق فاؤنڈیشن کے سیکرٹری جنرل کے طور پر کام کیا۔ مرحوم تین سال تک گردوں کے مرض میں مبتلا رہے۔ ان کا انتقال 7 نومبر 2003 ءکو کراچی میں ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 80 سال تھی۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں ایک بہن اور ایک بھائی چھوڑا ہے۔ مسرور حسن کی آخری آرام گاہ کراچی دارالقصیف نزد دریائے حب روڈ پر ہے۔

رابطہ: برادر مسرور حسن خان

163۔اے بلاک نمبر 3 سرسید احمد خان روڈ PECHS کراچی

عبدالستار گوبل

عبدالستار گوبل پاکستان پیپلز پارٹی کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مرحوم ہمیشہ کراچی کی سیاست میں مصروف رہے ان کے والد اللہ بخش گوبل 1937ء میں Legislative اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور 1953ء اور 1962ء میں دو مرتبہ کراچی کے میئر بھی بنے۔ 1970ء میں عبدالستار گوبل کی سیاسی سرگرمیاں نمایاں ہوئیں۔ جب انہوں نے پی پی پی کو ذوالفقار علی بھٹو کی سربراہی میں اپنایا۔ وہ دو مرتبہ ایم این اے منتخب ہوئے۔ لیاری سے جب ان کی پارٹی حکومت میں آئی تو وہ وفاقی اور صوبائی وزیر بھی مقرر ہوئے۔

پی پی پی کی حکومت اور ذوالفقار علی بھٹو نے ان کی شخصیت پر گہرے نقوش چھوڑے پارٹی میں موجود سینئرز کے ساتھ اختلافات کے باوجود انہوں نے اپنی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ وفات کے وقت ان کی عمر 77 سال تھی۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں ایک بیوہ اور ایک بیٹی چھوڑی ہیں۔ ان کی موت دل کے فیل ہو جانے

Marfat.com

سے واقع ہوئی۔ مرحوم کی آخری آرام گاہ قبرستان میوہ شاہ کراچی میں ہے۔

عبدالستار افغانی

کراچی سے متحدہ مجلس عمل کے رکن قومی اسمبلی، جماعت اسلامی کے رہنما اور کراچی کے سابق میئر عبدالستار افغانی 1979ء سے 1987ء تک بلدیہ عظمیٰ کراچی کے لگ بھگ 8 سال تک میئر رہے۔ ایک الیکشن میں وہ کراچی سے قومی اسمبلی کے حلقہ NA-250 سے متحدہ قومی موومنٹ کی اُمیدوار نسرین جلیل اور پاکستان پیپلز پارٹی کے اُمیدوار ڈاکٹر مرزا اختیار بیگ کو شکست دے کر ایم این اے منتخب ہوئے۔ عبدالستار افغانی جماعت اسلامی کے مرکزی رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے تین صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں کو سوگوار چھوڑا ہے۔ ان کے بڑے بیٹے کا نام عبدالصمد افغانی ہے ان کا انتقال 4 نومبر 2006ء کو کراچی میں ہوا ان کی ابدی آرام گاہ میوہ شاہ قبرستان میں ہے۔

مشیر احمد پیش امام

ملک کے ممتاز سیاستدان اور قانون دان مشیر احمد پیش امام طویل عرصہ تک تحریک استقلال سے وابستہ رہے۔ وہ کئی برس تک تحریک استقلال کے مرکزی سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ 1985ء میں مسلم لیگ میں شامل ہو گئے جب محمد خان جونیجو وزیر اعظم تھے۔ مرحوم کا شمار انتہائی ممتاز وکلاء میں کیا جاتا ہے۔ وہ ہر طبقہ میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مشیر احمد پیش امام کی فالج کے حملہ کے بعد سے سرگرمیاں ختم ہو گئی تھیں۔ ان کے قریبی لوگ ان سے ان کی رہائش گاہ جا کر ملتے تھے۔ اپنے آخری دنوں میں مشیر احمد پیش امام ملک کی سیاست سے نہایت دلبرداشتہ ہو گئے تھے۔ ان کی سرگرم

Marfat.com

سیاست کے دور کے ساتھیوں میں سے اکثر دوست ان کی حالت کے بارے میں فکر مند رہتے تھے۔

ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف پی این اے کی تحریک میں مشیر احمد پیش امام بہت فعال تھے۔ مرحوم پی این اے کے اُمیدوار تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 80 سال تھی۔ انہوں نے اپنے پسماندگان میں ایک بیٹا اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ان کا شمار ملک کے سینئر آئینی ماہرین میں ہوتا تھا۔ مرحوم ایک محب وطن اور دیانتدار شخص تھے۔ وہ اپنی مثبت فکر اور دیانتداری کی بدولت ہر طبقہ فکر میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کا انتقال 11 مئی 2003ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ PECH سوسائٹی قبرستان طارق روڈ کراچی میں ہے۔

رابطہ (اہل خانہ) مشیر احمد پیش امام

B-55 کے ڈی اے سکیم نمبر 1 کراچی

عبدالرزاق تھہیم

سابق وفاقی وزیر بلدیات و دیہی ترقی جسٹس (ر) عبدالرزاق تھہیم یکم ستمبر 2010ء کو اسلام آباد کے ایک نجی ہسپتال میں طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ مرحوم وفاقی وزیر بلدیات جسٹس ریٹائرڈ عبدالرزاق تھہیم کا آبائی گاؤں ضلع جیکب آباد کی تحصیل گڑھی خیرو کے چھوٹے سے گاؤں شیر اپور تھہیم سے تھا۔ مرحوم نے سوگواروں میں تین بیٹے ایک بیٹی اور ایک بیوہ چھوڑی ہیں۔ بوقت وفات ان کی عمر 84 سال تھی۔ مرحوم کا آبائی گاؤں سیلاب کی زد میں آ گیا تھا۔ مرحوم کی تدفین 2 ستمبر 2010ء کو جیکب آباد کے قبرستان میں ہوئی۔ مرحوم کی سیاسی خدمات قابل ذکر ہیں۔

Marfat.com

سید علی نقوی

سید علی نقوی ابن سید عابد حسین مرحوم 1927ء کو پیدا ہوئے۔ مرحوم بانی فیوجی فلم پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ ہیں۔ فیوجی فلم کی تمام تر کامیابیوں کا سہرا سید علی نقوی (مرحوم) کے سر جاتا ہے۔ جو کہ فیوجی فلم پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے بانی ممبروں میں سے ایک تھے۔ ان کی سوچ انتھک محنت اور اپنے معاونین پر بھروسہ ہی تھا۔ جس نے انہیں آج اس مقام پر پہنچایا ہے۔

سید علی نقوی کی شخصیت میں عاجزی اور انکساری شامل تھی مگر ان کی بصیرت اور انتظامی صلاحیتیں ایسی تھیں جن کی شاید آج کے چند معزز ہی مقابلہ کر سکیں۔ وہ بیلجیئم سے تعلق رکھنے والے اپنے پہلے افسر سے بے تحاشا متاثر تھے۔ جنگ عظیم دوئم کے بعد کا انتظامی انداز نقوی صاحب کی طرزِ زندگی میں صاف جھلکتا تھا۔ ان کے 61 سالہ تجربہ نے فوٹوگرافک انڈسٹری کو بہت کچھ دیا ہے۔

وہ اپنے معاونین کیلئے صحیح فضا فراہم کرنے کے حق میں تھے۔ تاکہ وہ اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکیں اور وہ اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ مرحوم اپنے ساتھیوں اور گاہکوں کے ساتھ خوش اخلاقی اور وضع داری کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اور کمپنی کی کامیابی کی وجہ بھی ان باتوں کو بتاتے تھے۔ انہوں نے اپنے یقین محکم کو اپنی زندگی ہی میں حقیقت کا روپ بدلتے دیکھ لیا تھا۔ ان کے اصول فیوجی فلم پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ کے لئے ہمیشہ روشنی کا مینار رہیں گے فیوجی فلم پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ جون 1967ء میں قائم کی گئی۔ اس وقت اسے واسطی انٹر پرائزز کہا جاتا تھا۔ ایکسرے فلم کو درآمد کرتے ہوئے کمپنی نے اپنے کام کا آغاز محمدی ہاؤس کراچی میں ایک چھوٹے سے دفتر سے کیا۔ اپنے ابتدائی دور میں کمپنی کو شدید مقابلے کا سامنا کرنا پڑا۔

Marfat.com

لیکن کمپنی کے بانی ممبران کے پیشہ ورانہ انداز اور معیاری اشیاء کی وجہ سے کمپنی ترقی کرتی گئی اور ملک بھر میں اس کی شاخیں قائم ہوتی چلی گئیں۔ آج کمپنی کے مارکیٹنگ دفاتر کراچی لاہور، راولپنڈی، ملتان، پشاور، فیصل آباد، حیدر آباد، سکھر، گجرات اور ساہیوال میں کام کر رہے ہیں۔

1978ء میں فیوجی کلر پاکستان لیبارٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ قائم کی گئی اب تک پورے ملک میں اس کی 45 لیبارٹریز کا نیٹ ورک پھیل چکا ہے۔ یہ لیبارٹریز کسٹمرز کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔ جہاں ان کو پرنٹنگ کی ڈیجیٹل اور نان ڈیجیٹل سہولیات فراہم کی جارہی ہیں۔

شدید گرمی اور روشنی سے متاثر ہونے والی فوٹو گرافک مصنوعات کے لئے ایک ماڈرن گودام بھی بنایا گیا ہے۔ بہترین کارکردگی کی بناء پر فیوجی ٹوکیو نے اس کمپنی کو پرنسپل کا نام استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔ جس کے بعد 1988ء میں اس کمپنی کا نام فیوجی فلم پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ رکھا گیا۔

اپنے کسٹمرز کے فائدے کو مدنظر رکھتے ہوئے فیوجی فلم نے سب سے پہلے اسٹیٹ آف دی آرٹ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی متعارف کروائی۔ ڈیجیٹل ٹیکنالوجی کا بڑھتا ہوا رجحان اس تبدیلی کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ اس ٹیکنالوجی کو ترقی دینے میں فیوجی ٹوکیو کی ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ ٹیم کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ جہاں وہ اس مقصد کے لئے 12 بلین ڈالر سالانہ یا 4 ملین امریکی ڈالر روزانہ خرچ کرتے ہیں۔ فیوجی فلم پاکستان واحد فوٹو میچنگ کمپنی ہے جس کا اپنا کمپیوٹرائزڈ اکاؤنٹنگ سسٹم ہے۔ انڈسٹری میں اپنی طرز کی واحد کمپنی ہے۔

Marfat.com

بیگم محمود سلطانہ

مذہبی امور کے سابق وزیر مملکت ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کی والدہ بیگم محمود سلطانہ 12 جون 2005ء کو 65 برس کی عمر میں کراچی میں وفات پا گئیں۔ان کی آخری آرام گاہ کلفٹن عبداللہ شاہ غازیؒ کے مزار کے پاس ہے۔یہ ایک بڑا لینٹر والا کمرہ ہے جس میں ڈاکٹر عامر لیاقت حسین کے والد گرامی اور معروف نعت خواں خورشید احمد محو خواب ابدی ہیں۔تینوں قبریں پختہ ہیں۔مگر اندر سے کچی ہیں۔کمرے کے اردگرد لوہے کی جالیاں لگی ہیں۔مزار پر تالہ پڑا ہوا ہے۔

سلطان خان

سابقہ سیکرٹری وزیر خارجہ سلطان محمود خان 91 سال کی عمر میں 9 نومبر 2010ء کو انتقال کر گئے۔ان کی ابدی آرام گاہ آرمی قبرستان چنیسر گوٹھ کراچی میں ہے۔آپ انڈیا کے شہر جورا میں 19 فروری 1919ء میں پیدا ہوئے۔گریجوایشن کی تعلیم الٰہ آباد یونیورسٹی سے حاصل کرنے کے بعد انڈین آرمی میں بطور کیڈٹ شمولیت اختیار کی اور وہاں سے کمیشن حاصل کر کے چوتھے گارڈین میں لیفٹیننٹ کا عہدہ حاصل کیا۔

دوسری جنگ عظیم میں انہوں نے انڈین آرمی کی طرف سے انڈونیشیا میں خدمات سرانجام دیں۔انہوں نے سیاسی کام کا آغاز کیا تو آرمی کو خیر باد کہہ دیا۔اس وقت آپ میجر کے عہدے پر تھے آزادی کے بعد انہوں نے پاکستان کی خارجہ سروس میں شمولیت اختیار کی۔مرحوم نے انڈیا، مصر، اٹلی، چین، ترکی اور برطانیہ میں متعدد سیاسی معرکے سرانجام دیئے۔

سلطان خان پاکستان کی طرف سے (1977ء 74-1972ء) کینیڈا،

Marfat.com

چین یونائیٹڈ سٹیٹس اور جاپان میں سفیر مقرر ہوئے چائنہ میں قیام کے دوران انہوں نے وزیر اعظم چو این لائی اور وزیر خارجہ مارشل چن لئی سے اچھے تعلقات قائم کیے۔ 1971ء میں سیکرٹری خارجہ کی حیثیت سے انہوں نے سیکرٹ ہنری کسنجر دورے کو سرانجام دیا۔ان کی شریک حیات جولائی 2010ء میں وفات پاگئیں ان کی عمر 68ء برس تھی۔مرحوم نے اپنے سوگواروں میں چار بچے چھوڑے ہیں۔شاہدہ سلطان، نزہت سلطان، ریاض سلطان، شاہد ریاض، مرحوم سلطان خان کی رہائش ڈیفنس کراچی میں تھی۔

ڈاکٹر بدر النساء بیگم قریشی

ڈاکٹر بدر النساء بیگم قریشی سابق پرنسپل گورنمنٹ کالج برائے خواتین فرید روڈ کراچی زوجہ ڈاکٹر رکن الدین قریشی والدہ ڈاکٹر محمد ظفر اللہ قریشی کی تاریخ پیدائش 11 دسمبر 1916 اور تاریخ وفات 28 جمادی الاول 1395ھ بمطابق 8 جون 1975ء ہے۔ان کی ابدی آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی میں بائیں جانب والے حصہ کے درمیان میں واقع ہے۔مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے کتبے کے آخر میں چند اشعار درج ہیں۔ ''یہ کتبہ ان کی شاگرد سعیدہ کی طرف سے تحفہ ہے''۔یہ بھی کتبے پر تحریر ہے۔مرحومہ کی علمی خدمات قابل ذکر ہیں۔

بشیر احمد رفیق

بشیر احمد رفیق کنٹرولر آف انشورنس گورنمنٹ آف پاکستان کی تاریخ وفات 29 مارچ 1983ء ہے۔ان کے دو صاحبزادے فلائٹ لیفٹیننٹ اعجاز احمد رفیق شہید، اسکوارڈن لیڈر سرفراز احمد رفیق شہید ملک پر اپنی جانیں نچھاور کر چکے ہیں۔ان کے بیٹے اسکوارڈن لیڈر سرفراز احمد رفیق شہید کو ہلال جرأت اور ستارہ جرأت کے اعزازات سے

Marfat.com

نوازا گیا۔ مرحوم بشیر احمد رفیق فوجی قبرستان کراچی کے دائیں جانب والے حصے میں آسودہ خاک ہیں۔ پاس کھجور کا درخت اور چوکیدار کا کمرہ ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ نصب ہے۔

عبدالمجید منہاس

عبدالمجید منہاس والد ماجد ہیں راشد منہاس شہید نشان حیدر کے۔ جنہوں نے 1971ء میں پاک وطن پر جان قربان کی۔ مرحوم کی تاریخ وفات 25 رجب 1407ھ بمطابق 26 مارچ 1987ء ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ فوجی قبرستان کراچی فرنٹ دیوار کے پاس ہے۔ مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔

بشریٰ زیدی

سخی حسن قبرستان میں سندھ کے موجودہ گورنر ڈاکٹر عشرت العباد خان کے والدین مدفون ہیں۔ قبرستان کے بائیں جانب والے حصے میں خاتون کی ایک ایسی قبر کی طرف توجہ بھی مبذول کروائی گئی جو 15 اپریل 1985ء کو کراچی میں چلنے والی ایک منی بس کے نیچے کچلی گئی اس کے والد کا نام سید شیر حسین زیدی ہے۔ یہ سرسید گرلز کالج کراچی کی طالبہ تھی۔ اس سانحہ سے کراچی کے حالات بہت خراب ہوئے تھے بس کو آگ لگا دی گئی۔ احتجاج میں کئی اور بسیں نذر آتش ہوئیں ایک دو افراد ان ہنگاموں میں مارے گئے۔ اس معصوم طالبہ کا نام بشریٰ زیدی تھا۔

خالدہ نسرین

اسی قبرستان کے مین راستے پر چلتے جائیں تو آخر میں بائیں جانب ایک گھنے پیڑ کے نیچے مرقد پر لگے کتبے کی تحریر دل موہ لیتی ہے۔ اس پر لکھا ہے۔ عظیم لوگوں کی عظیم

Marfat.com

یادیں خالدہ نسرین زوجہ عزیز احمد صدیقی اس عظیم عورت نے مرنے پر اپنی دونوں آنکھیں عطیہ دے کر دو اندھوں کو نور بخشا۔ ان کی زندگی کو رونق بخشی۔ وفات 23 نومبر 1985ء

ہے یہ سچ ہے قبرستانوں میں دفن مردے نہیں ان کے سرہانے لگے کتبے بولتے ہیں اور دورانِ تحقیق ایسی ایسی تحریریں، فقرے اور مصرعے پڑھنے کو ملتے ہیں کہ انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کتبوں پر درج سنجیدہ اشعار اور فقرے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اسی طرح پاپوش نگر قبرستان کے درمیان میں ایک سنگ مرمر سے بنی اونچی قبر پر نظر پڑی یہ تحریر نوٹ کیے بغیر میں رہ نہ سکا۔ اس پر لکھا ہے۔

طارق بٹ عرف بٹ صاحب

یہاں اس جگہ پر میرا بھائی، میرا دوست، میرا یار، میرا بیٹا، میرا شہید سو رہا ہے۔ مجھ کو اچھا نہیں لگتا ہے کوئی ہم نام تیرا، کوئی تجھ سا ہو پھر نام بھی تجھ سا رکھے۔ (سہیل شہید) محمد طارق بلوچ عرف بٹ صاحب ولد محمد خان بلوچ پیدائش 14 اکتوبر 1963ء وفات یکم اگست 2007ء یہ قبر سطح زمین سے تین چار فٹ اونچی ہے سبزہ اُگا ہوا ہے۔

سید ضیاء الحسن رضوی

سید ضیاء الحسن رضوی ابن سید احمد حسن رضوی کی تاریخ وفات 8 فروری 1999ء بمطابق 21 شوال 1419ھ ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ پاپوش نگر قبرستان کراچی میں ہے۔ ان کی قطعہ تاریخ وفات جناب ضیاء لکھنوی نے کہی ہے۔ کتبے پر یہ اشعار درج ہیں۔

میں سوچتا تھا کہ ایمان جب سرشت میں ہے
تو پھر سکون اسے کیوں جہانِ زیست میں ہے

Marfat.com

صدا یہ آئی کہ مرحوم اب لحد میں نہیں
یہاں قیام ضیاء الحسن بہشت میں ہے۔
1999ء

محمد حنیف راز زیدی

محمد حنیف راز زیدی ولد نبی زیدی کی تاریخ وفات 5 ذیقعد 1411ھ بمطابق 20 مئی 1991ء عمر 75 سال ان کی آخری آرام گاہ شاہ محمد قبرستان نارتھ کراچی میں ہے۔ ان کا مرقد پختہ اور سرہانے کتبہ لگا ہے۔ ان کے ساتھ ان کی بیگم محوِ خوابِ ابدی ہیں اوپر لینٹر والی چھت ہے۔ یہ قبرستان کے درمیان میں ایک چھوٹا سا چوک ہے۔ وہاں آسودہ خاک ہیں۔ کتبے پر اشعار درج ہیں۔

کنیز بانو

کنیز بانو زوجہ سید محمد حنیف راز زیدی کی تاریخ وفات 11 جمادی الثانی 1424ھ بمطابق 10 اگست 2003ء ان کی آخری آرام گاہ بھی ان کے شوہر کے ساتھ لینٹر والی چھت کے نیچے ہے۔ ان کے مرقد پر لگے کتبے پر قطعہ تاریخ وفات درج ہے۔ جو معروف شاعر راغب مرادآبادی کی کہی ہوئی ہے۔

بیگم تزین فریدی

نامور سماجی کارکن اور سابقہ صدر آل ویمن ایسوسی ایشن بیگم تزین فریدی 1920ء یوپی انڈیا میں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے لکھنؤ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور مختلف زبانوں میں مہارت حاصل کی۔ مرحومہ نے سٹوڈنٹ سرگرمیوں اور تحریک پاکستان کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی والدہ بیگم حبیب اللہ بھی پاکستان موومنٹ کی سرگرم رکن تھیں۔ طالب علمی کے زمانے میں بیگم فریدی نے قائداعظم محمد علی

Marfat.com

جناحؒ سے رابطہ کیا اور وہ مسلم لیگ جالندھر سٹیشن میں مسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن کا حصہ تھیں۔ بیگم فریدی جنرل ضیاء الحق ۔کے دور میں سندھ گورنمنٹ میں وزیر ویلفیئر رہیں۔ انہوں نے 1960ء میں یو این میں پاکستان میں عورت کا مقام کی نمائندگی کی۔ مرحومہ نے اے آر فریدی جو پاکستان سٹیل ملز کے چیئر مین اور کراچی آرٹس کونسل کے بانی افراد میں شامل تھے ان سے شادی کی۔ بیگم تزین کا انتقال 2 جنوری 2011ء کو کراچی میں ہوا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 90 برس تھی۔ ان کی آخری آرام گاہ قبرستان نزد سی ایس ڈی کورنگی روڈ کراچی میں ہے۔

بیگم نعمت حکیم محمد سعید

محترمہ نعمت بیگم، شہید حکیم محمد سعید کی شریک حیات ہونے کے علاوہ خدمت خلق کے کاموں میں بھی حکیم صاحب کی شریک اور پوری طرح معاون تھیں۔ مرحومہ نے پاکستان آکر شدید حالات و مسائل کا بھی نہایت حوصلے سے مقابلہ کیا اور حکیم صاحب کو ذرا بھی فکر مند نہ ہونے دیا۔ وہ ایک دین دار اور نیک خاتون تھیں اور تبلیغی سرگرمیوں میں بھی بڑی باقاعدگی اور پابندی سے حصہ لیا کرتی تھیں۔

حافظ محمد ذکریا صاحب کی صاحبزادی تھیں۔ دہلی میں ولادت ہوئی اور 18 اگست 1986ء کو کراچی میں انتقال ہوا۔ ان کی یاد میں ہمدرد نے نعمت بیگم مدر اینڈ چائلڈ کیئر ہسپتال قائم کر کے مرحومہ کی خواہش کے مطابق خدمت کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ ان کی ابدی آرام گاہ PECH سوسائٹی طارق روڈ قبرستان میں ہے۔ مرقد پختہ اور قبر کے تعویذ پر نام و تاریخ وفات درج ہے۔ اب ان کی ہونہار اکلوتی بیٹی سعدیہ راشد صدر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان کے فرائض انجام دے رہی ہیں اور اپنے والد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے فلاحی کاموں میں دن رات کوشاں ہیں اور حکیم صاحب کے ادھورے

Marfat.com

منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا رہی ہیں۔

فتح یاب علی خان

نامور سٹوڈنٹ لیڈر فتح یاب علی خان 1936ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ وہ ان بارہ سٹوڈنٹ لیڈروں میں سے ایک تھے۔ جنہوں نے ملک کے پہلے ڈکٹیٹر جنرل ایوب خان کی سخت مخالفت کی۔ یہ تمام سٹوڈنٹ لیڈرز حکمرانوں کے لئے دردِ سر بنے رہے اور ان کو دو بار کراچی بدر کیا گیا۔ یہ تمام بائیں بازو سے تعلق رکھتے تھے۔ کیونکہ اس وقت دائیں کیمپ میں کوئی نہ تھا۔ مسٹر خان اور ان کے ساتھیوں کے کالجوں میں بڑی تعداد میں سٹوڈنٹ ان کے ساتھ تھے۔

کراچی یونیورسٹی اس وقت سٹوڈنٹ پولیٹکس کی مین جگہ تھی۔ بائیں بازو کی تحریک آہستہ آہستہ دوسرے مقامی کالجوں میں بھی پھیل گئی۔ اور آخر میں کراچی یونیورسٹی تک پہنچ گئی۔ دو دہائیوں تک، جب تک دارالحکومت کراچی سے شفٹ نہ ہوا تھا۔ بائیں بازو کے طالب علموں کی اس وقت کی سیاسی جماعتیں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ ایوب خان طالب علموں کی سیاسی پاور سے پریشان تھا۔ اس نے اس میں دراڑ ڈالنے کی کوشش کی جس کے لئے اس نے سٹوڈنٹ لیڈروں کو سزا بھی دی۔ جو اپنی تحریک کے ساتھ مخلص تھے وہ مارشل لاء کے خلاف سخت تنقید کرتے رہے۔ وہ 1962ء میں سٹوڈنٹ یونین کراچی یونیورسٹی کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔

مرحوم نے ڈگری کورس کو تین سال سے کم کر کے دو سال اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کی فیسوں کو کم کرنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ 1964ء کے انتخابات میں انہوں نے جنرل ایوب کے خلاف محترمہ فاطمہ جناح کو سپورٹ کیا اور تحریک بحالی جمہوریت میں جنرل ضیاء الحق کے خلاف بڑا اہم رول ادا کیا۔ ان کا انتقال 27 ستمبر 2010ء کراچی

Marfat.com

میں ہوا۔انہوں نے بیوہ ڈاکٹر معصومہ حسن اور دو بیٹے سوگوار چھوڑے ہیں۔

خالد بن سید

پاکستان کے جانے پہچانے پولیٹکل سائنسدان خالد بن سید حیدر آباد دکن (بھارت) میں پیدا ہوئے۔وہ Layda کالج کے ہونہار طالب علم تھے۔وہ مزید تعلیم کے لئے لندن سکول آف اکنامکس اور اس کے ڈائریکٹوریٹ ہاورڈ یونیورسٹی چلے گئے مرحوم کئی ایک کتابوں کے مصنف بھی تھے۔انہوں نے سوشل جسٹس کی تعریف کرتے ہوئے امیر اور غریب کے درمیان فرق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان میں بہت سے عام شہری ابھی تک ناخواندہ ہیں اور بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں آبادی میں اضافے کا رجحان بہت زیادہ ہے اور بہت سے لوگ پینے کے صاف پانی سے بھی محروم ہیں۔انہوں نے لکھا کہ پاکستان میں امیر لوگ تمام تر سہولتوں کا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ جبکہ غریب مزید غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔

خالد بن سید کی عمر 84 سال تھی۔ان کا انتقال 12 اپریل 2011ء کو کینیڈا میں ہوا۔تدفین کراچی میں ہوئی۔

............☆............

Marfat.com

قبروں کے
کتبوں پر
اشعار

Marfat.com

قبرستان سخی حسن

قطعہ تاریخ شہادت

برادرم معظم سید محمد مہدی رئیس
شاعر، علیم، نفیس، صحافی، ادب نویس
خدمت گذارِ قوم ہر اک فرد کا انیس
خدمت کا ملک وقوم کی اختر صلہ ہے یہ
ہو کے شہید آج گئے خلد میں رئیس

1409ھ (اختر نقوی 27 اکتوبر 1988ء)

(ایضاً)

قطعہ تاریخ وفات حضرت رئیس امروہوی
راست گویم آف گل صد رنگ پیدا کے شود
آنکہ می بخشد گلستان را بہ ہر عنوان جمال
بہرِ تاریخ وفاتش کو بصد رنج و ملال
آف رئیس امرہوی آف شاعرِ بے جاد و فعال

1409ھ (حسن شاہ جلالی علیگ)

تعویز پر دوسری جانب یہ تاریخ درج ہے۔

قطعہ تاریخ وفات

جناب شان الحق حقی

جی گھڑی بھر کو نہ بہلا تھا کہ آئی دل میں

Marfat.com

یاد پھر اس کی، وہی دل سے نہ جانے والی
سالِ رحلت ہوا اک نالہ جانکاہ کے ساتھ
''وا رئیس الشعراء مصرِ سخن کا والی''

1988ء

قبرستان سخی حسن

قطعہ تاریخ وفات شہید لوح و قلم
حضرت رئیس امروہوی (مرحوم)

زہے وہ موت کہ جس کا یہ عالم ہو
ہر ایک سینہ ہو بریاں پہ آنکھ پرنم ہو
کسے نصیب ہوا بزم میں مرتبہ ایسا
کہ شہر رئیس قلم کا ماتم ہوا

1988ء (رفیق کار ہمدم و دمساز بزمِ انصاری)

وفات: 22 ستمبر 1988ء قبر: رئیس امروہوی

☆☆

اے روح سفر تو انہیں ناموں سے نہ پہچان
کل اور کسی نام سے آجائیں گے، یہ لوگ

☆☆☆

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے
(شمیم احمد شمیم)

Marfat.com

وفات:28نومبر 1987ء قبر:حافظ بشیر احمد (غازی آبادی)

اے خوش آں منعم کہ چون درویش زیست
در چنین عصرے خدا اندیش زیست

وفات:9نومبر 1971ء قبر:خواجہ معین الدین (بابائے ڈرامہ)

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

حضرت افسر امروہوی وفات 9فروری 1984ء

آہ وہ منظور احمد افسر امروہویؒ
کیا وہ فانی ہے جو یوں خدمت لافانی کرے
تذکرہ، تاریخ، شعر، انشاء ادب، فن سخن
کون ہے اب جو ہر اک مشکل کو آسانی کرے
نامور ہو اور بخاموشی گزارے زندگی
کم سخن ہو اور تکمیل سخن دانی کرے
اس نے جو روشن کیا تھا بزمِ یاراں میں رئیس
اس چراغ فن کو قدرت اور نورانی کرے
تربیتِ مرحوم پر دل نے کہا بعد ''طواف''
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

۲۰۸۰ از حضرت رئیس امروہوی

☆☆

Marfat.com

سائے سے بھی اپنے دور دور آیا ہوں
دوہرا ہے نشہ، نشے سے چور آیا ہوں
صادق بھی ہوں، بیخود کا جگر گوشہ بھی
پڑھتا ہوا یارب غفور آیا ہوں

وفات29مارچ1986 قبر:سید سمیع احمد صادق دہلوی

☆☆

ہوئے ہنگامہ دنیا سے آزاد
سوئے جنگ گئے ابنِ حسن شاد

وفات:27اگست1982ء قبر:سید ابنِ حسن شاد (شاعر)

☆☆

قطعہ وفات

ایک عالمِ دین کا ہے یہ نظارۂ رحلت
وہ لرزہ براندام نظر آیا ہے مریخ
یہ حسن سعادت ہے کہ ہاتف نے پکارا
مسعود کی تاریخ ہے مسعود تاریخ

وفات: 9فروری1973ء قبر۱۳۹۶ھ مفتی سید مسعود علی قادری

☆☆

ہوا چلے نہ چلے یہ عمل مقدر ہے
چراغ جو بھی جلے گا کبھی بجھے گا ضرور

وفات:26فروری1989ء قبر:ولی محمد خان خلش (شاعر)

Marfat.com

اے راہ چلنے والو کچھ پڑھ کے بخش جاؤ
گر ہو خیال تم کو اس میری بے بسی کا

وفات: 14 جنوری 1987ء   قبر: حافظ عبید اللہ (تاریخ گو)

☆☆

سب روگ زندگی کے ہوئے ختم آج حشر
آخر کو موت آ ہی گئی التجا کے بعد

وفات: 19 دسمبر 1986ء   قبر: نوشاد علی خان حشر

☆☆

ہیں شام و سحر تجھ سے یہ التجائیں
کرم دم بدم ان پہ رحمان کر دے

وفات: 17 جنوری 1983ء   قبر: منشی امین الدین قریشی دہلوی

☆☆

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

وفات: 6 مارچ 1985ء   قبر: الحاج مختار حسن نقشبندی جماعتی

☆☆

حضرت ساجد علی ساجد اسدی جے پوری
تھا لقب العجز اور تھے شاعرِ نعتِ نبیؐ
اب کہاں پائیں تجھے اے عابدِ شب زندہ دار
آہ تیری روح پاک اب داخلِ جنت ہوئی

وفات: 17 اکتوبر 1978ء   قبر: ابوالعجز ساجد علی اسدی

Marfat.com

وہ معلم وہ مصنف وہ ادیب
جن کے الطاف ہیں دنیا میں جلی
قبر الطاف علی پر لکھ دو
''روضہ اقدس الطاف علی'' (رئیس)

وفات: 24 ستمبر 1986ء (۱۴۰۷ھ) قبر: سید الطاف علی (بی اے علیگ)

☆☆

تاریخ وفات

خلد میں آج ہیں وجیہ الدین
ان کی رحلت بھی کیا قیامت ہے
بست وردوم تھی ماہ اکتوبر
روح میں ان کا رنجِ فرقت ہے
صرف انتیس کی تھی عمر
نوجوانی کی موت آفت ہے

☆☆

راحتِ خاطر حبیب الدین
آج زینت خزائے جنت ہے
لکھدو مرحوم کی لحد پہ رئیس
''کنج مغفور'' سال رحلت ہے

۱۳۹۹ھ

وفات: 22 اکتوبر 1979ء قبر محمد وجیہ الدین فضلی ساحر

☆☆

Marfat.com

وہ عشق جو ہم سے روٹھ گیا اب اس کا حال بتائیں کیا
کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا۔

وفات 21 نومبر 1980ء قبر: اطہر نفیس (شاعر)

☆☆

اے میری عمر رواں کیا تجھے سوغات میں دوں
میرے دامن میں تو اب تک بھی نہ دنیا ہے نہ دین

وفات: 7 مارچ 1985ء قبر: عیش ٹونکی (شاعر)

☆☆

خادم بو تراب کا مدفن
ایک عالی جناب کا مدفن
آیئے پڑھیے فاتحہ پڑھیے
یہ محسن نواب کا مدفن

وفات: یکم جنوری 1990ء قبر: سید محسن نواب افسوں عظیم آبادی

☆☆

شکوہ کسی سے کیا کروں کس کو کہوں میں بے وفا
مجھ سے وفا نہ کرسکی دیکھ لو زندگی میری

وفات: 11 ستمبر 1979ء قبر: قاضی اشفاق حسین عاجز بدایونی

کس چین سے سوئی ہے تو پیاری رعنا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

وفات: 26 ضروری 1991ء قبر: گل رعنا

☆☆

Marfat.com

جب کر چکی برباد تو کہتی ہے یہ دنیا
قیس بڑا معصوم ہے معلوم نہیں تھا (شمیم قیس)

وفات: 10 فروری 1989ء   قبر: وحید حسن قیسی

☆☆

یہ نہ دیکھا کہ لٹ گئے ہم لوگ
اے قضا تجھ کو اپنے کام سے کام
جاؤ پیارے وصی خلد کو جاؤ
یاں رہے گا بس خدا کا نام

وفات: 16 دسمبر 1977ء   قبر: محمد وصی اللہ وصی اکبرآبادی

☆☆

''بے حد صاف تاریخ''

1406ھ

صفر کی پانچ کو عزمِ سفر جہاں سے کیا
ہوئے دیارِ حرم کو رواں حبیب احمد
یقین وصبر کی مشعل تھی دست ایماں میں
رہِ وفا میں تھے روشن نشاں حبیب احمد
حریمِ خلد میں حوریں بھی دیکھ کر بولیں
وہ آئے ماہ رخ و گلفشاں حبیب احمد

☆☆

Marfat.com

سروش بولا صبا۔ سال انتقال نسیم
ہے صاف ''پاک چراغِ جناں حبیب احمد''
1406ھ

مجروح رنج وملال دلِ صبا متھراوی
وفات:20 اکتوبر 1985ء قبر:مولوی حبیب احمد نسیم متھراوی
صبا متھراوی کی مرکز اُمید قبر
1409ھ

حاضر ہے گہنگار صبا یارب کریم
حاضر ہے خطا کار یارب کریم
عاصی ہے مگر اس کا وفا ہے شیوہ
دل کو اپنے لاکھ سنبھالا
دارو درمیان کام کیا
الٹی ہو گئیں سب تدبیریں
کچھ نہ دوا نے کام کیا
سعی بے جا تیری قسمت کہدے صبا تو سالِ اجل
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا
1988ء

رحمت کے فرشتے دیں صدائے بخشش
پہنچے مرے والا کو ندائے بخشش
سنتا ہے دعاؤں کو تو سن لے یارب
ان کے لئے عالم کی دعائے بخشش

وفات:14 اکتوبر 1988ء قبر:صبا متھراوی
کتبے کے باہر کی جانب یہ عبارت مرقوم ہے

☆☆

Marfat.com

اے بحرِ کرم بحرِ کرم جوش میں آجا
اے بارشِ گلزارِ ارم جوش میں آجا
مرحوم کی تربت کو گلزار بنا دے
کھلتے ہیں جو فردوس میں وہ پھول کھلا دے (صبا متھراوی)

☆☆

آشنا ہیں مگر ندیم نہیں ہے زمانہ مگر کلیم نہیں
گلستان ہے مگر بہار کہاں غم زدہ جان ہے مگر نسیم نہیں
وفات: 20 جنوری 1980ء قبر: محمد نسیم فاضلی

☆☆

کس نے یہ داغِ دل ابھارے نئے نئے
نکلے ہیں آسمان پہ تارے نئے نئے
وہ دل پہ ڈالتے ہیں نگاہیں نئی نئی
جینے کے مل رہے ہیں سہارے نئے نئے
اللہ آج برق نشیمن میں چل نہ جائے
تنکے نئے نئے ہیں شرارے نئے نئے
کشتیِ غم کو عشق کے طوفاں میں چھوڑ دے
ملتے ہیں روز کس کو سہارے نئے نئے
ہے سخت کشمکش میں میری کشتیِ حیات
موجیں نئی نئی ہیں کنارے نئے نئے
کیا ذکر آشیاں کا گلستان کی خیر ہو
خود گل اُگل رہے ہیں شرارے نئے نئے

Marfat.com

لیتا نہ بار عشق اجل میں خطا معاف
کچھ دل نیا تھا کچھ تھے اشارے نئے نئے
وحشی کا نام آیا زباں پر تو ایک بار
تم نے ہزار نام پکارے نئے نئے (وحشی)

وفات: 24 جنوری 1983ء قبر: ڈاکٹر عبدالمجید خان وحشی

☆☆

یادگار شب نگاہِ لطفِ ساقی رہ گئی
اک فسانہ رہ گیا اک یاد باقی رہ گئی

وفات 15 ستمبر 1976ء قبر: حضرت بابا محمد نجم احسن نگرامی

☆☆

بہت دنوں سے یہ حجرہ اداس ہے لیکن
دُعا بہ لب پئے برکت ہیں سیدہ خاتون
فضائے جسِ عناصر سے انتقال کے بعد
''ہوائے قریہ'' جنت ہیں سیدہ خاتون''

وفات: 20 جنوری 1991ء قبر: مطہر سیدہ خاتون

☆☆

ہر وقت آں بانی صد بزمِ وصد کار حسن مرزا
ادیب با صفا وکاں جوہر یار من مرزا
(شان الحق حقی)

وفات: 4 ستمبر 1984ء قبر: مرزا اظفر الحسن (افسانہ نگار)

☆☆

Marfat.com

میں بہت عجیب ہوں اتنا عجیب ہوں کہ بس
خود کو تباہ کر لیا اور ملال بھی نہیں

وفات: 8نومبر 2002ء قبر:جون ایلیا

☆☆

پاک وطن کے شاہیں ہم پرواز فضا میں کرتے ہیں
ملک کی خاطر جیتے ہیں ملک کی خاطر مرتے ہیں

وفات:13دسمبر 1979ء قبر:فلائنگ آفیسر سکندر علی شاہ شہید

☆☆

گزر تو جائے گی تیرے بغیر بھی لیکن
بہت اداس بہت بیقرار گزرے گی

وفات:29اگست 1984ء قبر:شہید لعل محمد (سب انسپکٹر)

روز محشر جب رب عظیم، مجھ سے پوچھے گا بول تجھے کیا چاہیے
تو میں بس اتنا کہوں گی مجھے میرا جیون ساتھی لوٹا دو

وفات:8جنوری 1987ء قبر:خالد عزیز

☆☆

ساری خلق خدا کہے عالی
تھے محبت جمال پانی پتی
قول ، کردار کے طفیل بنے
باغِ جنت جمال پانی پتی

وفات:10جولائی 2005ء قبر:پانی پتی

☆☆

Marfat.com

بشریٰ تھی فرسٹ ایئر کی جواں سالہ طالبہ
جو علم کی تلاش میں جہاں سے گزر گئی
کالج کے پاس بس سے ہوا ایسا حادثہ
بشریٰ کی روح خلد کو پرواز کر گئی

وفات 15 اپریل 1985ء قبر: بشریٰ زیدی (طالبہ)

☆☆

تابش انہیں خبر مری بے تابیوں کی ہے
وہ جانتے ہیں حال دل نامبور کا

☆☆

مرا دامن یونہی پھیلا رہے گا
مجھے ان کے کرم کا آسرا ہے

☆☆

اک سخی ہے جس کا در ہر وقت کشادہ رہتا ہے
بھیک کرم کی بٹتی ہے دن رات یہاں ناداروں میں

☆☆

ہر اک خاک کو کیمیا کرنے والے
تیری اک نظر کا اشارہ بہت ہے

وفات 23 ستمبر 2004ء قبر: تابش دہلوی

☆☆

چاند میری زمیں پھول میرا وطن

وفات: 26 جنوری 1994ء قبر: ساقی جاوید (شاعر)

☆☆

Marfat.com

زمیں کے اندر بھی روشنی ہو
مٹی میں چراغ رکھ دیا ہے

وفات: 26 اگست 1996ء قبر: اداکارہ خالدہ ریاست

☆☆

راہوں کی مشکلوں کا تمہیں کیا ثبوت دوں
منزل ملی تو پاؤں کے چھالے بھی نہ رہے

وفات: 26 جولائی 2008ء قبر: اداکار ملک انوکھا

اس سے پہلے کہ تیری نظر کرم معذرت کی نگاہ بن جائے
پیار ڈھل جائے میرے اشکوں میں آرزو ایک آہ بن جائے
مجھ پہ آجائے عشق کا الزام اور تو بے گناہ بن جائے
میں تیرا شہر چھوڑ جاؤں گا

وفات: 2 نومبر 2004ء قبر: گلوکار مجیب عالم

☆☆

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوبتر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

وفات: 10 نومبر 2004ء قبر: رشیدہ بیگم بہو علامہ اقبالؒ

ہاشم غلام ہوں پسرِ بوتراب کا
میری نظر میں کیا یہ لحد کا فشار ہے

وفات: 16 فروری 1997ء قبر: سید ہاشم رضا ہاشم (شاعر اہلبیت)

Marfat.com

قبرستان پاپوش نگر

ظفر احمد زہے مرد حق آگاہ
مکین خلد شد مغفور باللہ

1394ھ

وفات: 8 دسمبر 1974ء قبر: مولانا الحاج ظفر احمد النعمانی

مرنے والے ہو تجھے گلشن فردوس نصیب
ہر گھڑی فضل خداوند رہے تیرے نصیب
رحمتوں کے پھول برسیں تیری تربت پر مدام
خلد میں حاصل تجھے ہو ارفع و اعلیٰ مقام
مرقد پہ تیری رحمتِ حق کا نزول ہو
حامی تیرا خدا اور خدا کا رسولؐ ہو

وفات: 7 اپریل 1964ء قبر: نواب زادہ حاجی کنور، مشکور حسین خان قیس

☆☆

ہماری قبر میں ہوگا چراغاں بعد مرنے کے
ہمارے داغِ دل چمکیں گے نورِ مصطفیٰؐ ہو کر

وفات: 6 اگست 1972ء قبر: وزیر حسین وزیر کانپوری

☆☆

ہے کرم سے برق بعید کیا جو لحد پہ بارش نور ہو
کہ سحاب لطف کے منتظر محمد حنیف برق اس میں ہیں

(کذا)

وفات: 19 دسمبر 1984ء قبر: محمد حنیف برق دہلوی

Marfat.com

ہم سے بچھڑوں کو بھی تو کرنا یاد
اوج پر جب بھی رنگِ محفل آئے

وفات 19۔اگست 1978ء قبر: فصل حسین صدیقی

☆☆

دیکھے تلقین صبر کی، الیاس رخصت ہو گئے
رحمت حق کے چمن گلریز قربت ہو گئے

وفات: 8 اگست 1987ء قبر: پروفیسر سید محمد الیاس حسین جعفری

☆☆

اچھے خاصے تھے کہ لینے کو قضا آ ہی گئی
دل پہ سارے اقربائے کے اک اداسی چھا گئی
اے ادیبِ دل حزیں کر تو دعائے مغفرت
اَللّٰھُم اغْفِر ظہیر الدین احمد الجامعی

1387ھ

وفات 7 جنوری 1968ء قبر: ڈاکٹر ظہیر الدین احمد الجامعی

☆☆

قطعۂ عقیدت

مارچ سن چھیاسٹھ کی تھی تاریخ ستائیسویں
جب مرا دل ہو گیا فرطِ مصیبت سے حزیں
جن کو سرمایہ مین سب کہتے تھے اہل آرزو

Marfat.com

مثل جن کا آج تک ابتک کہیں دیکھا نہیں
صاحبِ اخلاق بھی تھے صاحبِ اکرام بھی
دشمنوں کو بھی تھا ان کی نیک فطرت کا یقین
آہ! سب کو چھوڑ کر یاد خدا کرتے ہوئے
رحمتِ حق سے ہوئے وہ داخلِ خلدِ بریں

وفات: 27 مارچ ء قبر: نواب سر محمد یامین خان

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

صد حیف مرگِ قاضی سمیع الزمان سراب
ہے آج باغِ خلد میں وہ صاحب کمال
دنیا میں ان کی زیست تھی کامل تو بعد مرگ
سر پر ان کے سایۂ الطاف ذوالجلال
حق نے دیا ہے رتبہ اعلیٰ انہیں رئیس
''غفران نہاد'' آپ کی تاریخ انتقال

1391ھ

وفات 3 مئی 1971ء قبر: مولوی قاضی سمیع الزمان سراب

☆☆

Marfat.com

قطعہ سال وفات

ساجد و صائم حلیم الطبع انسان بے گمان
وہ شرف الدین یکتا ایک سچا علم دان

1407ھ

خواب گاہ آخری پہ لکھے یہ سال فنا
ہے مصنف ایک شاعر دائمی خلد آشیاں

1987ء

وفات 7 اپریل 1987ء قبر: شریف الدین یکتا جودھپوری (شاعر)

☆☆

اقربا کو دوستوں کو ہے بہت اس کا ملال
یک بیک شیرازۂ ہستی جو برہم ہو گیا
تیری ہستی پاک و ہند میں اس قدر مقبول تھی
دفعتاً جس نے سنا مصروف ماتم ہو گیا

وفات: 28 فروری 1967ء قبر: سید عبدالصمد بی ایس سی علیگ

☆☆

اپنی قبر کا یہ کتبہ میں خود لکھوا رہا ہوں
میرا نام محمد ارتضیٰ تھا
لیکن لوگ مجھے ملا واحدی کہہ کر پکارا کرتے تھے

وفات: 22 اگست 1976ء قبر: ملا واحدی (ادیب)

☆☆

Marfat.com

قطعہ

سرفراز احمد ماہر ہیہات
کرد صد حیف یہ رہنا رحلت
سال تاریخ وفاتش ہاتف
با "بکا" گفت غریق رحمت

1958ء

سوگوار نہال اجمیری

وفات: 25 نومبر 1981ء قبر: محمد سرفراز احمد خان ماہر ایم اے

☆☆

قطعۂ تاریخ وفات

مولوی محمد یحییٰ صاحب تنہا مصنف سیر المصنفین و مرأۃ الشعراء

پہنچے بغیر رحمت حق کس کا یارا ہے
آئین یہ ہے صبح ازل سے کارفرما خلد میں
ہے قابلِ تحسین مگر آئے جو کوئے یار تک
لے کر خیال سجدۂ نقشِ کفِ پا خلد میں
وہ نکتہ داں علم و فن ملک عدم کو جب چلا
ہر چشم تھی پرنم مگر بہجت تھی پیدا خلد میں
تھی "عندلیب" خستہ جاں کو فکر تاریخ وفات
ہاتف نے یہ مژدہ دیا "ساکن ہیں تنہا خلد میں"

وفات 19 دسمبر 1966ء 1386ھ

Marfat.com

جب آئیں گے تم کو کبھی کچھ اہل وفا یاد
اعجاز سخن دان کو بہت یاد کرو گے
قبر پہ ان کی سایہ فگن رحمت باری اے راغبؔ
مولانا اعجاز الحق قدوسی تھے اہل عزت (کذا)

1406ھ

وفات: 19 فروری 1986ء قبر: مولانا اعجاز الحق قدوسی

بے سال رحلت سرتبش
رقم کن نعیم بہشت آستاں

وفات: 14 شعبان 1387ھ قبر: سید نعیم حیدر نقوی امروہوی

☆☆

از نتیجۂ فکر وقار صدیقی

اے بہار اے متاعِ ادب جانِ فن
رحمتِ حق رہے تجھ پہ سایہ فگن
تیرے افکار نے تیرے اشعار نے
زندگی کو دیا اک نیا بانکپن
تو تہہِ خاک بھی ہے اساس نمو
اے بہار سراپا وقار وطن
کتنی شمعیں ہیں ابتک جلائے ہوئے
تیرے خورشید اخلاص کی ہر کرن
کہہ دو آواز آئی یہی غیب سے
فکرِ تاریخ میں تھا جب میں غوطہ زن

Marfat.com

تجھ کو اللہ نے واقعی بخش دی
جاوداں مملکت ناخدائے سخن

وفات: 21 فروری 1971ء قبر: حضرت علامہ محمود الحسن بہار کوٹی

☆☆

قطعہ تاریخ وفات سید امیر حسن صاحب

امیر گلاؤ ٹھوی مرحوم و مغفور
امیر لیفی جناب امیر حسن مرحوم
ان کی رحلت بھی کیا قیامت ہے
کل جو تھا رونقِ چمن اے دل
آج جلوہ فضائے جنت ہے
شاعرِ خوش نوا اور شعر نواز
بزم شعری میں جن کی شہرت ہے
ہمہ تن خلق و خدمت و اخلاص
یاد مرحوم کی محبت ہے
قلم ان کا تھا امیر گوہر بار
نقش جاوید ان کی عظمت ہے
گوشہ خلد میں ہیں آج مکیں
کنج مغفور سالِ رحلت ہے

1399ھ

وفات: 20 مئی 1979ء قبر: امیر حسن صاحب

☆☆

Marfat.com

جو ذات ہوئی فخرِ رسولاں سلف
حاصل ہے مجھے اس کی غلامی کا شرف
مرقد میں فرشتوں سے کہوں گا حامدؔ
کھڑکی کوئی کھول دو مدینے کی طرف

☆☆

کیا خاک ہے اس دہر کے ویرانے میں
راحت ہے جہاں سے گزر جانے میں
آتشکدہ حرص و ہوا تھی دنیا
آرام ملا قبر کے تہہ خانے میں

وفات: 6 جون 1964ء قبر: مولانا الحاج حامد حسن قادریؒ

☆☆

وہ ہمہ لطف و عنایت وہ مجسم التفات
شعر میں راشد کروں میں کیا بیان ان کے صفات
ان کی ہر اک گفتگو کی ابتدأ مرشد کی بات
عشق مرشد سے عبارت زندگی کی کائنات
ان کی حکایت یا لطیفہ یا کوئی اک داستان
سہل فرماتے تھے اس طرح تصوف کے نکات

☆☆

نقشبندی سلسلہ کی خدمت و ترویج
وقف کر دی زندگی کی صبح و مسا دن اور رات

Marfat.com

فیض محبوب الٰہی محبت حضرت جمیل

شہ جماعت کے تصوف سے وہ سیر کائنات

مالکوں کا رہنما اور ناقصوں کا دستگیر

وہ چراغ رہنما گل کر گئی ان کی وفات

میرے آقا میرے ملجا مرشدی ذاکر علی

میرے حق میں بھی دُعا کیجئے زراہِ التفات

''کہہ کے'' قلب اولیاء و اصفیاء ذاکر علی

1399ھ

''تاجدارِ معرفت'' بھی پائی تاریخ وفات

1399ھ

وفات:15 مئی 1979ء قبر:مولانا حاجی ذاکر علی صاحب مجددی

☆☆

کیا بتاؤں یہ راز کیا ہوں میں

خاکِ دہلیزِ مصطفیٰ ﷺ ہوں میں

وفات:24 نومبر 1982ء قبر:راز مرادآبادی (شاعر)

☆☆

کہتا ہوں ایک بات بڑی مختصر سی ہے

جھک کر چلو حیات بڑی مختصر سی ہے

وفات:19 اپریل 1987ء قبر:سید محمد حسن نقوی مغموم (شاعر)

☆☆

Marfat.com

علم کی شمع ہے روشن ایک فیض عام ہے
آپ کی ذات گرامی علم کا پیغام ہے

وفات: 6 دسمبر 1986ء قبر: پروفیسر حاجی ظہیر الدین صدیقی (اکبر آبادی)

☆☆

مزار شور پر آہستہ فاتحہ خوانی
کہ اس مزار میں محو وصال ہوتا ہے

وفات: 25 مارچ 1969 قبر: عبدالرزاق خان شور (شاعر)

لکھوں کیوں کر میں قبل از وقت تاریخ وفات اپنی
خدا جانے کہ کس دن ختم ہو قید حیات اپنی
لہٰذا میرا مرنا جس دن علم میں آئے
وہی تاریخ ہو گی شور تاریخ وفات اپنی

☆☆

سخن ور بے خطیر اس کا ادب وہ بے مثال اس کا
نشان عظمت رفتہ تھا ماضی اور حال اس کا
صلاح کام و صلح عام انداز کمال اس کا
''ضیاء الدین برنی مصلح'' ہے سال اس کا
1389ھ (رئیس امروہوی)

وفات 4 مئی 1969ء قبر: ضیاء الدین احمد برنی

بادِ صبا نہ چھیڑ اب وقتِ سحر قریب ہے
شمع ہوا سے لڑتی ہے جل کر میرے مزار پر (حیرت)

وفات: 13 جولائی 1968ء قبر: مرزا رفیع الرحمٰن حیرت

☆☆

Marfat.com

مرقد پہ تری رحمت حق کا نزول ہو
حامی ترا خدا اور خدا کا رسول ہو

وفات: 13 جنوری 1971ء قبر: قاضی طفیل احمد

☆☆

اک پتنگے نے یہ اپنے رقصِ آخر میں کہا
روشنی کے ساتھ رہیئے روشنی بن جایئے

وفات: 1983ء قبر: سلیم احمد (ڈرامہ نگار، شاعر)

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

افسوس ہو گئے نگاہ دوستاں سے دور
پاتے تھے جنکی دید سے قلب و نظر سرور
وہ جو کہ تھے فی لاصل ابو الفضل و باکمال
تھے صید گاہ دہر کے آگاہ کل اُمور
تحریر ان کی روح فزا و نظر فروز
گفتار ان کی دل کے لئے سایہ سرور
جز ابن بہ ہیچ کار نہ دیدم رہ شکیب
گشتہ بفکر سال اہم قلب ناصبور
شد ''نادر زمانہ ابو الفضل'' سال وفات

1408ھ

Marfat.com

ہم "نادرِ زمانہ ابوالفضل باشعور"

1987ء (شان الحق حقی)

وفات: 16۔ ستمبر 1987ء　　قبر: ابوالفضل صدیقی (ناول نگار)

☆☆

فضل رب العالمین ہو رحمۃ للعلمین
فاتحہ پڑھ لیجئے قبر ہدایت کے قرین

وفات: 15 مارچ 1970ء　　قبر: پروفیسر قاضی محمد ہدایت اللہ حیدری

☆☆

مرقد پہ تیری رحمت حق کا نزول ہو
حامی تیرا خدا اور خدا کا رسول ﷺ ہو

وفات: 17 مارچ 1970ء　　قبر: غلام احمد خان (جی اے خان)

گئے فردوس کو اصغر علی شاہ
وہ پاکیزہ صفات! وہ مردِ آزاد
یکم ماہ ربیع الاول اے دل
ہے ان کا وقت رخصت آج تک یاد
رئیس ان کی لحد پر کندہ کر دو
کہ وہ تابندہ پائندہ تر با یاد
اسی باعث تو اس جنت نشیں کی
ہوئی تاریخ غم　　(اصغر علی باد)

1408ھ　　رئیس امروہوی

وفات: 25 اکتوبر 1987ء　　قبر: الحاج سید اصغر علی شاہ ریٹائرڈ جج

☆☆

Marfat.com

ہمیں کیوں خوف ہو ثاقب گناہوں کا سر محشر
چھپالیں گے رسول اللہ ﷺ ہم کو اپنے دامن میں

وفات: 2 دسمبر 1963ء　　　قبر: حکیم شریف احمد ثاقب جالندھری

☆☆

سب ہی نیک و خوش خو لوگ ساتھ چھوڑتے جاتے ہیں
اب کہاں یہ لوٹیں گی شکلیں جانی پہچانی
یہ ہے ان کی رحلت کی ایک سادہ سی تاریخ
بکشادہ　پیشانی　بکشادہ　پیشانی (کذا)

1410ھ

وفات: 12 ربیع الثانی 1410ھ　　　قبر: ڈاکٹر سید آل احمد رضوی امروہوی

☆☆

قطعہ از تصنیف مرحوم قبل وفات
ہنگام وفات و وقت تدفین
نازل شدہ است فضل یزداں
گویند کہ نام آں جزا یاب
سید تعظیم علی شایاں

1966-24 =1990ء

وفات: 27 جولائی 1990ء　قبر: سید تعظیم علی نقوی المتخلص بہ شایاں بریلوی

خاک پائے کا ہے فضل خاص شایاں پر
کہ وہ غلام غلامانِ غوث اعظمؒ ہے

☆☆

Marfat.com

میں نے آغوش تمنائیں اجل کو لے کر
منہ کیا شام سے کالا شب تنہائی کا

قطعہ تاریخ وفات

سامان کیا تم نے تو نظر آخری گھر کا
افسوس کہ خوں ہو گیا یاں قلب وہ جگر کا
تھا مصرعہ تاریخ میں اعظم متفکر
ہاتف نے ندا دی ''یہی مدفن ہے نظر کا''

1385ھ

وفات: 14 نومبر 1965ء قبر: منشی عبدالغفور قریشی نظر سلطان

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

میں سوچتا تھا کہ ایمان جب سرشت میں ہے
تو پھر سکون اسے کیوں جہان زیست میں ہے
صدا یہ آئی کہ مرحوم اب لحد میں نہیں
یہاں قیام ضیاء الحسن بہشت میں ہے (ضیا لکھنوی)

وفات: 8 فروری 1999ء قبر: سید ضیاء الحسن رضوی

☆☆

خبر یہ لے کے بدایوں سے آیا ہے راوی
کہ قبر میں بھر آرام سو گیا ہوں میں
خبر نہیں کہ میری موت کب ہوئی لیکن
سنا تو میں نے بھی ہے فوت ہو گیا ہوں میں
(دلاور فگار)

وفات: 21 جنوری 1998ء قبر: حضرت دلاور فگار

☆☆

Marfat.com

تلقین اعتماد وہ فرما رہے ہیں آج
راہ طلب میں خود جو کبھی معتبر نہ تھے
نیرنگیٔ سیاست دوراں تو دیکھئے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

وفات: 17 جنوری 2007ء قبر: محسن بھوپالی

☆☆☆☆

Marfat.com

قبرستان سوسائٹی (P.E.C.H.S)

جو ٹوٹا نعمت دنیا سے رشتہ
در رحمتِ پہ لائی فکرِ عقبیٰ
کہا نعمت تری حاضر ہے مولا
ملے صدقہ محمد مصطفیٰ کا
تو رضواں نے درِ جنت پہ آکر
کہا: لا تقنطوا من رحمۃ اللہ

1401ھ

وفات: 18 اگست 1981ء قبر: بیگم نعمت حکیم محمد سعید (دہلوی) شہید

☆☆

جان دے کر جو ہاتھ آتا ہے
ہے یہی وہ مقام ابراہیم

وفات: 31 جنوری 1958ء قبر: پروفیسر محمد ابراہیم

☆☆

میں خود فریب ہوں میری ہستی فریب ہے
دنیا کی ہر بلندی و پستی فریب ہے
ان کے لوح مزار پر یہ عبارت منقوش ہے:
رفت از جہاں سوئے جناں ماوائے من ملجائے ما

Marfat.com

یعنی جنابِ مرشد و مولائے ماعبدالرشید
سجادہ و اولاد حضرت بو علی پانی پتی
درویش کامل صاحب لطف وعطا عبدالرشید
از ہر ادائے دلبری شانِ قلندر آشکار
حسن و جمال و بو علی را آئینہ عبدالرشید
اے عازمِ حج و زیارت بر تواز ماصد سلام
قربان راہ مصطفیٰ صدمہ صبا عبدالرشید
تا حشر روح پاک تو در کعبہ شد وقف طواف
بخشید این رتبہ ترا رب العلا عبدالرشید
اکرم لنا یا مرشدی ادرک لنا یا سیدی
بالمرتبہ اللہ بانظر مالنا عبدالرشید
بنوشت تاریخ وفاتش عارف اندوہ گیں
ملجائے علم معون صدق و صفا عبدالرشید

1381ھ (نثار احمد فاروقی خیرآبادی)

وفات: 24 اپریل 1962ء قبر: شاہ عبدالرشید (سجادہ نشین)

☆☆

عہد حیات ایک تخیل کا نام ہے
ذہن قضا میں آئے فراموش ہو گئے (عبرت)

وفات: 24 نومبر 1963ء قبر: سید ظفر حسن عبرت الٰہ آبادی

☆☆

Marfat.com

لاکھوں میں ایک ہزاروں میں فرد تھا
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

وفات:3مارچ1964ء قبر:حسن شاہد سہروردی (دانشور)

☆☆

مرنا یہ بعد مرگ کملا، انتہا نہیں
خلوت گر بقا ہے، حجاب فنا نہیں

وفات:4مارچ1987ء قبر:نواب راحت سعید چھتاری

☆☆

قطعہ تاریخ رحلت

ہیں دبستان دین و دانش
ان کی خدمات لائق تعظیم
حسن فکر و عمل کا ہے یہ صلہ
سر تسنیم آگئے تسنیم

(محشر بدایونی)

وفات:2مئی1991ء قبر:اسمٰعیل احمد تسنیم مینائی

☆☆

قطعہ تاریخ وفات حسرت آیات

حضرت اسحاق احمد مینائی نور اللہ مرقدہٗ
محترم اسحاق احمد ہو گئے واصل بحق
ہے یقیناً سب سے اولیٰ مرضیٔ رب جلیل
فاتحہ پڑھیے کہ آسودہ اسی مرقد میں ہیں
''حضرت اسحاق احمد صاف باطن بے عدیل''

وفات:1989ء (راغب مرادآبادی)

☆☆

Marfat.com

شہیدِ تیغ الفت قبر میں جانے نہ پایا تھا
کہ استقبال کو خود رحمت پروردگار آئی

(ناقد مراد آبادی)

وفات: 21 جون 1976ء قبر: مفتی سعید الدین احمد

☆☆

بیکس کہ تھا اک شاعر و خوش فکر و سخنور
اللہ کرے اس کی لحد فضل سے پر نور
تاریخ رئیس اپنی زبان پر یہی آگئی
وہ مرد گر نقور "رب بندۂ مغفور"

1400ھ (رئیس امروہوی)

وفات: 14 مئی 1980ء قبر: محمد رحمت اللہ خان بیکس مراد آبادی

☆☆

عین طوفاں میں ہوئی کشتی منزل پر سوار
مرحبا شاہد اسلام پہ مرنے والی

وفات: 22 جنوری 1982ء قبر: راحیل بیگم شروانیہ

☆☆

اے برماں روی دامن کشاں
از سر اخلاص الحمدے بخواں

قطعہ تاریخ وفات

چو مفتی محمد حسن رخصت بست روان شد برائے جہانے دگر
بجاں کشتہ تیغ تسلیم شد کہ از غیب جان ہر زمانے دگر

Marfat.com

بگفتم بیک مصرع تاریخ و بیع　　　بدست آمده صنعت خوب تر
روئے بشارت بگو اصطفا　　　شفیعش محمد، حسن راہبر

1378 = 1380ھ

وفات: یکم جون 1961ء　　　قبر: مفتی محمد حسن امرتسری

☆☆

عزیز الحق غمین شد از وفاتِ والد ماجد
ہم ارشاد و عماد و اعتماد و احتشام الحق
بزرگے زندہ دل بود بہ علم و اتقا یکتا
علومش جملہ مستحضر دلش در شوق مستغرق
گہے نطق بلیغش منبر و محراب را زینت
گہے طبع لطیفش محفل احباب را رونق
بہ فیضِ محبت اشرف علیؒ از ہمدمان اشرف
زصدق حضرت صدیق طلبگار صادق و اصدق
نہ ریزد ہیچ برگے جز بہ حکم خالق عالم
نہ میرد ہیچ کس الا بہ امر قادر مطلق
اسد گر چار سال دیگر اورا زندگی بودے
شدے تاریخ رحلت "مولانا ظہور الحق"

1387ھ-4 =1374 (اسد ملتانی)

وفات: 26 جون 1955ء　　　قبر: مولانا ظہور الحقؒ

☆☆

Marfat.com

انوکھی چمک اس کے چہرے پر تھی
مجھے کیا خبر تھی وہ مر جائے گا

وفات:15جون1989ء قبر:اعتمادالحق صدیقی

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

رفیقو اٹھا وہ صاحب فن جوہر رخشندہ وطن ہے
چلو در شہر فن پہ لکھ دیں غلام عباس جان فن ہے

وفات2نومبر1980ء قبر:غلام عباس(افسانہ نگار)

☆☆

چہ می گویم کہ چوں آں مہر روشن
زچشم عالمی یکسر نہاں شد
کہ بود از زمرۂ احفادِ حقی
بغیرش بی نمو آں دردمان شد
فنا تقدیر اہل دل بنا شد
مگر "ابن شمع حق شمع جناں شد"
(شان الحق حقی)

وفات:25اگست1967ء قبر:مولوی محمد شمس الاسلام حقی

☆☆

وہ صابریہ چشتیہ مسلک کا پرستار
اس کو تو فقط مرض، مولیٰ ہی تھی درکار

Marfat.com

اور اس کا وظیفہ تھا سدا ناد علیؓ کا

وفات: 29 مارچ 1984ء   قبر: حضرت سردار علی صابریؒ

☆☆

لوحِ مزار کے دوسری جانب یہ قطعہ تاریخِ وفات رقم ہے

قطعہ تاریخ وفات

علم و صحافت ادب و معرفت
دولت سردار علی جعفری
صفحۂ تاریخ پہ تحریر ہے
خدمتِ سردار علی جعفری
جلوہ گر رحمتِ غفار ہے
تربیت سردار علی جعفری
گوشۂ تربت سے عیاں ہیں رئیس
صولتِ سردار علی جعفری

1404ھ   (رئیس امروہوی)

☆☆

جن کا مدّاح تھا جہاں یک سر
جن کے اخلاق تھے سب سے بہتر
ان کے مرقد پہ یوں لکھو نیرّ
خاک پہ سو رہے ہیں پاک جعفر

وفات: 3 فروری 1990ء   قبر: الحاج احمد ابراہیم ہارون جعفر

Marfat.com

قطعہ تاریخ

خلیل. الزماں کی اجل سے رئیس
نگاہوں میں ہے ساری دنیا تباہ
وہ صدر عدالت برائے دکن
وہ انصاف کوش و عدالت پناہ
عجب حادثہ پیش آیا انہیں
دلوں میں تلاطم لبوں پر ہے آہ
(باقی اشعار سم کی نذر ہو گئے ہیں)
وفات: مٹ چکی ہے قبر: مولوی محمد خلیل الزماں صدیقی

☆☆

صالحہ بیگم کی رحلت ہائے ہائے
ہے رہین رنج و غم دل ہو کہ جان
تھیں یہ مرحومہ امینِ عشق حق
زندگی ان کی تھی یکسر امتحان
جنت الفردوس میں پائیں جگہ
صالحہ بیگم خجستہ خاندان

1980ء

فراق صالحہ بیگم ہے سن انیس سو اسی
امین اسلام کی جانِ وفا ٹیپو کی پڑپوتی

Marfat.com

لب تسنیم پہنچی خاک ٹالی گنج کلکتہ
ہوئیں فردوس آسودہ امام اسلام کی امی

وفات:8نومبر1980ء　　قبر:صاجزادہ صالحہ بیگم

☆☆

ایک مردمومن

ایک مردِ مومن　　ایک مرد غازی
ایک مرد مجاہد　　ایک عابد شب بیدار
ایک زاہد بے مثل　　ایک سراپا جلال و جمال

وفات:7اکتوبر1981ء　　قبر:حاجی نور علی خان صاحب (ایم عظیم مجاہد)

☆☆

مونس مادر لحد فضل خدا تنہا بس است
سایۂ از ابر رحمت قبر پوش مابس است

وفات:20اکتوبر1989ء　　قبر:ڈاکٹر سید معین الحق مرحوم

☆☆

نعت

اللہ اللہ میرا ایسا رتبہ اور میں
جاگتی آنکھوں سے دیکھوں خوابِ طیبہ اور میں
دم بخود ہیں آج دونوں میری دنیا اور میں
بارگاہ صاحب یٰسین و طٰہٰ اور میں

Marfat.com

مجھ کو اذنِ بار یابی اور اس انداز سے

آپؐ پر قربان میرے اجدا دو آباد اور میں

آج ان آنکھوں کو بینائی کا حاصل مل گیا

رو بروئے گنبد خضرا کا جلوہ اور میں

میں جہاں ہوں اب مجھے محسوس ہوتا ہے سرور

جیسے پیچھے رہ گئے ہوں میری دنیا اور میں

وفات: 13 اپریل 1980ء قبر: سرور بارہ بنکوی (شاعر، ڈرامہ نگار)

☆☆

کہیں ہے دل کہیں ہے روح یہ کیا ترتیب ہستی ہے

مدینہ میرا مسکن ہے تو کعبہ ہے وطن میرا

رسول اللہؐ بڑھتا جا رہا ہے مجمع یاراں

محبت میں سرک جاتا ہے چہرے سے کفن میرا

(شارب، بہرائچی) شاعر

وفات: 4 مئی 1987ء قبر: سید شوکت علی ہاشمی شارب بہرائچی

☆☆

سوئیں گے حشر تک کہ سبکدوش ہو گئے

بارِ امانت غمِ ہستی اتار کے (حفیظ)

وفات: 10 جنوری 1973ء قبر: حفیظ ہوشیار پوری

☆☆

Marfat.com

سچ ہے اُمید پہ قائم دنیا غافل
وعدہ حشر نہ ہوتا تو قیامت ہوتی

وفات:4 جولائی 1974ء قبر: سید اصغر علی غافل (شاعر)

☆☆

شباب آپ کا ہو لاکھ بے وفا رعنا
مگر نہ جائے گا یہ نام کا شباب کہیں

وفات:15 جنوری 1979ء قبر: حضرت رعنا اکبر آبادی

☆☆

شہاب دل گرفتہ سے نہ پوچھو اس پہ کیا گزری
بس آؤ اس سے مل لو ختم افسانہ خدا حافظ

وفات:16۔اپریل 1967ء قبر: التفات احمد خان شہاب ملیح آبادی

☆☆

گھٹائیں ابر رحمت کی تری تربت پہ چھا جائیں
سدا حور و فرشتے آ کے تجھ پہ پھول برسائیں
میسر تجھ کو قربت میں سدا جنت کی راحت ہو
اُٹھو آرام سے سوئے ہوئے روز قیامت کو

وفات: 23 اکتوبر 1969ء قبر: پروفیسر ممتاز حسین قریشی

☆☆

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

وفات:27 اکتوبر 1968ء قبر: سید رئیس احمد جعفری (ندوی)

☆☆

Marfat.com

لے اڑی صبا شمیم بانٹنے کو چار سو
مہکتا ہے دشت دشت ہو گیا رشک چمن
ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

وفات: 22 ستمبر 1968ء قبر: پروفیسر علی محمد خان قادری

☆☆

کرتا ہے پریشان جو غم روز شمار
دیتی ہے تسلی تیری رحمت ہر بار
کچھ غم نہیں اب اپنے گناہوں کا مجھے
میں بندہ عاصی ہوں ترا تو غفار (تبسم)

وفات: 14 جولائی 1976ء قبر: رشید تبسم (شاعر)

☆☆

آرزو کا چاند ڈوبا غم کی گہری جھیل میں
درد کی وادی میں ہم اے دوست تنہا رہ گئے

وفات: 29 ستمبر 1995ء قبر: محمد زمان خان ایڈیٹر روزنامہ "جنگ"

میرا ہے جگر یہ قول فیصل
کچھ لوگ اگرچہ ہوں کبیدہ
فضلی سے ہے آبرو غزل کی
اس دور میں سب سے برگزیدہ

(جگر مراد آبادی)

وفات: 17۔ دسمبر 1981ء قبر: سید فضل احمد کریم فضلی

Marfat.com

قطعہ تاریخ وفات

از حضرت محسن بھوپالی

وہ جو تھے ممد بھی اور معاون بھی اہل فن کے
ادب نواز و ادیب پرور تھی، جن کی شہرت
صدائے ہاتف یہ آئی ممد کے تخرجے سے
''مظفر احمد ضیاء'' ہی ان کا ہے سال رحلت

2084-84-2000

وفات: 8 نومبر 2000ء قبر: سید مظفر احمد ضیاء (شاعر)

............☆............

Marfat.com

قبرستان کلفٹن

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا
آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے (اقبالؒ)

وفات: 3 مارچ 1980ء مرقد: سید عبدالواحد معینی (ادیب)

☆☆

شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا
ایک روشن ،دماغ تھا نہ رہا

وفات: 12 ستمبر 1963ء قبر: محمد اکرام اللہ (پاکستان کے پہلے فارن سیکرٹری)

☆☆

خدا کی تجھ پر رحمت ہو محمدؐ کی شفاعت ہو
سدا میری دعا یہ ہے تجھے جنت کی راحت ہو

وفات 8 جولائی 1966ء قبر: جسٹس عبدالرحیم محمد صالح کھرل

☆☆

نہ کوئی رہا ہے نہ کوئی رہے گا
رہے گی تیری کبریائی الٰہی
مگر نوجوانوں کا مرنا غضب ہے
قیامت ہے ان کی جدائی الٰہی

وفات: 17 فروری 1969ء قبر: محمد محمود انصاری (بھائی) مسعود کھدر پوش

☆☆

Marfat.com

اگر بگور غریباں یہاں گزر کنی یاد داد
دُعاء خیر برمیت کہ ہم ترا اجر است

وفات:1958ء قبر:ڈاکٹر سید محمد عبدالعزیز قریشی
پڑنواسہ شیر میسور فتح علی سلطان ٹیپو (شہید)

☆

Marfat.com

قبرستان یٰسین آباد

ہوئے راہی بہ نورلیلۃ القدر
سوئے فردوس کر کے سب کو رنجور
لکھی اسلم نے یہ تاریخ رحلت
ولی اشرف صبوحی آیت نور

یہ تاریخ ان کے ایک عزیز ڈاکٹر اسلم فرخی کے فکر کا نتیجہ ہے

وفات: 22 اپریل 1990ء قبر: سید ولی اشرف صبوحی

☆☆

سید ظفر حسن کہ بہ خلد بریں رفت
روحش گزید سایۂ دامان پنجتن
آن مومن فہیم کہ اور طالب علم دین
از ہر مقام بود دو صد نکتہ در سخن
در حسن خلق بوئے گلستان بہ ہر مشام
در ذکر حق چو شمع ضروزاں بہ انجمن
شب بود جمعہ رانخست ربیع را
دہ روز و دو گشت کہ بسپر دجان زتن
میخواست سال فوت دل من ز قول غیب
ہاتف بگفت جوی زسید ظفر حسن

1392ھ (ڈاکٹر سید وزیر الحسن عابدی)

وفات: 12 ربیع الاول 1392ھ قبر: سید ظفر حسن نقوی مرحوم

☆☆

Marfat.com

وہ دامن جو قیامت میں پناہ ہر تمازت ہے
اسی دامن کا سایہ اپنے سر پر دیکھتا ہوں میں

☆☆

مجھ سے زائد کوئی شخص بخشش کا سزاوار نہیں
کیونکہ دنیا میں کوئی مجھ سا گنہگار نہیں
غم کرے تیری بلا روز جزا کا عشرت
کیا پروردگار، تیرے احمد، مختار نہیں

وفات: 27 اکتوبر 1968ء قبر: معین الدین خان عشرت (شاعر)

☆☆

شاید ہی ہم سا کوئی پرستار حسن ہو
خود ہم بکھر گئے تیری زلفیں سنوار کے

وفات: 29 مئی 1986ء قبر: ابومسلم صحائی (ادیب)

☆☆

واسطی سید بلگرامی کی قبر ہے
یوسف ختم الرسل کے مداح خواں کی قبر ہے
مصرع تاریخ لکھ دو لوحِ تربت پر نسیم
شاعر جادو بیاں یعنی رواں کی قبر ہے

1392ھ

وفات: 8 نومبر 1972ء قبر: سید محمد یوسف رواں واسطی (شاعر)

☆☆

Marfat.com

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر نگہبانی کرے

وفات:18اگست 1971ء قبر:سید تجمل حسین (کھلاڑی)

☆☆

طوفان ظلم اٹھا سوئے اہل یقین پھر
ٹوٹا پھر ایک کوہ گراںِ غم و تَعَبْ
سیل جفا و مکر کے ہاتھوں اٹھے جو کل
سید حسن بہ فیض علی خلد میں ہیں اب

وفات:15نومبر 2001ء قبر:شہید سید حسن عابدی

............☆............

Marfat.com

متفرق قبور

دیکھیے اعتبار عبدالحیٔ　　جامعہ شاہکارِ عبدالحیٔ
زندگی میں رہا بہارِ مثال　　ہر طرف اختیارِ عبدالحی
گلشن علم کی بہاروں میں　　آج بھی بہارِ عبدالحیٔ
بے غرض پر خلوص غیرت مند　　تھا یہی اعتبارِ عبدالحی
دیں و ملت کی سر بلندی تھا　　در حقیقت شعارِ عبدالحی
آج ہر شخص یاد کر کے انہیں　　ہو رہا ہے نثارِ عبدالحی

کیوں نہ ہر روز فاتحہ کے لئے
منتظر ہو مزارِ عبدالحیٔ

وفات: 2 دسمبر 1974ء　　قبر: ماسٹر عبدالحیٔ سیکرٹری و معمار جامعہ ملیہ کراچی

☆☆

مثل ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو ترا

وفات: 8 ستمبر 1989ء　　قبر: نازاں لطیف دہلوی

گود میں سلا کے مٹی کی　　دیکھو دل سے بھلا نہیں دینا
التجا ہے یہ اپنے بچوں سے　　نقش آخر مٹا نہیں دینا

☆☆

دیکھ رنجش نہ ہو کوئی غم میں　　ورنہ تڑپوں گا میں اس غم میں
ماں کا تمہیں تو اب سہارا ہو　　بحر غم میں تم ہی کنارہ ہو

Marfat.com

اس کو تنہائی کا نہ اب خیال آئے　　دیکھو دل میں اس کے نہ کچھ ملال آئے
دیکھو ایک ہی تو ہے یہ ماں جائی　　رکھنا اس کا خیال سب بھائی
یاد آؤں جو میں کبھی تم کو　　میری تربت پہ سب چلے آنا
اور کہنا یہ سب یک زباں ہو کر
ذات تیری عظیم ہے مولا　　سب کا رب کریم ہے مولا
بخش دے اب گناہوں کو　　تو غفور الرحیم ہے مولا

☆☆

چلیں گے اب اجل سوئے عدم مرقد میں دم لے کر
تھکے ہارے مسافر ہیں ذرا کر لیں کمر سیدھی

☆☆

از در او سنگھا برداشتم
بحر قبر خویش طرحے ناختم
وفات: 26 اگست 1966ء　　قبر: قاضی نور اللہ عیاض

☆☆

عشق نبی میں، میں نے گزاری ہے زندگی
بخشش میری وسیلۂ خیر الانام ہو
وفات: 3 دسمبر 1980ء　　قبر: برق دہلوی

☆☆

لکھ مرقد پہلے پھر "ذاکر" پھر تعارف نام حسینؑ
138+921+344

Marfat.com

گردوں سے نوادی عیسیٰ نے اوپر بھی لحد کے دیکھ نسیم
سائے میں علم کے علامہ مرحوم رشید ترابی ہیں
(نسیم امروہوی)

ہوک سی اٹھتی ہے دل میں دیکھ کر منبر کو آج
ہائے علامہ ترابی ہائے علامہ رشید
اے حسن تاریخ رحلت فیض روح القدس ہے
دونوں مصرعوں سے ہے ظاہر عظمت علم فقید
اک گل بے رنگ ہے یا گوہر بے تاب ہے
طور سیناء بے کلیم اللہ منبر بے رشید
1973ء (ضیاءالحسن موسوی)

نبی کی آل کی خدمت میں علامہ ترابی ہیں
پئے نذر عقیدت لے کے تقریروں کا گلدستہ
گزاری عمر منبر پر عزا خانے میں سوتے ہیں
وہی ماحول یعنی بعد رحلت بھی ہے پیوستہ
ذرا دیکھو لحد خود مصرع تاریخ کہتی ہے
سر بالیں علم، مرکز سے آج اب بھی ہیں وابستہ
1393ھ (سید حسن امام)

وفات: 18 دسمبر 1973ء قبر: علامہ رشید ترابی

☆☆

Marfat.com

قبر شاید نثارِ جنت ہے
مرنے والا نہ لوٹ کر آیا

وفات: 12 نومبر 1984ء   قبر: نثار احمد نثار اکبر آبادی

☆☆

ہم سے بچھڑے جو محمد عباس
اک اک لمحہ قیامت نکلا
دن بھی تاریک ہوئے رات کے ساتھ
یک بیک وہ سن ہجرت نکلا

وفات: 12 جون 1991ء   قبر: ڈاکٹر سید محمد عباس زیدی

☆☆

آزادی ملت کا وہ جانباز مجاہد
جو قائد اعظم کا تھا بے تیغ سپاہی
جو قائد ملت کا رفیق در آخر
تنصیر وفا کیشی و اخلاص پناہی
وہ مومن خوددار و خود آگاہ وجواں عزم
مشہور زماں جسکی رہی ژرف نگاہی
ہر طرح سے کی جس نے سدا قوم کی خدمت
لیکن کبھی شہرت، نہ ستائش کبھی چاہی
سی پی کی زمین پاک وطن دیتے ہیں "خورشید"
صدیق علی خان کی صداقت کی گواہی

وفات: 9 جنوری 1974ء   قبر: نواب صدیق علی خان

☆☆

Marfat.com

قطعہ تاریخ وفات

رفیق سفر، تیرا خورشید آراء
کہ پہلا جمعہ ماہ رمضان ہوا ہے
کہا حق نے ''خورشید جنت نشین''
تیری درکا دربان رضوان ہوا ہے

قطعہ برائے سنگ مزار

نہ شرق ہے باقی نہ مغرب ہے باقی
تہ خاک خورشید پنہاں ہوا ہے
ضیاء بار ہیں رحمت حق کی کرنیں
سحر زار خاکی شبستاں ہوا ہے

وفات:1983ء قبر:خورشید آراء بیگم (شاعرہ)

☆☆

ایک مقامی پیکر تھے وہ حسن سیرت میں
روشن ان کے نقش رہیں گے جادۂ خدمت میں
حق سے ملا ہے ان کو صلہ یہ نیک شعاری کا
''سید عبدالہادی آگئے کاخِ جنت میں''

1406ھ

وفات:10اکتوبر1985ء قبر:سید عبدالہادی

☆☆

Marfat.com

سعیٔ پیہم کے نتیجے میں بالآخر اے حبیب
جس کو حاصل ہو گیا انعام ابدی ہے یہاں
باادب اہل ادب آئیں برائے فاتحہ
تاابد آرام گاہ راز زیدی ہے یہاں

وفات:20 مئی 1991ء قبر:محمد حنیف راز زیدی

☆☆

کنیز بانو اب اس بزم رنگ و بو میں نہیں
یہ راز زیدی کی تھیں باوفا شریک حیات
کنیز بانو کی لوح مزار پر لکھ دو
نثارِ جان عزاؔ جنتی بلند وفات

2003ء (راغب مرادآبادی)

☆☆☆☆

Marfat.com

ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی

نہ پیوستم در این بستان سرا دل
زبند این و آن آزادہ رفتم
چو بادِ صبح گردیدم دمی چند
گلاں را آب ورنگی دادہ رفتم (اقبال)

(تاریخ وفات: 28 مارچ 1971ء) مرقد: سید اکبر مسعود پڑپوتا سرسید احمد خان

☆☆

سرکار مدینہؐ کی عنایت کا ہوں طالب
شامل ہو شفاعت بھی میرے زادِ سفر میں

(پرواز جعفری)

تاریخ وفات 7 فروری 1986ء قبر: پرواز جعفری

☆☆

یہی مسجد یہی کعبہ یہی گلزار جنت ہے
چلے آؤ مسلمانو یہی تخت محمد ہے

تاریخ وفات 18 فروری 1988ء قبر محمود الحسن (کھلاڑی)

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

فخرِ نسواں محترمہ حبیب بلقیس بیگم مرحومہ ومغفورہ

Marfat.com

مدیرہ مستورات

(رئیس امروہوی)

بلقیس کہ تھیں پیکر اوصاف و فضائل
حل کرتی تھیں جو عالم نسواں کے مسائل
مرحومہ کا اخلاق تھا بے مثال جہاں میں
تاثیر عجب ان کے قلم ان کی زباں میں
وہ صاحب اوصاف وہ ذی جاہ ادیبہ

☆☆

وہ عالم نسواں کے رسالے کی مدیرہ
دی ان کو خبر موت نے جنت کے سفر کی
ہاں تیسری تاریخ تھی وہ ماہ صفر کی
اور مارچ کی اُنیس تھی اتوار کا دن تھا
مرحومہ کو پیش آیا سفر خلد بریں کا
تاریخ رئیس آج میرے ورد زباں ہے
"عکس غم بلقیس" پر اک دل میں نہاں ہے

1392ھ

☆☆

تو جیسے مرے پاس ہے اور محوِ سخن ہے
محفل سی جما دیتی ہیں اکثر تیری یادیں

(غمزدہ محمودہ صادق)

تاریخ وفات یکم فروری 1985ء   مرقد: ڈاکٹر محمد صادق
(تحریک آزادی کے مجاہد)

............☆............

Marfat.com

قبرستان میوہ شاہ

نہ کرو روح غضنفر غم درازیِ راہ
کہ داشت رحمت حق را ہمیشہ پیش نگاہ
برائے سال وفاتش چو فکر زیبا کرد
بگفت دل: شد داخل دآشیان حبیب اللہ

1393ھ

وفات: 15 فروری 1973ء قبر: پروفیسر حبیب اللہ خان غضنفر

بابا ذہین شاہ کہ تھے تاجدار فقر
ان کو ارم نشین و ولایت نشان لکھو

وفات: 23 جولائی 1978ء قبر: سید بابا ذہین شاہ تاجی

☆☆

از بادہ عشق خود سرشار ضیاء الحق
میخانہ ضیاء الحق، میخوار ضیاء الحق
آغاز مدید ما، انجام مدید ما
حق بین و حق آگاہ حقدار ضیاء الحق
دربار گہ بابا، من جملہ مقبولاں
موصوف بدربان دربار ضیاء الحق
تا عمر وفا کردہ، آں مہرو وفا کردہ
در راہ سلوک ما معیار ضیاء الحق

Marfat.com

ہاتف پئے تاریخش در گوش ذہین گفتہ
یک بار بگو اللہ دو بار ضیاء الحق

67 951+951

نتیجہ فکر: حضرت بابا ذہین شاہ یوسفی تاجی

وفات: 9 جنوری 1969ء مزار: حضرت سید محمد ضیاء الحق شاہ

☆☆

وفت خلیق الزمان جانبِ قصر جناں
مومنِ ملت نواز محسن اسلامیاں
ہمدم دیرینہ قائد و بابائے قوم
عاقل و دانائے راز مرجع دانشوراں
مصرع تاریخ گفت ہاتف راغب نواز
قبر خلیق الزمان جنت نام آوراں

1973ء راغب مرادآبادی

وفات: 18 مئی 1973ء قبر: چودھری خلیق الزمان

☆☆

وہی سب ہیں حاکم وہی سب ہیں وکلاء
مگر دیکھئے آج سونی ہے کونسل
وہ ہیں قبر میں آج خاموش کیسے
کہ تھی جن کی شہرت بحث مدلل
جو فضل و کرم ہو تیرا یا الٰہی

Marfat.com

تو چھا جائیں تربت پہ رحمت کے بادل
لحد میں کھلیں باب فردوس یارب
کرم سے تیرے ہو زمین فرش مخمل
یہ ہے اصطفا فرض ناخوشگوار اب
کرو قطعہ تاریخ رحلت مکمل
یہ لکھو کہ ہیں زیب مجلس جناں میں
محمد وسیم ایڈووکیٹ جنرل

1369ھ

تاریخ وفات 1950ء قبر: محمد وسیم ایڈووکیٹ جنرل پاکستان

☆

تاریخ انتقال

سید مختار حسین صاحب آغا لکھنوی

از نتیجہ فکر حضرت صبا لکھنوی

گئے مختار نامراد افسوس
آئے کس طرح دل کو صبر و قرار
روز یکشنبہ تھا صفر کی یکم
لٹی نا وقت زندگی کی بہار
اے صبا لکھ دو مصرعہ تاریخ
چلے فردوس کی طرف مختار

تاریخ: 1953ء قبر: سید مختار حسین آغا لکھنوی

☆☆

Marfat.com

پناہ خسرو دین میں علی محمد ہیں
حصارِ اہل یقین میں علی محمد ہیں
ثمر یہ مصرعہ تاریخ ہو گیا موزوں
سفر بہشت بریں میں علی محمد ہیں

1400ھ

تاریخ وفات:18 ستمبر 1980ء قبر:سید علی محمد جعفری پہرسری

☆☆

بہر داغ سینہ پر تبسم لیکے سویا ہے
محب شاہ دیں کی قبر ہے یہ فاتحہ پڑھیے

تاریخ وفات 13 ربیع الاول 1378ھ قبر سید علی ناصر جعفری تبسم

☆☆

گزرے ہیں زمانے میں مصدر لاکھوں
تھے سب میں مگر واحد و یکتا سجاد
کہتا ہوں قطع سر تربت! میں ظہیر
صورت گر بے مثل تھے مرزا سجاد

1498۔100 = 1398ط

تاریخ وفات 3 فروری 1978 قبر:پروفیسر مرزا سجاد حسین (مصور)

☆☆

تھک گئے تھے نیند آئی سو گئے
زندگی کے مرحلے طے ہو گئے

Marfat.com

محویت کا کچھ نہ عالم پوچھیے
ڈھونڈنے اس کو چلے خود کھو گئے
چار دن کی زیست میں شیدا تیری
کس کے کس کے بار احساں ہو گئے

تاریخ وفات یکم جون 1962ء   قبر: سید محمد نظیر شیدا لکھنوی

☆☆

عطیہ کی جو شادی پر کسی نے نکتہ چینی کی
کہا میں نے کہ جاہل ہے یا احمق یا نادان ہے
بتانِ ہند کافر کر لیا کرتے ہیں مسلم کو
عطیہ کی بدولت آج اک کافر مسلمان ہے

تاریخ وفات 4 جنوری 1967ء   قبر: عطیہ بنت حسن علی

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

مجیے مخلصے رحلت نمودہ
بسالش ہاتفم فرمودہ الحق
کہ ''زاد راہ او اعمال صالح''
بنی احمد شد راجع الی الحق

1374 = 278 + 496

نتیجہ فکر امین زبیری

Marfat.com

آمدہ درگوش از ہاتف ندا
فکر کردم من چو از قلب صمیم
با اضافہ کن و تاریخش بگو
جائے اُو شد باغ جنت نعیم

2 + 1953 = 1954ء

نتیجہ فکر: انوار احمد علوی

وفات: 30 نومبر 1954ء قبر خان بہادر چودھری نبی احمد

☆☆

قطعات تاریخ وفات

برادر عزیز حکیم نثار احمد علوی کاکوروی مرحوم

از سرفراز احمد علوی فطرت کاکوروی

کس نے اس سے کہہ دیا خاموش رہنے کے لئے
کیوں سویرے سے نثار خستہ جاں خاموش ہے
مجھ کو یوں لگتا ہے جیسے بس ستانے کے لئے
اس نے آنکھیں بند کر لی ہیں زباں خاموش ہے
اس کو کیا معلوم اس کی دفعتاً اس موت سے
مہرباں ہے غمزدہ نا مہرباں خاموش ہے
جس نے اپنی جان دے دی طب مشرق کے لئے
آج وہ حاذقِ نکتہ داں خاموش ہے
پاک طینت نیک خصلت کم سخن خدمت گزار

Marfat.com

اتنا پیارا شخص کیوں اللہ میاں خاموش ہے
آہ میں تاریخ رحلت اور فطرت کیا لکھوں
جب مرے گھر کا ہر اک پیر و جواں خاموش ہے
ایک بھائی ایک ساتھی ایک شاعر اک ادیب
بے مثل تھا وہ انیس مہرباں خاموش ہے

1985 + 1

تاریخ وفات 1986ء قبر حکیم نثار احمد علوی کاکوروی

از پروفیسر سراج احمد علوی کاکوروی

نثار احمد طبیب بے مثالے ادیب و شاعر شیریں بیانے
چہ ساقی خیر بخش کیف آور پئے تشنہ لباں را زلالے
برائے نا امیداں فرحت آسا برائے ناخوشاں عیسیٰ بیانے
چہ کردہ علاج الا علا جاں بہ دریا شد مبدل لہر سراب
چو کرد آہنگ رفتن جان پاش ندا آمد کہ اے عالی مقامے
بیا جائے قرین اب اکرم چومتا بے قرین ماہ تاب

70 + 1336

تاریخ وفات 27 جولائی 1986ء قبر حکیم نثار احمد علوی کاکوروی

☆☆

خلوت گاہ فخر طب

مولوی حکیم سید محمد بشیر علی علوی کاکوروی

از بشیر علی علوی، طبیب، صوفی

Marfat.com

پیکر علم و عمل صاحب ذوق دل خواہ
گھر سے جب پانچ برس پہلے ہوئے تھے رفت
دل یہ کہتا تھا کہ آئیں گے نہ واپس واللہ
بست و ہشتم مہ اپریل تھی تیرہ شعبان
کہ کراچی سے وہ جنت کو سدھارے ناگاہ
از ازل تا بہ ابد کیف ہے ان کو حاصل
دست و دامان علی انور شاہ ذی جاہ
عیسوی جلوہ مستانہ باغ فردوس ء

1953ء

سال ہجری لکھو "لاریب رفینا باللہ"

(قیس کاکوروی)

☆☆

دفن ہیں یاں وہ حکیم با صفا
صاحب دل صاحب فقر و غنا
جن کو بخشا تھا کرم کے ساتھ ساتھ
خالق کونین نے دست شفا
ہر نفس لب پر رہا جن کے ورد
ہر گھڑی صلی علیٰ صلیٰ علا
یعنی یہ تھے وہ بشیر نیک خو
مرد مومن پیکر صبر و رضا

☆☆

Marfat.com

سال رخصت ہے یہ والد کا نثار
قبلہ گاہ من غلام اولیاء
1372ھ (حکیم نثار احمد علوی)

☆☆

بے خبر پہچان لے دنیا اسی کا نام ہے
شورش ہستی سکوت موت کا پیغام ہے
وفات:16 نومبر 1950ء قبر:مرزا جسیم بیگ چغتائی

☆☆

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے
وفات 27 دسمبر 1947ء قبر: شیخ نذیر احمد مالک کتب خانہ تاج آفس بمبئی و کراچی

☆

Marfat.com

لالوکھیت قبرستان

آه بگفشت آں حکیم ابن حکیم
اسم تاریخش منظور الزماں
در کراچی باہمہ اہل و عیال
از جبل پور آمده ہجرت کناں
بود منظور حق منظور خلق
ہمدم و ہم راز جملہ دوستاں
والدش عبدالرحیم اعلیٰ مزاق
آں طبیب، حازق و شیوا بیاں
ہم پسر ہم والدش در عصر خویش
در شرافت بے عدیل اندر زماں
''پاکباز و پاک منظور الزماں''

1387ھ

''داخلِ خلد بریں شادی کناں''

وفات: 21 جولائی 1967ء قبر: حکیم منظورالزماں

☆☆

Marfat.com

التجا

دعائے مغفرت عاصیاں بھی کر لیجئے
یہ کارِ خیر ہے اس سے درگزر نہ کیجئے
کرم کیا ہے اگر یادگار بے کس پر
اٹھا کے ہاتھ ذرا فاتحہ بھی پڑھ لیجئے

وفات:12 نومبر 1949ء　　قبر:الحاج حافظ سید محمد عبدالغنی

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

آہ استاد امراؤ بندو خان مرحوم
فخر موسیقی و نوا ایجاد

روز رحلت ہے چوتھی اکتوبر
دل سے مٹتی نہیں ہے ان کی یاد
لکھ دو مرحوم کی لحد پہ رئیس
سال ہے "نوبت غم استاد"

1979ء　　از جناب رئیس امروہوی

وفات 4 اکتوبر 1979ء　　قبر:استاد امراؤ بندو خان

☆☆

زمانہ یاد کرے یا صبا کرے خاموش
ہم اک چراغ محبت جلائے جاتے ہیں

(حیدر مچھلی شہری)

وفات:14 جنوری 1960ء　　قبر:سید محمد حیدر مہدی

☆☆

Marfat.com

وہ ایک شجر تھا کہ سائے میں جس کے لوگ پلے
وفا کا چاند تھا جو چھپ گیا زمیں کے تلے

وفات:24اکتوبر1990ء قبر:سید نسیم حیدر (ایڈووکیٹ)

☆☆

اک شعر کہہ رہا ہوں انجام آدمی پر
پیش نظر جمیل اب اقلیم لامکاں ہے

وفات:3اگست1956ء قبر:حضرت محمد جمیل الرحمٰن جمیل

☆☆

حسرت لکھنوی، جہاں سے گئے
آج اہل جناں میں ہیں شامل
شاعرِ خوش بیاں طبیعت بھی تھے
اور دونوں ہی فن میں تھے کامل
خاص رحمت سے اپنی اے اللہ
ان کو باغ جنا (کذا) میں کر داخل
سال رحلت پہ اصطفا نے لکھا
"قبر عظمت علی صاحب دل"

وفات:19اکتوبر1956ء قبر:سید عظمت علی مرحوم

☆☆

آہ یوں نہیں تڑپ رہی بعد فنا اگر میری
پیٹھ لگے گی کس طرح دیکھنا ہے مزار میں

Marfat.com

آئے وہ نہ حل ہوئیں نزع کی مشکلیں
روح بھی آکے رک گئی دیدۂ انتظار میں

(حافظ) شاعر

وفات: 22 مارچ 1973ء　　قبر: (حافظ) ابومحمد جائسی

☆☆

محترم فیاض صاحب پاک باطن نیک دل
ہیں غم دنیا سے چھٹ کر راحت فردوس میں
بوالعلائی صاحب خلق و کرم پر دل عزیز
واہ کیا ہستی لکھی تھی قسمت فردوس میں
قادری نے سال رحلت اور تربت کے لئے
لکھ دیا وہ ''قصر پائیں جنت فردوس میں''

1377ھ

وفات: 27 دسمبر 1957ء　　قبر: فیاض الدین اکبرآبادی

☆☆

اب آئے ہو تو فاتحہ پڑھ لو
آج زیر مزار ہم بھی ہیں

وفات: 23 مارچ 1973ء　　قبر: حافظ احمد علی شعلہ وارثی لکھنوی

☆☆

اک کھلونا ٹوٹتے جس کو نہیں لگتی ہے دیر
زندگی کیا ہے فقط ترکیب آب و گل کی بات

Marfat.com

عہد پیری تک تمہیں جتنی منزلیں سب آ گئیں

رہ گئی ہے اب تو ہادی آخری منزل کی بات

وفات: 25 اکتوبر 1961ء　　قبر: سید محمد ہادی مچھلی شہری

☆☆

نیک سیرت نیک نیت نیت دل

تھیں شرافت میں وہ آپ اپنی مثال

اے خداوند تعالیٰ اے کریم

داخل فردوس ہو جائے یہ خوش خصال

وفات: 26 جولائی 1964ء　　قبر: مسز عائشہ رشید

☆☆

اے قیس میری قبر کسی کی عطاء نہیں

دے کر متاع زیست ملا ہے یہ گھر مجھے

وفات: 8 اگست 1971　　قبر: حضرت قیس سہارنپوری

☆☆

محمد فاتح فرخ مرحوم خلف ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری مرحوم

وفات: 22 دسمبر 1952ء

غفور

غضب ہم پہ توڑا ہے اجل نے　　محمد فاتح ہے دنیا سے رخصت

ہوا ہے موت سے اس نوجواں کی　　عزیز و اقربا کو غم نہایت

شریک زندگی رضیہ ہے بیتاب　　گوارا کر سکے کیوں کر یہ فرقت

Marfat.com

تڑپتی رہ گئی ماں جائی سردار　　خدا دے صبر کی ان سب کو طاقت
طفیل سید ابرار اس کو　　عطا اللہ سے ہو قصر جنت
یہ بیدل زائران نیک دل کو　　بتا دو ہے ''یہی فرخ کی تربت''

1952ء

☆

Marfat.com

قبرستان گلشن اقبال

آسودہ خواب ہے یہاں وہ عاشق
جس نے تمام عمر کری مدحت رسولؐ
بخشش کو اس کی کافی ہے ارمغان نعت
نوری خدا ہو حامی، مددگار ہو رسولؐ (کذا)

وفات: 22 جولائی 1981ء قبر: شفیق بریلوی (شاعر)

☆☆

قطعہ تاریخ رحلت

شاعر اخلاص پیکر الوداع
بحر معنی کے شناور الوداع
کشتی عمر رواں کو لے گیا
بادباں "جاوید اختر" الوداع

1397ھ

غم اندوہ میں ڈوبا ہے زمانہ اختر
تم ہوئے ملک عدن کو روانہ اختر
سونی سونی سی نظر آتی ہے بزم غزل
ہوش تاریخ ہے رحلت کی "فسانہ اختر"

397ھ

وفات: 8 اپریل 1977ء قبر: حضرت جاوید اختر صدیقی

☆☆

Marfat.com

قاطع طوق غلامی تیری اک ضرب گراں

شان سے لہرا رہا ہے پرچم قومی زباں

لہلہایا گلشن اُردو تیری تدبیر سے

سربلندی کا عجب موقع ملا تقدیر سے

وفات:22 جنوری 1981ء قبر:ڈاکٹر الحاج اشتیاق حسین قریشی

☆☆

جو جا نکلا کہیں سرکار کا ارماں سر محشر

پکاری رحمتِ حق شاعرِ خیر الانام آیا

مروں تمہارے تصور میں یا رسول اللہ

اٹھوں تمہاری محبت کا آسرا لے کر

سراپا نور ہاں پھر کوئی جلوہؔ بے حجابانہ

حریم قدس میں حاضر ہے ارماں تشنہ کامانہ

وفات:21 جون 1985ء قبر:حاجی مولوی بشارت علی خان ارمان اکبر آبادی (شاعر)

☆

Marfat.com

قبرستان جامعہ کراچی

دلوں پر چھا گیا کیسا اندھیرا
چراغ بزم سرمد رفت افسوس
کہی تاریخ 'باحق' میں نے اسلم
سراج الدین احمد رفت افسوس

وفات: 111 + 1299 = 1410

2۔رمضان المبارک 1410ھ قبر: سراج الدین احمدؒ (شاعر)

☆☆

کہاں آئیں گے ایسے بادہ کش اے میکدے والو
چلے گا یوں دور ساغر و پیمانہ برسوں

وفات: 6 دسمبر 1974ء قبر: پروفیسر ڈاکٹر محمد افضال حسین قادری

☆☆

نیاز بزم دہر سے تہی نہیں چلے ہیں ہم
اٹھے ہیں اپنے ساتھ اک داستان لئے ہوئے

وفات: 5۔اگست 1975ء قبر: خان محمد نیاز شاعر)

☆☆

آلام روزگار کا شکوہ بھی کیا کریں
خود ہم کیا ہیں جو کسی کا گلہ کریں

وفات: 23 مارچ 1969ء قبر: نثار حسین نثار لکھنوی (شاعر)

☆☆

Marfat.com

مرقد پہ تیری رحمت حق کا نزول ہو

حامی ترا خدا اور خدا کا رسولؐ ہو

وفات:20 مئی 1964ء　　قبر:ڈاکٹر محمد اقبال (ماہر تعلیم)

☆☆

نکل سکے گی نہ دل سے کبھی یہ آہ و فغاں

متاع زیست کا میری یہی دفینہ ہے

وفات:25 نومبر 1960ء　　قبر:ڈاکٹر عباد الرحمٰن خان آفریدی سالارزئی

☆☆

وہ دیوانہ سا وہ بے نام سی منزل کا اک رہرو

زمانے کے لئے کافی ہے یہ نام و نشاں اپنا

وفات:13 ستمبر 1988ء　　قبر:مظہر علی خان (شاعر۔ماہر تعلیم)

☆

Marfat.com

قبرستان علی باغ

مشعل جادۂ عرفان تھے آغا مہدی
ہم پہ اللہ کا احسان تھے آغا مہدی
اہل دانش کے لئے ان کا تبسم تھا سند
علم و ادارک کی میزان تھے آغا مہدی

وفات:13 جولائی 1986ء قبر:مولانا سید آغا مہدی صاحب (ادیب)

☆☆

آہ سر سید رضا، سمت علی رخصت ہوئے
یہ رہ تسلیم، یہ اقدام بے باک رضا
آئی جب انیسویں شوال اور پندرہ اگست
سوئے جنت کھل گئی راہ طربناک رضا
''یوم آزادی'' جو آیا، ہو گئی آزاد روح
اللہ اللہ اختیار طبع دراک رضا
رفعت و پاکیزگی سیرت کی کام آہی گئی
خاک پاکستان میں آخر مل گئی خاک رضا
قبر پہ سیماب لکھنا تھا مجھے سال وفات
دی ندا ہاتف نے لکھ دو ''مرقد پاک رضا''

1368ھ

وفات:15 اگست 1949ء مرقد:سر سید رضا علی مرحوم

☆☆

Marfat.com

و قوت عالیٰ الکریم بغیر زاد
من الحسنات و القلب السلیم
و حمل الزاد قبح کل شئی
اذ کان الوفود علیٰ الکریم

☆☆

بود ایجاز حکم حق بزیر خاک آسودہ
حسن ابن حسن فرزند بنت ناصر الملتؒ
بر آمد سال مرگ او بہائے فاضل طینت

وفات:15 اکتوبر 1978ء مرقد:سید ضیاءالحسن موسوی (شاعر)

☆☆

قطعہ تاریخ

گرفتی جا بہ پہلوئے بزرگاں
چو خالی شد ز مرگ نادیؔ ما
پئے تاریخ رحلت بادل چاک
نوشتم "خلد رفتی ہادی ما"

1385ھ

وفات:23 جنوری 1966ء قبر:مولانا سید محمد ہادی نقوی مرحوم
نتیجہ فکر:علامہ سید علی نقوی

☆☆

جیسے دنیا میں رہیں حشر میں بھی رب عزیز
امتہ اللہ کو بنا شاہِ شہیداں کی کنیز
1379ھ

وفات:13۔اگست 1959ء قبر:امتہ اللہ والدہ رشید ترابی
☆☆

Marfat.com

نسیم اس قبر میں پنہاں ہے دولت ملک وملت کی
خدا کے واسطے سن لو ذرا، الحمد تو پڑھ لو

نتیجہ فکر: سید ضیاالحسن موسوی

نہ بھٹکو فکر میں تاریخ رحلت کی، ادھر آؤ
یہی ہے مدفن آل رضا، الحمد تو پڑھ لو

1978ء (نتیجہ فکر) نسیم امروہوی

وفات: 1978ء قبر: سید آل رضا (شاعر)

☆☆

ابھی باقی ہیں پتوں پر جلے تنکوں کی تحریریں
یہ وہ تاریخ ہے بجلی گری تھی جب گلستاں پر

وفات: 24 اکتوبر 1968ء قبر: قمر جلالپوری (شاعر)

☆☆

داغ دل ابھریں گے پھر لالہ وگل بن بن کے
بعد مرنے کے بھی ہم جانِ گلستان ہوں گے

وفات: 19 نومبر 1981ء قبر: حاجی سعید ہارون (غلام رضا)

☆☆

زیست دار فنا کا اک ہنگام — موت ہے دائمی بقا کا نام
موت اس کے لئے نوید حیات — جس کی بالیں پہ ہوں امام انام
ایک نعمت ہے پھر بھی ذات پدر — حق میں اولاد کے ہے اک انعام
نا گہاں دہر سے اٹھے کرار — جن کا ملک تھا مدح شاہ انام
رند میخانہ ولائے حسینؑ — شاعر خوش بیان و خوش انجام

Marfat.com

جن کے سائے سے دل کو ڈھارس تھی | جن کے دم سے تھا ایک گھر کا نظام
کی ذہن رسا نے فکر وصال | ہاتف عرش نے کیا یہ کلام
سرخ رو آج اٹھے ہیں جو کرار | گلشن خلد میں ملا ہے مقام

1981ء   1401ھ (سید یداللہ حیدر)

وفات: 13 جولائی 1981ء   قبر: سید کرار حیدر جونپوری (شاعر)

☆☆

قطعہ تاریخ وفات

قطعہ تاریخ دیکھ سکتی تھی یہ چشم بوترابؑ
ذاکر نبی کی آلؑ کا ظلمت کی زد میں ہو
حکم علیؑ ہوا یہ ہمارا غلام ہے
روشن اک آفتاب ثمر کی لحد میں ہو

وفات: 15 نومبر 1984ء   قبر: سید آفتاب احمد جعفری ثمر

☆

Marfat.com

قبرستان ڈرگ کالونی

کہو کہ شورشِ عالم یہاں چلی آئے
بڑا سکون میرے گوشۂ مزار میں ہے

☆☆

جو کوئی مومن کرے اس پر نظر
فاتحہ للہ پڑھے اس قبر پر

وفات:15دسمبر1972ء قبر:عابد حسین (اخگر مرادآبادی)

☆☆

تب اپنا وقت تھا دنیا میں اب تیرا زمانہ ہے
برائے فاتحہ دشوار ہاتھوں کو اٹھانا ہے
خدا کا خوف کہ تجھ کو بھی اس بستی میں آنا ہے
ترس کھاؤ منظر گور غریباں دیکھنے والو

وفات:1978ء مرقد:شاعر اہلبیت امیر حسن رسوا میرٹھی

☆☆

ہاتف غیبی نے یہ مجھ سے کہا
محو ہیں فردوس میں چشتی اثر

وفات:3۔اگست1983ء قبر:اےایم چشتی اثر (شاعر)

☆☆

Marfat.com

قطعہ تاریخ وفات

مست تھے عشق حبیب کبریا میں اور مگن
خدمت دین مبین کی دل کو کیسی تھی لگن
جامعہ نعیمیہ کے فاضل کامل تھے یہ
اور گلستان نعیمی کے گل خندہ دہن
دارِ فانی چھوڑ کر واصل الی اللہ ہو گئے
موت عالم موت عالم ہے بصد رنج و محن
نعمتوں سے جنت الفردوس کی ہوں سرفراز
رحمت حق ان کی تربت پر رہے سایہ فگن
اے نعیمی بے تامل کہہ دے تاریخ وفات
مظہر انوار شان مولوی ہادی حسن

1984ء

وفات: 25 جنوری 1984ء قبر: حضرت مولانا محمد ہادی حسن نعیمی

☆☆

کیا خبر ممتاز اگلے سال تک جیتا ہے کون

2388

یک زبان ہو کر پکارو سوگوارو السلام

980

وفات: 27 جنوری 1988ء قبر: حضرت سید ممتاز حسین ممتاز

☆☆

Marfat.com

جب کر چکے ختم ابن حسن زیست کی میعاد
رحلت سے ہوا ان کی، شکستہ دل اولاد
مصرع سن ہجری کا ملا بادل اندوہ
ہیں ابن حسن گلشن فردوس میں اب شاد

وفات: 7 ستمبر 1977ء　　　قبر: سید ابن حسن

............☆............

Marfat.com

قبرستان ماڈل کالونی ملیر

کبھی نفرت نہیں ملتی در مولا کے بندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

....

مونس و غم خوار اے برادر ذی وقار
آپ کی رحلت سے قلب و روح ہے بے قرار
اتنی کیا جلدی تھی جو سوئے عدم رحلت کیے
تاقیامت اب رہے گی سب کی آنکھیں اشکبار

(ازطرف نواسہ)

وفات: 17 جنوری 1989ء قبر: حضرت حکیم سید شاہ محمد وکیل کفیلی

............☆............

Marfat.com

فوجی قبرستان

گذشت افسوس اک فاضل یگانہ — کہ بود فخر قومی فخر ملکی
فروزاں شمع از انوار قانون — فراواں خیر از اکرام دینی
تعلیم داشت از ہر نوع ادیان — تلمذ داشت از علامہ قاضی
تفضل داشت در اعیانِ عالم — تبحر در علوم حال و ماضی
سراپا گرم باخلاص و اخلاق — مکین قصر خلد اے کے بروہی

(شاعر: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان)

تاریخ وفات: 13 ستمبر 1987ء ، قبر: (اے۔کے بروہی) ادیب

☆☆

ظفر سے دور نہیں ہے کہ یہ گدائے الست
زمیں پہ سوئے تو اورنگ کہکشاں سے اٹھے

تاریخ وفات 6 مئی 1972ء قبر: سراج الدین ظفر

☆☆

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
مومن کا نشاں اور منافق کا نشاں اور
راشد کی شہادت یہ ہے اقبال کا یہ قول
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

اکرام قمر ایڈیٹر "ہلال"

تاریخ شہادت: 20۔اگست 19771ء مرقد: راشد منہاس شہید

Marfat.com

ڈاکٹر بدر کان گوہر تھیں — یعنی عثمانیہ کا جوہر تھیں
ماں ظفر کی تھیں اور اظفر آہ — وہ شجاعت کا نصف بہتر تھیں
صورتیں لڑکیوں کے کالج کی — اور علم و عمل کا پیکر تھیں
دل پہ کیسا غضب ہوا لوگو — وہ تو ہر ایک دل کی دلبر تھیں
بدر نسواں غروب ہے مظہر — وہ تو نسوانیت کی رہبر تھیں

مرقد: ڈاکٹر بدرالنساء بیگم قریشی

تاریخ وفات: 8 جون 1975ء پیش کش: شاگرد سعیدہ عروج مظہر

☆

Marfat.com

قبرستان دارالعلوم کورنگی

انسان کو چاہیے کہ خیال قضا رہے
ہم کیا رہیں گے جب نہ رسول خدا رہے

وفات: 13 شوال 1406ھ مزار اقدس: مولانا عبدالحکیم صاحب
خلیفہ مجاز مفتی اعظم پاکستان حضرت محمد شفیع

☆☆

جیکب لائن کوارٹرز

دے گیا داغ جدائی آخر
وہ معظم وہ مکرم سیماب
فخر علم و ادب اُستاد زماں
فن کے اسرار کا محرم سیماب
قادری لکھ دو یہ تاریخ وفات
نہ رہا شاعر اعظم سیماب

شاعر: پروفیسر حامد حسن قادری

تاریخ وفات: 31 جنوری 1951ء قبر: علامہ سیماب اکبر آبادی

............☆............

اسلامیہ کالج کراچی

کشودہ پر بہ تمنائے عالم باقی
ز خاکوان فنا رخت زندگی بربست
نشان صاحب عرفان بہ زیر خاک مجو
ببین کہ ''تخت سلیمان باوج فردوس'' است

تاریخ وصال 22 نومبر 1953ء مرقد انوار: حضرت علامہ سید سلیمان ندوی

............☆............

Marfat.com

عجیب اور
تاریخی
قبرستان

Marfat.com

عجیب قبرستان

کراچی کے مہنگے ترین اور پوش علاقے ڈیفنس فیز ٹو ایکس ٹینشن خیابان جامی کی اسٹریٹ نمبر تین پر چار دیواری میں بند ایک ایسا قبرستان دریافت ہوا ہے۔ جو کہ آبادی کے بیچوں بیچ قائم ہے۔ جہاں لگ بھگ 50 سے 60 قبریں موجود ہیں اور دلچسپ امر یہ ہے کہ کسی بھی قبر پر سرے سے کوئی کتبہ نہیں اور قبر پر کتبے کی جگہ سیمنٹ کا بارہ سے اٹھارہ قطر کا ایک ایک پائپ نصب ہے۔ جس کے بارے میں ہندو برادری کے بعض لوگوں کا کہنا ہے یہ قبرستان ہندوؤں کی سب سے اونچی ذات برہموں اور میواتیوں کا قبرستان ہے اور انہوں نے یہ قبر کے سرہانے جو پائپ نصب کر رکھے ہیں وہ لوگ اپنے عقائد کے مطابق اس کے ذریعے اپنے مردوں کو خشک میوہ جات کھوپرے اور کھانے دیتے ہیں اور اس طبقے کے لوگوں کا یہ ماننا ہے کہ ان کے مردے نہ صرف اس پائپ کے ذریعے دیئے گئے کھانے کھاتے ہیں وہ اپنا اچھا کھانا اور من پسند خشک میوہ جات ملنے پر ان سے اس پائپ کے ذریعے ہمکلام ہو کر اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

اس قبرستان کے بارے میں اطراف سے گھروں اور فلیٹوں کے مکینوں نے مکمل لاعلمی کا اظہار کیا۔ تاہم اس قبرستان کے سامنے واقع تین دکانداروں نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ خاموش قبرستان میں سالوں میں کبھی کبھی لوگ مردے دفنانے آتے ہیں تاہم ہندو عورتیں جو کہ ہاتھوں میں عجیب وضع قطع کے کڑے اور عجیب و غریب رنگ برنگ لباس میں ہوتی ہیں۔ اکثر بیشتر ہاتھوں میں مختلف قسم کے کھانوں میں سجی تھالیں جن میں خشک میوہ جات دودھ اور بھنے گوشت لے کر انتہائی خاموشی سے آتی ہیں اور اپنے پیاروں کی قبروں کے سرہانے لگے پائپ میں ڈال کر کچھ دیر خاموش میں گزار کر پھر سرگوشیاں کرتی ہیں اور پھر اچانک غائب ہو جاتی ہیں اس قبرستان کی دیکھ

Marfat.com

بھال ایک خواجہ سرا کرتا ہے جو کبھی کبھی نظر آتا ہے مگر باوجود لوگوں کے بلانے کے کبھی نہیں آتا۔اسی وجہ سے آبادی کے بیچوں بیچ یہ قبرستان علاقے کے لوگوں کے لئے ایک راز ہے۔

پرانے گولی مار کے علاقہ میں ہندوؤں کے سب سے قدیم مرگھٹ سون پری کے انچارج کا کہنا ہے کہ ہندو برادری میں میواتی، برہمن اور مرہٹے قوم کے لوگ اپنے مردوں کو جلاتے نہیں بلکہ دفناتے ہیں اور مذکورہ مرگھٹ میں بھی ایسے سینکڑوں لوگوں کی قبریں ہیں اور ہوسکتا ہے کہ ڈیفنس میں دریافت ہونے والا قبرستان ان ہی تین ذاتوں میں سے کسی ایک کا قبرستان ہو۔لیکن 8 سے 10 سال کے بچے خواہ ان کا تعلق ہندوؤں کی کسی بھی قوم سے ہو کو جلایا نہیں جاتا بلکہ دفن کیا جاتا ہے نیز ان میں جو پنڈت اور مہاراج ہوتے ہیں۔انہیں بھی مرنے کے بعد جلایا نہیں جاتا۔ بلکہ انہیں خوب سجا سنوار کہ پوری عزت و تکریم کے ساتھ قبر میں آلتی پالتی مار کر بیٹھنے کے انداز میں دفنایا جاتا ہے۔جسے سمادھی کا نام دیا جاتا ہے۔

قبر ایک عقیدے دو......

شاہراہ فیصل پر واقع عیسائیوں کے قبرستان میں نواب بہاولپور سر ایس ایم عباسی خان بہادر کی اہلیہ مسز مریم ڈورتھی عباسی کی ایک ایسی قبر بھی موجود ہے۔جس کے سنگ مرمر کی لوح پر بیک وقت اللہ اکبر اور صلیب کا نشان ہے۔اس بارے میں محقق کا کہنا یہ ہے کہ کیونکہ نواب صاحب خود مسلمان تھے لہٰذا انہوں نے لوح پر اللہ اکبر درج کروایا جبکہ ان کی اہلیہ جو کہ آخری سانس تک عیسائیت کی پیروکار رہیں۔لہٰذا وصیت کے مطابق انہیں عیسائی قبرستان میں دفنائے جانے کے ساتھ ساتھ لوح پر صلیب بھی بنایا گیا ہے۔

روئے زمین پر سب سے پہلے جو قبر وجود میں آئی وہ قابیل کے بھائی ہابیل کی تھی جو کہ آج بھی دمشق میں موجود ہے۔اور لوگ بڑی تعداد میں روزانہ اس 24 فٹ لمبی

Marfat.com

قبر پر حاضری دیتے ہیں۔ دمشق میں بھی موجود ایک قبیلہ جو کہ دروزی کے نام سے مشہور ہے انہیں نبی مان کران کی عبادت کرتا ہے۔ غرض کہ دنیا میں حضرت انسان کی پہلی قبر کے وجود میں آنے کے بعد کئی مذاہب میں مردوں کی تدفین کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو کہ آج بھی جاری و ساری ہے اور آج بھی بیشتر مذاہب بالخصوص اہل کتاب جن میں عیسائی، یہودی اور مسلمان مرنے والوں کو دفن کرتے ہیں۔

کراچی سے 16 میل کے فاصلے پر نیشنل ہائی وے کے بائیں جانب واقع چوکھنڈی کے قبرستان جیسے 1917ء میں ٹھٹھہ کے اسسٹنٹ کلکٹر نے دریافت کیا تھا کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ جہاں 700 سے زائد پکی اور ہزاروں کی تعداد میں کچی قبریں اس وقت کے فن تعمیر کا بے مثال نمونہ پیش کر رہی ہیں ان قبروں پر نا صرف قرآنی آیات کنداں ہیں بلکہ بعض قبروں پر گھوڑے، مچھلی، اونٹ، ترکش و مختلف زیورات کے نقش و نگار بھی بنے ہوئے ہیں۔ کراچی کے جنوب مشرق میں پرانا حاجی کیمپ کے قریب یہودیوں کا محض ایک قبرستان جو بنی اسرائیل کے نام سے منسوب تھا۔ اب وہ ختم ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ پارسی مذہب کے دستے جو کہ رتن تالاب موجودہ پریڈی اسٹریٹ پر قائم تھے۔ اب ختم ہو چکے ہیں۔ جبکہ کلفٹن میں قائم کیا جانے والا ٹاور آف سائنس اور 1915ء میں چنیسر گوٹھ میں تعمیر کئے جانے والے راستے میں سے صرف ایک قائم ہے اور آج بھی گوشت خور پرندے مردوں کا گوشت کھا رہے ہیں۔ ماضی میں ہندوؤں نے بھی اپنے مردوں کو جلانے کے لئے شمشان گھاٹ یا مرگھٹ تعمیر کر رکھے تھے۔

مگرمچھوں کا قبرستان

کراچی کے نواحی علاقے میں پیر نامی ایک بزرگ ہستی کا مزار ہے منگھو پیر کا اصل نام خواجہ حسن تھا۔ آپ بابا فرید گنج شکرؒ کے خلیفہ تھے ان کے مزار مبارک کے برابر

Marfat.com

مکلی قبرستان

گولاقبرستان

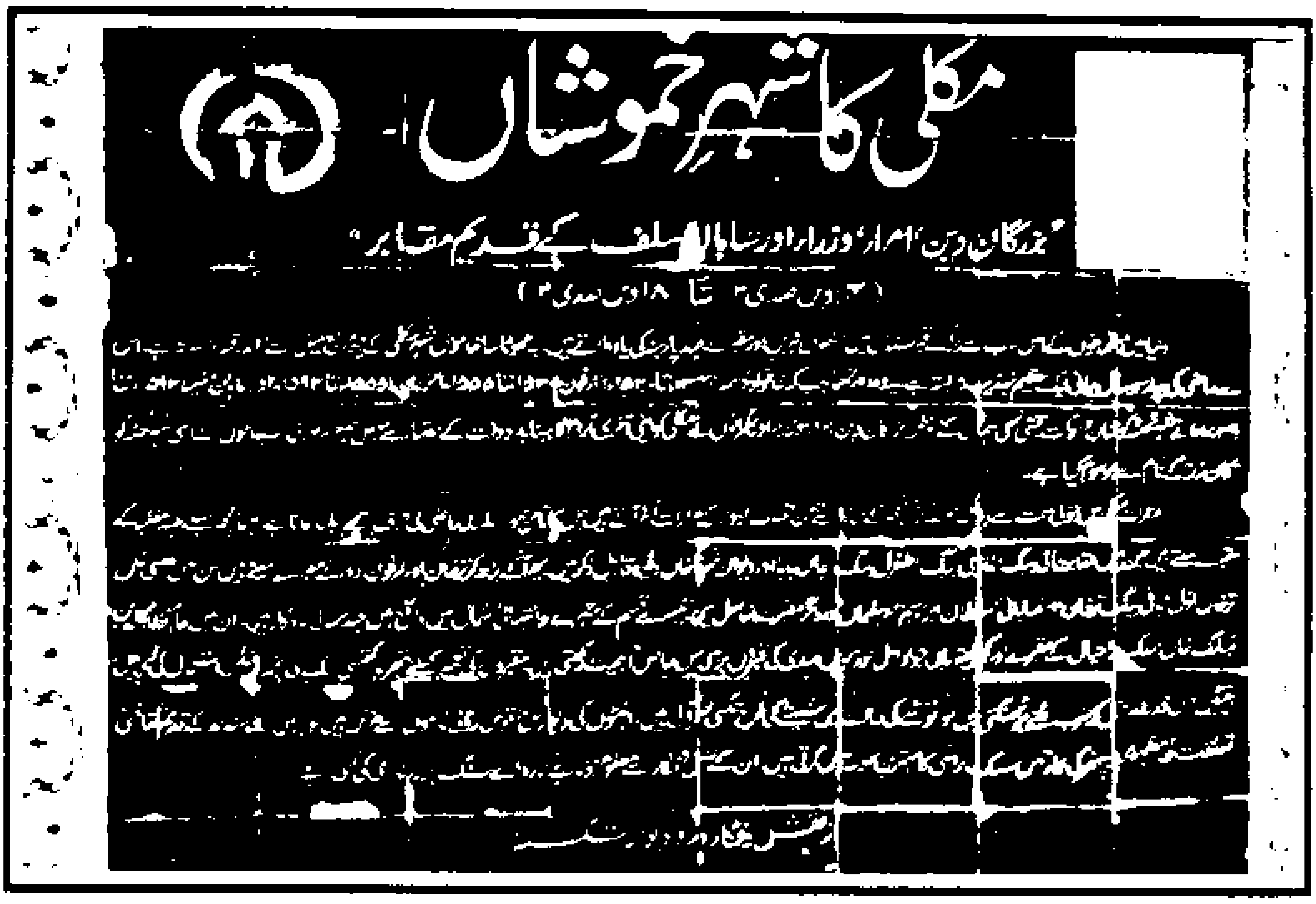

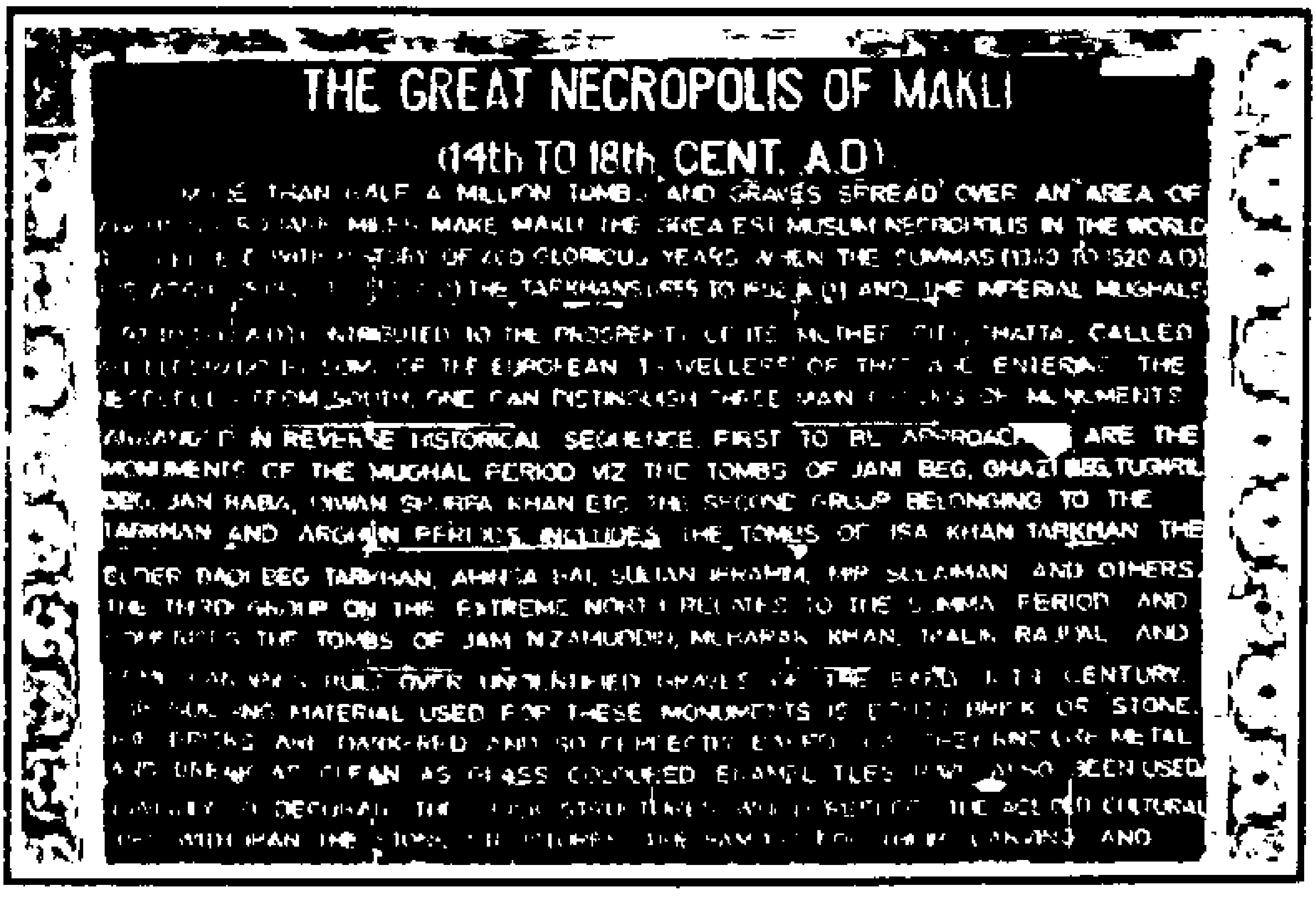

Marfat.com

Marfat.com

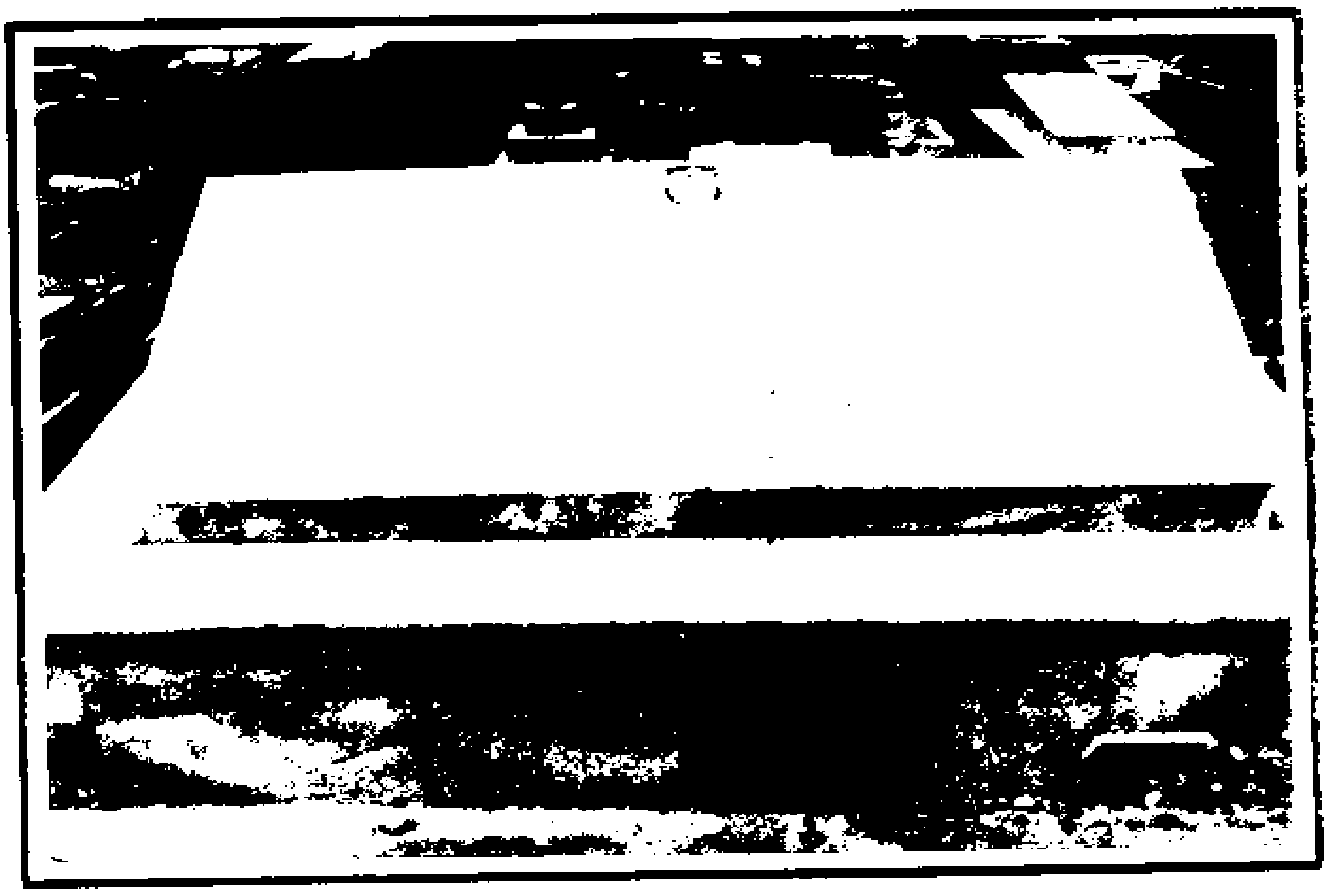

Marfat.com

Marfat.com

میں ایک تالاب جو تقریباً 4 فٹ گہرا اور 6 مرلے جگہ پر مشتمل ہے۔ اس تالاب کی خصوصیات اس میں پائے جانے والے تقریباً 100 سے زائد مگرمچھ ہیں۔ جو قدرتی چشمے کے پانی میں رہتے ہیں۔ ان مگرمچھوں کے بارے میں مقامی روایات اور عقیدہ یہ ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ جاتے وقت حضرت منگھو پیر کو یہ نشانی کے طور پر دے گئے تھے اور یہ بزرگانِ دین کی کرامات ہیں۔

اس کے برعکس انگریز مورخ اور دیگر ماہرین ارضیات کا کہنا یہ ہے کہ ایک دور میں دریائے سندھ اس علاقے سے گزرتا تھا۔ جس نے بعد میں اپنا رخ تبدیل کر لیا اور کچھ عرصہ تک ایک نہر بھی بہتی رہی اور یہ مگرمچھ اسی دور کی یادگار ہیں۔ بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو پاکستان کی شیدی برادری ان مگرمچھوں کو خوشحالی اور خوش نصیبی کی علامت سمجھتی ہے۔ پاکستان میں بسنے والی شیدی برادری کا تعلق افریقہ سے جا ملتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد افریقہ سے ہجرت کر کے دریائے سندھ کے ساحلی علاقوں میں آباد ہوئے۔

شیدی برادری ہر سال مئی کے مہینے میں ان مگرمچھوں کے ہمراہ میلہ مناتی ہے۔ میلے کا پہلا دن کھارادری، دوسرا لیاری، تیسرا دن حیدرآبادی اور چوتھا دن بیلا والا جماعت کا ہوتا ہے۔ میلے کے شروع میں ایک خاص قسم کا افریقی دھمال ڈالا جاتا ہے۔ دھمال کے بعد شیدی جماعتوں کے سربراہ تالاب کے اندر جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑی عمر والے مگرمچھ جن کی عمر اندازاً سو سال ہے) اور اس کا اسم گرامی مور صاحب ہے۔ اس والہانہ کی بھونی دی جاتی ہے اور لکڑی کے ایک سرے پر حلوہ اور گوشت رکھ کر کھلایا جاتا ہے۔ مور صاحب جس کو مگرمچھوں کا سردار بھی مانا جاتا ہے۔ گوشت کھلانے کے بعد اس کے سر پر سیندور اور عطر گلاب لگایا جاتا ہے۔ اور پھر باقی مگرمچھوں کو بکروں کا تازہ گوشت کھلایا جاتا ہے۔ اس موقع پر برادری کے لوگوں کی خوشی قابلِ دید ہوتی ہے۔ گلے لگ کر ایک

Marfat.com

دوسرے کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور پھر برادری کی خوشحالی کے لئے اجتماعی دعائیں ہوتی ہیں۔ میلے کے چاروں دن ایک ہی جیسی تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اگر ان مگرمچھوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے انسانوں کی طرح غسل اور کفن میں لپیٹا جاتا ہے اور پھر بڑے احترام سے مزار سے تقریباً چار کلومیٹر دور ایک میدان میں دفنایا جاتا ہے اور قبر کو ہموار کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح یہ دنیا کا عجیب وغریب واحد مگرمچھوں کا قبرستان ہے۔ اس نسل کے مگرمچھ پوری دنیا میں کہیں نہیں پائے جاتے۔

چوکھنڈی کا قبرستان

سندھ کی سرزمین اپنی تاریخی روایات اور تہذیب وتمدن کے حوالے سے پرکشش اور انفرادی حیثیت رکھتی ہے۔ سندھ کی ثقافت کا ایک خاص پہلو چوکھنڈی کے مقبرے ہیں۔ جو اپنی بناوٹ اور خوب صورتی کے لحاظ سے منفرد ہیں۔ شہرخموشاں کے یہ مزار ومقبرے اپنے شاہانہ وقار کے ساتھ صدیوں سے قائم ودائم ہیں۔

یہ کراچی سے 27 کلومیٹر کے فاصلے پر نیشنل ہائی وے کے بائیں کنارے واقع ہے۔ چوکھنڈی کے لغوی معنی چار کونے ہوتے ہیں۔ چوکھنڈی کا قبرستان اڑھائی کلومیٹر کے علاقے پر محیط ہے۔ اس میں لگ بھگ چھ سو کے قریب قبریں موجود ہیں۔ ان قبروں کی تعمیر کا عرصہ پندرھویں تا انیسویں صدی کا بیان کیا جاتا ہے۔ چوکھنڈی کی قبریں چوکھیوں اور بلوچوں سے موسوم کی جاتی ہیں۔ قبروں اور مقبروں کی تعمیر میں پیلے رنگ کا ریتلا (Stand Stone) پتھر استعمال کیا گیا ہے۔ جوٹھہ کے قریب جنگ شاہی سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس قسم کا پتھر آج بھی وہاں پر دستیاب ہے۔

سب سے زیادہ دیدہ زیب وہ مقبرے ہیں جو کئی منزلہ بنے ہوئے ہیں یہ مستطیل نما مقبرے عموماً اڑھائی فٹ چوڑی، پانچ فٹ لمبی اور چار سے چودہ فٹ تک

Marfat.com

اونچے ہوتے ہیں۔ وہ جیومیٹرک ڈیزائن جو قبروں کی تمام سطح کا احاطہ کیے ہوئے ہیں غیر معمولی نوعیت کے ہیں۔

اس قبرستان میں کردوں کی قبریں خوش وضع کلاہ نما ڈیزائن سے مزین ہیں۔ اور تمام طور پر گھڑ سوار سورماؤں، ہتھیاروں اور اسلحے سے منقش ہیں۔ عورتوں کی قبروں کا امتیازی وصف ان پر منقش شدہ زیورات کی نقاشی ہے۔ اس قسم کی قبریں صرف سندھ اور بلوچستان میں پائی جاتی ہیں۔ اس عظیم چوکھنڈی کے قبرستان میں ہزاروں نئی قبریں بننا شروع ہو گئی ہیں اور اس تاریخی قبرستان میں تدفین کے باعث قبرستان اپنی تاریخی حیثیت کھونے لگا ہے اور عالمی سطح پر اس کی اہمیت بتدریج کم ہونے لگی ہے واضح رہے کہ ان تاریخی قبروں کی تعمیر میں کسی قسم کا سیمنٹ، مٹی یا چونا استعمال نہیں کیا گیا۔ بلکہ عظیم مقبرے صرف پتھروں کو تراش کر ایک دوسرے کے ساتھ ترتیب دیئے جانے والے مقبرے دو صدیوں سے زیادہ وقت کے باوجود شان کے ساتھ کھڑے اپنی عظمت کا ثبوت دے رہے ہیں۔

جیسے کسی بلند مرتبہ روایات کے پاسدار ہوں، گہری ریت کی سرگوشیاں، ہوا کی سنسناہٹ اور شعلہ فشاں آفتاب کی دہکتی ہوئی آنکھ چوکھنڈی کے مقبروں کو صدیوں سے یونہی چپ چاپ دیکھ رہی ہے ان کی خوب صورت انفرادیت اور مغلوب کر دینے والی اسراریت کے گہرے راز جن کو آج تک کوئی نہیں جان پایا۔ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے اس قبرستان کی تعمیر میں لافانی حسن پیدا کیا۔ اور پھر یہ کمال فن دکھانے کے بعد کہاں غائب ہو گئے۔ چوکھنڈی کے قبرستان کی دکھتے بلند ہوتے میناروں کی طرح ہیں۔ جو اپنے اندر شاعرانہ وجاہت بھی رکھتے ہیں۔

ماضی کے ان مزارات میں جو کھیو خاندان کے نوابوں، راج کماروں،

Marfat.com

بزرگوں اور عسکری عہدیداروں کو دفن کر کے ان پر قدیم یونانی، ایرانی اور سندھی طرز تعمیر کے چھوٹے بڑے ہزاروں مقبرے تعمیر کیے گئے ہیں۔ اس علاقے کے مزاج کا تاریخی حصہ ہے۔ ٹھٹھہ، قلات اور حیدر آباد کے شہزادے اس زمین کے حصول میں بے حد دلچسپی رکھتے تھے۔

اس کے علاوہ شہزادیوں اور کنواری لڑکیوں کی قبروں کا بالائی حصہ تکون طرز یا ایک جانب جھکا ہوا ہے۔ چوکھنڈی کا یہ قبرستان اپنی تکمیل کے بعد دو صدیوں سے زائد عرصہ گزار چکا ہے۔ لیکن ان مقبروں کی طرز تعمیر اور ان کی ترتیب سے علاقے کے مہذب اور طاقتور حکمرانوں کا پتہ چلتا ہے۔

گورا قبرستان سے مسیحی قبرستان تک

کراچی شہر جو کہ اپنے ارتقاء سے ہی مختلف اقوام کا بے مثال سنگم رہا ہے۔ یہاں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ شیر و شکر تھے۔ مسلمان ہندو، پارسی، عیسائی اور شہر میں نہ صرف مل جل کر ایک ہی محلے میں رہنے کا رواج تھا۔ بلکہ تمام مذاہب کی اپنی اپنی عبادت گاہیں تھیں کراچی میں ہونے والے 9 عرس اور میلے جن میں ہندوؤں کے پورنیا میلے، منگھو پیر کے عرس اور کلفٹن میں مسلمان بزرگوں کے عرس منعقد ہوتے تھے، اب بھی جاری ہیں۔ ان میں تمام مذاہب کے لوگ شریک ہوتے، اپنی اپنی عبادت گاہیں تھیں۔ انہوں نے اپنے پیاروں کیلئے ابدی نیند سونے کے بعد ٹھکانے لگانے کی جگہیں مقرر کر رکھی تھیں۔ اس وقت ان قبرستانوں اور شمشان گھاٹوں میں سے بیشتر مٹ چکی ہیں۔ جبکہ بعض پر حضرت انسان نے قبضے کر کے آبادیاں قائم کرتے ہوئے شہر خموشاں کو جیتے جاگتے انسانوں کا شہر بنادیا ہے۔ ان قبرستانوں، شمشان گھاٹوں اور زخمے میں ملیر چھاؤنی قبرستان، منگھو پیر قبرستان، شاہ عتیق قبرستان، مائی گنجی قبرستان، میوہ شاہ قبرستان، بھٹا

Marfat.com

آزی قبرستان، منورہ قبرستان، چینی باغ قبرستان، علی فتح قبرستان، ریکسر لائن قبرستان، بوہری داؤدی قبرستان، فیضان صدیقی کچھی قبرستان شامل تھے۔

سندھ میں عیسائی مذہب کا پہلا قبرستان جو کہ بندر روڈ پر موجود اقبال سنٹر مشہور مٹھائی کی دکان دل پسند کی جگہ واقع تھا اور اس میں 1839ء میں کراچی کے سرد موسم کی تاب نہ لاکر ہلاک ہونے والے سیکنڈ گرینڈ رجمنٹ کے فوجیوں سمیت ایک فوجی کیپٹن لیڈر جسے ایک حریت پسند نے منگھوپیر کی پہاڑیوں میں قتل کیا تھا۔ ہزاروں یادوں کے ساتھ آبادی میں تبدیل ہو چکی ہے۔

جبکہ عیسائیوں کا دوسرا قبرستان جس کا نام کراچی سٹی قبرستان تھا۔ آج بھی گورا قبرستان کے نام سے موجود ہے اور ابدی نیند سونے والوں کو اپنی آغوش میں سلانے کا کام انجام دے رہا ہے۔ یہ قبرستان انگریزوں نے کراچی پر قبضے کے بعد 1839ء میں قائم کیا تھا۔ یہ قبرستان جو تین صدیوں سے قائم ہے۔ [illegible] 100 [illegible] قبل کراچی [illegible] پریذیڈنٹ [illegible] قبرستان نصف 20 ایکڑ کے رقبے پر محیط تھا بلکہ اس کا شمار کراچی کے خوبصورت ترین قبرستانوں میں ہوتا تھا۔

آج بھی قبرستان اپنی قدیم قبروں سے اپنی قدامت کی داستان بیان کر رہا ہے۔ یہ قبرستان جس کی قدیم قبریں جن میں برطانوی [illegible]

چارلس نیپئر کے ایک رشتہ دار 28ویں رجمنٹ کے لفٹیننٹ [illegible] کی 13 دسمبر 1813ء [illegible] قائم ہونے والی قبر سمیت 1876ء [illegible] 1868ء [illegible] 1892ء [illegible] 8 [illegible] 1892ء [illegible]

[illegible]

Marfat.com

عرصہ دراز قبل کرچین بورڈ کے سیکرٹری مسٹر ڈاس نے اس قبرستان کے لئے سلیقے اور قرینے کی بنیاد رکھی تھی وہ آج بھی اس طرح قائم و دائم ہے۔ یہ قبرستان ہماری تاریخ و تمدن کے آئینہ ہیں۔

مکلی کی وجہ تسمیہ

اس پہاڑی کا نام مکلی کیسے پڑا اس کے متعلق تحفۃ لکرام کے مصنف میر علی شیر قانع ٹھٹھوی نے تحریر کیا ہے کہ ایک بزرگ حج کے ارادے سے جا رہے تھے ایک شب انہیں اس پہاڑی پر رات بسر کرنے کا اتفاق ہوا۔ رات کو خواب میں خداوند قدوس کے انوار تجلیات کا غیر معمولی مشاہدہ ہوا۔ جس کے باعث چونک کر اٹھا اس وقت ان کی زبان پر (ھٰذَا مَکۃِ لِیْ) عربی جملہ جاری تھا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ "یہ میرے لئے مکہ ہے" یہ الفاظ صبح تک ان کی زبان پر جاری رہے۔ اس واقعہ کو اتنی شہرت ہوئی کہ پہاڑی کا نام مکتلی پڑ گیا۔ پھر کثرت استعمال کی وجہ سے صرف تا گر گیا اور مکلی رہ گیا اور آج تک اسی نام سے مشہور و معروف ہے۔ "مکلی نامہ" کتاب میں بھی اس کا ذکر ہے۔

ایک روایت ہے کہ مکلی نامی ایک پاک باز، زاہدہ و عابدہ عورت جو میر بحر قوم کی تھی۔ وصال کرنے کے بعد اسی پہاڑ پر دفن کی گئی ہیں۔ جس کی وجہ سے اس پہاڑی کا نام مکلی پڑ گیا۔ اس پاک دامن خاتون کے وصال کا واقعہ اس طرح مشہور ہے کہ وہ دہی بیچنے کا کام کرتی تھی۔ بطور خرق عادت (کرامت) روحانی پرواز کا یہ عالم تھا کہ ہر روز مکہ تشریف لے جاتیں۔ اور کبھی مدینے جاتیں اور وہاں دہی بیچ کر واپس آجاتی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے خاوند کو حج پر جانے کا اتفاق ہوا۔ حج کے بعد واپسی کے لئے زادراہ ختم ہو چکا تھا۔ اور بے کسی کے عالم میں ادھر اُدھر پھر رہے تھے۔ اس اثناء میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ جنہوں نے بتایا کہ عصر کے وقت ایک نقاب پوش عورت تشریف لاتی

Marfat.com

ہیں۔ ان سے عرض کرنا تمہارا کام ہو جائے گا۔ انشاءاللہ

انہوں نے عصر کے وقت نقاب پوش خاتون کو تلاش کیا اور دیکھا کہ وہ دہی بیچ رہی ہیں۔ جب وہ دہی بیچ کر فارغ ہوگئیں تو انہوں نے ان سے اپنا حال بیان کیا اور مدد مانگی خاتون نے فرمایا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو۔ چند لمحے بعد ہی انہوں نے آنکھیں کھولنے کا حکم دیا۔ آنکھیں کھولیں تو وہ ٹھٹھہ پہنچ چکے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ اتنی صاحب کمال ہیں تو خدا کا واسطہ دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں خاتون نے نقاب اٹھایا تو یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ ان کی اپنی ہی زوجہ ہیں۔

اس واقعہ سے ان کی روحانیت کا یہ راز فاش ہوگیا۔ جس کے بعد جلد ہی ان کا وصال ہوگیا اور اس پہاڑ پر مدفون ہونے کی وجہ سے اسے مکلی کہتے ہیں۔ مائی مکلی کا مزار اقدس مخدوم حماد جمالی۔ کی تعمیر کردہ مسجد کے عین محراب سے متصل باہر کی طرف واقع ہے اور زیارت گاہ ہر خاص و عام ہے۔ تازہ تحقیق کے مطابق حضرت طالب المولی کے نقشے کے مطابق جو ٹھٹھہ سے 1916ء اور 1917ء میں نکالا گیا تھا۔ مائی مکلی کا مزار پرانی جامع مسجد کے مغربی کی طرف ایک خوب صورت چار کونے والی پرانی چار دیواری میں ہے جسے راتک کہا جاتا ہے۔

مکلی کی جغرافیائی حیثیت

مکلی ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو شمال میں کھیر تھر نام کے پہاڑ کی ایک دور افتادہ شاخ ہے۔ شمال میں سامونی سے شروع ہو کر کلاں کوٹ کے نزدیک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے (جہاں مولانا عبدالرحمن عباسی جن ولیے شاہ کہا جاتا ہے۔ ان کے مزار کے ... ذات کے علاقے کو سامونی کہا جاتا ہے) ٹھٹھہ شہر سے کراچی جانے والا ... مین روڈ اس پہاڑ کو کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ جس کے جنوب میں مخدوم ہاشم ...

Marfat.com

عبدالغفور ٹھٹھویؒ، مخدوم ابو القاسم نقشبندیؒ، مخدوم آدم نقشبندیؒ، شیخ عالی، سید محمد یوسف بکھری اور جلوہ گاہ امامینؒ وغیرہ کے مزارات ہیں اور ان کے آخر میں کلاں کوٹ کے مہندم قلعے اور عمارتوں کے ٹوٹے ہوئے آثار آج بھی موجود ہیں۔

شمالی حصہ میں شہنشاہ مکلی سید عبداللہ شاہ صحابیؒ، شاہ مراد شیرازیؒ، شیخ جہیہؒ، مخدوم حماد جمائی، شکر الہی سادات کی قبور ہیں۔ جن کی تفصیل تحفۃ الزائرین میں درج ہے۔

مکلی کا شہرِ خموشاں

''بزرگان دین، امراء وزراء اور شہان سلف کے قدیم مقابر''

(14ویں صدی تا 18ویں صدی)

دنیا میں مسلمانوں کے اس سب سے بڑے قبرستان میں لاکھوں قبریں اور مقبرے عہد پارینہ کی یاد دلاتے ہیں۔ یہ چھوٹا سا خاموش شہر چھ مربع میل سے زائد رقبہ پر محیط ہے۔ اس سے ماضی کی چار سو سال پرانی ایک عظیم تہذیب وابستہ ہے۔ یہ وہ دور تھا۔ جبکہ خانوادہ سمہ (1340ء تا 1520ء) ارغون (1555ء تا 1520ء)، ترخان (1555ء تا 1592ء) اور شاہانِ مغلیہ (1592ء تا 1739ء) نے شہر ٹھٹھہ کو شان و شوکت بخشی تھی۔ جہاں کے متوطن بزرگان دین، امراء وزراء اور حکمرانوں نے مکلی کو اپنی آخری آرام گاہ بنایا۔ دولت کے اعتبار سے بعض ہم عصر یورپی سیاحوں نے اسی شہر ٹھٹھہ کو ''کان زر'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مزارات مکلی میں جنوبی سمت سے داخل ہونے پر فن تعمیر کے لحاظ سے تین مختلف ادوار کے مزارات نظر آتے ہیں۔

جن کا تاریخ وار سلسلہ ماضی کی طرف پیچھے چلا جاتا ہے۔ چنانچہ پہلے عہد مغلیہ کے مقبرے ملتے ہیں۔ جن میں مقبرہ جانی بیگ، غازی بیگ، طغرل بیگ، جان بابا اور دیوان شرفا خاں وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر ترخان اور ارغون دور کے مقبرے

Marfat.com

ملتے ہیں۔ جن میں عیسیٰ خاں ترخاں اول، باقی بیگ ترخان امیا بائی، سلطان ابراہیم، سر سلیمان اور دیگر مقبرے شامل ہیں۔ تیسری قسم کے مقبرے جو انتہائی شمال میں واقع ہیں عہد سمہ کی یادگار ہیں۔ ان میں جام نظام الدین، مبارک خاں، ملک راجپال کے مقبرے اور کچھ چھتریاں جو اوائل چودھویں صدی کی قبروں پر بنی ہیں۔ خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ مقبروں کی تعمیر کے لئے پتھر یا کتھئی رنگ کی پختہ اینٹیں استعمال کی گئی ہیں۔ اینٹیں اس قدر عمدہ ہیں کہ ضرب لگانے پر کھنکتی ہیں اور ٹوٹنے کی حالت میں شیشے کی طرح چمکتی نظر آتی ہیں۔ اینٹوں کی دیواریں منقوش روغنی ٹائلوں سے مزین ہیں۔ جو ایران سے سندھ کے قدیم ثقافتی تعلقات کی مظہر ہیں۔ پتھر کی عمارتیں سنگ تراشی کا بہترین نمونہ پیش کرتی ہیں۔ ان کے نقش و نگار سے معلوم ہوتا ہے کہ دھاگے سنگ پر تراشی کی گئی ہے۔ نقش و نگار در و دیوار پر ثبت

THE GREAT NECROPOLIS OF MAKLI

(14th TO 18th CENT. A.D)

MORE THAN HALF A MILLION TOMBS AND GRAVES SPREAD OVER AN AREA OF ABOUT SIX SQUARE MILES MAKE MAKLI THE GREATEST MUSLIM NECROPOLIS IN THE WORLD. IT IS REPLETE WITH HISTORY OF 400 GLORIOUS YEARS WHEN THE SUMMAS (1340 TO 1520 A.D) THE ARGHUNS (1520 TO 1555 A.D) THE TARKHANS (1555 TO 1592 A.D) AND THE IMPERIAL MUGHALS (1592 TO 1739 A.D) CONTRIBUTED TO THE PROSPERITY OF ITS MOTHER CITY. THATTA CALLED AND ELDORADO BY SOME OF THE EUROPEAN TRAVELERS F THAT AGE ENTERING THE NECROPOLIS FROM SOUTH ONE CAN DISTINGUISH THREE MAIN GROUPS OF MONUMENTS ARRANGED IN REVERSE HISTORICAL SEQUENCE FIRST TO BE APPROACH ARE TEH MONUMENTS OF THE MUGHALS PERIOD VIS. THE TOMBS OF

Marfat.com

JANI BEG, GHAZE BEG, TUGHRIL BEG, JAN BABA, DIWAN SHUFA KHAN ETC. THE SECOND GROUP BELONGING TO THE TARKHAN AND ARGHUN PERIODS INLUDES THE TOMBS OF ISA KHAN TARKHAN THE ELDER, BAQI BEG TARKHAN, AHINSA BAI, SULTAN IBRAHIM, MIR SULAIMAN AND OTHERS. THE THIRD GROUP OF THE EXTREME NORTH RELATES TO THE SUMMA PERIOD AND COMPRISES THE TOMBS OF JAM NIZAMUDDIN, MUBARAK KHAN, MALIK RAJPAL AND SOME CANOPIES BUILT OVER UNIDENTIFIED GRAVES OF THE EARLY 14TH CENTURY. THE BUILDING MATERIAL USED FOR THESE MONUMENTS IS EITHER BRICK OR STONE. THE BRICKS ARE DARK-RED AND SO PERFECTLY BAKED THAT THEY RING LIKE METAL AND BRAK AS CLEAN AS GLASS COLOURED ENAMEL THIES HAVE ALSO BEEN USED LAVISHLY TO DECORATE THE BRICK STRUCTURES WHICH REFLECT THE AGE OLD CULTURAL TIES WITH IRAN. THE STONE STRUCTURES ARE FAMOUS FOR THEIR CARVING AND TRACERY WHICH HS BEEN TRULY DESCRIBED AND LACE-WORK IN STONE.

مکلی کا قبرستان

خدا کی اس زمین پر پھیلے ہوئے قبرستان ہماری یادوں کی آماجگاہ ہیں۔ قبرستان وہ جگہ جہاں مرنے کے بعد انسان کو قیامت تک زمین کی آغوش میں لیٹے رہنا ہوتا ہے۔ یہ انسان کا ابدی گھر ہے جہاں اسے حشر تک آرام کرنا ہے۔ ایک کہاوت ہے کہ ''جو رات قبر میں آنی ہے وہ رات قبر سے باہر نہیں آسکتی'' یہی نظام قدرت ہے جو آیا اسے واپس لوٹنا ہے جو کل تھے وہ آج نہیں، جو آج ہیں وہ کل نہ ہوں گے۔ کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ایک نہ ایک دن تو انسان کو قبر کی زینت بننا ہے۔

مکلی کا قبرستان دنیا میں اپنی نوعیت کا انوکھا قبرستان ہے۔ صدیوں پرانا یہ

Marfat.com

قبرستان قریباً 1900 ایکڑ زمین پر محیط ہے۔ یہ قبرستان جنہیں شہر خموشاں بھی کہا جاتا ہے۔ دنیا کے قدیم ترین اور پرانے قبرستانوں میں سے ایک ہے۔ یہ سندھ کے قدیم تہذیبی شہر ٹھٹھہ سے ملحق مکلی کی پہاڑیوں پر کراچی سے مشرق کی جانب 98 کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ اس قبرستان نے قریباً 10 لاکھ سے زائد جسموں کو اپنے اندر پناہ دے رکھی ہے۔

اس قبرستان کا نام ''مائی کلی'' کے نام پر ہے۔ جو ایک پاکیزہ پرہیز گار خاتون تھیں اور ان کی دعاؤں کی وجہ سے ہی ٹھٹھہ شہر سلطان فیروز شاہ تغلق کے ہاتھوں مفتوح ہونے سے محفوظ رہا۔ یہ سادہ قبر صرف سبز رنگ کی چادر سے ڈھکی ہوئی ہے۔

دور تک پھیلی ہوئی یہ قبریں اور مزارات سندھ کی معاشرتی تہذیب اور سیاسی تاریخ کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ کیونکہ یہاں کئی بادشاہ ملکہ عالیان، علماء کرام، فلاسفر اور بہادر جنگجو ابدی نیند کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ 14 ویں صدی سے 18 ویں صدی کے ادوار کے مغلوں کے امراء و وزراء کی یہاں کئی قبریں ہیں۔ اس زمین میں سما کے بادشاہ جام نظام الدین، مغلوں میں مرزا جانی بیگ، مرزا غازی بیگ، دیوان شرفا خاں، سلطان ابراہیم، سلیمان، عیسیٰ خان اور مرزا جان بابا جیسی عظیم ہستیاں یہاں آرام فرما رہی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق یہاں ہزاروں صوفیاء کرام بھی مدفون ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ جگہ ایک بڑی زیارت گاہ بھی ہے۔ دنیا کا یہ قدیم ترین قبرستان اب بھی سیاحوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔

مکلی قبرستان دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ سما کے بادشاہ جام نظام الدین (1461-1509) کا مقبرہ قابل دید ہے جو خوبصورت پھولوں کے نمونوں اور جیومیٹری کی اشکال سے سجایا گیا ہے۔ یہ جگہ انتہائی متاثر کن ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب نظام الدین نے یہ مقبرہ تعمیر کروایا تو اس نے اپنے مزدوروں کے ہاتھ کٹوا دیے تاکہ

Marfat.com

کوئی ایسا شاہکار تعمیر نہ کر سکے۔عیسیٰ خان ترکھان (1651) کا مزار بھی دو منزلہ ہے۔ جس میں کئی محرابیں اور بالکونیاں ہیں۔ یہاں پر زیادہ اسلامی کیلی گرافی نقش ہے۔مکلی کی قبروں کی ایک اور خاصیت اور خوبصورتی ان پر کنداں کی گئی آیات ہیں جو دیکھنے والوں کو سحر زدہ کر دیتی ہیں۔

مکلی کا قبرستان پاکستان کے ساتھ ساتھ دنیا بھر کا قدیم ثقافتی ورثہ ہے مگر انتہائی افسوس کی بات ہے کہ یہ ورثہ اعلیٰ احکام کی نااہل کا شکار ہو رہا ہے۔قدیم قبروں اور مزارات کی حالت انتہائی مخدوش ہو رہی ہے۔اور ان کا کوئی پرسان نہیں ہے۔سندھ کے صوبائی وزیر کو چاہیے کہ اس قومی ورثہ کی تعمیر نو کے احکامات جاری کریں۔حکومت کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے اسی ثقافتی ورثے کو بچانے کے لیے بھرپور اقدامات کرنے چاہئیں۔

مزارات رفقاء محمد بن قاسم

منگھو پیر کراچی کے علاقے میں بابا منگھو پیر کے مزار کے دائیں طرف عقب میں صدیوں پرانی چند قبریں ہیں۔جن کا طرز تعمیر مکلی قبرستان کی قبروں سے جا ملتا ہے۔ ان قبروں کے بارے میں روایت ہے کہ یہ اُن مجاہدوں کی قبریں ہیں جو محمد بن قاسم فاتح سندھ کے ساتھ راجہ داہر سے جنگ کرنے آئے تھے اور بہادری سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے گئے۔

یہ قبریں انتہائی خستہ حالت میں ہیں۔ مقامی لوگوں نے سیمنٹ لگا کر ان کی مرمت کی ہے۔تاکہ یہ ثقافتی ورثہ بچ سکے۔ان قبروں میں جن پر تاج نما پتھر نصب ہیں وہ مرد حضرات کی ہیں اور جن پر چکور تاج نصب ہیں وہ عورتوں کی ہیں اور جو سادہ ہیں وہ بچوں کی تصور کی جاتی ہیں۔ان میں سے ایک قبر پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ ہے۔ یہ مزارات اور قبریں ہمارا تاریخی ورثہ ہیں۔اگر متعلقہ حکام نے ان کی طرف توجہ

Marfat.com

نہ دی تو یہ آنے والوں نسلوں کے لئے ناپید ہو جائیں گی۔ محکمہ آثار قدیمہ اور سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو ان کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

پہلا کمپیوٹرائزڈ قبرستان وادی حسین

کراچی میں دنیا کے پہلے کمپیوٹرائزڈ قبرستان کا قیام عمل 2001ء میں ہوا۔ موجودہ دور میں جہاں لوگوں کو قبروں کے حصول اور قبرستان جانے میں مشکلات کا سامنا ہے۔ کراچی میں سپر ہائی وے پر دنیا کا پہلا کمپیوٹرائزڈ قبرستان قائم کیا گیا ہے۔ جس میں دفن ہونے والے مردوں کا مکمل ریکارڈ اور بائیوڈیٹا ویب سائٹ پر موجود ہے۔ میت کے لواحقین کے مطابق وہ دنیا میں کہیں بھی ہوں انٹرنیٹ پر اپنے عزیز و اقارب کی قبریں دیکھ سکتے ہیں اور فاتحہ خوانی بھی کر سکتے ہیں۔ جہاں ٹیلی فون لائنیں منسلک ہیں۔ اگر کوئی صاحب گھر بیٹھے اپنے عزیز کی قبر پر فاتحہ پڑھنا چاہے تو کنٹرول روم فون کریں۔ کنٹرول روم سے اس کے عزیز کی قبر پر نصب سپیکر آن کر دیا جائے گا۔ وہ ٹیلی فون لائن سپیکر سے منسلک کر دی جائے گی۔ وادی حسین قبرستان میں تمام قبریں ایک ہی سائز کی ہیں۔ اور نماز کے اوقات میں اذان اور تلاوت تمام سپیکرز پر ریلے ہوتی ہے۔ اس قبرستان میں ملک کی بڑی نامور ہستیاں دفن ہیں۔ جن میں شاعر، دانشور اور بڑے بڑے صنعت کار، سیاستدان شامل ہیں۔

☆

Marfat.com

وضاحت

کراچی میں مدفون درج ذیل مشاہیر کون کون سے قبرستان میں دفن ہیں
باوجود تلاش کے علم نہیں ہوسکا۔اس لئے معذرت خواہ ہوں

شاعر، ادیب نقاد

1 آرزو لکھنوی
2 صبا اکبرآبادی
3 ابن حسن نگار
4 عبیداللہ علیم
5 صہبا لکھنوی
6 پروفیسر احمد علی
7 رفیق چودھری
8 عثمان برنی
9 ڈاکٹر غلام مصطفےٰ شاہ
10 ڈاکٹر فہیم اعظمی
11 ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری
12 پروفیسر سید محمد سلیم
13 راغب مرادآبادی
14 سید سفیر سبزواری
15 ساقی امروہوی
16 عابد رائے پوری
17 انور پیرزادہ

صحافی

1 غلام علی
2 خالد چاولہ
3 قاضی سعید اکبر
4 فاروق نثار
5 نیاز احمد مدنی
6 صبیح الدین غوثی
7 چوہدری عبدالغفور
8 نجیب احمد
9 گل حمید بھٹی
10 محمد باقر نقوی
11 ایم اے شکور
12 ابوالاخیار
13 سلیم شہزاد

ماہر تعلیم

1 دینا مستری
2 مس فکری
3 ڈاکٹر ارشد سعید

Marfat.com

18 حکیم ناصر

19 رضی اختر شوق

20 زیب النساء حبیب اللہ

21 قمر شہباز

22 امید فاضلی

23 شاہد احمد دہلوی

خطاط، مصور

1 اے آر نگری

فلم، ٹی وی، ریڈیو

1 نثار بزمی

2 نگہت سلطانہ

3 محمود علی

4 عرش منیر

5 ضیاء سرحدی

6 خورشید بیگم

7 یوسف علی

8 اسد جعفری

9 تانی بیگم

10 برکت اللہ

4 پروفیسر علی محمد شاہین

کارکن تحریک پاکستان

1 سر آغا خان

2 محمد علی حبیب

3 پروفیسر مرغوب صدیقی

4 خواجہ خیر الدین

ماہر طب

1 پروفیسر علی احمد عباسی

ماہر قانون

1 پیر محمد عزیز اللہ شیخ

2 سید اطہر حیدر رضوی

کھلاڑی

1 کے سی ابراہیم

2 محمد علی جعفری

اہم سیاسی و سماجی شخصیات

1 ارتضیٰ حسین (سفیر)

2 میاں اعجاز احمد

3 سید علی نقوی

4 فتح یاب علی خان

5 خالد بن سعید

Marfat.com

دوران طباعت ملنے والی معلومات

نوٹ: چند بزرگانِ دین، قوال حضرات، فنکار، صحافی، ادیب اور دیگر چند اہم شخصیات کے حالاتِ زندگی، موت کے احوال اور قبروں سے متعلق معلومات مصنف کو اس کتاب کی طباعت کے دوران موصول ہوئیں جن کو ذیل میں شامل کیا جارہا ہے۔ ان شخصیات کو اِن کے متعلقہ پورشن میں ہی تصور کیا جائے۔

مقبول صابری (قوال)

عالمی شہرت یافتہ قوال مقبول صابری 12۔ اکتوبر 1941ء کو بھارت کے شہر کلیانہ میں پیدا ہوئے اور پاکستان بننے کے بعد والدین کے ہمراہ کراچی آئے۔ مقبول صابری نے اپنے بھائی غلام فرید صابری کے ساتھ ''صابری برادرز'' کے نام سے گروپ بنایا۔ اور کئی قوالیں کیں۔ ان کی پہلی قوالی ''میرا کوئی نہیں ہے تیرے سوا'' 1958ء میں ریلیز ہوئی جو بعدازاں 1965ء میں فلم ''عشق حبیب'' کا حصہ بنی۔

مرحوم کی مشہور قوالیوں میں ''تاجدارِ حرم ہو نگاہ کرم'' اور ''بھر دو جھولی میری یا محمد ﷺ'' ہیں۔ صابری برادران کی کئی قوالیاں فلموں کا حصہ بنیں۔ مقبول صابری نے بیرون ملک اپنی پہلی پرفارمنس نیویارک میں 1975ء میں کی۔ ان کے بھائی غلام فرید صابری کے انتقال کے بعد انہوں نے اپنے بھتیجے امجد صابری کے ساتھ بھی کئی قوالیاں کیں۔ بالآخر وہ 70 برس کی عمر میں 21 ستمبر 2011ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ ان کے سوگواروں میں ان کی بیوہ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کا انتقال جنوبی افریقہ کے ایک ہسپتال میں ہوا۔ جہاں وہ دو ماہ سے دل کے عارضہ کے باعث زیر علاج تھے۔ ان کی میت جنوبی افریقہ سے لاکر کراچی پاپوش نگر کے قبرستان میں دفن کی گئی۔

Marfat.com

قوال کی دنیا میں دونوں بھائیوں نے عالمی شہرت حاصل کی۔

پروفیسر صبا دشتیاری (ادیب)

پروفیسر صبا دشتیاری کا اصل نام غلام حسین تھا۔ان کے آباؤ اجداد کا تعلق ایرانی بلوچستان کے ضلع چار بہار کے علاقہ دشتیار سے تھا۔ جو وہاں سے ہجرت کر کے کراچی کے علاقے لیاری میں آبسے۔صبا دشتیاری نے 1953ء میں کراچی میں جنم لیا۔کراچی ہی سے فلسفہ اور اسلامیات میں اعلیٰ تعلیم کی ڈگری حاصل کیں۔

1980ء کی دہائی کے اوائل میں بلوچستان یونیورسٹی کے شعبہ اسلامک اسٹڈیز سے بطور استاد وابستہ ہوئے۔ابتداء میں ترقی پسند فکر سے منسلک رہے۔آخری ایام میں قوم پرستانہ فکر کے حامی ہو گئے۔بلوچی زبان میں شاعری کی،افسانے لکھے۔تحقیق وتنقید کا خاص میدان رہے۔درجنوں کتابیں تصنیف کیں۔کئی جلدوں پرمبنی بلوچی ادب کی تحریروں کا ریکارڈ مرتب کیا۔تقریباً آٹھ برس قبل کراچی کے علاقے ملیر میں ''سید ظہور شاہ ہاشمی ریفرنس کتابجہ'' کے نام سے ایک لائبریری کی بنیاد رکھی۔

لائبریری کے زیر اہتمام بلوچستاں سے متعلق کئی اہم کتب شائع کیں۔گزشتہ برس انسائیکلوپیڈیا برنائیکا کی طرز پر انسائیکلوپیڈیا بلوچستانیکا ترتیب دینے کا اعلان کیا۔اس ضمن میں بلوچستان کے دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا اور بالخصوص بلوچستان کا لوک ورثہ جمع کرنے پر توجہ دی۔اکادمی ادبیات پاکستان کی جانب سے ان کی ادبی خدمات سے اعتراف میں میں انہیں پرویز مشرف کے ابتدائی دور میں ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔جو بعدازاں مشرف دور ہی میں بلوچستان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں،بالخصوص نواب اکبر خان بگٹی کے بہیمانہ قتل کے خلاف احتجاجاً انہوں نے واپس کر دیا تھا۔

پروفیسر صبا دشتیاری یکم جون 2011ء کی شام بلوچستان یونیورسٹی سے چند

Marfat.com

فرلانگ کے فاصلے پر سریاب روڈ پہ اپنے معمول کی واک پر جا رہے تھے کہ دو نا معلوم مسلح موٹر سائیکل سواروں کی وحشیانہ فائرنگ کے نتیجے میں جاں بحق ہو گئے۔ ان کی آخری آرام گاہ کراچی کے ایک مقامی قبرستان میں ہے۔

لطیف چارلی (اداکار)

پاکستان میں فلم، ٹیلی ویژن اور سٹیج کے معروف اداکار لطیف چارلی کی وفات کے وقت عمر 75 برس تھی۔ چارلی 1936ء میں نور محمد چارلی کے ہاں بمبئی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بمبئی میں قیام کے دوران فلموں میں کام کیا کرتے تھے۔ پاکستان بنا تو نور محمد چارلی اپنے خاندان کے ہمراہ کراچی آ گئے۔ لطیف چارلی تب صرف گیارہ برس کے تھے۔ لطیف چارلی تب ہی سے کراچی میں رہ رہے تھے۔

لطیف چارلی نے شروع ہی سے فلموں میں کام کیا اور خاص طور پر وہ پاکستان کے معروف ہدایت کار اور فلم ساز پرویز ملک کی تمام فلموں میں شامل رہے۔ جن میں خاص طور پر ''دوراہا''، ''سالگرہ'' اور دوسری کئی فلموں میں نمایاں کردار ادا کیے۔ اس کے علاوہ انہوں نے انگریزی میں بننے والی فلم ''جناح'' میں کام کیا۔ ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ معصومہ چارلی اور چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان کی بیگم خود بھی پاکستان ٹیلی ویژن کی ایک معروف اداکارہ ہیں۔ ان کے بیٹے علی چارلی ڈینو کے نام سے پہچانے جاتے ہیں اور ایم ٹی وی پاکستان کے ایک مقبول میزبان رہے ہیں۔ ان کے دوسرے فرزند پاور چارلی امریکہ میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور اب موسیقی کے میدان میں سرگرم عمل ہیں۔ جبکہ ان کی ایک بیٹی تہمینہ خالد انعم صحافی ہیں لطیف چارلی کا انتقال 20 جولائی 2011ء کو کراچی میں ہوا۔

وی اے جعفری (اہم شخصیت)

Marfat.com

مسٹر وی اے جعفری وہ پہلے پاکستانی آدمی تھے جو آزادی کے ایک سال بعد پاکستان کی انتظامی سروس میں مقابلے کا امتحان پاس کر کے شامل ہوئے۔ انہوں نے اپنی سروس کا آغاز بطور ڈپٹی کمشنر منٹگمری (ساہیوال) سے کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ وہ ملک کے نامور پلاننگ امور فنانس کے ماہر کے طور پر جانے جانے لگے۔ بہت کم لوگ ہیں جنہوں نے ان دونوں شعبوں میں نمایاں مقام حاصل کیا۔

وی اے جعفری سٹیٹ بنک کے گورنر، پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین اور منسٹری آف فنانس کے سیکرٹری جنرل بھی رہے۔ اس کے درمیانی عرصہ میں وہ یورپین یونین میں پاکستان کے سفیر بھی رہے۔ اپنی ریٹائرمنٹ کے بعد وہ بے نظیر بھٹو کے مشیر کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ جعفری صاحب کو انہی پسندیدہ صلاحیتوں اور اپنے ساتھیوں کے لئے مددگار کے طور پر ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ ان کا انتقال 29 جون 2011ء کو کراچی میں ہوا۔

یوسف خان (صحافی)

''نوائے وقت'' کراچی کے چیف رپورٹر اور سینئر صحافی یوسف خان کی وفات کے وقت عمر صرف 54 برس تھی۔ ان کا انتقال دل کے فیل ہو جانے سے ہوا۔ یوسف خان کا شمار ملک کے ممتاز صحافیوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ''نوائے وقت'' کراچی میں 1979ء میں وابستگی اختیار کی۔ وہ کراچی پریس کلب کے دو مرتبہ سیکرٹری کے عہدے پر بھی فائز رہے اور کے یو جے کے رہنماؤں میں شامل تھے۔

مرحوم نے اپنے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹوں اور ایک بیٹی کو سوگوار چھوڑا ہے۔ ان کا انتقال 3 اگست 2011ء کو کراچی میں ہوا۔ ان کی آخری آرام گاہ ڈیفنس فیز iv کے قبرستان میں ہے اور ان کی قیام گاہ 24 کمرشل اسٹریٹ 18 سی فیز II

Marfat.com

ایکسٹینشن ڈی ایچ اے میں تھی۔ان کی نماز جنازہ میں غوث علی شاہ اور دیگر اہم شخصیات نے بھاری تعداد میں شرکت کی۔ الطاف حسین کی جانب سے ان کی قبر پر پھولوں کی چادریں چڑھائی گئیں۔ مرحوم ایک با اصول اور کھرے صحافی تھے۔انہوں نے کبھی بھی اپنے اصولوں کا سودانہ کیا۔

سید شاہ فرید الحق (بزرگان دین)

ممتاز عالم دین پروفیسر فرید الحق اعظم گڑھ اتر پردیس انڈیا میں 1993ء میں پیدا ہوئے۔ وہ علی گڑھ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر 78 سال تھی۔ ان کا انتقال 26 دسمبر 2011ء کو کراچی میں ہوا۔شاہ فرید الحق ورلڈ اسلامک مشن کے چیئر مین تھے۔وہ عالمی سطح پر مسلمہ عالم دین تھے انہوں نے قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

پاکستان آنے کے بعد انہوں نے بطور معلم اپنی زندگی کا آغاز کیا۔کراچی میں لیاقت کالج اور پھر اسلامیہ کالج میں خدمات انجام دیں۔ایوب خان کے مارشل لاء کے بعد انہوں نے سرکاری ملازمت کو خیراباد کہہ دیا اور مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم کی قیادت میں سیاسی کردار ادا کیا۔انہوں نے تحریک ختم نبوتؐ اور نظام مصطفٰے کے نفاذ کے حوالے سے بڑی جدوجہد کی۔1970ء کے انتخابات میں وہ جمعیت کے ٹکٹ پر ہی سندھ اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور انہیں قائد حزب اختلاف کا شرف بھی حاصل ہوا۔

1974ء میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔ اس حوالے سے بھی ان کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔شاہ فرید الحق متعدد دینی کتب کے مصنف بھی تھے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی وفات کے بعد وہ دو سال تک جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر بھی رہے تاہم علالت کے باعث انہوں نے منصب سے دستبرداری اختیار کر لی۔انہوں

Marfat.com

نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ تین بیٹے، پانچ بیٹیاں اور جمعیت کے ہزاروں کارکن چھوڑے ہیں۔شاہ فریدالحق مرحوم کی ابدی آرام گاہ گلشن اقبال قبرستان کراچی میں ہے۔

حضرت مولانا محمد حبیب اللہؒ (بزرگان دین)

مولانا محمد حبیب اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ 28 فروری 1944ء کو پیدا ہوئے علوم دینیہ کے حصول کے لیے آپؒ نے بنوری ٹاؤن کراچی میں داخلہ لیا اور یہیں سے اپنی درس نظامی کی تکمیل کی، چنانچہ آپؒ نے علامہ بنوری ٹاؤن سے 1963ء میں وفاق المدارس کے تحت دورۂ حدیث کا امتحان دے کر پورے پاکستان میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔آپؒ نے دورۂ حدیث کے بعد بنوری ٹاؤن ہی میں تخصص علوم حدیث میں داخلہ لے کر دو سال تعلیم حاصل کر کے پہلی پوزیشن حاصل کی اور پھر ایک سال دارالافتاء میں مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کی صحبت میں رہ کر افتاء کی تمرین (مشق) بھی کی۔آپؒ نے یہاں جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان کے نام یہ ہیں۔(۱) مولانا محمد یوسف بنوریؒ (۲) مفتی ولی حسن ٹونکیؒ (۳) مولانا ادریس میرٹھیؒ۔

اس کے بعد آپؒ نے 1966ء میں حضرت بنوریؒ کے ہی مشورہ سے مدینہ منورہ کی مشہور یونیورسٹی جامعہ اسلامیہ میں داخلہ لیا۔وہاں چار سال تعلیم حاصل کر کے 1970ء میں جب آپؒ واپس کراچی تشریف لے آئے تو آپ کو علامہ بنوری نے اپنے جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں تدریس کیلئے مقرر کیا۔اور پھر کچھ عرصے بعد علامہ بنوریؒ نے آپ کا نکاح اپنی صاحبزادی سے کرا کر دامادی کا شرف بھی بخشا۔آپ نے علامہ بنوریؒ کے حکم سے کراچی یونیورسٹی میں پی۔ایچ۔ڈی میں داخلہ لیا۔اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔

جب حضرت مفتی احمد الرحمٰن کا انتقال ہو گیا تو آپ کو جامعہ کا مہتمم نامزد

Marfat.com

کرلیا گیا۔آپؒ کے دور اہتمام میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں کافی ترقیاں ہوئیں اور جامعہ نے نظم وضبط کی بہترین مثالیں قائم کیں اور ساتھ ہی وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ بھی مقرر کیے گئے۔ویسے تو آپؒ کی تصانیف بہت ہیں جن میں چند یہ ہیں (۱) کشف النقاب (۲) سنت نبویہ اور قرآن کریم (۳) مختار ترجمہ کتاب الآثار وغیرہ۔دینی علوم میں تحقیق وریسرچ میں اعلیٰ مقام کے ساتھ باطنی اور روحانی کیفیات میں بھی آپؒ انتہائی بلند درجہ پر فائز تھے۔اپنے باطن کی تکمیل کے لیے حضرت بنوریؒ کے ایماء پر حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ ثالث سے بیعت کی اور سلوک کی تکمیل فرمائی۔حضرت رائے پوریؒ سلوک کی خلافت میں انتہائی محتاط تھے چند متعلقین کو آپؒ نے خلافت واجازت سے نوازا جن میں سے ایک حضرت ڈاکٹر صاحب ہیں۔حضرت رائے پوری ثالثؒ کے وصال کے بعد ان کے جانشین حضرت شاہ سعید احمد رائپوری رابع مدظلہ العالی کے ساتھ شیخ کی طرح عقیدت ومحبت وادب کا تعلق قائم رکھا۔چنانچہ ڈاکٹرؒ کے متعلق تمام فضلاء جانتے ہیں کہ وہ اپنے اسباق کے سلسلہ میں کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے لیکن حضرت شاہ سعید احمد رائپوری کی کراچی آمد پر آپؒ اپنے اسباق کو چھوڑ کر حضرتؒ کی خدمت میں حاضری مقدم سمجھتے اور شہر کے پروگرام میں شریک ہوتے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہؒ کو دیگر اساتذہ کرام کے ساتھ مسجد اقصیٰ جمشید روڈ میں ختم قرآن کی تقریب میں شرکت کر کے دعا کرائی تھی گاڑی جب پٹیل پارہ سے گزر کر گرومندر چوک پر آئی تو اچانک ایک موٹر سائیکل سوار گاڑی کے آگے رکا اور اس نے گاڑی پر فائرنگ کر دی جس میں آپؒ بھی 1997ء کو شہید کر دیے گئے۔

Marfat.com

مولانا محمد یوسفؒ (بزرگان دین)

مولانا محمد یوسفؒ ضلع مردان میں رشکی اسٹیشن کے قریب ''مہابت آباد'' نامی ایک بستی میں 6ربیع الثانی 1326ھ بمطابق 1908ء بروز جمعرات بوقت سحر پیدا ہوئے۔آپؒ کے والد کا نام سید محمد زکریا ہے۔آپؒ کا سلسلہ نسب سید آدم بنوریؒ کے ذریعے سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

آپؒ نے قرآن مجید اپنے والد ماجد اور ماموں سے پڑھا۔اس کے بعد ''کابل'' کے ایک مدرسہ میں عربی کی کتابیں پڑھیں۔علم حدیث اور اصول حدیث کی کتب1345ھ اور 1347ھ میں دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔آپؒ نے دورۂ حدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات (انڈیا) میں کیا۔آپؒ کے مشہور اساتذہ میں شیخ محمد انور کشمیریؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ہیں۔کچھ عرصہ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ صدر جمعیت علمائے ہند کی زیر تربیت رہے۔دینی علوم سے فراغت کے بعد آپؒ نے 1930ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔

اس کے بعد آپؒ پشاور تشریف لے گئے، یہاں چار سال جمعیۃ العلمائے ہند کے پلیٹ فارم پر دینی وسیاسی خدمات سرانجام دیں،آخر میں جمعیۃ العلمائے ہند پشاور کے صدر رہے۔آپؒ جمعیۃ العلمائے ہند گجرات وضلع بمبئی کے صدر بھی رہے ہیں۔اور بمبئی اوقاف کمیٹی کے ممبر بھی۔1938ء میں قاہرہ میں منعقد ہونے والی مؤتمر فلسطین میں مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے معاون رہے۔چونکہ مفتی صاحبؒ صاحب فراش تھے۔اس لئے دوران کانفرنس جتنے پروگرام ہوئے۔اور جو بیانات وغیرہ اخبارات میں شائع ہوئے۔سب آپؒ کے قلم سے نکلے۔کراچی یونیورسٹی کی طرف سے انتخاب اساتذہ کمیٹی کے رکن رہے۔جمہوریہ شام کی اکاڈیمی ''المجمع العلمی العربی'' نے

Marfat.com

پاکستان کی طرف سے ممبر رہے، اور مجلسِ تحفظ ختم نبوتؐ کے امیر اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر رہے۔ آپؒ کی تصنیف شدہ کتابیں یہ ہیں (۱) بغیۃ الاریب فی احکام القبلہ والحاریب (۲) تلمیہ البیان، اس کے علاوہ کئی کتابوں پر مقدمات اور تقریظات بھی تحریر کیں۔

آپؒ شیخ انور کشمیریؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات (انڈیا) میں شیخ الحدیث وصدر مدرس رہے۔ ہندوستان سے ہجرت کے بعد آپؒ کا دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار (حیدرآباد سندھ) میں شیخ التفسیر کے منصب پر تقرر ہوا، وہاں تین سال کام کیا۔ بعد میں آپؒ نے جامع مسجد نیو ٹاؤن کے ساتھ 1953ء میں مدرسہ عربیہ اسلامیہ کی بنیاد رکھی۔ آپؒ نے فتنۂ پرویزیت، غلام احمد پرویز کے فتنۂ انکار حدیث کے خلاف جہاد کیا۔ چنانچہ آپؒ نے پرویز کے افکار پر مشتمل ایک رسالہ مرتب کرایا۔

آپؒ شریعت کے ساتھ طریقت کے بھی دلدادہ تھے چنانچہ آپؒ اولیاء سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حضرت بنوریؒ کے دست راز محقق العصر ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ سے ملاقات کیلئے اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت رائپوریؒ سے ہماری ملاقات ہوئی تو آپ نے میرا تعارف کرایا اور خصوصی دعا کرائی۔ واپسی پر مجھ سے فرمایا: اس دور میں اتنا اونچا شیخ ملنا مشکل ہے۔ ذکر کے آثار وانوار ان چہرے پر اتنے ہیں کہ برداشت نہ ہو سکے، ان کی نسبت بہت قوی ہے، تم ان سے بیعت ہو جاؤ۔ جب آپؒ دوبارہ تشریف لے گئے تو دوبارہ مجھے حکم دیا کہ بیعت ہو جاؤ۔ جب شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ جانے لگے تو آپؒ نے ان کو مدرسہ میں قیام کی دعوت دی اور حضرتؒ کو اپنے مدرسہ کے مہمان

Marfat.com

خانہ میں ٹھہرایا۔اور حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ کا جامعہ میں تین ماہ تک قیام رہا، اس دوران کثیر تعداد میں مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء حضرت رائے پوریؒ سے بیعت ہوئے اور آپؒ نے تمام بیرون ملک اسفار منسوخ کر کے حضرت اقدس قدس سرہٗ کی خدمت میں شب وروز حاضری دی۔

بہر حال حضرت مولانا بنوریؒ ملک وملت کیلئے عظیم سرمایہ تھے۔ وہ نہایت متواضع، مہمان نواز اور متبع سنت تھے۔آخر کار یہ مردمومن 17 اکتوبر 1977ء بمطابق 3 ذی قعدہ 1397ھ بروز سوموار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔اناللّٰہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا بدیع الزمانؒ (بزرگان دین)

آپؒ کی ولادت باسعادت 1931ء میں ہوئی۔آپ کا آبائی علاقہ اٹک ہے قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں رحمٰن آباد تلہ گنگ ضلع چکوال میں حاصل کی اور درسِ نظامی کی کئی کتابیں اپنے والد محترم حضرت علامہ قاضی غلام رسول صاحب سے پڑھیں۔جو ایک کامیاب مدرس اور عالم دین ہیں۔

1370ھ میں دورہ حدیث کیلئے دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں تشریف لے گئے۔ جو اس وقت کی سب سے مشہور ومعروف درسگاہ تھی۔آپؒ کے اساتذہ میں حضرت مولانا یوسف بنوریؒ مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری اور مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ شامل تھے۔ ان علماء سے حدیث پڑھی اور سند حاصل کی۔حضرت مولانا یوسف بنوریؒ آپ کے اندر خداداد صلاحیتیں دیکھ کر آپؒ کی بہت تعریف کرتے تھے۔اللہ جل شانہٗ نے حضرت مولانا کو بہت ہی صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا۔آپ کی تدریس کا طریقہ اتنا آسان اور دلچسپ تھا کہ ہر درجہ والوں کی تمنا تھی کہ آپؒ ان کی کلاس کو پڑھائیں۔1986ھ سے آپ بنوری ٹاؤن کراچی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔آپؒ ابتدا سے لے کر انتہا تک

Marfat.com

تمام کتابیں پڑھاتے رہے۔آپؒ نے 28یا29 سال تک یہاں پڑھایا۔

ادب کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ اس مقام پر نہیں بیٹھتے تھے۔ جہاں بیٹھ کر حضرت بنوریؒ نے درس دیا ہوا آپؒ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ جو آپؒ کے علوم وتحقیقات کے کامل وارث ہیں۔ آپؒ کے صاحبزادوں میں ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن صاحب جو بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان شعبہ اسلامیات کے سربراہ ہیں۔ فرقہ واریت سے اجتناب کر کے دین اسلام کی حقیقی تعلیم اور جدید علوم کے ماہرین طلباء و پروفیسر حضرات کو پہنچانے میں اپنی مثال آپؒ ہیں۔ آپؒ کی بیعت کا تعلق برعظیم پاک و ہند کے عظیم روحانی سلسلہ رائے پور سے ہے۔ چنانچہ آپؒ نے حضرت شاہ عبدالعزیزؒ ثالث رائے پوری سے بیعت کی اور سلوک کی منازل طے کیں۔ حضرت رائے پوری ثالث کے جانشین حضرت اقدس شاہ سعید احمد رائے پوری رابع سے تکمیل سلوک کر کے خلافت سے نوازے گئے۔

دیگر دو صاحبزادگان مولانا عطاء الرحمٰن اور مولانا انور الرحمٰن بھی اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ 1989ء میں آپؒ پر فالج کا حملہ ہوا۔ اس کا علاج بہت اچھے اچھے ڈاکٹروں سے کروایا گیا۔ یہاں تک کہ باہر کے ملکوں میں بھی تشریف لے گئے مگر افاقہ نہ ہوا۔ بالآخر بروز جمعرات کو آپؒ کا وصال ہوا اور دوسرے دن جمعہ کی نماز کے بعد آپؒ ہی کی مسجد جس میں آپؒ نے عرصہ دراز تک امامت وخطابت کرائی۔ اس میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون.

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکیؒ (بزرگان دین)

نام ولی حسن۔ لقب مفتی اعظم پاکستان اور فقیہ العصر، والد کا نام مولانا مفتی انوارالحسن خان۔ آپؒ کی پیدائش 1924ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مفتی انوار

Marfat.com

الحسن خان صاحب سے حاصل کی۔ گیارہ سال کی عمر میں آپؒ کے والد صاحب کی وفات ہوگئی اُن کے انتقال کے بعد آپؒ کے والد کے چچا مولانا حیدر حسن خان صاحب آپ کو اپنے ساتھ دارالعلوم ندوہ لے کر چلے گئے۔ چار سال ندوہ میں رہ کر چار درجے کا نصاب پڑھا۔ اُس کے بعد مولانا حیدر حسن خان صاحب آپؒ کو ٹونک لے کر چلے گئے۔ آپؒ نے بقیہ کتابیں مولانا حیدر حسن خان صاحب سے پڑھیں۔ 14 جون 1940ء کو مولانا حیدر حسن خان صاحب کا انتقال ہوگیا۔ آپؒ کو بہت صدمہ ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپؒ کا تعلیمی سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اور پھر آپؒ نے عدالت شرعیہ ٹونک میں ملازمت اختیار کر لی۔

اسی دوران آپؒ کو دورہ حدیث کی کتابوں کا شوق پیدا ہوا۔ اس لیے 1365ء میں دارالعلوم دیوبند میں مکمل کیا۔ آپؒ نے قاری محمد طیب صاحب سے مشکوٰۃ شریف پڑھی اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بخاری اور جامع ترمذی شریف پڑھی ہے۔ اس کے بعد ٹونک کے ضلع چھبڑا گوگور میں مفتی اور قاضی ہو گئے۔ آپؒ کے جد امجد مفتی محمد حسن خان صاحب ضلع ہزارہ صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ آپؒ کا تعلق یوسف زئی قبیلہ سے تھا۔ بعد میں مفتی محمد حسن خان صاحب ٹونک تشریف لے آئے۔ آپؒ کے آباؤ و اجداد اپنے دور کے نامور مفتی اور عدالت شرعیہ ٹونک کے قاضی تھے۔ تقسیم ہند کے بعد حضرت مفتی ولی حسن صاحب نے پاکستان آنے کا فیصلہ کیا۔ اور کراچی شہر میں مستقل قیام فرمایا کچھ دن آپؒ نے تحریک آزادی کے عظیم لیڈر مولانا محمد صادق صاحب کراچوی کے قائم کردہ مدرسہ مظہر العلوم کھڈا میں پڑھایا۔ اس کے بعد مدرسہ دارالعلوم جو آرام باغ کی باب السلام مسجد میں قائم ہوا اس میں پڑھایا۔ آپؒ کے شاگردوں میں تقی عثمانی، رفیع عثمانی اور دیگر طلباء شامل تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو یہ

Marfat.com

مدرسہ کسی عذر کی بنا پر چھوڑنا پڑا۔ اور آپؒ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تشریف لے آئے۔ اور 1956ء میں تدریس شروع کی۔ آپؒ علم کا گراں مایہ خزینہ اور بیش بہا گنجینہ تھے۔ آپؒ کو ہر فن میں عبور حاصل تھا۔ حدیث اور فقہ سے کچھ زیادہ ہی لگاؤ تھا۔ آپؒ نے اپنی زندگی میں بہت اہم فتاویٰ تحریر فرمائے۔ جن میں آپؒ نے ضیاء الحق کی حکومت کے مخالف مساجد کے بارے میں تاریخی فتویٰ دیا۔ اس فتویٰ کے بعد آپؒ عوام و خواص میں مفتی اعظم پاکستان کے نام سے مشہور ہوئے۔ پاکستان میں علوم اسلامیہ کے تخصصات کے درجات سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں شروع ہوئے۔ چنانچہ آپؒ نے جامعہ میں آخر دم تک بخاری شریف اور ترمذی شریف کا درس دیا۔

آپؒ کا بیعت کا تعلق سندھ کے بزرگ قطب الارشاد حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی سے تھا۔ آپؒ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری کی روحانیت کے بڑے مداح تھے۔ دینی علوم سے فراغت حاصل کرنے والے علماء کو بخاری و ترمذی شریف کے آخری درس میں وصیت فرماتے کہ اب آپؒ کو اپنے باطن کی اصلاح کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اور اس وقت تربیت و تزکیہ کے سب سے بڑے بزرگ حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز رائے پوری ہیں جو سرگودھا میں مقیم ہیں آپؒ کی مستقل تصنیف شدہ پانچ کتابیں ہیں۔ ۱۔ تذکرہ اولیاء پاک و ہند ۲۔ بیمہ کی حقیقت ۳۔ فتنہ انکار حدیث ۴۔ قربانی کے مسائل ۵۔ عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں۔ آخری ایام میں ابتداء آپؒ پر فالج کا حملہ ہوا۔ پھر آہستہ آہستہ مرض بڑھتا گیا۔ 2 رمضان المبارک 1415ھ بمطابق 3 فروری 1995ء جمعہ کی شب سحری کے وقت مفتی اعظم پورے عالم کو سوگوار چھوڑ کر داغِ مفارقت دے گئے اور کراچی ہی میں دفن ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

Marfat.com

حضرت مولانا ادریس میرٹھیؒ (بزرگان دین)

آپؒ 1911ء میں انڈیا کے شہر میرٹھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہی حاصل کی۔اس کے بعد دارالعلوم دیو بند چلے گئے۔آپؒ کے قابل ذکر اساتذہ میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ،مولانا حسین احمد مدنیؒ،مولانا اعزاز علی امروہیؒ اور علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ شامل ہیں۔دورۂ حدیث کے امتحان میں آپؒ نے اول پوزیشن حاصل کی۔السنہ شرقیہ کا امتحان دیا اس میں بھی نمایاں کامیابی حاصل کی اس کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی میں کچھ عرصہ تدریس کی اور ساتھ ساتھ ندوۃ المصنفین دہلی سے بھی تعلق رکھا۔

دہلی قیام کے زمانہ میں آپؒ کی رہائش جامع مسجد دہلی کے جوار میں تھی۔ادارہ شرقیہ کے نام سے آپؒ نے وہاں ایک ادارہ قائم کر رکھا تھا۔دہلی میں فضلاء دارالعلوم دیو بند شاہجہانی جامع مسجد میں نماز ادا کرنے کے بعد حضرت میرٹھی کے ہاں جمع ہوتے۔آپؒ تمام احباب کو چائے وغیرہ پیش کرتے۔اُن ہی دنوں میں حضرت شیخ الھند کے مایہ ناز شاگرد و رفیق کار حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ 24 سالہ جلاوطنی کی زندگی گزار کر برعظیم ہند میں تشریف لائے تھے۔چنانچہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ دہلی قیام کے دنوں میں ہر صورت علماء کی اس مجلس میں پہنچنے کی کوشش فرماتے اور علماء کرام کو حضرت الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی شاہکار تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیتے۔

حضرت میرٹھی جب جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے اس وقت جب وہ اپنی تحقیقات پیش فرماتے تو اُن پر حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا رنگ نمایاں طور پر محسوس ہوتا تھا۔اور آپؒ اُن تحقیقات میں دلائل کے انبار جمع فرما دیتے۔تقسیم ہند کے بعد آپؒ پاکستان میں تشریف لائے۔ابتداء میں آپؒ نے ایک ادارہ قائم کیا۔جس میں علوم عصریہ اور علوم دینیہ دونوں کی تعلیم دی جاتی تھی۔

Marfat.com

کورنگی دارالعلوم میں بھی بہت محنت اور جانفشانی کے ساتھ تدریس کے فرائض سرانجام دیتے۔

اس پر تقی عثمانی اور رفیع عثمانی صاحب نے بھی تلمذ حاصل کیا۔آپؒ کا ابوداؤد شریف کا سبق بہت مشہور ہوا اس کے بعد جب علامہ یوسف بنوریؒ نے نیوٹاؤن کراچی میں مدرسہ قائم کیا تو حضرت بنوریؒ کی دعوت پر آپؒ نیوٹاؤن تشریف لائے۔آپؒ نے ابتدا سے لیکر دورہ حدیث تک تمام کتابیں پڑھائیں۔آپؒ کو حضرت علامہ یوسف بنوریؒ نے تخصص فی الحدیث کی نگرانی کی ذمہ داری بھی سونپی۔آپؒ کی شب وروز محنت سے یہ شعبہ بھی بہت مشہور ہوا۔ مدارس کو آپس میں مربوط کرنے کیلئے وفاق المدارس کا عمل وجود میں آیا۔اس کی آب رسانی اور اس کو مستحکم حضرت مولانا ادریس میرٹھیؒ نے ہی کیا۔ جب مفتی محمود صاحب کا انتقال ہوگیا تو آپؒ کو ہی صدارت کا عہدہ سنبھالنے کی درخواست کی گئی۔جس کو نہ صرف آپؒ نے سنبھالا بلکہ چار چاند لگادیے اور تاحیات اس کے صدر رہے۔آپؒ کو مولانا بنوریؒ سے بہت محبت تھی۔فرماتے کہ مجھ کو مولانا کے اندر امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری کا عکس نظر آتا ہے۔آپؒ کی تصنیفات درج ذیل ہیں۔ا۔حسن حسینؒ۔علامہ ابن جوزی کی مشہور کتابوں کا ترجمہ آپؒ نے تحریر فرمایا۔۲۔ دلیل الفالحین شرح ریاض الصالحین میں آپؒ نے اصلاحی حدیثوں کو جمع کیا۔۳۔السنہ و مکانتھا فی التشریع الاسلامی کا ترجمہ کیا آپؒ سالہا سال سے ذیابیطس کے مریض تھے۔ آپؒ نے اس کام کاج کو اپنے راہ کی رکاوٹ نہ بننے دیا۔ بالآخر آپؒ 2 جمادی الاولیٰ 1409ھ بمطابق 10 فروری 1989ء کو درس قرآن وحدیث پڑھانے کے بعد مالک حقیقی سے جاملے۔اناللہ وانا الیہ راجعون.

Marfat.com

مولانا محمد صادقؒ (بزرگان دین)

مولانا محمد صادقؒ 1876ھ میں محلہ اسلام آباد کٹری کراچی میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد کا نام مولانا عبداللہ تھا۔آپؒ کے والد ماجد نے آپؒ کی ابتدائی تعلیم کا بندوبست اپنی نگرانی میں کیا۔ چنانچہ چکوال (پنجاب) سے ایک عالم کو بلوا کر مولانا کی تعلیم و تربیت کیلئے مقرر کیا اس کے بعد آپؒ کو دارالعلوم دیوبند (انڈیا) بھیج دیا۔ جہاں شیخ مولانا محمود حسنؒ اور دوسرے اساتذہ کی نگرانی میں اعلیٰ عربی علوم کی تکمیل کی۔

علوم دینیہ سے فراغت کے بعد جب آپؒ واپس کراچی تشریف لائے تو آپؒ کے دل و دماغ پر شیخ الہند کے حریت پسند خیالات، آزادی کی تحریک اور مولانا تاج محمود امروٹیؒ کی جہادی کوششوں نے گہرا اثر ڈالا ہوا تھا۔اس لیے وطن کی آزادی اور ملک سے انگریزوں کو نکالنے کی کوشش میں لگے رہے چنانچہ آپؒ نے تحریک ریشمی رومال میں کراچی اور سندھ کے انقلابی مرکز کی کمان سنبھالی۔

آپؒ کے شاگرد بہت ہیں جن میں سے مولانا محمد عثمان بلوچ وزیر معارف ریاست قلات سے، مولانا عبدالغفور سینائی ایڈیٹر ''نوائے سندھ''، حکیم محمد احسن سیوہانی سفیر عراق وغیرہ مشہور ہیں۔آپؒ کے ہمعصر علماء میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ہیں ان سب سے آپؒ کا رابطہ ہوتا تھا اور وہ آپؒ پر اعتماد بھی کرتے تھے۔چنانچہ آپؒ جنگ آزادی کے سلسلے میں تین سال کھن کاروار میں نظر بند رہے۔

مولانا محمد صادقؒ نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کا نام مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی ہے اس مدرسہ میں ناظرہ قرآن سے لے کر دورہ حدیث تک دینی تعلیم دی جاتی ہے۔مولانا محمد صادقؒ نے 18 جون 1953ء کو جمعرات کے دن وفات پائی اور کراچی کے قریب موڑو کے مقام میں مدفون ہوئے۔

اظہار تشکر: بزرگان دینؒ کے باب کے یہ آخری چھ مضامین جناب اے.جی قاسمی صاحب سے موصول ہوئے ہیں اس نادر اطلاع پر مصنف ان کا شکر گزار ہے۔

Marfat.com

(کتابیات)

اس کتاب کے لئے جن کتب سے استفادہ حاصل کیا گیا۔ ان کا نام اور مصنف کا نام درج ذیل ہے۔ ہم ان کے تہ دل سے شکر گزار ہیں جن کی رہنمائی نے ہمیں آگے بڑھنا سکھایا۔ ورنہ نہ جانے یہ گناہ گار اور ناتواں قدم کہیں نہ کہیں لڑکھڑا جاتے۔ ان رہنماؤں میں جو حیات ہیں اللہ ان کی عمر میں برکت فرمائے اور جو اگلی دنیا سدھار چکے ہیں مولا کریم ان کی بخشش فرمائے اور ان سب کے طفیل اللہ رب العزت میری ان کاموں کے لئے مدد فرمائے۔ آمین

کتاب	مصنف
''دبستانوں کا دبستان''	محمد حسین صدیقی
''خفتگانِ کراچی''	پروفیسر محمد اسلم
''جنت کے مسافر''	مرتبین

کچھ اردو، انگلش، قومی اخبارات کے تراشوں سے مدد لی گئی۔ ہم ان اخبارات اور مضمون نگاروں کے بھی شکر گزار ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

"عراضہ"

مرتبہ جبار مرزا

باہتمام حکیم محمد عزیز الرحمن جگرانوی

محسن پاکستان، فخر عالم اسلام کا عکس تحریر

☆ سی 130 کس شخصیت کو امریکہ کے حوالے کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا؟

☆ جب ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے ماموں نے شیر کا شکار کیا؟

☆ پاکستان کو اور عالم اسلام کے محسن ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو جبری اعتراف پر مجبور کرنے والے کون تھے؟

☆ پرویز مشرف سے اختلافات کی ابتداء کس بناء پر ہوئی ان اختلافات میں کون حق پر تھا اور کون جھوٹا؟

◀ اسرائیل کو بچانے کے لئے پرویز مشرف نے کون سے فنڈ فراہم کرنے سے انکار کر دیا ▶

☆ میر ظفر اللہ جمالی کا کون سا انکار ان کی وزارت عظمیٰ کے خاتمہ کا سبب بنا؟

◀ تلہ جوگیاں میں ڈگمگاتے قدموں سے آنے والا جرنیل کون تھا؟ ▶

☆ چودھری شجاعت کی سیاست اور رفیق تارڑ کی صدارت سے متعلق حیرت انگیز انکشافات

☆ بھوپال سے مونا بھاؤ اور تلہ جوگیاں سے چاغی تک لمحہ لمحہ تاریخ، قدم قدم انکشافات کی کہانی

یہ تمام حقائق جاننے کے لئے سینئر کالم نگار، محقق، دانشور علامہ **عبدالستار عاصم** کی جاری کردہ

عمدۃ البیان پبلشرز کے زیر اہتمام شائع ہونے والی شاہکار کتاب "عراضہ" ضرور پڑھیں

آج ہی قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا

0333/323-4393422

Marfat.com